اذکارِ نبوی
صلی اللہ علیہ وسلم
2
امام ابوزکریا محی الدین النووی
ترجمہ وافادات
مولانا نثار احمد القاسمی
بن مولانا محمد حصیر الدین قاسمی

اذکارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

[جلد دوم]

امام ابو زکریا محی الدین النّووی

ترجمہ و افادات

مولانا نثار احمد القاسمی

بن مولانا محمد حصیر الدین قاسمی

فرید بکڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ

FARID BOOK DEPOT (Pvt.) Ltd.

NEW DELHI-110002

اذکارِ نبوی ﷺ (جلد دوم)

مصنف: امام ابوذکریا محی الدین النووی

ترجمہ و افادات: مولانا نثار احمد القاسمی بن مولانا محمد حصیر الدین قاسمی

صفحات: ۵۹۶ سائز: 23x36/16 قیمت: -/۱۵۰

باہتمام: محمد ناصر خان

FARID BOOK DEPOT (Pvt.) Ltd.

Corp. Off.: 2158, M.P. Street, Pataudi House, Darya Ganj, New Delhi-2
Phones: 23247075, 23289786, 23289159 Fax: 23279998

AZKAR-E-NABAVI *(Sall Allahu Alaihi Wasallam)*

(Part II)

Author: **Imam Abu Zakriya Muhiuddin An-Nauwi**

Translated by: **Maulana Nisar Ahmad Al-Qasmi**

Pages: **596** Ist Edition: **October 2005**

Price: **Rs. 150/-**

Our Branches:

Delhi: Farid Book Depot (P) Ltd.
422, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6
Ph.: 23265406, 23256590

Farid Book Depot (P) Ltd.
168/2, Jha House, Basti Hazrat Nizamuddin (W),
New Delhi-110013 Ph.: 55358122

Mumbai: Farid Book Depot (P) Ltd.
208, Sardar Patel Road, Near Khoja Qabristan,
Dongri, Mumbai-400009 Ph.: 022-23731786, 23774786

Composed by: **Faran Computer Centre, Hyderabad**

Printed at: **Farid Enterprises, Delhi-2**

فہرست مضامین

[حصہ دوم]

کتاب الاذکار فی صلواۃ مخصوصۃ

کتاب اذکار الصیام

(روزوں کےاذکارکابیان)

کتاب اذکْار الحج

کتاب اذکار الجهاد

کتاب اذکار الاکل والشرب

(کھانے پینے کے اذکار کے بیان میں)

کتاب اذکار النکاح

کتاب الاسماء

۴۱۳

(كتاب الاذكار فى صلوات مخصوصة)

مخصوص نمازوں کے اذکار کا بیان

(باب-۱)

مستحبات جمعه

جمعہ کے دن اور جمعہ کی شب میں بکثرت تلاوت قرآن ، ذکر، دعار، اور رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام بھیجنا، اور دن میں سورۂ کہف پڑھنا مستحب ہے، امام شافعی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''الام'' میں فرماتے ہیں کہ سورۂ کہف شب جمعہ میں بھی پڑھنا مستحب ہے۔

۴۹۴- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے دن کا تذکرہ کیا اور فرمایا:

''فِيهِ سَاعَةٌ لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي يَسْئَالُ اللّٰهَ تَعَالٰى اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ''

اس دن ایک ایسی گھڑی ہے کہ جو کوئی بندۂ مسلم نماز میں کھڑا اللہ تعالی سے کچھ بھی مانگتا ہوا اسے پالے تو اللہ تعالی اسے وہ ضرور دیدیتے ہیں۔

آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اس وقت کی قلت کی طرف اشارہ کیا کہ وہ بہت مختصر اور قلیل وقت ہے۔(۱)

(۱) صحیح بخاری ۹۳۵ و صحیح مسلم: ۸۵۷

اس گھڑی کی تلقین کے سلسلے میں علما، سلف وخلف کا اختلاف رہا ہے، ان کے اقوال حد درجہ مختلف ومتعارض ہیں، ان تمام اقوال کو میں نے شرح المہذب میں جمع کردیا ہے، اوراس کے قائلین کی نشاندہی بھی کردی ہے، صحابہ کی اکثریت اس بات کی قائل ہے کہ وہ عصر کے بعد کا وقت ہے مگر سب سے صحیح قول یہ ہے۔

۱/۴۹۴- صحیح مسلم میں حضرت ابوموسی اشعریؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا:

"هِيَ مَابَيْنَ اَنْ يَجْلِسَ الْاِمَامُ اِلَى اَنْ تُقْضَى الصَّلَاةُ"(۱)

وہ وقت (خطبہ دینے کے لئے) امام کے ممبر پر بیٹھنے اور نماز (جمعہ) ختم ہونے کے درمیان کا ہے۔

جمعہ کے دن سورۃ فاتحہ اور درود وسلام پڑھنے کے بارے میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں، اس کی شہرت اور خوف طوالت کے مدنظر اسے یہاں ذکر نہیں کر رہا ہوں۔

۴۹۵- ابن سنی کی کتاب میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَالَ صَبِيْحَةَ يَوْمِ الْجُمْعَةِ قَبْلَ صلاةِ الغَدَاةِ :[اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَااِلٰهَ اِلَّا هُوَالْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ] ثلاث مراتٍ ، غفرالله ذنوبَهٗ ولو كانت مثل زبد البحر"

جس نے جمعہ کے دن نماز فجر سے پہلے تین بار کہا:[اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَااِلٰهَ اِلَّا هُوَالْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ](۲)

میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہنے والا اور بڑا کارساز وسنوارنے والا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دیں گے اگرچہ وہ سمندر کے

(۱) صحیح مسلم : ۸۵۳

(۲) عمل الیوم لابن سنی : ۸۲ اس کی سند ضعیف ہے۔

جھاگ کے برابر ہو۔

۴۹۶ - اسی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کے رسول اللہ ﷺ جب جمعہ کو مسجد میں داخل ہوتے تو فرماتے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِی اَوْجُهَ مَنْ تَوَجَّهَ اِلَیْكَ ، وَاَقْرَبَ مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیْكَ ، وَ اَفْضَلَ مَنْ سَأَلَكَ وَرَغِبَ اِلَیْكَ"(۱)

اے اللہ جو تیری طرف متوجہ ہوان میں مجھے سب سے زیادہ متوجہ ہونے والا بنا، اور جو تجھ سے قریب ہوا ئمیں مجھے سب سے زیادہ قریب بنا، اور جو تجھ سے سوال کرے اور تیری طرف راغب ہو مجھے اس میں سے سب سے افضل بنا۔

میری رائے میں یہ دعا، ہمیں اس طرح کہنا چاہیے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِی مِنْ اَوْجُهِ مَنْ تَوَجَّهَ اِلَیْكَ ، وَمِنْ اَقْرَبِ مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیْكَ ، وَمِنْ اَفْضَلَ مَنْ سَئَالَكَ وَرَغِبَ اِلَیْكَ"

اے اللہ جو تیری طرف متوجہ ہو مجھے ان میں سب سے زیادہ متوجہ ہونے والوں میں سے بنا اور جو تجھ سے قریب ہو مجھے اس میں سب سے قریب بنا، اور جو تجھ سے سوال کرے اور تیری طرف راغب ہو مجھے ان سب سے افضل لوگوں میں سے بنا۔

یعنی: وجہ: اقرب، وافضل سے پہلے ,,منٗ،، لگائے)

نماز جمعہ ونماز فجر میں جو قرارت مستحب ہے اس کا بیان اذکار نماز میں گزر چکا ہے۔

۴۹۷- ابن سنی کی کتاب میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ قَرأَ بَعْدَ صَلَاةِ الْجمعةِ :قُلْ ھُوَاللّٰهُ احد ، وَقُل

(۱) عمل الیوم لابن سنی : ۳۷۶ سندہ ضعیف

اعوذ برب الفلق ، وقل اعوذ برب الناس سبع مرات، اَعَاذَہٗ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ بِھَا مِنَ السُّوءِ إلیٰ الجمعۃ الاخریٰ "(۱)

جس نے نماز جمعہ کے بعد سات بار قل ھو اللہ احد ، وقل اعوذ برب الفلق، وقل اعوذ برب الناس، پڑھ لیا، تو اللہ عزوجل اسے دوسرے جمعہ تک ہر برائی سے محفوظ رکھیں گے۔

(فصل)

نماز جمعہ کے بعد ذکر کی فضیلت :

نماز جمعہ کے بعد بکثرت اللہ کا ذکر کرنا مستحب ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ ، وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْراً لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ"

(الجمعہ : ۱۰)

پھر جب (جمعہ کی) نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو (یعنی اپنے کاروبار و تجارت اور دنیاوی مشاغل میں مصروف ہو جاؤ) اور بکثرت اللہ کا ذکر کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔

(باب-۲)

عیدین کے مشروع اذکار :

عیدین کی رات میں جاگ کر اللہ کا ذکر کرنا، اور نماز و دیگر عبادات میں مصروف رہنا مستحب ہے۔

۱/۴۹۷- حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) عمل الیوم لابن سنی: ۳۷۷ سندہ ضعیف

”مَنْ اَحْیَا لَیْلَتَیِ الْعِیْدَیْنِ لَمْ یَمُتْ قَلْبُهٗ یَوْمَ تَمُوْتُ الْقُلُوْبُ“(۱)

جس نے عیدین کی رات (عبادت کے ساتھ) جاگ کر گزارا اس کا دل اس دن نہیں مریگا جس دن دلوں کو موت آجائیگی۔

۲/۴۹۷ - ایک اور روایت میں ہے:

”مَنْ قَامَ لَیْلَتَیِ الْعِیْدَیْنِ لِلّٰهِ مُحْتَسِبًا لَمْ یَمُتْ قَلْبُهٗ حِیْنَ تَمُوْتُ الْقُلُوْبُ“(۲)

جس نے عیدین کی رات میں بہ امیدِ ثواب اللہ کے لیئے قیام کیا اس کا دل جبکہ سارے دل مرجائینگے نہیں مریگا۔

امام شافعی وابن ماجہ رحمہ اللہ کی روایت میں اسی طرح ہے، یہ حدیث ضعیف ہے، جو ابو امامہ سے مرفوعاً بھی مروی ہے اور موقوفاً بھی، مگر یہ روایت ہر دو سندوں سے ضعیف ہے۔

البتہ فضائل کے باب میں جیسا کہ اوائل کتاب میں ذکر کیا گیا اس طرح کا ضعف قابل تسامح وچشم پوشی ہے۔ پھر علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ کتنی مقدار جاگ کر عبادت کرنے سے یہ فضیلت حاصل ہوتی؟ بعض حضرات نے رات کا اکثر حصہ اور بعض تھوڑی دیر یا ایک گھنٹہ جاگ کر عبادت کر لینے سے بھی اس فضیلت کے حاصل ہوجانے کے قائل ہیں۔

شب عیدین میں تکبیر کہنا، اور عید الفطر میں غروب آفتاب سے نماز عید الفطر کے لئے امام کے تکبیر تحریمہ کہنے تک تکبیر کہنا مستحب ہے، پھر یہ ہر نماز کے بعد اور عام حالتوں میں بھی مستحب ہے، لوگوں کے ازدحام کی جگہ نیز چلتے بیٹھتے سوتے ہوئے راستوں مسجدوں اور بستروں پر بکثرت کہنا افضل ہے۔

عید الاضحیٰ میں یوم عرفہ یعنی ذی الحجہ کی نماز عصر کے بعد تک تکبیر کہنا مستحب ہے، آخری

(۱) مجمع البحرین فی زوائد المعجمین ۷/۱۹۸ ضعیف

(۲) دیکھیں، الام: ۱/۲۳۱ وابن ماجہ: ۱۷۸۷

دن عصر کے بعد تکبیر کہہ کر اسے منقطع کر دے یہی راجح قول ہے اور اسی پر عمل ہے۔ اس میں شوافع کے درمیان نیز دیگر علماء و مذاہب میں اختلاف ہے، مگر میرے نزدیک زیادہ درست وہی ہے جسے میں نے بیان کیا۔

اس خصوص میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں، جو سنن بیہقی کی روایت کردہ ہیں میں نے اس کی وضاحت پوری بسط و تفصیل سے فروعات و جزئیات اور مذاہب کی نشاندہی کے ساتھ شرح المہذب میں کردی ہے اس جگہ اختصار کے ساتھ صرف مقاصد کو ذکر کر رہا ہوں۔(۱)

علماء شوافع فرماتے ہیں کہ تکبیر کے الفاظ اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، مسلسل تین بار ہیں، اور اسے حسب منشا جتنا چاہے کہہ سکتا ہے، امام شافعیؒ و دیگر علماء فرماتے ہیں کہ اس میں کچھ زیادتی کر کے اس طرح کہے تو زیادہ بہتر ہے۔

”اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْراً، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْراً، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَاَصِيْلًا، وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ، مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ صَدَقَ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ“

اللہ بہت بڑا ہے، تعریفیں بکثرت اللہ ہی کے لئے ہیں، اللہ ہی کے لئے پاکی ہے صبح و شام، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور ہم صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں، اسی کے لئے دین کو خاص کر کے، چاہے کافروں کو یہ ناگوار ہو، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کی ذات پاک ہے، اس نے اپنا وعدہ پورا کیا، اپنے بندے کی مدد کی، اور تنہا اسی نے دشمن کے لشکروں کو شکست دی، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ بہت بڑا ہے۔

(۱) دیکھیں سنن بیہقی: ۲۷۸/۳، شرح المہذب: ۵/۳۲۔۴۸

علماء شوافع کہتے ہیں کہ عوام جس طرح کہنے کی عادی ہے (کہہ سکتی ہے) اس میں بھی کوئی حرج نہیں، یعنی: اَللّٰهُ اکبر، الله اکبر، لا اله الا الله والله اکبر، الله اکبر ولله الحمد، (اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے، اللہ ہی کے لئے تعریفیں ہیں)

(فصل)

تکبیرات کہنے کی جگہ:

ایام تکبیر میں ہر نماز کے بعد تکبیر کہنا مشروع ہے خواہ نماز فرض ہو یا واجب، نوافل ہو یا نماز جنازہ، ادا ہو یا قضا یا نذر، اس کے اندر قدرے اختلاف بھی ہے مگر یہ مقام اس کی تفصیل کا نہیں، درست بات وہی ہے جس کا ذکر اوپر ہوا اور اسی پر فتوی وعمل ہے۔

امام نے مقتدیوں کے اعتقاد اور اس کے مسلک کے برخلاف اگر تکبیر کہا، مثلاً امام یوم عرفہ یا ایام تشریق میں تکبیر کو درست سمجھتا ہے اور مقتدی درست نہیں سمجھتے ہیں یا اس کے برعکس ہو، تو کیا مقتدی امام کی اتباع کرے یا اپنے اعتقاد پر عمل کرے؟ اس سلسلہ میں علماء شوافع کے دو قول ہیں، زیادہ صحیح یہ ہے کہ اپنے اعتقاد پر عمل کرے، امام کی پیروی نہ کرے، کیونکہ امام کی اقتدار اس کے سلام پھیرتے ہی ختم ہوگئی۔

اس کے برخلاف اگر امام عیدین کی نماز میں مقتدیوں کے اعتقاد کے برعکس زائد تکبیر کہے تو مقتدیوں پر اس کی اتباع ضروری ہے کیونکہ نماز کے اندر وہ اس کا مقتدی و پیروکار ہے۔

(فصل)

نماز عید کی تکبیرات:

(مسلک شوافع میں نہ کے احناف کے مسلک میں) نماز عید میں سنت ہے کہ تکبیرات زوائد قرأت سے پہلے کہے، یعنی پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ سات تکبیر کہے (احناف کے

نزدیک صرف تین تکبیر کہے) اور دوسری رکعت میں سجدہ سے اٹھتے ہوئے جو تکبر کہی جاتی ہے اس کے علاوہ پانچ تکبیر کہے، (دوسری رکعت میں بھی احناف کے نزدیک تین ہی تکبیر ہے اور یہ قرأت کے بعد رکوع میں جانے سے قبل ہے، اور یہ تین تکبیر رکوع میں جانے والی تکبیر کے علاوہ ہیں) پہلی رکعت میں تکبیرات زوائد تکبیر تحریمہ اور ثناء کے بعد تعوذ سے پہلے ہے، اور دوسری رکعت میں (شوافع کے نزادیک) سجدہ سے اٹھنے کے بعد قرأت کے لئے تعوذ پڑھنے سے پہلے ہے، (احناف کے نزدیک قرأت کے بعد رکوع میں جانے سے قبل ہے)

دو تکبیروں کے درمیان، سبحان الله، والحمدلله، ولا اله الا الله، الله اکبر (اللہ کی ذات پاک ہے، ساری تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ بہت بڑا ہے) کہنا مستحب ہے، یہی جمہور شوافع کا قول ہے، بعض علماء شوافع فرماتے ہیں کہ دو تکبیروں کے درمیان یہ کہے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے بادشاہی اور اسی کے لئے ساری تعریفیں ہیں، اسی کے ہاتھ میں خیر و بھلائی ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔

علماء شوافع میں ابو منصور بن صباغ وغیرہ فرماتے ہیں کہ لوگوں کے درمیان مروج کلمہ ہی کہنا زیادہ بہتر ہے، یعنی:

"الله اکبر کبیرا، والحمد لله کثیرا، وسبحان الله بکرة واصیلا" اس میں کافی توسع ہے، کوئی کلمہ تکبیر کہہ سکتا ہے، اس میں کسی کی کوئی ممانعت نہیں، اور اگر کوئی شخص یہ ذکر اور پوری تکبیر یعنی پہلی کے سات اور دوسری کی پانچ ترک کردے تو بھی نماز درست ہو جائیگی، اور سجدۂ سہو ضروری نہیں ہوگا، البتہ فضیلت کا تارک ہوگا۔

اگر تکبیر کہنا بھول جائے اور قرأت شروع کردے تو صحیح قول کے مطابق لوٹ کر تکبیر نہ

کہے، امام شافعی کا ایک ضعیف قول یہ بھی ہے کہ پہلے تکبیر کہے پھر قرارت شروع کرے۔ نماز عید کے دونوں خطبوں میں مستحب ہے کہ خطبہ اولی کے ابتدار میں نو بار تکبیر کہے اور خطبہ ثانیہ کے شروع میں سات بار۔

نماز عید میں کونسی سورت یا آیت کا پڑھنا مستحب ہے؟ اس کی تفصیل نماز کے اذکار کے بیان میں گذر چکی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ "ق" اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد "اقتربت الساعة" پڑھنا مستحب ہے۔

اگر چاہے تو پہلی رکعت میں "سبح اسم ربك الاعلى" اور دوسری رکعت میں "هل اتاك حديث الغاشيه" پڑھے۔

(باب-۳)

ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کے اذکار :

اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ. (الحجة: ۲۸)

اور ان مقررہ دنوں میں اللہ کا نام یاد کریں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور امام شافعی و مشہور علمار امت فرماتے ہیں کہ یہ مقررہ دن ذی الحجہ کا پہلا عشرہ ہے۔

اس عشرہ میں اور دنوں کی بہ نسبت زیادہ ذکر کرنا اور اس عشرہ میں بھی عرفہ کے دن دیگر ایام کے بہ نسبت کثرت سے اللہ کا ذکر کرنا مستحب ہے۔

۴۹۸- صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا الْعَمَلُ فِيْ اَيَّامٍ اَفْضَلَ مِنْهَا فِيْ هٰذه، قَالُوا وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰه؟ قال : وَلَا الجهادُ اِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِه

وَمَالِهٖ فَلَمْ يَرْجِعْ بِشَئٍ. (۱)

اس دن سے افضل کسی بھی دن کا عمل نہیں (یعنی عرفہ کے دن سے) صحابہ نے عرض کیا! اللہ کے راستے میں جہاد بھی نہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جہاد بھی نہیں، سوائے اس شخص کے جو اپنی جان و مال کی بازی لگا کر (اللہ کے راستے میں) نکلتا ہے، اوراس میں سے کسی کو لے کر واپس نہیں لوٹتا، (یعنی اپنی جان و مال کو اللہ کے راستہ میں قربان کر دیتا ہے)۔

یہ بخاری کے الفاظ ہیں اور صحیح ہے، البتہ ترمذی کی روایت میں اس طرح ہے:

مَامِنْ اَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيْهِنَّ اَحَبُّ اِلَى اللّٰه تَعَالىٰ مِنْ هٰذِهٖ الاَ يَّام الْعَشْرِ. (۲)

کسی بھی دن کا نیک عمل ذی الحجہ کے اس دس دنوں کے عمل سے زیادہ اللہ کو محبوب نہیں۔

ابوداؤد کی روایت میں صرف "من هذه الايام" ہے "عشرہ" کا ذکر اس میں موجود نہیں (۳)

۴۹۹ ۔مسند دارمی میں بخاری و مسلم کی سند سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا الْعَمَلُ فِىْ اَيَّامٍ اَفْضَلَ مِنَ الْعَمَلِ فِىْ عَشْرِ ذى الحجه، قِيْلَ : وَلَا الجهادُ؟

کسی بھی دن کا عمل ذی الحجہ کے دس دنوں کے عمل سے افضل نہیں، عرض کیا گیا، جہاد بھی نہیں؟ پھر آگے ماسبق والی باقی حدیث مذکور ہے، اور ایک روایت میں عشر ذی الحجہ کی جگہ "عشر الاضحیٰ" ہے۔(۴)

۵۰۰ ۔ سنن ترمذی میں عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

(۱) صحیح بخاری: ۹۶۹ (۲) سنن ترمذی: ۷۵۷
(۳) سنن ابی داؤد: ۲۴۳۸ (۴) مسند دارمی: ۲۶/۲

”خَیْرُ الدُّعَاءِ دُعَاءُ یَوْمِ عَرَفَةَ ، وَخَیْرُ مَا قُلْتُ اَنَا وَالنبیونَ مِنْ قَبْلِیْ [لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ، وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَيْئٍ قَدِیْرٌ “](۱)

سب سے بہتر دعا، یوم عرفہ کی دعا ہے اور سب سے بہتر کلمہ جو میں نے اور مجھ سے پہلے نبیوں نے کہا وہ ہے، لا الـه الـلـه الا الله (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے بادشاہت ہے اور اسی کے لئے ساری تعریفیں ہیں اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔

۵۰۱- موطا امام مالک میں یہ روایت مرسل سند اور الفاظ کے اختصار کے ساتھ اس طرح آئی ہے:

”اَفْضَلُ الدُّعَاءِ یَوْمَ عَرَفَةَ ، وَاَفْضَلُ مَا قُلْتُ اَنَا والنبیونَ مِنْ قَبْلِیْ لَا اِلٰهَ اِلا اللّٰه وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ “(۲)

سب سے افضل دعا، عرفہ کے دن کا ہے، اور سب سے افضل کلمہ جو میں نے اور مجھ سے پہلے پیغمبروں نے کہا وہ ہے لَا اِلٰـهَ اِلا اللّٰـه وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ ۔

سالم بن عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے عرفہ کے دن کسی کو بھیک مانگتے دیکھا تو فرمایا: ”اے عاجز ولاچار شخص، اس دن بھی تو اللہ عزوجل کے سوا دوسروں سے مانگتا ہے؟

امام بخاری اپنی جامع صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منیٰ کے اندر اپنے خیمہ میں تکبیر کہتے تو مسجد والے ان کی تکبیر سن کر تکبیر کہنے لگتے، پھر ان کی تکبیر سن کر بازار والے تکبیر بلند کرتے یہاں تک کے پورا علاقہ تکبیر کی آواز سے گونج اٹھتا تھا۔

---

(۱) سنن ترمذی : ۳۵۸۵ امام ترمذی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے

(۲) موطا امام مالک : ۵۰۰- ۹۵۵

امام بخاری فرماتے ہیں کے حضرت عبداللہ بن عمرو ابو ہریرہؓ ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں تکبیر کہتے ہوئے بازاروں میں نکلتے تھے اور لوگ ان کی تکبیر کو سن کر تکبیر کہنے لگتے تھے۔

(باب-۴)

سورج گہن کے وقت کا مشروع ذکر:

۵۰۲- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنَ آيَاتِ اللّٰهِ ، لَا يُخْسَفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَادْعُوا اللّٰهَ تَعَالىٰ كَثِراً وَكَبِّرُوا وَتَصَدَّقُوْا"(۱)

سورج و چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں کسی کی موت و زندگی سے اس کے اندر گہن نہیں لگتا اس لئے جب تم یہ دیکھو تو اللہ سے خوب دعائیں کرو تکبیر کہو اور صدقہ و خیرات کرو۔

صحیحین کی بعض روایتوں میں یہ اس طرح ہے:

فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَاذْكُرُوْ وَاللّٰه تعالى، جب تم لوگ اسے دیکھو تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو ،حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح مروی ہے۔(۲)

۵۰۳- صحیحین میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"فَإِذَا رَأَيْتُمْ شَيْئاً مِنْ ذٰلِكَ فَافْزَعُوا إِلَى ذِكْرِهِ وَدُعَائِهِ وَاسْتِغْفَارِهِ"(۳)

جب تم اس طرح کا کچھ دیکھو (یعنی چاند یا سورج گرہن) تو خوف کے

---

(۱) صحیح بخاری: ۱۰۴۴، صحیح مسلم: ۹۰۱ (۲) دیکھیں: بخاری: ۱۰۵۴ مسلم: ۹۰۷

(۳) صحیح بخاری: ۱۰۵۹ صحیح مسلم: ۹۰۲

ساتھ اللہ کے ذکر اور دعاء واستغفار کی طرف دوڑ پڑو۔

۵۰۴- صحیحین میں حضرت مغیرہ بن شعبہ سے اس طرح مروی ہے، فَاِذَا رَأَيْتُمُوهَا فَادْعُوا اللّٰه وَصَلُّوْا " جب تم یہ (گرہن) دیکھو تو اللہ سے دعاء کرو اور نماز پڑھو۔ امام بخاری نے حضرت ابوبکرہ سے بھی ایک روایت اس طرح نقل کی ہے، واللہ علم۔

۵۰۵- صحیح مسلم میں حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہؓ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا جبکہ سورج کو گہن لگا ہوا تھا، اور آپ ﷺ نماز میں کھڑے اور ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے، آپ تسبیح وتہلیل، تکبیر وتحمید کرتے رہے یہاں تک کہ گہن چھٹ کر ختم ہو گیا، گہن چھٹنے کے بعد آپ نے دو سورتیں پڑھیں اور دو رکعت نماز ادا کی۔

(فصل)

نماز کسوف کی قرأت :

(سورج گہن کی نماز) نماز کسوف میں لمبی قرارت کرنا مستحب ہے، چاہئے کہ پہلے قومہ میں سورۂ بقرہ کے بقدر اور دوسرے قومہ میں دوسو آیتوں کے بقدر اور تیسرے قومہ میں ڈیڑھ سو آیتوں کے بقدر اور چوتھے قومہ میں سو آیتوں کے بقدر قرآن کی تلاوت کرے، اس طرح پہلی رکوع میں سو آیتوں کے بقدر، دوسری رکوع میں ستر آیتوں کے بقدر، اور تیسری رکوع میں اتنا ہی اور چوتھی رکوع میں پچاس آیتوں کے بقدر تسبیح پڑھے، اور سجدہ کو رکوع ہی کی طرح کیا کرے یعنی پہلے سجدہ کو پہلی رکوع کے بقدر، دوسرے سجدہ کو دوسری رکوع کے بعد اور تیسرے و چوتھے سجدوں کو اسی طرح تیسری و چوتھی رکوع کے بقدر لیا کرے، یہی صحیح طریقہ ہے، البتہ اس میں علماء کا مشہور اختلاف ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سجدہ کو لمبا کرنا مستحب ہے اور یعنی علماء شوافعی کی کتابوں میں سجدہ لمبا نہ کرنے کا جو حکم مذکور ہے وہ یا تو غلط یا ضعیف ہے، لمبا سجدہ کرنیکا قول ہی درست قول ہے کیونکہ صحیحین میں متعدد طرق سے یہ ثابت ہے، اس کے دلائل وشواہد کی وضاحت میں نے شرح المہذب میں کی ہے یہاں میں نے صرف اشارۃً اسے ذکر کیا ہے تاکہ لوگوں کو اس کے برخلاف

اقوال سے دھوکہ نہ ہو۔ خود امام شافعی رحم اللہ نے متعدد مقامات پر سجدہ لمبا کرنے کی صراحت کی ہے۔

علما شوافع فرماتے ہیں کہ دو سجدوں کے درمیان قعدہ کو طویل نہ کیا جائے بلکہ معتدد طریقوں پر عام نمازوں ہی کی طرح اسے ادا کیا جائے۔ مگر مجھے اس سے اختلاف ہے کیونکہ حدیث صحیح سے اسے بھی طول دینا ثابت ہے۔ رکوع ثانی کے بعد سیدھا کھڑا ہونے یا تشہد یا قعدہ کو لمبا نہ کیا جائے۔ ان تمام مقامات پہ جہاں لمبا کرنے کا حکم ہے اگر لمبا کرنا ترک کردے اور صرف سورۂ فاتحہ پر اکتفا نہ کرے تو بھی نماز درست ہوجائیگی، پر رکوع سے اٹھتے ہوئے "سمع الله لمن حمده ربنا لك الحمد" کہنا مستحب ہے، صحیح بخاری میں اس طرح مروی ہے۔

چاند گرہن میں قرأت باآواز بلند کرنا مسنون ہے اور سورج گرہن میں خاموشی کے ساتھ قرأت کرنا مستحب ہے۔

نماز سے فراغت کے بعد امام دو خطبہ دے، اپنے خطبہ میں لوگوں کو اللہ سے خوف دلائے اور اللہ کی اطاعت و بندگی صدقہ و خیرات اور غلاموں کو آزاد کرنے پر ابھارے، مشہور احادیث سے اس طرح ثابت ہے، نیز لوگوں کو اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے پر آمادہ کرے اور غفلت و دھوکا میں پڑے رہنے سے متنبہ کرے۔

۵۰۶- صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت اسماءؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ:

"لَقَدْ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم بِالْعَتَاقَةِ فِيْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ" (۱)

رسول اللہ ﷺ نے سورج گرہن میں غلام آزاد کرنے کا حکم دیا،

---

(۱) صحیح بخاری

(باب-۵)

نماز استسقاء کی دعائیں :

طلب بارش کی نماز میں خشوع وخضوع اور عاجزی وانکساری کے ساتھ بکثرت ذکرو استغفار اور دعائیں کرنا مستحب ہے، اس کے بارے میں اور دعائیں مشہور ہیں، اس میں سے چند یہ ہیں:

"اَللّٰهُمَّ اَسْقِنَا غَيْثًا مُغِيْثًا مَرِيْئًا غَدَقًا مُجَلِّلًا سَحًّا عَامًّا طَبَقًا دَائِمًا ، اَللّٰهُمَّ عَلَى الظِّرَابِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ وَبُطُوْنِ الْاَوْدِيَةِ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَغْفِرُكَ ، اِنَّكَ كُنْتَ غَفَّارًا ، فَارْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْنَا مِدْرَارًا ، اَللّٰهُمَّ اَسْقِنَا الْغَيْثَ وَلَاتَجْعَلْنَا مِنَ الْقَانِطِيْنَ ، اَللّٰهُمَّ اَنْبِتْ لَنَا الزَّرْعَ وَاَسْقِنَا مِنْ بَرَكَاتِ السَّمَاءِ اَنْبِتْ لَنَا مِنْ بَرَكَاتِ الْاَرْضِ، اَللّٰهُمَّ اَرْفَعْ عَنَّا الْجَهْدَ وَالْجُوْعَ وَالْعُرْىٰ وَ اكْشِفْ عَنَّا مِنَ الْبَلَاءِ مَالَايَكْشِفُهٗ غَيْرُكَ"

اے اللہ تو ہم پر ایسی بارش برسا جو فریاد رسی کرنے والی ہو، خوشگوار ہو، موسلدھار ہو، ہر جگہ برسنے والی ہو، سیراب کرنے والی ہو، عام ہو ، ہمیشہ برسنے والی ہو اور جم کر برسنے والی ہو، اے اللہ پہاڑی ٹیلوں ، درخت اگنے کی جگہوں اور بیچ وادیوں میں ہو، اے اللہ ہم آپ سے مغفرت چاہتے ہیں، بے شک آپ ہی مغفرت کرنیوالے ہیں، اے اللہ تو ہم پر موسلدھار برسنے والے بادل بھیج دے اور ہمیں بارش سے سیراب فرما اور ہمیں ناامید ہونے والوں میں سے نہ بنا، اے اللہ تو ہماری کھیتی اُگا دے اور (جانوروں کے) تھنوں کو (دودھ سے) ہماری سیرابی کے لئے بھر دے اور آسمان کی برکتوں سے ہمیں سیراب فرما اور

ہماری زمین کی برکتیں اُگا دے، اے اللہ تو ہماری مشقتوں، فاقہ کشی
اور بھوک کو دور فرما اور ان مصیبتوں کو دور فرما جسے تیرے سوا کوئی دوسرا
دور نہیں کرسکتا۔

اور اگر ان کے درمیان کوئی ایسا شخص ہو جس کی نیکی و پارسائی مشہور و مروف ہو تو مستحب ہے کہ اس کے توسل سے دعا کرے اور کہے:

"اَللّٰهُمَّ اِنَّانَسْتَسْقِیْ وَنَتَشَفَّعَ اِلَيْكَ بِعَبْدِكَ فُلَانٍ"

اے اللہ ہم آپ سے بارش وسیرابی طلب کرتے ہیں اور تیرے فلاں
بندہ کو تیرے پاس اپنا شفارش بناتے ہیں۔

۵۰۷- صحیح بخاری میں مروی ہے کہ جب بارش رک جاتی ہے تو حضرت عمر بن الخطابؓ حضرت عباس بن عبدالمطلب کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرتے اور فرماتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِيْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ
بِعَمِّ بِنَبِيِّنَا فَاسْقِنَا فَيُسْقَوْنَ"(۱)

اے اللہ ہم پہلے اپنے نبی کے وسیلہ سے آپ سے بارش طلب کرتے
تھے تو آپ ہمیں بارش سے سیراب کردیتے تھے، ہم اپنے نبی کے چچا کو
آپ تک وسیلہ بناتے ہیں آپ ہمیں بارش سے سیراب فرمائیں تو
بارش ہو جاتی تھی،

نیک وصالح اور متقی پرہیزگار لوگوں کے وسیلہ سے بارش طلب کرنا حضرت معاویہؓ وغیرہ سے بھی مروی ہے۔ نماز استسقاء میں وہی قراءت مستحب ہے جو عیدین کی نماز میں مستحب ہے اور اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔

پہلی رکعت کے شروع میں سات تکبیر اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیر نماز عید کی طرح کہے، نیز دیگر مسائل وجزئیات بھی نماز عیدین ہی کی طرح ہے، نماز سے فراغت کے بعد دو خطبے

(۱) صحیح بخاری : ۱۰۱۰

دیئے جائیں اور اس میں بکثرت دعاء واستغفار کیا جائے۔

۵۰۸- سنن ابی داؤد میں مسلم کی شرط پر بسند صحیح حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں بارش رک گئی تو آپ نے دعاء کرتے ہوئے فرمایا:

[اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُغِيثًا مَرِيًّا مَرِيعًا نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍّ عَاجِلًا غَيْرَ آجِلٍ] فَاطْبَقَتْ عَلَيْهِمِ السَّمَاءُ"(۱)

اے اللہ تو ہم پر ایسی بارش برسا جو فریاد رسی کرنے والی ہو خوشگوار ہو، ارزانی پیدا کرنے والی ہو، نفع بخش ہو، ضرر رساں نہ ہو، جلد برسنے والی ہو دیر میں برسنے والی نہ ہو۔ تو خوب جم کر بارش ہوئی۔

۵۰۹ - اسی میں بسند صحیح عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بارش کی دعاء کرتے تو فرماتے:

"اَللّٰهُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَبَهَائِمَكَ وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ وَاَحْيِ بَلَدَكَ الْمَيِّتَ"(۲)

اے اللہ تو اپنے بندوں اور چوپایوں کو سیراب فرما اور اپنی رحمت کو عام کردے اور اپنے مردار شہر کو زندگی بخش۔

۵۱۰- اسی میں بسند صحیح ایک روایت ہے جس کے اخیر میں امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ سے بسند جید مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے بارش کے رک جانے کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے منبر بدلنے کا حکم دیا چنانچہ عیدگاہ میں منبر نصب کیا گیا آپ نے لوگوں کے لئے ایک دن متعین کیا کہ وہ اس روز یہاں آئیں، چنانچہ اس روز آپ ﷺ سورج طلوع ہونے کے فوراً بعد یہاں آئے، اور منبر پر بیٹھ گئے پھر آپ نے اللہ تعالیٰ کی تکبیر وتحمید بیان کی پھر فرمایا:

اِنَّكُمْ شَكَوْتُمْ جَدْبَ دِيَارِكُمْ وَاسْتِخَارَ الْمَطَرِ عَنْ اِبَّانِ

---

(۱) سنن ابی داؤد: ۱۱۶۹ (۲) سنن ابی داؤد: ۱۱۷۶

زَمَانِهٖ عَنكُمْ وَقَدْ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَنْ تَدْعُوْهُ وَوَعَدُكُمْ اَنْ يَسْتَجِيْبَ لَكُمْ ثُمَّ قَالَ :

[اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ، اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ، مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ، اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ، الْغَنِيُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَاءُ اَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ وَاجْعَلْ مَا اَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّةً وَبَلَاغًا اِلٰى حِيْنٍ]

تم نے اپنے علاقے کی خشک سالی اور بارش کا اپنے وقت سے مؤخر ہو جانے کی شکایت کی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دعا کرنے کا حکم دیا اور وعدہ کیا ہے کہ وہ تمہاری دعاؤں کو قبول کریگا پھر فرمایا:

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے، قیامت کے دن کا مالک ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اے اللہ تو ہی اللہ ومعبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو بے نیاز ہے اور ہم سب محتاج ہیں، ہمارے اوپر بارش تو برسا اسے ہمارے لئے ایک مدت تک کیلئے روزی وزندگی کا ذریعہ بنا۔

اس کے بعد آپ نے آپ کا دوسرا ہاتھ اتنا اوپر اٹھایا کہ آپ کے بغل کی سفیدی نظر آنے لگی پھر ہاتھ اٹھاتے ہوئے اپنی چادر اُلٹ دی، پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور منبر سے اتر کر دو رکعت نماز ادا کی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت فوراً بادل پیدا کیا اور وہ گرجتے چمکتے ہوئے اللہ کے حکم سے خوب برس پڑا لوگ مسجد کو نہیں پہونچے تھے کہ نالیاں بھر کر بہہ پڑیں آپ نے جب لوگوں کو محفوظ مقامات کی طرف بھاگ کر چھپتے دیکھا تو اس طرح ہنس پڑے کہ آپ کے دندان مبارک نظر آنے لگے پھر فرمایا:

اَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ وَاَنِّيْ عَبْدُاللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ (۱)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور یہ کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔

اس حدیث میں صراحت موجود ہے کہ خطبہ نماز سے پہلے ہے، اور اسی طرح کی تصریح بخاری و مسلم میں بھی ہے، مگر یہ بیان جواز کے لئے ہے کتب فقہ میں علماء شوافع وغیرھم سے منقول ہے کہ دوسری احادیث کے پیش نظر نماز کو خطبہ پر مقدم رکھنا مستحب ہے، کیونکہ ان احادیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ سے قبل نماز ادا کی ہے۔ واللہ اعلم

نماز استسقاء میں دعاؤں کو خاموشی و بلندی کے بین بین دھیمی آواز سے کہنا، اور ہاتھ کو خوب اوپر اٹھانا مستحب ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ دعاء میں اس طرح کہنا مستحب ہے:

اَللّٰهُمَّ اَمَرْتَنَا بِدُعَائِكَ وَ وَعَدْتَّنَا اِجَابَتَكَ ، وَقَدْ دَعَوْنَاكَ كَمَا اَمَرْتَنَا ، فَاَجِبْنَا كَمَا وَعَدْتَّنَا اَللّٰهُمَّ امْنُنْ عَلَيْنَا بِمَغْفِرَةِ مَاقَارَفْنَا ، وَاِجَابَتِكَ فِيْ سُقْيَانَا وَسَعَةِ رِزْقِنَا .

اے اللہ تو نے ہمیں دعاء کرنے کا حکم دیا ہے، اس کی قبولیت کا ہم سے وعدہ کیا ہے، چنانچہ جس طرح تو نے حکم دیا ہے میں دعاء کر رہا ہوں تو اپنے وعدہ کے مطابق اسے قبول فرما، اے اللہ ہم نے جو گناہ کا ارتکاب کیا ہے اس کی مغفرت اور سیرابی کی دعاء کی قبولیت اور رزق کی وسعت کے ذریعہ تو ہم پر احسان فرما۔

پھر تمام مومنین و مومنات کے لئے دعاء کرے، نبی کریم ﷺ پر درود و سلام بھیجے اور ایک دو آیتوں کی تلاوت کرے اور امام "اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِيْ وَلَكُمْ" کہے (یعنی میں اپنے لئے اور تم سبھوں کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں) اور مناسب ہے کہ اس وقت مصائب و پریشانی کے وقت کی دیگر دعائیں بھی کہے: مثلاً : اَللّٰهُمَّ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً الخ وغیرہ جو کہ صحیح احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔ (۱)

سنن ابی داؤد: ۱۱۷۳

امام شافعی رحمتہ اللہ اپنی کتاب ''الام'' ہی میں فرماتے ہیں کہ نماز استسقاء میں امام دو خطبہ نماز عید کے خطبہ کی طرح دے، ان دونوں خطبوں میں تکبیر و تحمید کہے اور نبی کریم ﷺ پر درود وسلام بھیجے اور بکثرت استغفار کرے، خطبہ کا اکثر حصہ استغفار پر مشتمل ہو اور بکثرت کہے:

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ، يُرْسِلُ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا. (نوح: ۱۰،۱۱)

اپنے رب سے مغفرت چاہو (معافی مانگو) وہ یقیناً بڑا بخشنے والا ہے، وہ تم پر آسمان کو خوب برستا ہوا چھوڑ دیگا۔(۲)

(باب-۲)

تیز ہوا یا آندھی آنے کے وقت کی دُعا:

۵۱۱- صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب آندھی آتی تو رسول اللہ ﷺ فرماتے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَخَيْرَ مَا اَرْسَلْتَ بِهٖ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ. (۳)

اے اللہ میں تجھ سے اس آندھی کی خیر و برکت کا اور جو کچھ اس میں ہے اس کی خیر و برکت کا اور جو یہ اپنے ساتھ لائی ہے اس کی خیر و برکت کا سوال کرتا ہوں اور اس آندھی کے شر سے اور جو اس آندھی کے اندر ہے اس کے شر سے اور جو یہ اپنے ساتھ لاتی ہے اس کے شر سے تیری پناہ لیتا ہوں۔

۵۱۲ - سنن ابی داؤد و ابن ماجہ میں بسند حسن حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں

---

(۱) دیکھیں: الام ۱/۲۵۰ (۲) الام ۱/۲۵۰

(۳) صحیح مسلم: ۸۹۹

کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا:

اَلرِّیْحُ مِنْ رَوْحِ اللّٰہِ تَعَالٰی تَأْتِی بِالرَّحْمَةِ وَتَأْتِی بِالْعَذَابِ فَاِذَا رَأَیْتُمُوْھَا فَلَا تَسُبُّوْھَا وَسَلُوا خَیْرَھَا وَاسْتَعِیْذُوا بِاللّٰہِ مِنْ شَرِّھَا. (۱)

تیز ہوائیں اللہ کی رحمتوں میں سے ہے کبھی رحمت لاتی اور کبھی عذاب لاتی ہے، جب تم اسے (اٹھتے) دیکھو تو اسے گالیاں مت دو (برامت کہو) اور اللہ سے اس کا خیر طلب کرو اور اس کے شر سے اللہ کی پناہ لو۔

۵۱۳- سنن ابی داؤد ونسائی وابن ماجہ میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب آسمان کے اُفق پر کچھ اٹھتے دیکھتے تو سارا عمل ترک کردیتے، خواہ نماز ہی کیوں نہ ہو، پھر فرماتے:

[اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّھَا] فَإِنْ مَطَرَ قَالَ: [اَللّٰھُمَّ صَیِّباً ھَنِیْئاً] (۲)

اے اللہ میں اس کے شر سے تیری پناہ لیتا ہوں پھر اگر بارش ہوتی تو فرماتے: [اَللّٰھُمَّ صَیِّباً ھَنِیْئاً] اے اللہ موسلا دھار اور خوشگوار برسا۔

۵۱۴- ترمذی وغیرہ میں حضرت ابی بن کعبؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَاتَسُبُّوا الرِّیْحَ، فَاِنْ رَأَیْتُمْ، مَاتَکْرَھُوْنَ فَقُوْلُوْا [اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِ ھٰذِہِ الرِّیْحِ وَخَیْرِ مَافِیْھَا وَخَیْرِ مَااُمِرَتْ بِهٖ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ ھٰذِہِ الرِّیْحِ وَشَرِّ مَا فِیْھَا وَشَرِّ مَااُمِرَتْ بِهٖ] (۱)

ہواؤں کو گالیاں مت دو، اگر تم کوئی ناگوار بات دیکھو تو کہو: اے اللہ میں اس تیز ہوا کا خیر اور جو اس کے اندر ہے اس کا خیر اور جس کا اسے

سنن ابی داؤد: ۱۱۷۳

حکم دیا گیا ہے، اس کا خیر مانگتا ہوں، اور اس تیز ہوا کے شر اور جو اس
کے اندر ہے اس کے شر اور جس کا اسے حکم دیا گیا ہے اس کے شر سے
تیری پناہ لیتا ہوں۔

نیز اس باب میں حضرت عائشہ، ابو ہریرہ، عثمان بن ابی العاص، انس، ابن عباس، و
جابر ﷺ کی بھی روایات ہیں۔

۵۱۵- ابن سنی کی کتاب میں بسند صحیح سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں
کہ جب آندھی چلتی تو رسول اللہ ﷺ فرماتے:

"اَللّٰهُمَّ لَقْحًا لَا عَقِيمًا" اے اللہ بافیض بنانہ کہ بے فیض۔(۲)

"لَقْحٌ" حاملہ اونٹنی کو کہتے ہیں، اس جگہ اس سے مراد پانی سے بھرا ہوا بادل ہے،
اور "عقیم" بانجھ کو کہتے ہیں اور اس سے مراد نہ برسنے والا بے فیض بادل ہے آپ ﷺ نے برسنے
اور نہ برسنے والے بادل کو حاملہ اور بانجھ جانور سے تشبیہ دیکر دعا فرمائی، کہ اس بادل کو حاملہ کی
طرح بافیض بنانہ کہ بانجھ کی طرح بے فیض۔

۵۱۶- اسی میں حضرت انس بن مالک و جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے
ارشاد فرمایا:

اِذَا وَقَعَتْ كَبِيرَةٌ اَوْهَاجَتْ رِيحٌ عَظِيمَةٌ فَعَلَيْكُمْ بِالتَّكْبِيرِ
فَاِنَّهُ يَجْلُو الْعِجَاجُ الْاَسْوَدُ.(۳)

جب کوئی بڑا حادثہ یا بڑا طوفان آیا تو تمہیں تکبیر کہنا چاہیے، کیونکہ تکبیر
سے گھٹا ٹوپ اندھیرا چھٹ جاتا ہے۔

۵۱۷- امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الام" میں اپنی سند سے حضرت عبداللہ بن عباس
سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

---

(۱) دیکھیں: الام ۱/۲۵۰ (۲) الام ۱/۲۵۰

(۳) صحیح مسلم: ۸۹۹

جب بھی تیز ہوا چلتی تو رسول اللہ ﷺ اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتے اور فرماتے:

"اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رَحْمَةً وَلَا تَجْعَلْهَا عَذَاباً ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رِيَاحاً وَلَا تَجْعَلْهَا رِيْحاً" (۱)

اے اللہ تو اسے رحمت بنا، عذاب مت بنا، اے اللہ تو اسے (بارش لانے والا) مفید ہوا بنا، مہلک بے فیض مت بنا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ "ریح" و "ریاح" فرق کے ساتھ کتاب اللہ میں وارد ہوا ہے، مثلاً:

"فَارْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَراً" (فصلت: ١٦)

بالآخر ہم نے ان پر ایک تیز و تند آندھی بھیج دی۔

"وَاَمَّا عَادٌ فَاهْلِكُوا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ" (الحاقه: ٦)

اور عاد بے حد تیز و تند ہوا سے غارت کر دیئے گئے۔

"اِذَا اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ" (الزاريات: ٤١)

جب کہ ہم نے ان پر خیر و برکت سے خالی آندھی بھیج دی۔

"وَاَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ" (الحجر: ٢٢)

اور ہم بھیجتے ہیں بوجھل (پانی سے بھرا ہوا) ہوائیں۔

"وَمِنْ آيَاتِهِ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرَاتٍ" (الروم: ٤٦)

اس کی نشانیوں میں سے خوشخبریاں دینے والی ہواؤں کو چلانا بھی ہے۔

۵۱۸- امام شافعیؒ نے ایک منقطع روایت ذکر کی ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے فقر و فاقہ کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "لَعَلَّكَ تَسُبُّ الرِّيْحَ" شاید تم ہواؤں کو گالیاں دیتے ہو۔ (۱)

---

(۱) ابوداؤد: ۵۰۹۷ و ابن ماجہ: ۳۷۲۷

(۲) سنن ابی داؤد: سنن کبری للنسائی: ۱۱۶۴۶، سنن ابن ماجہ: ۳۸۸۹، حدیث صحیح

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ہواؤں کو برا بھلا یا گالیاں دینا کسی کے لئے مناسب نہیں کیونکہ یہ اللہ کی مخلوق اور اس کی فرماں بردار ہے، اور اللہ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے، اللہ اسے رحمت بناتا ہے اور اگر چاہے تو عذاب وسزا بنا دیتا ہے۔(۲)

(باب-۷)

تارا ٹوٹنے کے وقت کی دعا:

۵۱۹- ابن سنی کی کتاب میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ "ہمیں حکم دیا گیا (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے) کہ جب تارا ٹوٹے تو اس کی طرف نگاہ نہ کریں، اور اس وقت یہ کہیں:

"مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" اللہ جو چاہے، ساری قوت اللہ ہی سے ہے۔(۳)

(باب-۸)

جب بجلی چمکے یا تارا ٹوٹے تو اس کی طرف نہ نظر کرے نہ اشارہ:

اس سے متعلق ایک تو وہی حدیث ہے جو اوپر ذکر کی گئی نیز امام شافعیؒ نے اپنے استاد ابو اسحاق مدنی کے توسط سے "الام" میں حضرت عروۃ بن زبیرؒ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

"جب کوئی بجلی کی چمک یا بارش دیکھے تو اس کی طرف اشارہ نہ کرے، بلکہ اس کی تعریف وتوصیف بیان کرے"

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ عرب اس کی طرف اشارہ کرنے کو اب بھی ہمیشہ کی طرح معیوب وناپسند سمجھتے ہیں۔(۱)

---

(۱) سنن ترمذی: ۲۲۵۲، وقال ترمذی، حدیث صحیح (۲) عمل الیوم لابن سنی ۳۰۰ صحیح

(۳) عمل الیوم لابن سنی: ۲۸۵، وقال الحافظ: حدیث غریب واسنادہ ضعیف

(باب-۹)

بادلوں کی گرج اور بجلی کی کڑک کے وقت کی دعاء:

۵۲۰- ترمذی میں بسند ضعیف حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بادلوں کی گرج اور بجلی کی کڑک سنتے تو فرماتے:

اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ ، وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ. (۲)

اے اللہ تو ہمیں اپنے غضب سے قتل مت کر اور اپنے عذاب سے ہمیں ہلاک مت فرما اور اس سے پہلے ہمیں عافیت بخش۔

۵۲۱- مؤطا امام مالک میں بسند صحیح حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے مروی ہے کہ وہ جب بادل کی کڑک سنتے تو بات کرنا ترک کر دیتے اور کہتے:

سُبْحَانَ الَّذِيْ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ (۳).

پاک ہے وہ ذات جس کی حمد کی تسبیح رعد اور فرشتے اس کے خوف سے کرتے ہیں۔

نوٹ: بقول ابن الملک رعد اس آواز کو کہتے ہیں جو بادلوں میں سے سنی جاتی ہے، مگر صحیح یہ ہے کہ رعد اس فرشتے کا نام ہے جو بادلوں کے انتظام اور بارش کے لئے مامور ہے، امام شافعیؒ مجاھد سے نقل کرتے ہیں کہ رعد ایک فرشتہ ہے، اور برق (بجلی) اس کا وہ بازو ہے جس سے وہ بادلوں کو پا سکتا ہے، اس طرح بادلوں سے آنے والی آواز یا تو اس فرشتے کی آواز ہے یا اس کے ہنکانے کی، امام بغوی اکثر مفسرین سے نقل کرتے ہیں کہ رعد درحقیقت اس فرشتے ہی کا نام ہے جو بادلوں کو

(۱) الام: ۲۵۳/۱ (۲) سنن ترمذی: ۳۴۵۰

(۳) موطا امام مالک: ۲۵۳/۱

ہنکاتا ہے،اور جو آواز سنائی دیتی ہے وہ درحقیقت اس کی تسبیح ہے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ رعداس فرشتہ کا نام ہے جو بادلوں کی نظم ونسق پر مامور ہے، اور وہ بارش کے پانی کو اپنے انگوٹھے میں جمع رکھتا ہے، اور وہ اللہ کی تسبیح بیان کرتا ہے، اور اس کی تسبیح سنکر جب سارے فرشتے تسبیح بیان کرتے ہیں تو اس وقت بارش ہوتی ہے، نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

بَعَثَ اللّٰهُ السَّحَابَ فَنَطَقَتْ اَحْسَنَ النُّطْقِ وَضَحِكَتْ اَحْسَنَ الضَّحْكِ ، فَالرَّعْدُ نُطْقُهَا وَالْبَرْدُ ضَحْكُهَا .

اللہ نے بادلوں کو بھیجا تو بادل خوب اچھی طرح گویا ہوا، اور خوب اچھی طرح ہنسا، پس رعداس کی آواز اور اولے اس کی ہنسی ہیں۔

امام شافعیؒ "الام" [۲۵۳/۱] میں بسند صحیح جلیل القدر تابعی حضرت طاؤس سے نقل کرتے ہیں کہ وہ جب بادلوں کی کڑک سنتے تو کہتے "سُبْحَانَ مَنْ سَبَّحْتَ لَهُ" جسکی تو نے تسبیح بیان کی اس کی ذات پاک ہے، امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ شاید ان کی مراد اس آیت کی طرف اشارہ کرنا ہے، "يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيفَتِهٖ" (الرعد:۱۳) اور پڑھتا ہے گرجنے والا خوبیاں اس کی اور سب فرشتے اس کے ڈر سے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک سفر میں حضرت عمر بن الخطابؓ کے ہمراہ تھے تو گرج کڑک اور اولے گرنے کا حادثہ ہمارے ساتھ پیش آیا حضرت کعب نے ہم لوگوں سے کہا جس نے بادل گرجتے وقت تین بار کہا:

سُبْحَانَ مَنْ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيفَتِهٖ.(۱)

پاک ہے اس کی ذات جس کی پڑھتا ہے گرجنے والا خوبیاں اور سب فرشتے اس کے ڈر سے۔

تو وہ اس گرج (کی آفت) سے محفوظ رہے گا چنانچہ ہم لوگوں نے کہا تو محفوظ رہے۔

---

(۱) قال الحافظ: حدیث موقوف: واسنادہ حسن، واقرہ کعب وابن عباس وعمر، واخوجہ الطبرانی فی الدعاء ۹۸۵

(باب-۱۰)

بارش کے وقت کی دعا:

۵۲۲- صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بارش دیکھتے تو فرماتے:

"اَللّٰهُمَّ صَيِّبًا نَافِعًا. اے اللہ خوب برسنے اور نفع دینے والی بارش برسا۔(۱)

ابن ماجہ کی روایت میں "اَللّٰهُمَّ صَيِّبًا نَافِعًا" مرتین اور ثلاثا ہے کہ یہ کلمات آپ نے دوبارہ یا تین فرمایا۔(۲)

نوٹ: ابن ماجہ نے حضرت عائشہ سے دو حدیثیں روایت کی ہیں

(۱) كان اذا رآى سحاباً قال: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بادل دیکھتے تو دو یا تین

بار فرماتے [اَللّٰهُمَّ اجْعَلْه سَيْبًا نَافِعًا] مر تین او ثلاثاً.

(اے اللہ خیر و برکت اور منفعت والی بارش برسا)(۳)

(۲) دوسری روایت میں ہے: كَانَ اِذَا رَآى الْمَطَرَ قال: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب

بارش ہوتا دیکھتے تو فرماتے: [اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ صَيِّبًا نَافِعًا] اے اللہ خوب برسنے اور نفع دینے والی بارش برسا۔(۴)

۵۲۳- امام شافعی رحمۃ اللہ نے الام میں ایک مرسل حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

اُطْلُبُوا اِسْتِجَابَةَ الدُّعَاءِ عِنْدَ الْتِقَاءِ الْجُيُوْشِ، وَاِقَامَةِ

(۱) بخاری: ۱۰۳۲
(۲) ابن ماجہ: ۳۸۹
(۳) ابن ماجہ: ۳۸۸۹
(۴) ابن ماجہ: ۳۸۹۰

الصَّلَاةِ، وَنُزُوْلِ الْغيثِ. (۱)

دعاء کی قبولت کی طلب و آرزو رکھو دشمن کے لشکر سے مڈ بھیڑ ہونے' نماز کی اقامت اور بارش ہوتے وقت۔

(باب-۱۱)

بارش موقوف ہوجانے کے بعد کی دعاء:

۵۲۴- صحیح بخاری ومسلم میں حضرت زین بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے میں فجر کی نماز رات میں بارش ہونے کے بعد پڑھائی جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا:

هَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ ؟ قَالُوا اللّٰه وَرَسُوْلَهُ اَعْلَمُ قَالَ: قَالَ: اَصْبَحَ مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنٌ لِيْ وَكَافِرٌ، فَاَمَّا مَنْ قَالَ، مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهٖ فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِيْ كَافِرٌ بِالكوكَبِ، وَاَمَّا مَنْ قَالَ، مُطِرنَا بِنَوءِ كَذَا وكَذَا فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِيْ مُؤْمِنٌ بِالكوكَبِ. (۲)

کیا تمہیں پتہ ہے کہ تیرے رب نے کیا کہا' صحابہ نے عرض کیا' اللہ اور اللہ کے رسول کو زیادہ علم ہے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، میرے بندوں میں سے بعض نے مجھ پر ایمان رکھتے ہوئے اور کچھ نے میرے ساتھ کو کرتے ہوئے صبح کی' تو جس نے کہا کہ ہمارے اوپر اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی تو وہ مجھ پر ایمان رکھنے والا اور ستاروں کے ساتھ سفر کرنے والا ہے، اور

---

(۱) الام ۱/۲۲۳-۲۲۴، یہ حدیث نمبر: ۱۱۷ یہ اقامت کے وقت کی دعاء میں گذر چکی ہے

(۲) صحیح بخاری: ۸۴۶ صحیح مسلم: ۷۱

جس نے کہا کہ ہمارے اوپر فلاں فلاں پچھتروں کی وجہ سے بارش
ہوئی تو وہ میرے ساتھ کفر کرنیوالا اور ستاروں پر ایمان رکھنے والا ہے۔

حدیبیہ مشہور و معروف مقام ہے، یہ ایک کنواں کا نام ہے جو مکہ سے تقریبا ایک دن کی مسافت پر واقع ہے "حدیبیہ" بار کے بعد یار کے تشدید اور تخفیف (بغیر تشدید کے) دونوں طرح درست ہے، مگر بغیر تشدید ہی زیادہ صحیح ہے، یہی امام شافعی اور اہل لغت کا قول ہے، تشدید کے ساتھ ابن وھب اور اکثر محدیثین کا قول ہے۔ علمار فرماتے ہے کہ اگر کوئی مسلمان فلاں فلاں پچھتر سے بارش ہونے کے بارے میں کہے اور اعتقاد رکھے کہ پچھتر ہی بارش کا موجد اور پیدا کرنے والا یا فاعل حقیقی ہے تو وہ بلاشک وشبہ کافر و مرتد ہو جائیگا، لیکن اگر اس کا اعتقاد یہ نہ ہو بلکہ اس کی مراد یہ ہو کہ پچھتر بارش ہونے کی ایک علامت ہے اور اس علامت کے ظہور کے وقت بارش ہوتی ہے، اور بارش کا برسانا درحقیقت اللہ کا فعل ہے اور اس کی تخلیق و مشیت سے ہے تو وہ کافر و مرتد نہیں ہوگا، مگر اس کے باوجود ایسا کہنا درست ہے یا نہیں؟ اس کی کراہت میں علمار کا اختلاف ہے، درست وراجح قول یہ ہے کہ ایسا کہنا بھی مکروہ ہے کیونکہ یہ کافروں کے الفاظ ہیں، اور یہی حدیث کا ظاہری مفہوم ہے امام شافعی نے بھی الام میں اس کی تصریح کی ہے۔ (۱) اور مستحب یہ ہے کہ بندہ اس نعمت یعنی بارش ہونے پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا شکر ادا کرے۔

(باب-۱۲)

بارش سے نقصان کا خطرہ محسوس ہونے کے وقت کی دعار:

۵۲۵- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص جمعہ کے دن مسجد میں داخل ہوا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے خطبہ دے رہے تھے، اس شخص نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول، مال واسباب برباد اور راستے منقطع ہو چکے ہیں، آپ اللہ سے ہمارے لئے بارش کی دعار فرمادیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دونوں ہاتھ دعا کے

لئے اٹھایااورفرمایا: "اَللّٰھُمَّ اَغِثْنَا، اَللّٰھُمَّ اَغِثْنَا، اَللّٰھُمَّ اَغِثْنَا" اے اللہ تو ہم پر بارش برسا(تین بار) حضرت انس فرماتے ہیں، آسمان میں نہ ہم بادل دیکھ رہے تھا نہ اس کا کوئی ٹکڑا ہمارے اورسلع پہاڑ (مدینہ کے قریب ایک مشہور پہاڑی کا نام ہے) کے درمیان نہ کوئی گھر تھا نہ مکان، کہ اسی دوران اچانک اس پہاڑی کے پیچھے سے بادل ڈھال کی طرح نکلا اور جب بیچ آسمان کو پہونچا تو ہر چار جانب پھیل گیا، اورخوب برسا، بخدا ایک ہفتہ تک ہمیں سورج نظر نہیں آیا، پھر اگلے جمعہ وہی شخص مسجد کے اسی دروازے سے داخل ہوا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے خطبہ دے رہے تھے، اس شخص نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول، مال واسباب ہلاک وبرباد ہوگئے اور راستے منقطع ہوگئے، آپ اللہ سے ہمارے لئے دعا رفرمادے کہ اللہ بارش روک دے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دونوں ہاتھ بلند کیا اور فرمایا :

"اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا، اَللّٰھُمَّ عَلَی الْاٰکَامِ وَالظِّرَابِ وَبُطُوْنِ الْاَوْدِیَةِ وَمَنَابِتِ شَجَرٍ"

اے اللہ ہمارے اردگرد برسا ہم پر نہ برسا، اے اللہ پہاڑیوں پر، جنگلوں میں ندی نالیوں اور وادیوں میں اور درخت اُگنے کے مقامات پر بارش برسا تو اسی وقت بادل چھٹ گیا، اور دھوپ میں چلتے ہوئے ہم لوگ (مسجد سے) نکلے، اس حدیث کے الفاظ بخاری ومسلم دونوں کے ہیں، البتہ بخاری میں "اغثنا" کی جگہ "اسقنا" ہے، اور اس دعار کے کیا ہی خوب فوائد ہیں (۱)

(باب-۱۳)

نمازِ تراویح کی دعائیں :

(۱) دیکھیں : الام : ۲۵۲/۱

نمازتراویح بالاتفاق سنت ہے، اور یہ بیس رکعت ہے، ہر دو رکعت پر سلام ہے، اس نماز کا طریقہ بقیہ دیگر نمازوں ہی کی طرح ہے جس کا بیان پہلے گذر چکا ہے، اس میں بھی نماز کی وہی سابقہ دعا واذکار ہیں، مثلاً دعاء استفتاح، حمد وثناء، اور بقیہ سارے اذکار وتشہد پھر تشہد کے بعد دُعاء وغیرہ۔

یہ باتیں اگرچہ معروف ومشہور ہیں پھر بھی لوگوں کے تساہل اور بعض دعاء واذکار سے بے اعتنائی کے سبب میں نے اس کی طرف اشارہ کردیا ہے، جہاں تک مقدارِ قراءت کی بات ہے تو پسندیدہ قول اور امت کا عملی اتفاق اس بات پر ہے کہ تراویح کے اندر پورا قرآن پورے مہینہ میں ختم کرنا چاہئے یعنی ایک شب میں ایک پارہ، اور مستحب ہے کہ اسے ترتیل سے ٹھہر ٹھہر کر پوری وضاحت سے پڑھا جائے، اور ایک پارہ پڑھ کر اسے طول نہ دے، اور عام طور پر مساجد کے جاہل ماحول کی جو عادت ہے سحر رمضان کی ساتویں شب میں آخری (بیسویں) رکعت کے اندر پوری سورۃ انعام پڑھتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ یہ پوری سورت یکلخت نازل ہوئی ہے تو اس سے حد درجہ اجتناب و پرہیز کرنا چاہئے، کیونکہ یہ بدعت اور ناپسندیدہ عمل اور ایسی جہالت ہے جو اپنے اندر کئی برائیاں لیتے ہوئے ہے، اور اس کی وضاحت پہلے گذر چکی ہے، نیز "التبیان فی حملۃ القرآن" کے اندر میں نے اس کی بحث تفصیل سے ذکر کی ہے۔

(باب-۱۴)

نمازحاجت کی دعاء :

۵۲۶- سنن ترمذی وابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ كَانَتْ لَهُ حَاجَةٌ إِلَى اللهِ تعالىٰ، أَوْ إِلَى أَحَدٍ مِنْ بَنِي آدَمَ فَلْيَتَوَضَّأْ، وَيُحْسِنِ الْوُضُوءَ ثُمَّ لِيُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ لِيُثْنِ عَلَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ، وَلْيُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ -صلى الله عليه وسلم- ثُمَّ

لیقل :

جب کسی کو اللہ سے یا کسی اولاد آدم سے کوئی حاجت وضرورت ہوتو اسے چاہئے کہ وضو کرے اور خوب اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے اور اللہ عزوجل کی حمد وثنا بیان کرے اور نبی کریم ﷺ پر درود بھیجے، پھر کہے :

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ ،سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ، اَسْأَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَ عَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ ،وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ ،وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ ، لَاتَدَعْ لِيْ ذَنْباً اِلَّا غَفَرْتَهُ ، وَلَاهَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهُ ، وَلَاحَاجَةَ هِيَ لَكَ رِضاً اِلَّاقَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ" (۱)

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، جو بڑا ہی بردبار وکرم کرنے والا ہے، پاک ہے اللہ جو عرش عظیم کا رب ہے، تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنہار ہے، اے اللہ، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری رحمت کے (واجب کردینے والے) اسباب کا اور تیری ان حکمتوں کا جو مغفرت کو پختہ کردیں، اور ہر نیکی کی نعمت کا اور ہر برائی سے سلامتی کا، اے اللہ تو میرے کسی گناہ کو بخشے بغیر مت چھوڑ، اور میری کسی پریشانی کو دور کئے بغیر مت چھوڑ، میری کسی ایسی حاجت کو تیری حرمتی کے موافق ہو پورا کئے بغیر مت چھوڑ، اے سب سے بڑے رحم کرنے والے میری راتے ہے کہ نماز حاجت میں مصائب وپریشانی کے وقت کی دعا بھی بہتر ہے، وہ دعائیں بخاری ومسلم میں مذکور ہیں، یعنی

"اَللّٰهُمَّ (رَبَّنَا) آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً

(۱) بخاری : ۱۰۱۳۷ او مسلم : ۸۹۷

وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ.(۱)

اے اللہ (اے میرے رب) تو مجھے دنیا میں بھی بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کر، اور مجھے جہنم کے عذاب سے بچالے۔

۵۲۷- ترمذی وابن ماجہ میں حضرت عثمان بن حنیفؓ سے مروی ہے کہ ایک نابینا شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا، آپ اللہ سے دعاء فرمادیں کہ اللہ مجھے عافیت دے، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ، وَاِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ، فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ.

اگر تم چاہو تو میں تمہارے لئے دعاء کردوں اور اگر چاہو تو صبر کرو، اور یہی تیرے لئے بہتر ہے۔

اس شخص نے کہا، تو پھر آپ دُعاء فرمادیں، آپ نے اسے خوب اچھی طرح وضوء کرنے کا اور ان الفاظ میں دعاء کرنے کا حکم دیا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَامُحَمَّدُ، اِنِّيْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ فِيْ حَاجَتِيْ هٰذِهٖ لِيُقْضٰى لِيْ، اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ.(۲)

اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں، اور آپ کے نبی جو کہ نبی رحمت ہیں کے ذریعہ (ان کے وسیلے سے) آپ کا قصد کرتا ہوں (متوجہ ہوتا ہوں) اے محمد میں نے آپ کے ذریعہ اپنے رب کا اپنی اس ضرورت کے لیے قصد کیا ہے کہ میری یہ ضرورت پوری کی جائے، اس لئے آپ ان کی سفارش میری حق میں قبول فرمائیں۔

(باب-۱۵)

---

(۱) دیکھیں بخاری: ۶۳۸۹ ومسلم: ۲۶۹۰

(۲) سنن ترمذی: ۳۵۷۳، سنن ابن ماجہ ۱۳۸۵ وقال الترمذی: حسن صحیح

صلاۃ التسبیح کی دعائیں:

امام ترمذی اپنی سنن میں فرماتے ہیں کہ صلاۃ التسبیح کے بارے میں کئی احادیث نبی کریم ﷺ سے مروی ہیں، مگر اس کا بڑا حصہ بعید از صواب ہے، پھر فرماتے ہیں کہ ابن مبارک اور کئی دیگر اہل علم صلاۃ التسبیح کو درست سمجھتے ہیں اور اس کی فضیلت بیان کرتے ہیں، امام ترمذی فرماتے ہیں، حدثنا احمد بن عبده ، قال: حدثنا ابو وهب ،قال : ابووھب فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مبارک سے اس نماز کے بارے میں دریافت کیا، جس میں تسبیحات پڑھی جاتی ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ تکبیر کہے، پھر (حمد و ثنا پڑھے یعنی) یہ دعا ر پڑھے:

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسم ربك وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ.

میں پاکی بیان کرتا ہوں تیری اے اللہ، تیری ہی حمد و ثنار کے ساتھ، تیرا نام بہت برکت والا ہے اور تیری شان بہت بلند و بالا ہے، اور تیرے سوار کوئی معبود نہیں۔

پھر پندرہ بار یہ پڑھے:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ ، وَلَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، وَاللّٰهُ اَكْبَر .

پاک ہے اللہ اور اللہ ہی کے لئے ساری تعریف ہے اور اللہ کے سوار کوئی معبود نہیں، اور اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔

پھر تعوذ کہے یعنی:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم .

میں پناہ لیتا ہوں اللہ کی مردود شیطان سے۔

پھر بسم اللہ کے ساتھ سورۂ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت ملا کر پڑھے، پھر دس بار کہے:

سُبْحَانَ اللّٰهِ ، وَالْحَمْدُلِلّٰهِ ، وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَر .

پاک ہے اللہ اور اللہ ہی کے لئے ساری تعریف ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔

پھر رکوع کرے اور اسے رکوع میں دس بار کہے، پھر رکوع سے اٹھے اور اٹھنے کے بعد اسے دس بار کہے، پھر سجدہ کرے اور سجدہ میں اسے دس بار کہے، پھر سجدہ سے اٹھے اور دو سجدوں کے درمیان اسے دس بار کہے، پھر دوسرا سجدہ کرے اور اس سجدہ میں بھی اسے دس بار کہے، اسی طرح چار رکعت نماز پڑھے، ہر رکعت میں پچھتر (۷۵) تسبیح ہے، ہر رکعت کی ابتدا، پندرہ تسبیح سے کرے، پھر قراءت کرے پھر دس بار تسبیح کہے۔(۱)

اگر رات میں پڑھ رہا ہے تو میرے نزدیک بہتر ہے کہ دو رکعت پر سلام پھرے اور اگر دن میں پڑھ رہا ہے تو اسے اختیار ہے چاہے تو دو رکعت پر سلام پھیرے یا چاہے تو نہ پھیرے اور ایک ہی سلام سے چار رکعت پڑھے۔

سنن ترمذی ہی کی ایک روایت میں عبداللہ بن مبارک ہی سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

"رکوع کی ابتدا، سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم سے اور سجدہ کی ابتدا، سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی سے تین بار کہ کر پھر اس کے مذکورہ تسبیحات کہے۔(۲)

ابن مبارک سے دریافت کیا گیا کہ اگر اس نماز میں سہو ہو جائے تو کیا سجدہ سہو میں بھی یہ تسبیح دس بار کہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں، یہ کل تین سو تسبیحات ہیں۔(۳)

۵۲۸- سنن ترمذی و ابن ماجہ میں حضرت ابورافعؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا:

"یَا عَمُّ، اَلَا اَصِلُكَ، اَلَا اَحْبُوْكَ اَلَا اَنْفَعُكَ؟ قَالَ: بَلٰی،

---

(۱) سنن ترمذی: ۳۴۸ (۲) سنن ترمذی: ۳۴۹

(۳) سنن ترمذی: ۳۵۰

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ، قَالَ: يَاعَمُّ ،صَلِّ اَرْبَعَ رِكَعَاتٍ تَقْرَأُ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ بِفَاتِحَةِ الْقُرْاٰنِ وَسُوْرَةٍ،فَاِذَا انْقَضَتِ الْقِرَاءَةُ فَقُلْ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، وَالْحَمْدُلِلّٰهِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ خَمْسَ عَشَرَةَ مَرَّةً قَبْلَ اَنْ تَرْكَعَ ، ثُمَّ ارْكَعْ ،فَقُلْهَا عَشْراً ، ثُمَّ ارْفَعْ رَأْسَكَ ، فَقُلْهَا عَشْراً، ثُمَّ اسْجُدْ ، فَقُلْهَا عَشْراً ، ثُمَّ ارْفَعْ رَاسَكَ فَقُلْهَا عَشْراً ثُمَّ اسْجُدْ فَقُلْهَا عَشْراً قَبْلَ أَنْ تَقُوْمَ ،فَتِلْكَ خَمْسٌ وَسَبْعُوْنَ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ ، وَهِيَ ثَلَاثُ مِائَةٍ فِيْ اَرْبَعِ رَكْعَاتٍ فَلَوْ كَانَتْ ذُنُوْبُكَ مِثْلَ رَمَلِ عَالِجٍ غَفَرَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى لَكَ

قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ، مَنْ يَسْطِيْعُ اَنْ يَقُوْلَهَا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ ؟ قَالَ : اِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ اَنْ تَقُوْلَهَا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ فَقُلْهَا فِيْ جُمُعَةٍ ، فَاِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ اَنْ تَقُوْلَهَا فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ فَقُلْهَا فِيْ كُلِّ شَهْرٍ فَلَمْ يَزَلْ يَقُوْلُ لَهُ حَتّٰى قَالَ ، قُلْهَا فِيْ سَنَةٍ.(۱)

چچا جان کیا میں آپ سے صلہ رحمی نہیں کرتا ہوں، کیا میں آپ کا قریبی نہیں ہوں، کیا میں آپ کو نفع پہونچانے والا نہیں ہوں؟ حضرت عباس نے فرمایا، کیوں نہیں، بیشک اے اللہ کے رسول، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے چچا جان، آپ چار رکعت نماز پڑھیں، ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھیں اور جب قرأت سے فارغ ہوں تو اللہ اکبر، والحمد للہ، وسبحان اللہ، رکوع کرنے سے پہلے پندرہ بار کہیں، پھر رکوع کریں اور رکوع میں اسے دس بار کہیں، پھر رکوع سے سر اُٹھائیں اور اسے دس بار کہیں پھر سجدہ کریں اور سجدہ میں اسے دس بار کہیں، پھر سجدہ سے سر اٹھائیں اور (دوسجدوں کے درمیان میں) اور اسے دس بار کہیں پھر دوسرا

(۱) سنن ترمذی: ۴۸۲ ابن ماجہ : ۱۳۸۲، وقال الترمذی :حدیث غریب

سجدہ کریں اوراٹھنے سے پہلے اسے دس بار کہیں، تو اس طرح یہ ہر رکعت
میں پچھتر بار ہیں اور چار رکعتوں میں تین سو بار ہیں، اگر آپ کے گناہ
ریت کے ڈھیر کے مانند ہوں تو بھی اللہ اسے بخش دیگا، حضرت عباسؓ
نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ہر روز اسے کہنے کی کون استطاعت رکھتا
ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا، اگر آپ ہر روز نہ کہہ سکتے ہوں تو ہر جمعہ کو
کہیں، اگر ہر جمعہ کو نہ کہہ سکتے ہوں تو ہر ماہ ایک بار کہیں، اور آپ برابر
اسی طرح انہیں کہتے رہے یہاں تک کہ یہ کہا کہ سال میں ایک بار کہیں۔

امام ابوبکر بن العربی اپنی کتاب "الاحوذی شرح الترمذی" میں فرماتے ہیں کہ ابورافع کی حدیث ضعیف ہے، اس کے بنیاد نہ تو صحیح درجہ کی ہے اور نہ ہی حسن درجہ کی، اور امام ترمذی نے اس کا ذکر اپنی کتاب میں محض اس لئے کیا ہے کہ لوگ اس سے متنبہ رہیں اور اس کی وجہ سے دھوکے میں نہ پڑیں، اور ابن مبارک کا قول حجت نہیں، یہ تو ابوبکر ابن عربی کا قول ہے۔(۱)

اور عقیلی فرماتے ہیں کہ صلاۃ التسبیح سے متعلق کوئی حدیث ثابت نہیں، اور ابوالفرج بن جوزی نے صلاۃ التسبیح سے متعلق احادیث اور اس کے طرق کو ذکر کرنے کے بعد ان تمام احادیث کی تضعیف کی ہے، اور اس کی کمزوریوں کو واضح کرتے ہوئے اسے اپنی کتاب "الموضوعات ۱/۱۴۳" میں ذکر کیا ہے۔

امام حافظ ابوالحسن دارقطنی کی روایت ہمیں پہونچی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ سورتوں کے فضائل کے باب میں سب سے زیادہ صحیح قول "قل ھو اللہ احد" کی فضیلت اور نفل نمازوں کی فضیلت کے باب میں سب سے صحیح صلاۃ التسبیح کی فضیلت کا قول ہے۔ میں نے ان کی یہ بات انہی کی طرف منسوب کرتے ہوئے "طبقات الفقھا" میں ابوحسن بن علی بن عمر الدارقطنی کے سوانحی خاکہ میں ذکر کیا ہے۔(۱)

ان کی اس عبارت سے ضروری نہیں کہ صلاۃ التسبیح کی حدیث صحیح ہی ہو، کیونکہ محدثین و

(۱) دیکھیں: الاحوذی ۲/۲۶۹-۲۶۷

فقہاء عام طور پر یوں کہتے ہیں کہ "ھذا اصح ماجاء فی الباب" کہ اس باب میں وارد احادیث میں یہ سب سے اقرب الی الصواب ہے، اور ان کی مراد اس سے زیادہ راجح کی طرف اشارہ کرنا اور ضعیفوں میں سب سے کم ضعیف ہونے کی وضاحت کرنا ہوتا ہے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) علماء شوافع کی ایک متعدد بڑی جماعت نے اس صلاۃ التسبیح کے مستحب ہونے کی تصریح کی ہے، مثلاً امام بغولی نے شرح السنۃ ج ۴/۱۵۸ میں اور ابوالحسن الرؤیانی نے بھی اس کی وضاحت کی ہے۔

نوٹ : حق بات یہ ہے کہ صلاۃ التسبیح مستحب ہے اس سے متعلق وارد احادیث اگر چہ ضعیف ہیں مگر متعدد احادیث ایک دوسرے کی نوید وشاہد ہیں جس سے اس کے ضعف کی تلافی ہوتی اور اس کا استحباب ثابت ہوتا ہے، تفصیل کے لئے دیکھیں "الترجیح لحدیث صلاۃ التسبیح" تالیف ابن ناصر الدین الدمشقی متوفی ۸۴۲ھ۔

(باب-۱۶)

زکاۃ سے متعلق دُعاء واذکار :

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ.

(التوبہ : ۱۰۳)

آپ ان کے مالوں سے صدقہ لے لیجئے جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک وصاف کر دیں اور ان کے لئے دعاء کیجئے۔

۵۲۹- صحیح بخاری ومسلم میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی قوم آپ کے پاس صدقہ کا مال لے کر آتی تو آپ فرماتے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِمْ۔ اے اللہ تو اس پر رحمت نازل فرما۔

(۱) دیکھیں: ترجمہ ۲۴۰

چنانچہ ایک بار ابواوفی اپنا صدقہ لے کر آپ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَی آلِ اَبِیْ اَوْفٰی.(۱)

اے اللہ تو ابواوفی کے آل واولاد پر رحمت نازل فرما،

امام شافعیؒ اپنی کتاب "الام" میں اور دیگر علماء شوافع فرماتے ہیں کہ زکوۃ وصول کرنے والوں کے لئے بہتر ہے کہ ادا کرنے والے کو یہ دعائیہ کلمات کہے:

اَجَرَکَ اللّٰہُ فِیمَا اَعْطَیْتَ وَجَعَلَھَا لَکَ طَھُوراً وَبَارَکَ لَکَ فِیْھَا اَبْقَیْتَ

جو تم نے دیا اللہ اس پر تمہیں اجر دے اور اسے تمہارے لیے پاکی کا ذریعہ بنائے اور تم نے اپنے پاس جو باقی رکھا ہے اللہ اس کے اندر تیرے لیے برکت دے۔

زکوۃ وصول کرنیوالوں کا یہ دعائیہ کلمات کہنا مستحب ہے خواہ وہ فقیر ومسکین ہو یا زکوۃ کی وصولی پر ماموروملازم، البتہ کسی بھی مذہب کے مشہور قول میں دُعاء واجب نہیں

بعض علماء شوافع کا خیال ہے کہ یہ دُعاء واجب ہے، کیونکہ امام شافعی کے الفاظ جوالام [۲/۶۰] میں مذکور ہیں کچھ اس طرح ہیں:

"والی پر حق بنتا ہے کہ وہ اس کیلئے دعاء کرے"

اور وجوب کی دلیل امر کا صیغہ ہے اپنے ظاہر میں وجوب کے لئے ہوتا ہے، علماء فرماتے ہیں کہ دعاء کے اندر "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی فُلَانٍ" کہنا مناسب نہیں اور آیت قرآنی میں وارد "صَلِّ عَلَیْھِمْ" سے مراد ان کے لئے دعاء کرنا ہے، البتہ نبی کریم ﷺ کا "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْھِمْ" کہنا بایں معنی ہے کہ "صلاۃ" کا لفظ نبی کریم ﷺ کے ساتھ خاص ہے، اس لئے آپ کو اختیار ہے کہ آپ اس لفظ کے ذریعہ جسے چاہیں مخاطب کریں، بخلاف ہم لوگوں کے ہمارے لئے نبی کے علاوہ کسی اور کو اس کے ذریعہ مخاطب کرنا درست نہیں۔

---

(۱) صحیح بخاری: ۱۴۹۷ مسلم: ۱۰۷۸

علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا باوجود عزیز وجلیل ہونے کے جس طرح ''محمد عزو جل'' کہنا درست نہیں، اسی طرح ابوبکر یا عمر یا علی ﷺ کہنا درست نہیں، بلکہ ان اصحاب کے ساتھ یوں کہا جائے ''علی رضی اللہ عنہ۔ یا رضوان اللہ علیہم'' یا اسی جیسے دیگر الفاظ۔

اگر کوئی شخص علی یا ابوبکر ﷺ کہتا ہے تو مشہور شوافع کا صحیح قول یہ ہے کہ اس طرح کہنا مکروہ تنزیہی ہوگا، اور بعض کے نزدیک خلاف اولیٰ ہوگا اور بعضوں کے نزدیک قطعی جائز نہیں، اور بظاہران کے نزدیک حرام ہے۔

اسی طرح غیر انبیاء کے لئے ''علیہ السلام'' یا اس کے مشابہ الفاظ کہنا مناسب نہیں، اور ان کے خطاب یا جواب ہو، کیونکہ سلام سے ابتدا کرنا سنت اور اس کا جواب واجب ہے۔ پھر غیر انبیاء کے لئے صلاۃ وسلام کا کہنا اس وقت تک جائز ہے جبکہ انفرادیت کے ساتھ ہو اور اسی کا قصد وارادہ ہو، البتہ اگر غیر انبیاء کو نبی کے تابع بنا کر صلاۃ وسلام کہا جائے تو یہ بلا خلاف جائز ودرست ہے، جیسے کہا جاتا ہے،

اللھم صل علی محمد وعلی الہ واصحابه وازواجه وذریاته واتباعه''

کیونکہ سلف صالحین نے ایسا کرنے سے منع نہیں کیا، بلکہ ہمیں تشہد وغیرہ میں اس کا حکم دیا گیا ہے اس کے برخلاف انفرادی طواپر صلاۃ وسلام صرف انبیاء کے لئے مختص ہے۔ اس کی مکمل تفصیل نبی کریم ﷺ پر درود وسلام بھیجنے کے باب میں گذر چکی ہے۔

(فصل)

زکاۃ نکالتے وقت نیت کا حکم :

یاد رکھیں کہ زکاۃ کی نیت کرنا واجب ہے، اور نیت بعض دیگر عبادتوں کی طرح دل سے

ہوگی اور زبان سے الفاظ کے ذریعہ اپنی نیت کا اظہار دیگر عبادتوں کی طرح مستحب ہے لہٰذا اگر دل سے نیت کرنے کے بجائے صرف زبان سے الفاظ کی ادائیگی پر اکتفاء کرتا ہے تو اس کے درست ہونے میں علماء کا اختلاف ہے، اور صحیح قول یہ ہے کہ دل کی نیت کے بغیر صرف زبان سے الفاظ کی ادائیگی درست نہیں۔

زکات ادا کرنے والا جب زکات کی نیت کرے تو یہ کہنا واجب نہیں کہ یہ زکات ہے بلکہ مستحق کو ادا کر دینا ہی کافی ہے اور اگر زبان سے اس کا تلفظ بھی کر لے تو اس میں کوئی مضائقہ بھی نہیں۔

(فصل)

زکات کی ادائیگی کے وقت کی دعاء:

جو شخص زکات یا صدقہ یا نذر یا کفارہ وغیرہ ادا کر رہا ہو اس کیلئے مستحب ہے کہ یہ دعاء کرے۔

"رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ العَلِيْم" (البقرہ: ۱۲۷)

اے ہمارے پروردگار تو ہم سے قبول فرما بیشک تو خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔

کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کا تذکرہ حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام اور حضرت مریم کی دعاء کے طور پر کیا ہے۔

کتاب اذکار الصیام

(روزوں کے اذکار کا بیان)

(باب-۱)

پہلی تاریخ کا چاند نظر آتے وقت کی دعا:

۵۴۰- مسند دارمی وسنن ترمذی میں حضرت طلحہ بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب پہلی تاریخ کا چاند دیکھتے تو فرماتے:

اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْیُمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ ،رَبِّیْ وَرَبُّكَ اللّٰہ.(۱)

اے اللہ،تو اس چاند کو برکت وایمان اور سلامتی واسلام کے ساتھ نکال (اے چاند) میرا اور تیرا دونوں کا پروردگار اللہ ہے۔

۵۴۱- سند دارمی میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب پہلی تاریخ کا چاند دیکھتے تو فرماتے:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِیْمَانِ ،وَالسَّلَامَةِ وَالسَّلَامِ وَالتَّوْفِیْقِ لِمَایُحِبُّ رَبُّنَا وَیَرْضٰی ،رَبُّنَا وَ رَبُّكَ اللّٰہ (۲)

اللہ بہت بڑا ہے،اے اللہ تو اس چاند کو امن وایمان اور سلامتی واسلام کے ہر اس عمل کی توفیق کے ساتھ مجھ پر نکال جو تجھے پسند ہو اور جس سے راضی ہو (اے چاند) ہمارا اور تمہارا سب کا پروردگار اللہ ہی ہے۔

۵۴۲- سنن ابی داوٗد کتاب الادب میں حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مہینہ کا پہلا چاند دیکھتے تو فرماتے:

ھِلَالُ خَیْرٍ وَرُشْدٍ ھِلَالُ خَیْرٍ وَرُشْدٍ ،ھِلَالُ خَیْرٍ وَ رُشْدٍ،

---

(۱) سند دارمی ۷/۲ سنن ترمذی ۳۴۵۱ وقال الترمذی: حدیث حسن

(۲) سند دارمی ۳/۲-۴، حدیث ضعیف

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ الَّذِی خَلَقَکَ.

یہ خیر و برکت اور رشد ہدایت کا چاند ہے، یہ خیر و برکت اور رشد ہدایت کا چاند ہے، یہ خیر برکت اور رشد ہدایت کا چاند ہے، میں ایمان لایا اللہ پر جس نے (اے چاند) تجھے پیدا کیا۔

اسے تین بار کہتے پھر فرماتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ذَھَبَ بِشَھْرِ کَذا ، وَجَاءَ بِشَھْرِ کَذا.(۱)

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو فلاں مہینہ کو لے گیا اور فلاں مہینہ لایا۔ (پہلے کذا کی جگہ مہینہ اور دوسرے کذا کی جگہ داخل ہونے والے کا نام لے)

قتادہ کی دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب پہلی تاریخ کا چاند دیکھتے تو اپنا رخ اس کی طرف سے پھیر لیتے۔(۲)

ابی داؤد کے بعض نسخوں میں ابوداؤد کا یہ قول مذکور ہے کہ ''اسباب میں نبی کریم ﷺ سے کوئی صحیح وسند حدیث منقول نہیں۔

نوٹ: ابوداؤد نے ان دونوں روایتوں کو اسی طرح مرسل نقل کیا ہے پہلی روایت کے رجال صحیحین کے رجال ہیں ورثقہ ہیں، اسے ابن سنی نے [عمل الیوم واللیلہ ۲۴۷پہ] مرفوعاً نقل کیا ہے ،اور دوسری مرسل روایت میں ایک راوی محمد بن سلیم الراسبی ہیں جن کے اندر قدرے ''لین'' ہے، حافظ منذری فرماتے ہیں کہ ان سے احتجاج نہیں کیا جا سکتا، مگر چونکہ اس روایت کی دیگر شواہد موجود ہیں اس لئے اس سے اس کو تقویت حاصل ہو رہی ہے۔

۵۳۳- یہی حدیث ابن سنی کی کتاب میں ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا الخ۔(۱)

(۱) سنن ابی داؤد: ۵۰۹۲ رجالہ ثقات رجال الشیخین

(۲) سنن ابی داؤد: ۵۰۹۳

عام دنوں کے چاند نظر آنے پر:

۵۳۴- ابن سنی کی کتاب میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا پھر دیکھا کہ چاند نکل رہا ہے تو فرمایا:

تَعَوَّذِیْ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ هٰذَا الْفَاسِقِ اِذَا وَقَبَ. (۲)

اللہ کی پناہ مانگو اس چاند کے اندھیرے کے شر سے جبکہ (اس میں گرہن لگ کر) وہ چھپ جائے۔

۵۳۵- حلیہ الاولیاء میں بسند ضعیف نے زیاد النمیری سے مروی ہے کہ حضرت انسؓ نے فرمایا، کہ جب رجب کا مہینہ داخل ہوتا تو رسول اللہ ﷺ فرماتے:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ، وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ. (۳)

اے اللہ تو رجب و شعبان میں ہمارے لئے برکت دے اور ہمیں رمضان تک پہونچا۔

یہ روایت تھوڑی زیادتی کے ساتھ ابن سنی کی کتاب میں بھی منقول ہے۔ (۴)

نوٹ: مگر یہ حدیث بھی ماقبل کی طرح ضعیف ہے، اس کی سند میں ایک راوی زائدہ بن ابی الرقار ہیں جن کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں کہ وہ ''منکر الحدیث'' ہیں وہ زیادتی اس طرح ہے:

اِنَّ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ لَيْلَةٌ غَرَّاءُ، وَيَوْمُهَا يَوْمٌ اَزْهَرُ.

جمعہ کی شب پر رونق شب اور جمعہ کا دن پر بہار دن ہے،

(باب-۲)

---

(۱) دیکھیں عمل الیوم لابن سنی: ۶۴۷ قال الحافظ: حدیث غریب (۲) عمل الیوم لابن سنی: ۶۵۳

(۳) حلیۃ الاولیا: ۲۶۹/۶ (۴) دیکھیں عمل الیوم لابن سنی: ۶۶۴

روزوں کے مستحب اذکار :

روزوں کی نیت دل اور زبان دونوں سے کرنا اس طرح مستحب ہے جس طرح دیگر عبادات کے بارے میں میں نے پہلے گوش گزار کیا، اگر صرف دل سے نیت کرنے پر اکتفار کرے تو بھی کافی ہوگا، مگر دل سے نیت کیے بغیر صرف زبان سے نیت کرنا بالاتفاق درست نہیں۔

روزے کی حالت میں اگر کوئی اسے گالی دے یا بدکلامی کرے یا بدسلوکی وحماقت کرے تو سنت ہے کہ وہ دو یا دو سے زیادہ بار اسے کہے کہ میں روزہ سے ہوں۔

۵۳۶- صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلصِّيَامُ جُنَّةٌ ،فَإِذَا صَامَ اَحَدُكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَايَجْهَلْ وَاِنِ امْرَأٌ قَاتِلَهُ اَوْشَاعَةُ فَلْيَقُلْ اِنِّي صَائِمٌ اِنِّي صَائِمٌ، مَرَّتَيْنِ.(۱)

روزہ ڈھال ہے، لہٰذا تم سے کوئی روزہ سے ہوتو نہ برائی وبدگوئی کرے اور نہ نادانی کرے اور اگر کوئی اس سے لڑائی کرے یا گالی گلوچ کرے تو اسے کہہ دینا چاہیے کہ میں روزہ سے ہوں، میں روزہ سے ہوں، دو بار۔

بعض لوگوں کی رائے ہے کہ یہ کلمات زبان سے بآواز بلند کہے اور جو اسے گالی دے رہا ہے اسے سن کر کہے تاکہ وہ اس سے شاید باز آجائے۔

اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ وہ یہ کلمات دل ہی دل میں کہے تاکہ (روزہ کہ استحضار سے) وہ اس کے ساتھ الجھنے یا احمقانہ عمل کرنے سے بچا رہے اور اپنے روزہ کی حفاظت کر سکے، مگر پہلا قول زیادہ قرین قیاس اور اظہر ہے۔

۵۳۷- ترمذی وابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

(۱) صحیح بخاری:۱۸۹۴، صحیح مسلم:۱۱۵۱

ثَلَاثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمْ ، الصَّائِمُ حَتَّى يُفْطِرَ ، وَالْإِمَامُ الْعَادِلُ ، وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ .(۱)

تین شخص کی دُعاء رد نہیں کی جاتی روزہ دار کی افطار کرنے تک ، امام عادل کی اور مظلوم کی۔

"الصائم حتی یفطر" میں صحیح روایت کے اندر اس طرح "حتی" ہے۔ (جبکہ بعض روایتوں میں "حین" بھی آیا ہے، یعنی افطار کے وقت، واللہ اعلم۔

(باب-۳)

افطار کے وقت کی دعاء :

۵۳۸- ابوداؤد ونسائی میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب افطار کرتے تو فرماتے:

ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ .(۲)

پیاس بجھ گئی اور رگیں تر ہوگئی اور اگر اللہ نے چاہا تو اجر ثابت ہوگیا

۵۳۹- سنن ابی داوٗد میں حضرت معاذ بن زہرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب افطار کرتے تو فرماتے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ .(۳)

اے اللہ، میں نے تیرے ہی لئے روزہ رکھا، اور ہی رزق سے افطار کیا۔

۵۴۰- ابن سنی کی کتاب میں حضرت معاذ بن زہرہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب افطار کرتے تو فرماتے:

---

(۱) سنن ترمذی: ۳۵۹۲ وابن ماجہ : ۱۷۵۲، وقال ترمذی : حدیث حسن

(۲) سنن ابی داوٗد ۲۳۵۷ عمل الیوم واللیلہ للنسائی ۲۹۹ حدیث حسن

(۱) سنن ابی داوٗد: ۲۳۵۸، ابوداوٗد نے اسے اسی طرح مرسل نقل کیا ہے، معاذ بن زہرہ مقبول ارسال کرنے والے راوی ہیں، اس کے باقی رجال ثقہ ہیں، وھو فی مراسیلہ: ۹۹

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ اَعَانَنِیْ فَصُمْتُ وَ رَزَقَنِیْ فَاَفْطَرْتُ. (۱)

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے میری دستگیری کی تو میں نے روزہ رکھا اور مجھے روزی دیا تو میں نے افطار کیا۔

۵۴۱- ابن سنی کی کتاب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب افطار کرتے تو فرماتے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْنَا، وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْنَا، فَتَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ. (۲)

اے اللہ ہم نے تیرے ہی لئے روزہ رکھا، اور تیرے ہی رزق سے افطار کیا، پس تو ہم سے قبول فرما، بیشک تو خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے

نوٹ: اس کی سند میں ایک راوی ہارون بن عنترہ ہیں، محدثین نے انہیں جھوٹا قرار دیا مگر اس کے باوجود چونکہ اس کے شواہد موجود ہیں، اس لئے معنوی اعتبار سے اس میں جان آ گئی ہے۔

۵۴۲- سنن ابن ماجہ وابن سنی کی کتاب میں عبداللہ بن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا:

اِنَّ لِلصَّائِمِ عِنْدَ فِطْرِهٖ لَدَعْوَةً مَاتُرَدُّ. (۳)

روزہ دار کیلئے افطار کے وقت ایک ایسی دعا ہوتی ہے جو ٹھکرائی نہیں جاتی

ابن ملیکہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو کو افطار کے وقت یہ کہتے سنا:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِرَحْمَتِكَ الَّتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ، اَنْ تَغْفِرَلِیْ"

(۱) عمل الیوم لابن سنی ۴۸۰ یہ ضعیف ہے اس کے اندر ایک راوی مجہول ہیں

(۲) عمل الیوم لابن سنی: ۴۸۱ قال الحافظ، حدیث غریب وسندہ واہ جدا

(۳) سنن ابن ماجہ: ۱۷۵۳ عمل الیوم لابن سنی: ۴۸۷

(باب-۴)

کسی قوم یا جماعت کے پاس افطار کرتے وقت کی دُعار:

۵۴۳- سنن ابی داؤد وغیرہ میں بسند صحیح حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت سعد بن عبادہ کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے روٹی اور کشمش حاضر کیا، آپ ﷺ نے اسے نوش کیا پھر فرمایا:

اَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ ، وَاَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ، وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ .(۱)

تیرے پاس روزہ دار روزہ کھولیں اور نیک وصالح لوگ تیرا کھانا کھائیں، اور فرشتے تیرے لئے دعار رحمت کریں۔

نوٹ: حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام نووی اگر سند کی صحت کے بجائے متن کی صحت کا ذکر کرتے تو زیادہ بہتر ہوتا، کیونکہ متن کی کئی شواہد حدیث موجود ہیں جس سے اس کی تقویت ہوتی ہے، البتہ سند کی صحت محل نظر ہے، کیونکہ معمر سے اگرچہ شیخین نے روایت کیا ہے مگر "ثابت" سے ان کی روایت مجروح ہے، ابن مدینی فرماتے ہیں کہ "رواية معمر عن ثابت غرائب منكرة" نیز ابوداؤد میں "زبیب" کی جگہ "زیت" ہے یعنی کشمش کی جگہ زیتون کے تیل کا ذکر ہے، ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ تصحیف ہے۔

ابن سنی کی کتاب میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کسی جماعت کے پاس افطار کرتے تو ان کے لئے دعار کرتے اور فرماتے:

اَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ .الخ (۲)

تیرے پاس روزہ دار روزہ کھولیں۔

---

(۱) سنن ابی داؤد: ۳۸۵۴ (۲) عمل الیوم لابن سنی: ۴۸۳ قال الحافظ: رجال اسنادہ من نوع الحسن

(باب-۵)

شب قدر کی دُعار:

۵۴۴- ترمذی،نساتی وابن ماجہ وغیرہ میں بسند صحیح حضرت عائشہؓ سے مروی ہے،وہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا،اے اللہ کے رسول،اگر مجھے شب قدر کا علم ہو جائے تو میں کیا کہوں؟تو آپ ﷺ نے فرمایا:قولی: کہو:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا .(۱)

اے اللہ تو بہت معاف کرنے والا،عفو ودرگذر کو پسند کرنے والا ہے

،لہذا آپ ہمیں معاف فرمادیں۔

ہمارے علمار فرماتے ہیں کہ اس رات میں بکثرت یہ دُعار کرنا مستحب ہے،اس طرح قرآن کی تلاوت اور بابرکت گھڑیوں میں کہی جانے والی مختلف دُعاوٴں کا بھی اس رات میں اہتمام کرنا چاہیۓ (ان دعاوٴں کا ذکر یکجایا متفرق طور پر پہلے آچکا ہے)

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ دن میں بھی اسی طرح محنت ولگن سے دعار میں مشغول رہنا چاہیے جس طرح رات میں مشغول رہا جاتا ہے۔

یہ بھی مستحب ہے کہ اس رات تمام مسلمانوں کے مسائل ومشاکل اوران کے مصائب و آلام کے بارے میں دعار کی جائے،کیونکہ یہی صالحین کا شعار اور اللہ کے بندہ عارفین کا وطیرہ رہا ہے۔ وباللہ التوفیق۔

(باب-٦)

اعتکاف کی دُعار:

اعتکاف کی حالت میں بکثرت تلاوت کرنا،ذکرواذکار کرنااوراد وظائف کا اہتمام کرنا مستحب ہے۔

---

(۱)سنن ترمذی ۳۵۱۳،عمل الیوم للنسائی:۸۷۲،سنن ابن ماجہ: ۳۸۵۰ وقال الترمذی:حسن صحیح

کتاب اذکار الحج :

(حج کے اذکار کا بیان)

حج کے اذکار اور اس کی دعائیں بے شمار ہیں، ان میں سے بعض اہم اور اصل مقصود کی طرف اس جگہ ہم اشارہ کر دینا مناسب سمجھتے ہیں۔

اس کی دعائیں دو قسم کی ہیں، یعنی سفر حج کے اذکار، اور نفس حج کے اذکار، سفر حج کے اذکار کو ہم مؤخر کر رہے ہیں کیونکہ اس کا ذکر انشاء اللہ اذکار سفر کے ضمن میں آئیگا، ہاں جو اذکار نفس حج سے متعلق ہیں اسے ہم اس جگہ اعمال حج کی ترتیب کی رعایت کے ساتھ انشاء اللہ بیان کریں گے، دلائل واحادیث کو اکثر جگہوں پر طوالت کے خدشہ اور مطالعہ کرنیوالوں کی اکتاہٹ یا بددلی کے خوف سے حذف کردیں گے، کیونکہ یہ باب بہت طویل ہے، اس لئے اختصار کا راستہ ہی انشاء اللہ مفید ہوگا۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ جب احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو غسل کرے، وضو کرے، تہبند باندھے اور چادر اوڑھے۔

نوٹ : صحیح بخاری و مسلم کی روایت ہے "انه" صلی اللہ علیہ وسلم۔ احرم فی ازار ورداء" کہ آپ ﷺ نے تہبند اور چادر میں احرام باندھا یہ تو آپ کا عمل تھا، آپ ﷺ نے قولاً بھی اسی طرح حکم فرمایا ہے، ابوعوانہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "لیحرم احدکم فی ازار ورداء ونعلین،، کہ تم میں سے کوئی تہبند چادر اور چپل ہی میں احرام باندھے، سنت یہ ہے کہ یہ دونوں چادریں سفید ہوں، نیز اس کا نیا یا صاف ہونا بھی سنت ہے، اگر نیا نہ ہو تو صاف ہو، ناپاک کپڑوں میں احرام باندھنا یا اس کا رنگین ہونا مکروہ ہے، زعفران یا کسم وغیرہ میں رنگا ہوا کپڑا احرام کے لئے جائز نہیں۔

وضو، اور غسل میں کیا کہنا چاہئے اور کپڑا پہنتے وقت کی دعا کیا ہے؟ اس کا ذکر پہلے آچکا ہے، پھر دو رکعت نماز پڑھے اور نماز کے اذکار بھی پہلے آچکے ہیں، پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد "قل یاایھا الکافرون" اور دوسری رکعت میں "قل ھو اللہ احد" پڑھنا مستحب ہے، نماز سے فراغت کے بعد جو بھی چاہے دعا کرے اور نماز کے بعد کی دعاؤں اور اذکار کا کچھ حصہ پہلے گذر چکا ہے۔

پھر جب احرام باندھنے کا ارادہ ہو تو دل سے احرام کی نیت کرے، زبان سے کہہ کر اس کی تائید کرنا مستحب ہے، لہٰذا نیت کرتے ہوئے یوں کہے:

نَوَیْتُ الْحَجَّ وَاَحْرَمْتُ بِهٖ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ، لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ الخ

میں نے حج کی نیت کی اور اللہ عزوجل کے واسطے میں نے حج کے لئے احرام باندھا، پھر پورا تلبیہ کہے۔

دل سے نیت کرنا واجب اور زبان سے اس کا ادا کرنا سنت ہے، لہٰذا اگر دل کی نیت پر اکتفا کرے تو کافی ہے، (دل سے نیت کئے بغیر) اگر صرف زبانی نیت پر اکتفا کرے تو یہ درست نہیں ہوگا، امام ابوالفتح سلیم بن ایوب رازی فرماتے ہیں کہ (نیت کے مذکورہ الفاظ کے علاوہ) اگر یہ بھی کہے تو بہتر ہے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ اَحْرَمَ نَفْسِیْ وَشَعْرِیْ وَبَشَرِیْ وَلَحْمِیْ وَدَمِیْ. (۱)

اے اللہ تیرے ہی واسطے میرے نفس، میرے بال، میری کھال، اور میرے گوشت و خون نے احرام باندھا ہے۔

دیگر علماء نے یہ کہنا بھی بہتر سمجھا ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ نَوَیْتُ الْحَجَّ فَاَعِنِّیْ عَلَیْهِ، وَتَقَبَّلْهُ مِنِّیْ

اے اللہ میں نے حج کی نیت کی ہے، (اس کی ادائیگی پر) تو میری

(۱) ابن علان: ۳۵۲

اعانت فرما اور اسے میری طرف سے قبول فرما۔

پھر تلبیہ کہے:

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ ، لَاشَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ ، اِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ ، لَاشَرِيْكَ لَكَ .

حاضر ہوں، اے اللہ حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں بیشک ساری تعریفیں اور رحمتیں تیرے ہی لئے ہیں، اور ساری بادشاہی بھی، تیرا کوئی شریک نہیں۔

یہی رسول اللہ ﷺ کا تلبیہ ہے ——— اگر حج کا احرام ہے تو پہلا تلبیہ اس طرح کہنا مستحب ہے "لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ بِحَجَّةٍ" اور اگر عمرہ کا احرام ہے تو پہلا تلبیہ اس طرح کہے "لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ" تلبیہ میں حج یا عمرہ کا ذکر اس کے بعد دوبارہ نہ کرے، یہی صحیح و مختار مذہب ہے۔

یاد رکھیں کہ تلبیہ کہنا سنت ہے، لہٰذا اگر کوئی اسے ترک کر دے تو اس کا حج یا عمرہ درست ہو جائے گا، اس کی تلافی کے لئے کچھ بھی ادا کرنا واجب نہیں، مگر بہت بڑی فضیلت کو ترک کرنیوالا اور رسول اللہ ﷺ کی اقتدار و اتباع کا تارک ہوگا، یہی شوافع کا مسلک اور مشہور علمار کا مذہب ہے۔

بعض علمار شوافع نے اسے واجب اور بعض نے حج کی صحت کے لئے شرط قرار دیا ہے مگر پہلا قول ہی صحیح ہے (کہ یہ سنت ہے) اور (واجب نہ ہونے کے باوجود) رسول اللہ ﷺ کی اقتدار و اتباع کی خاطر، نیز علمار کے اختلاف سے بچنے کے لئے تلبیہ کی پابندی کرنا از حد ضروری و مستحب ہے۔

اور اگر کسی دوسرے کی طرف سے احرام باندھ رہا ہے تو نیت کرتے ہوئے یوں کہے:

نَوَيْتُ الْحَجَّ وَاَحْرَمْتُ بِهٖ لِلّٰهِ تَعَالٰى ، عَنْ فُلَانٍ ، لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ عَنْ فُلَانٍ .

میں نے حج کی نیت کی اور حج کا احرام اللہ کے واسطے فلاں شخص کی

طرف سے باندھا ہے۔

پھر تلبیہ میں "لبیك اللھم" کے بعد اس شخص کا نام لے اور باقی تلبیہ اسی طرح کہے جس طرح اپنے لئے احرام باندھنے کی صورت میں کہتا ہے۔

(فصل)

تلبیہ کے بعض احکام:

تلبیہ کے بعد رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام بھیجنا، اپنے اور دوسروں کے لئے دنیا و آخرت کی دعا کرنا، اللہ رب العزت سے اس کی رضا اور جنت کا سوال کرنا اور جہنم سے پناہ مانگنا مستحب ہے اور ہر حال میں خواہ بیٹھا ہو، کھڑا ہو، چل رہا ہو، سواری پر ہو، لیٹا ہو، سواری سے اتر رہا ہو، رواں دواں ہو، ٹھہرا ہوا ہو، محدث (بلا وضو) ہو، جنبی (ناپاکی کی حالت میں) ہو، حیض ونفاس سے ہو، ہر حال میں بکثرت تلبیہ کہنا مستحب ہے۔

نیز حالتوں کی تبدیلی، جگہ کی تبدیلی، اوقات کی تبدیلی مثلاً صبح وشام کی آمد، وقت سحر، ساتھیوں کے اجتماع اٹھتے بیٹھتے چڑھتے اترتے، سوار ہوتے اور پڑاؤ رکھتے، نمازوں کے بعد، تمام مساجد میں اور دیگر اوقات واحوال میں بھی تلبیہ کہتے رہنا مستحب ہے۔

صحیح قول یہ ہے کہ طواف وسعی کی حالت میں تلبیہ نہ کہے، کیونکہ طواف وسعی کے اذکار علاحدہ مخصوص ہیں اور مستحب ہے کہ تلبیہ میں آواز اتنا بلند کرے جس سے دوسروں کو الجھن یا پریشانی نہ ہو، عورتوں کے لئے آواز بلند کرنا درست نہیں، کیونکہ اس سے فتنہ کا اندیشہ ہے، اور مستحب ہے کہ ہر تلبیہ کو ہر بار کم از کم تین مرتبہ دہرائے اور اسے متواتر وپے در پے کہے اس کے درمیان بات چیت یا کسی اور چیز کے ذریعہ فصل پیدا نہ کرے، اگر کوئی سلام کرے تو اس کا جواب دے مگر اس حالت میں سلام کرنا مکروہ ہے اور کوئی ناپسندیدہ چیز اس دوران نظر آئے تو رسول اللہ ﷺ کی اقتدار و اتباع کرتے ہوئے یہ کہے:

لَبَّيْكَ اِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْآخِرَةِ. میں حاضر ہوں، جینا تو دراصل آخرت کا جینا ہے۔

تلبیہ مسلسل کہتے رہنا مستحب ہے، تا آنکہ قربانی کے دن (یوم النحر) جمرۂ عقبی (بڑا شیطان) کو کنکری مارے یا طواف افاضہ کرے، (حج کا طواف، طواف زیارت، اگر اسے کنکری مارنے پر مقدم کررہا ہو تو) جب ان دونوں میں سے کسی ایک کی ابتدار کرے (کنکری مارنے کی یا طواف زیارت کی) تو شروع کرتے ہی تلبیہ بند کردے اور تکبیر (اللہ اکبر) میں مشغول ہو جائے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں عمرہ کرنے والا رکن یمانی کے استلام تک تلبیہ کہے۔

[فصل]

مکہ کے حدود حرم میں داخل ہوتے وقت کی دعار:

محرم جب مکہ کے حدود حرم میں پہونچے تو بہتر ہے کہ یہ دعار کرے:

اَللّٰهُمَّ هٰذَا حَرَمُكَ وَاَمْنُكَ فَحَرِّمْنِيْ عَلَى النَّارِ وَاٰمِنِّيْ مِنْ عَذَابِكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ اَوْلِيَاءِكَ وَاَهْلِ طَاعَتِكَ.

اے اللہ یہ تیرا حرم اور تیرا مقام امن ہے، لہٰذا تو مجھے آگ پر حرام کردے اور جس دن تو اپنے بندوں کو دوبارہ اٹھائے گا اس دن مجھے اپنے ولیوں اور اطاعت گذاروں میں سے بنا۔

پھر اس کے بعد جو چاہے دعار کرے۔

(فصل)

کعبہ پر نظر پڑنے کے وقت کی دعار:

جب مکہ میں داخل ہو اور اس کی نگاہ خانہ کعبہ پر پڑے اور وہ مسجد حرام میں داخل ہو تو مستحب ہے کہ اپنا دونوں ہاتھ اٹھا کر کوئی دعار کرے (حدیث میں) آیا ہے کہ کعبہ پر نظر پڑتے وقت کی دعار قبول ہوتی ہے، اور اس وقت یہ دعار بھی کہے:

اَللّٰھُمَّ زِدْ ھٰذَا الْبَیْتَ تَشْرِیْفاً وَتَعْظِیْمًا وَ تَکْرِیْماً وَمَھَابَةً ، وَزِدْ مَنْ شَرَّفَهٗ وَ کَرَّمَهٗ وَعَظَّمَهٗ مِمَّنْ حَجَّهٗ اَوِاعْتَمَرَهٗ تَشْرِیْفًا وَتَکْرِیْمًا وَتَعْظِیْمًا وَبِراً .

اے اللہ تو اس گھر کی عزت، عظمت، کرامت اور اس کے رعب و دبدبہ میں اضافہ فرما، اور حج وعمرہ کرنے والوں میں جو اس کی تعظیم وتکریم کرے اس کی عزت اور تعظیم وتکریم اور نیکی وخیر میں اضافہ فرما۔

پھر یہ کہے:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ ،وَمِنْكَ السَّلَامُ ،حَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ.

اے اللہ تو سلام ہے، (السلام تیرا نام ہے) تجھ ہی سے سلامتی ہے، میرے پروردگار مجھے سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ۔

اس کے بعد دنیا وآخرت کی بھلائی کے متعلق جو چاہے دعا کرے اور مسجد حرام میں داخل ہوتے ہوئے وہی دعا کرے جو عام مساجد میں داخل ہونے کے وقت کہی جاتی ہے جس کا ذکر شروع کتاب میں آچکا ہے۔

(فصل)

طواف کی دعائیں:

حجر اسود کے پہلے استلام اور ابتدائے طواف کے وقت یہ دعا مستحب ہے:

بِاسْمِ اللّٰهِ ، وَاللّٰهُ اَکْبَرُ ،اَللّٰھُمَّ اِیْمَانًا بِكَ وَتَصْدِیْقًا بِکِتَابِكَ ، وَوَفَاءً بِعَھْدِكَ ، وَاتِّبَاعًالِسنَّةِ نَبِیِّكَ صلی الله علیه وسلم.

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے اور اللہ بہت بڑا ہے، اے اللہ، تجھ پر ایمان رکھتے ہوئے، تیری کتاب کی تصدیق کرتے ہوئے، تیرے وعدے کو پورا کرتے ہوئے اور تیرے نبی ﷺ کی سنت کی پیروی کرتے

ہوئے۔

پھر ہر طواف میں حجر اسود کے سامنے آنے کے وقت اس کا اعادہ کرنا مستحب ہے اور پہلے تین چکر کے رمل میں (اکڑ کر چلنے میں) یوں کہے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَبْرُوراً وَذَنْباً مَغْفُوراً وَسَعْياً مَشْكُوراً .

اے اللہ تو اسے حج مبرور بنا گناہوں کو بخشا ہوا بنا اور مقبول سعی بنا۔

اور طواف کے باقی چار چکروں میں یہ کہے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ وَارْحَمْ ، وَاعْفُ عَمَّا تَعْلَمْ ، اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ ،اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً، وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ.

اے اللہ تو (مجھے) بخش دے رحم فرما اور (ان تمام خطاؤں کو) معاف فرما جسے تو جانتا ہے، بیشک تو بڑا عزت وعظمت والا ہے، اے اللہ تو مجھے دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما ،اور مجھے نار جہنم کے عذاب سے بچالے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ طواف میں کہی جانے والی سب سے محبوب دعا، اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اٰتِناَ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً الخ ہے۔

اور فرماتے ہیں کہ طواف میں یہ دعا کہنا مجھے سب سے زیادہ پسند ہے، اور یہ بھی مستحب ہے کہ دوران طواف دنیا وآخرت کے بارے میں جو اسے پسند ہو دعا کرے اور اگر ایک شخص دعا کرے اور پوری جماعت اور دوسرے لوگ اس پر آمین کہیں تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ حضرت حسنؓ سے منقول ہے کہ یہاں پندرہ مقامات پر دعائیں قبول ہوتی ہیں:

(۱) دوران طواف (۲) ملتزم کے پاس (۳) میزاب رحمت کے نیچے (۴) خانۂ کعبہ کے اندر (۵) چاہ زمزم کے پاس (۶) کوہ صفا کے اوپر (۷) مروہ کے اوپر (۸) مسعی یعنی سعی کے مقام پر (۹) مقام ابرہیم کے پیچھے (۱۰) میدان عرفات میں (۱۱) مزدلفہ میں (۱۲) منی میں (۱۳)

جمرۂ اولی کے پاس (۱۴) جمرۂ وسطی کے پاس (۱۵) جمرۂ عقبہ کے پاس۔

امام شافعی اور جمہور شوافع کا مذہب ہے کہ طواف کے اندر قرآن کی تلاوت مستحب ہے، کیونکہ طواف مقام ذکر ہے، اور سب سے افضل ذکر قرآن کی تلاوت ہے۔

البتہ علماء شوافع میں ابوعبداللہ الحلیمی کا اختیار کردہ قول یہ ہے کہ طواف میں قرآن کی تلاوت مستحب نہیں، مگر پہلا قول ہی درست ہے۔

کچھ علماء فرماتے ہیں کہ قرآن کی تلاوت غیر ماثور دعاؤں سے افضل ہے، البتہ ماثور دعائیں تلاوت قرآن سے صحیح قول کے مطابق افضل ہے، بعض حضرات نے تلاوت قرآن کو ماثور دعاؤں سے بھی افضل کہا ہے۔

شیخ ابومحمد جوینیؒ فرماتے ہیں کہ موسم حج میں پورا قرآن طواف میں ختم کرنا بہتر ہے، اس سے اجروثواب میں اضافہ ہوتا ہے، واللہ اعلم۔

جب طواف اور دو رکعت نمازِ طواف سے فارغ ہو تو جو بہتر سمجھے دعاء کرے اور اس وقت کی ماثور دعاء یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ اَنَا عَبْدُكَ ابْنُ عَبْدِكَ اَتَيْتُكَ بِذُنُوْبٍ كَثِيْرَةٍ، وَاَعْمَالٍ سَيِّئَةٍ، وَهٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِبِكَ مِنَ النَّارِ، فَاغْفِرْلِي، اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ.

اے اللہ، میں تیرا بندہ تیرے بندہ کا لڑکا ہوں، ڈھیر سارے گناہ اور بہت سے برے اعمال لیکر تیرے پاس آیا ہوں، اور یہ جہنم سے تیری پناہ لینے والوں کا مقام ہے، لہٰذا تو مجھے بخش دے، بیشک تو بڑا بخشنے اور رحم کرنے والا ہے۔

(فصل)

ملتزم کی دعاء :

(ملتزم خانۂ کعبہ کا دروازہ اور حجر اسود کے درمیان کی جگہ ہے)

پہلے گذر چکا ہے کہ اس جگہ دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اس جگہ کی ماثور دعاء یہ ہے، (ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل نہیں)

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ حَمْداً يُوَافِي نِعَمَكَ، وَيُكَافِي مَزِيْدَكَ، اَحْمَدُكَ بِجَمِيْعِ مُحَامِدِكَ مَاعَلِمْتُ مِنْهَا وَمَالَمْ اَعْلَمْ، وَعَلٰى جَمِيعِ نِعَمِكَ مَاعَلِمْتُ مِنْهَا وَمَالَمْ اَعْلَمْ، وَعَلٰى كُلِّ حَالٍ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ على مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، اَللّٰهُمَّ اَعِذْنِي مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، وَاَعِذْنِي مِنْ كُلِّ سُوْءٍ وَقَنِّعْنِي بِمَا رَزَقْتَنِي، وَبَارِكْ لِي فِيْهِ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنْ اَكْرَمِ وَفْدِكَ عَلَيْكَ، وَاَكْرِمْنِي سَبِيلَ الْاِسْتِقَامَةِ حَتّٰى اَلْقَاكَ يَارَبَّ الْعَالَمِيْنَ.

اے اللہ تیرے ہی لئے حمد ہے ایسا حمد جو تیری نعمتوں کے برابر اور تیری طرف سے مزید دیئے جانے کے ہم پلہ ہو، میں تیری تعریف ان تمام حمدوں کے ذریعہ کرتا ہوں جس کا مجھے علم نہ ہوسکا تیری ان تمام نعمتوں پر جس کا مجھے علم ہوا اور اسے ہم نہیں جان سکے، اور تیری ہم تعریف کرتے ہیں ہر حال میں، اے اللہ تو رحمت وسلامتی نازل فرما محمد ﷺ پر اور محمد کے آل پر، اے اللہ تو مجھے مردود شیطان سے اپنی پناہ دے، اور ہر برائی سے تو اپنی پناہ دے، اور جو رزق تو نے مجھے دیا ہے اس پر مجھے قانع بنا اور اس میں برکت عطاء فرما، اے اللہ، تیرے پاس آنے والے وفدوں میں مجھے سب سے افضل لوگوں میں سے بنا، اور استقامت کی راہ پر باقی رکھ کر مجھ پر مہربانی فرما، یہاں تک کہ میں آپ سے روز

قیامت ملوں، اے سارے جہانوں کے پروردگار۔
پھراس کے بعد جو چاہے دعا ر کرے۔

(فصل)

حجراسود کے پاس کی دعار :

"حجر" حار کے زیر اور جیم کے سکون کے ساتھ ہے اور یہ بیت اللہ کا جزر ہے، اور پہلے گذر چکا ہے کہ اس جگہ دعار قبول کی جاتی ہے، اس جگہ کی ماثور دعار یہ ہے:

يَارَبِّ ، اَتَيْتُكَ مِنْ شُقَّةٍ بَعِيْدَةٍ مُؤَمِّلًا مَعْرُوْفَكَ فَاَنِلْنِىْ مَعْرُوْفاً مِنْ مَعْرُوْفِكَ تُغْنِيْنِىْ بِهٖ عَنْ مَعْرُوْفِ مَنْ سِوَاكَ، يَامَعْرُوْفاً بِالْمَعْرُوْفِ .

اے میرے پروردگار میں دور دراز مقام سے تیرے پاس آیا ہوں تیرے حسن سلوک کی امید لے کر، تو اپنے احسانات میں سے ہمیں بہتر عطا فرما، جو تیرے احسان کے ماسوا دوسروں کے احسان و بھلائی سے مجھے بے نیاز کردے اے بھلائی واحسانات سے معروف۔

(فصل)

خانۂ کعبہ کے اندر کہی جانے والی دعار :

پہلے آچکا ہے کہ اس کے اندر دعائیں قبول کی جاتی ہیں۔

۵۴۵۔ سنن نسائی میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کعبۃ اللہ میں داخل ہوئے تو سیدھے اس مقام کو آئے جو آپ کے سامنے یعنی خانہ کعبہ کا پچھلا حصہ تھا، پھر آپ نے اس پر اپنی پیشانی اور اپنا رخسار رکھا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنار بیان کی، اور اللہ سے سوال واستغفار کیا، پھر پیچھے ہٹ کر اس کے ہر ہر گوشہ کے پاس گئے، آپ اس کا

استقبال تکبیر (الله اکبر) تہلیل (لاالٰہ الا الله) تسبیح (سبحان الله) اور اللہ عزوجل کی حمد ثنا اور سوال واستغفار سے کرتے تھے پھر آپ باہر نکل آئے۔(۱)

(فصل)

صفاومروہ کے درمیان سعی کی دعاء:

پہلے گزر چکا ہے کہ سعی کے درمیان دعاء قبول ہوتی ہے، صفاء پر طویل قیام کرنا (دیر تک رکنا) اور کعبہ کا استقبال کرنا سنت ہے، اس جگہ تکبیر کہے، دعاء کرے پھر یہ کہے:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ عَلٰی مَاھَدَانَا ، وَالْحَمْدُلِلّٰہِ عَلٰی مَا اَوْلَانَا، لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ ، لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ، بِیَدِہِ الْخَیْرُ، وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ، اَنْجَزَ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ، وَھَزَمَ الْاَحزابَ وَحْدَہٗ ،لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا نَعْبُدَ اِلَّا اِیَّاہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ وَلَوْکَرِہَ الْکَافِرُوْنَ ، اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ قُلْتَ ، اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (المؤمن: ٦٠) وَاِنَّکَ لَاتُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ، وَاِنِّیْ اَسْئَلُکَ کَمَا ھَدَیْتَنِیْ لِلْاِسْلَامِ اَنْ لَاتَنْتَزِعَہٗ مِنِّیْ حَتّٰی تَتَوَفَّانِیْ وَاَنَا مُسْلِمٌ۔

اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے، اللہ ہی کے لئے ساری تعریفیں ہیں، اللہ کی بڑائی ہے کہ اس نے ہمیں ہدایت دی، اور ساری تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں کہ اس نے ہمیں فضیلت وفوقیت بخشی، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے بادشاہت ہے اور اسی کے لئے تعریفیں ہے، وہی زندہ کرتا

(۱) سنن نسائی: ۲۹۱۴ وقال الحافظ: حدیث صحیح

اور مارتا ہے، اسی کے ہاتھ میں ہر طرح کی بھلائی ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، جس نے اپنا وعدہ پورا کیا، اپنے بندہ کی مدد کی اور تنہا اسی نے دشمن کے لشکروں کو شکست دی، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور ہم اس کی عبادت کرتے ہیں، اسی کے لئے دین میں اخلاص کے ساتھ خواہ یہ بات کافروں کو ناگوار لگے، اے اللہ بیشک تو نے کہا ہے ''مجھے پکارو میں تیری پکار کو قبول کرونگا'' اور تو وعدہ خلافی نہیں کرتا، اور جیسا کہ تو نے مجھے اسلام کی ہدایت دیدی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ اسے مجھ سے مت سلب فرما یہاں تک کہ میری موت آئے اور میں مسلمان ہی رہوں۔

اس دعاء کے مختلف حصے حدیث کی مختلف کتابوں میں مذکور ہیں۔(۱)

پھر دنیا و آخرت کی بھلائی کی دعاء کرے اور اس ذکر و دعاء کا تین بار اعادہ کرے اس دوران تلبیہ نہ کہے، جب مروہ کو پہونچے تو اس کے اوپر چڑھے اور وہی دعاء و اذکار کہے جسے اس نے صفا کی پہاڑی پر کہا تھا۔

۵۴۶- حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ کوہ صفا پر یہ دعاء پڑھا کرتے تھے،

اَللّٰهُمَّ اَعْصِمْنَا بِدِيْنِكَ وَطَوَاعِيَتِكَ وَطَوَاعِيَةِ رَسُوْلِكَ، وَجَنِّبْنَا حُدُوْدَكَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا نُحِبُّكَ وَنُحِبُّ مَلَائِكَتَكَ وَاَنْبِيَائِكَ وَرُسُلَكَ، وَنُحِبُّ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ، اَللّٰهُمَّ حَبِّبْنَا اِلَيْكَ وَاِلٰى مَلَائِكَتِكَ وَاِلٰى اَنْبِيَائِكَ وَ رُسُلِكَ وَاِلٰى عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ اَللّٰهُمَّ يَسِّرْنَا لِلْيُسْرٰى وَجَنِّبْنَا الْعُسْرٰى، وَاغْفِرْلَنَا فِى الْآخِرَةِ وَالْاُوْلٰى، وَاجْعَلْنَا مِنْ أَئِمَّةِ الْمُتَّقِيْنَ.

اے اللہ تو اپنے دین کے ساتھ اپنی اطاعت کے ساتھ اور اپنے رسول

(۱) دیکھئے: صحیح مسلم ۱۲۱۸، سنن ابی داود: ۱۹۰۵، سنن ابن ماجہ: ۳۰۷۴، مسند دارمی: ۲/۴۶

کی اطاعت کے ساتھ میری حفاظت فرما اور اپنے حدود کو توڑنے سے مجھے بچا، اے اللہ تو مجھے اپنے سے محبت کرنے والا اپنے فرشتے سے محبت کرنے والا اور اپنے انبیاء اور رسولوں سے محبت کرنے والا اور اپنے نیک بندوں سے محبت کرنے والا بنا، اے اللہ تو مجھے اپنے فرشتوں کا اپنے انبیاء ورسول کا اور اپنے نیک بندوں کا محبوب بنا، اے اللہ تو آسانی وسہولت کو میرے لئے آسان فرما اور سختی وتنگی سے مجھے بچا لے، اور دنیا وآخرت میں میری بخشش فرمادے اور مجھے ائمہ متقین میں سے بنا۔

صفا ومروہ کے درمیان آتے جاتے ہوئے یہ کہے:

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ، وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ، اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ اَللّٰهُمَّ آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

اے میرے پروردگار تو مغفرت فرما اور رحم فرما، اور میرے جن گناہوں کا تجھے علم ہے ان گناہوں سے درگذر فرما، بیشک تو بڑا عزت وشرف اور تعظیم وتکریم والا ہے، اے اللہ تو مجھے دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور مجھے جہنم کے عذاب سے بچالے۔

(اس اثر کی تخریج سعید بن منصور نے بسند صحیح اپنی سنن میں حضرت ابن عمر سے کی ہے)

سعی کے دوران اور ہر مقام پر پسندیدہ دعا یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ يَامُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ. (۱)

اے اللہ، اے دلوں کو پھیرنے والے، تو میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔

حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قلب المؤمن بین اصبعین من اصابع الرحمن یقلبه کیف شاء کہ مومن کا دل اللہ کے دو انگلیوں کے درمیان ہے، اللہ اسے جس طرح چاہتا پھیرتا ہے، اور یہ دعا بھی ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ مُوجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ ، اَلْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَالْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ وَالنَّجَاةَ مِنَ النَّارِ.

اے اللہ ہم تجھ سے تیری رحمت کے قطعی اسباب اور تیری مغفرت کے پختہ وسائل طلب کرتے ہیں اور ہر گناہ سے سلامتی اور ہر نیکی کی دولت مانگتے ہیں اور جنت تک رسائی اور دوزخ کی آگ سے نجات کی دعا کرتے ہیں۔

(یہ حدیث نمبر ۵۴۶ پر گذر چکی ہے، اور آگے بھی حدیث نمبر ۱۱۶۸ پر آئیگی)

اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ الْهُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی.

اے اللہ میں تجھ سے ہدایت، پرہیزگاری، پارسائی اور مخلوق سے بے نیازی کا سوال کرتا ہوں۔

(یہ دعا بھی حدیث نمبر ۱۹۹ پر گذر چکی ہے اور آگے نمبر ۸۶۴ پر آئیگی)

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّی عَلٰی ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ.

اے اللہ تو میری مدد فرما اپنا ذکر کرنے اور اپنا شکر ادا کرنے پر اور اپنی اچھی عبادت کرنے پر۔

(یہ دعا بھی حدیث نمبر ۱۹۹ پر گذر چکی ہے اور آگے ۸۶۴ پر آئیگی)

اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهٖ عَاجِلِهٖ وَآجِلِهٖ ، مَاعَلِمْتُ مِنْهُ وَمَالَمْ اَعْلَمْ ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهٖ مَاعَلِمْتُ مِنْهُ

(۱) سنن ترمذی: ۳۱۴۰ وقال حدیث حسن، عن انس، وام سلمہ، نسائی نے اس کی تخریج حضرت عائشہؓ سے، اور حاکم نے حضرت جابرؓ سے اور امام احمد نے ام سلمہؓ سے کی ہے

وَمَالَمْ اَعْلَمْ ، وَاَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَمَاقَرَّبَ اِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ اَوْعَمَلٍ ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ وَمَاقَرَّبَ اِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ اَوْ عَمَلٍ .

اے اللہ میں تجھ سے ہر قسم کی خیر و خوبی جلد آنے والی بھی اور دیر میں آنے والی بھی، جو میں جانتا ہوں وہ بھی اور جو میں نہیں جانتا وہ بھی طلب کرتا ہوں اور میں تیری پناہ لیتا ہوں ہر قسم کے شر سے جو جلد آنے والا ہو اس سے بھی اور جو دیر میں آنے والا ہو اس سے بھی اور میں جو جانتا ہوں اس سے بھی اور جو میں نہیں جانتا ہوں اس سے بھی، اور میں تجھ سے سوال کرتا ہوں جنت کا اور ہر اس قول یا عمل کا جو مجھے جنت سے قریب تر کردے، اور میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں جہنم سے اور ہر اس قول و عمل سے جو مجھے جہنم سے قریب تر کردے۔

(یہ دعاء آگے بھی حدیث نمبر ۱۱۶۷ پر آئیگی)

اس وقت قرآن کی تلاوت کرنا زیادہ بہتر و افضل ہے، مناسب ہے کہ ان دعاؤں کے ساتھ دیگر اذکار اور تلاوت قرآن کا بھی اہتمام کرے، البتہ اگر کسی ایک پر اکتفار کرنا چاہے تو جو اہم ہے اسی پر اکتفار کرے۔

(فصل)

مکہ سے عرفات جاتے وقت کی دعاء:

مکہ مکرم سے جب منی کی طرف روانہ ہو تو مستحب ہے کہ یہ دعاء کرے:

اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ اَرْجُوْ ، وَلَكَ اَدْعُوْا ، فَبَلِّغْنِيْ صَالِحَ اَمَلِيْ ، وَاغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ ، وَامْنُنْ عَلَيَّ بِمَامَنَنْتَ بِهٖ عَلٰى اَهْلِ طَاعَتِكَ ، اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ .

اے اللہ میں تجھ ہی سے لو لگاتا ہوں، اور تجھ ہی سے دعار کرتا ہو، تو مجھے صالح تمناؤں تک پہونچادے (میری نیک خوہشات پوری فرمادے) اور میرے گناہوں کو بخش دے اور مجھ پر اس طرح احسان فرما جس طرح، تونے اپنے فرمانبرداروں پر احسانات کئے ہیں، بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

(حافظ ابن حجر نقل کرتے ہیں کہ بعض علمار نے اس دعار کی تحسین وتعریف کی ہے، اور یہ اچھی بات ہے مگر اس کی (حدیث میں) کوئی اصل نہیں، اس کے بعد آگے آنے والی دعائیں بھی اسی طرح باعتبار ثبوت کے بے اصل ہیں)

اور جب منیٰ سے عرفات کے لئے روانہ ہو تو یہ دعار کہے:

اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ تَوَجَّهْتُ ، وَوَجْهَكَ الْكَرِيْمِ اَرَدْتُ ، فَاجْعَلْ ذَنْبِيْ مَغْفُوْراً، وَحَجِّيْ مَبْرُوْراً، وَارْحَمْنِيْ وَلَا تُخَيِّبْنِيْ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ.

اے اللہ، میں نے تیری ہی طرف رخ کیا ہے اور تیرے ہی روئے کریم کا قصد کیا ہے، تو میرے گناہوں کو بخشا ہوا بنادے، اور میرے حج کو حج مبرور ومقبول بنادے، اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے مایوس مت کر، بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

اس دوران تلبیہ بھی کہتا رہے، اور قرآن کی تلاوت بھی کرتا رہے، اور تمام اذکار و دعاؤں کا بکثرت ورد رکھے، اور یہ دعار بھی کرے:

اَللّٰهُمَّ آتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِى الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ.

اے اللہ تو مجھے دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطار کر اور مجھے دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

(فصل)

عرفات کی مستحب دعائیں :

اذکار عید کے ضمن میں حدیث رسول پہلے گذر چکی ہے (نمبر ۵۰۰ پر) کہ سب سے بہتر دعاء یوم عرفہ کی دعاء ہے، اور سب سے بہتر ذکر جو میں نے اور مجھ سے پہلے کے انبیاء نے کیا ہے یہ ہے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ،لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ .

اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے بادشاہت ہے اور اسی کے لئے سارا حمد وثناء ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

لہٰذا عرفہ میں یہ ذکر بکثرت کرنا چاہئے اور خوب لگن و دل جمی سے دعاء کرنی چاہئے، کیونکہ دعاء کے لئے یہ دن سال کے تمام دنوں سے افضل ہے، اور یہی وقوف عرفہ حج کا رکن عظیم اور مقصود و مطلوب ہے، لہٰذا انسان کو چاہئے کہ حتی المقدور اپنے آپ کو دعاء و اذکار اور تلاوت قرآن کے لئے فارغ کرے اور اس دن خود کو اسی کے لئے وقف کردے۔ اور ہر طرح کے اذکار اور ہر قسم کی دعائیں کرے، اپنے لئے بھی کرے اور دوسروں کے لئے بھی، ہر جگہ اور ہر مقام پر کرے، تنہا بھی کرے اور جماعت کے ساتھ بھی، اپنے لئے، والدین کے لئے، رشتہ داروں کے لئے، علماء و مشائخ اور اساتذہ کے لئے، دوستوں اور ساتھیوں کے لئے (بیوی بچوں کے لئے، آباء واجداد کے لئے) اور ان تمام لوگوں کے لئے دعاء کرے جس نے اس کے ساتھ حسن سلوک کیا ہو اور تمام مسلمانوں کے لئے بھی کرے، اس میں غفلت و کوتاہی سے حد درجہ پرہیز کرے کیونکہ اس دن کا تدارک دیگر ایام کی طرح ممکن نہیں۔

دعاء میں ہم وزن الفاظ اور مرتب کلمات کی رعایت کا تکلف نہ کرے کیونکہ یہ دلوں کو مشغول کردیتا اور عاجزی وانکساری، خشوع وخضوع، اور افتقار و مسکنت کو دور کردیتا ہے۔

اگر اعراب کی رعایت، جملوں کی ترتیب، اور سجع کی رعایت کے تکلف میں وہ نہ الجھ رہا ہو تو کوئی مضائقہ نہیں کہ وہ ان دعاؤں کے علاوہ جو مسجع و مقفی دعائیں یا اذکار اسے یاد ہوں اس کے ذریعہ دعاء کرے، سنت ہے کہ دھیمی آواز سے دعاء کرے اور دل کی گہرائیوں سے پورے خلوص کے ساتھ تمام خلاف شرع باتوں سے توبہ و استغفار کا تلفظ کرے اور خوب گڑگڑا کر اور بار بار دہرا کر دعاء کرے اور اس کی مقبولیت سے مایوس نہ ہو، دعاء کی ابتداء بھی اللہ جل شانہ کی حمد و ثناء اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیج کر کرے اور ختم بھی اس پر کرے اور کوشش کرے کہ دعاء کے وقت باوضوء و طاہر ہو اور قبلہ کا استقبال کئے ہوا ہو۔

۵۴۷- سنن ترمذی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ عرفہ کے دن مقام وقوف پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادہ تر دعاء یہ ہوتی تھی:

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَالَّذِیْ نَقُوْلُ وَخَيْراً مِمَّا نَقُوْلُ، اَللّٰهُمَّ لَكَ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ، وَاِلَيْكَ مَآبِیْ، وَلَكَ رَبِّ تُرَاثِیْ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَوَسْوَسَةِ الصَّدْرِ، وَشَتَاتِ الْاَمْرِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَاتَجِيْئُ بِهِ الرِّيْحُ. (۱)

اے اللہ، تیرے ہی لئے تعریفیں ہیں، اس طرح جس طرح ہم کہتے ہیں اور اس سے بہتر جس طرح ہم کہتے ہیں اے اللہ تیرے ہی لئے میری نماز، میری عبادتیں میرا جینا اور میرا مرنا ہے، اور تیرے ہی پاس میرا ٹھکانا ہے، اور تیرے ہی لئے میری وراثت ہے، اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں قبر کے عذاب اور سینے کے وسوسے اور معاملات میں انتشار و افتراق سے، اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں اس شر سے جسے ہوائیں لیکر آتی ہیں۔

(۱) سنن ترمذی: ۳۵۲۰، وقال الترمذی، حدیث غریب ولیس اسنادہ بالقوی

اس جگہ بکثرت تلبیہ پڑھتے رہنا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتے رہنا، اور دعاء و ذکر میں خوب گریہ وزاری کے ساتھ محو ہو جانا مستحب ہے، یہ وہ مقام ہے جہاں آنسو بہایا جاتا، لغزشیں معاف کی جاتیں، اور مرادیں پوری ہونے کی امید کی جاتی ہیں، بلاشبہ یہ نہایت عظیم مقام وقوف، اور بلند پایہ بابرکت اجتماع ہے اس کے اندر اللہ تعالیٰ کے صالحین و مخلصین بندے اور لوگوں کے برگزیدہ حضرات یکجا ہوتے ہیں، اور یہ دنیا کے دیگر اجتماعات کے بہ نسبت نہایت عظیم و مقدس اجتماع ہے۔ اس مقام پر کی جانے والی دعاؤں میں چند پسندیدہ دعائیں یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً ،وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ .

اے اللہ تو ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيْرًا وَاِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ وَاغْفِرْلِي مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِي اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ .

اے اللہ بیشک میں نے اپنے اوپر بہت زیادہ ظلم کیا ہے، اور گناہوں کو تیرے سوا کوئی نہیں بخش سکتا، لہٰذا اپنے پاس سے خاص مغفرت کے ذریعہ تو مجھے بخش دے، اور مجھ پر رحم فرما، بیشک تو بڑا مغفرت کرنیوالا اور رحم کرنیوالا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي مَغْفِرَةً تُصْلِحُ بِهَاشأنِي فِي الدَّارَيْنِ، وَارْحَمْنِي رَحْمَةً اُسْعَدُبِهَا فِي الدَّارَيْنِ، وَتُبْ عَلَيَّ تَوبَةً نَصُوْحًا لَا اَنْكُثُهَا اَبَدًا ، وَاَلْزِمْنِي سَبِيْلَ الْاِسْتِقَامَةِ لَا اَزِيْغُ عَنْهَا اَبَدًا.

اے اللہ تو مجھے اپنی مغفرت کے ذریعہ بخشش عطا فرما جس سے دونوں

جہاں میں میرے امور کی اصلاح کردے، اور مجھ پر ایسا رحم فرما کہ جس
سے میں دونوں جہاں کی سعادت پاسکوں، اور تو میری ایسی پختہ توبہ
قبول فرما جسے میں کبھی نہ توڑ سکوں، اور مجھے راہ استقامت پر اس طرح
لگادے کہ میں اس سے کبھی نہ مڑ سکوں۔

اَللّٰھُمَّ انْقُلْنِی مِنْ ذُلِّ الْمَعْصِیَةِ اِلٰی عِزِّ الطَّاعَةِ، وَّاغْنِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ، وَطَاعَتِكَ عَنْ مَعْصِیَّتِكَ وَ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ، وَنَوِّرْ قَلْبِیْ وَقَبْرِیْ وَاعِذْلِیْ مِنَ الشَّرِّ کُلِّهٖ وَاجْمَعْ لِیَ الْخَیْرَ کُلَّهٗ.

اے اللہ تو مجھے معصیت کی ذلت سے اطاعت کی عزت کی طرف منتقل
فرمادے، اور اپنے حلال کے ذریعہ حرام سے، اور طاعت کے ذریعہ
نافرمانی سے اور اپنے فضل کے ذریعہ غیروں سے مجھے بے نیاز کردے،
اور میرے دل اور میری قبر کو منور کردے، اور مجھے ہر طرح کے شر سے
اپنی پناہ دے اور ہر طرح کی خیر واچھائی میرے لئے جمع فرمادے۔

(فصل)

عرفہ سے مزدلفہ کی طرف کوچ کرتے وقت کی مستحب دعائیں:

پہلے گذر چکا ہے کہ ہر مقام پر بکثرت تلبیہ کہنا مستحب ہے، اور یہ مقام اس میں سب سے اہم وموکد ہے، اس وقت بکثرت قرآن کی تلاوت کرنا خصوصا مندرجہ ذیل دعا کرنا مستحب ہے۔ ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَکْبَرُ“ (اسے بار بار دہرائے پھر کہے):

اِلَیْكَ اَللّٰھُمَّ اَرْغَبُ، وَاِیَّاكَ اَرْجُو فَتَقَبَّلْ نُسُکِیْ وَوَفِّقْنِیْ وَارْزُقْنِیْ فِیْهِ مِنَ الْخَیْرِ اَکْثَرَ مَا اَطْلُبُ، وَلَا تُخَیِّبْنِیْ، اِنَّكَ

اَنتَ اللّٰہُ الجَوادُ الکَرِیمُ۔

اے اللہ میں تیری ہی طرف مائل ہوتا ہوں تجھ ہی سے لو لگا تا ہوں، اس لئے تو میری عبادت کو قبول فرما، مجھے توفیق دے، اور جتنا میں طلب کر رہا ہوں اس سے بڑھ کر مجھے اس کے اندر خیر عطا فرما، اور تو مجھے مایوس مت کر بیشک تو ہی اللہ ہے جو بڑا سخی اور کریم ہے۔

یہ رات عید کی رات ہے، اور اس کے اذکار عید کے اذکار کے ضمن میں نماز و اذکار کے ساتھ شب بیداری کی فضیلت کے بیان میں گذر چکا ہے۔

حاجیوں کے لئے اس رات کی فضیلت کے علاوہ، اس مقام کی فضیلت حرم و احرام ،اجتماع حجاج، اس عظیم عبادت کا صلہ، اور ان مبارک دعاؤں کی فضیلت بھی یکجا وشامل ہوگئی ہے، جو ان مقامات پر کی جاتی ہیں۔

(فصل)

مشعر حرام اور مزدلفہ کی مستحب دعائیں:

باری تعالی کا ارشاد ہے:

فَاِذَا اَفَضتُم مِن عَرَفَاتٍ فَاذكُرُوا اللّٰهَ عِندَ المَشعَرِ الحَرَامِ ، وَاذكُرُوهُ كَمَا هَدٰكُم ، وَاِن كُنتُم مِن قَبلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ

(البقرہ:۱۹۸)

جب تم عرفات سے لوٹو تو مشعر حرام کے پاس ذکر الٰہی کرو اور اس کا ذکر اسی طرح کرو جیسا کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے، حالانکہ تم اس سے پہلے راہ بھولے ہوئے تھے۔

اس لئے اس شب میں مزدلفہ کے اندر کثرت سے دعا، ذکر الٰہی، تلبیہ اور قرآن کی تلاوت کرنی چاہئے کیونکہ یہ عظیم و بابرکت شب ہے۔ اس شب میں کی جانے والی دعاؤں میں سے

ایک یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اَنْ تَرْزُقَنِیْ فِیْ ھٰذَا الْمَکَانِ جَوَامِعَ الْخَیْرِ کُلِّہٖ وَاَنْ تُصْلِحَ شَأْنِیْ کُلَّہٗ وَاَنْ تَصْرِفَ عَنِّی الشَّرَّ کُلَّہٗ فَاِنَّہٗ لَایَفْعَلُ ذٰلِکَ غَیْرُکَ وَلَایَجُوْدُ بِہٖ اِلَّا اَنْتَ ۔

اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ اس مقام پر مجھے تمام خیر کا نچوڑ عطا فرما دیں اور میرے تمام احوال کو درست فرما دیں اور تمام شر کو مجھ سے دور فرما دیں کیونکہ یہ تیرے سوا کوئی اور نہیں کرسکتا اور اس کی سخاوت صرف تو ہی کرسکتا ہے۔

اس دن صبح کی نماز اول وقت میں پڑھے، اول وقت ہی میں اسے ادا کرنے کی حددرجہ کوشش کرے، پھر مشعر حرام کی طرف روانہ ہو جائے مشعر حرام مزدلفہ کے آخری حصہ میں ایک چھوٹی سی قُزَح نامی پہاڑی کے قریب ہے اگر اس پر چڑھنا ممکن ہو تو اس پر چڑھے ورنہ اس کے نیچے ہی قبلہ کا استقبال کرتے ہوئے وقوف کرے وقوف کے دوران اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرے اور تکبیر وتہلیل کرے اللہ کی وحدانیت کا اقرار اور اس کی تسبیح بیان کرے اور بکثرت تلبیہ پڑھے اور دعائیں کرے اس جگہ یہ دعائیں بھی مستحب ہے:

(۱) اَللّٰھُمَّ کَمَا وَقَفْتَنَا فِیْہِ، وَاَرَیْتَنَا اِیَّاہُ فَوَفِّقْنَا لِذِکْرِکَ کَمَا ھَدَیْتَنَا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا کَمَا وَعَدْتَّنَا بِقَوْلِکَ وَقَوْلُکَ الْحَقُّ . فَاِذَا اَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْکُرُوْہُ کَمَا ھَدَاکُمْ وَاِنْ کُنْتُمْ مِنْ قَبْلِہٖ لَمِنَ الضَّآلِّیْنَ ثُمَّ اَفِیْضُوْا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (البقرہ: ۱۹۹/۱۹۸)

اے اللہ جس طرح تو نے مجھے اس جگہ ٹھہرایا ہے اور مجھے اس کی زیارت کرایا ہے تو مجھے اپنے ذکر کی توفیق اس طرح دے جس طرح

تو نے مجھے ہدایت دی اور میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما جس طرح تو نے اپنے قول کے ذریعہ ہم سے وعدہ کیا ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے کہ جب تم عرفات سے لوٹو تو مشعر حرام کے پاس ذکر الٰہی کرو اور اس کا ذکر کرو جیسا کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے حالانکہ تم اس سے پہلے راہ بھولے ہوئے تھے پھر تم اس جگہ سے لوٹو جس جگہ سے سب لوگ لوٹتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرتے رہو یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

اور یہ دعا ربھی کثرت سے کرتا رہے:

(۲) رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ. اے ہمارے پروردگار تو ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں جہنم کے عذاب سے نجات دے۔

اور یہ دعا ربھی مستحب ہے:

(۳) اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كُلُّهُ، وَلَكَ الْكَمَالُ كُلُّهُ، وَلَكَ الْجَلَالُ كُلُّهُ وَلَكَ التَّقْدِيسُ كُلُّهُ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي جَمِيعَ مَا اَسْلَفْتُهُ، وَاعْصِمْنِي فِيمَا بَقِيَ وَارْزُقْنِي عَمَلًا صَالِحاً تَرْضٰى بِهِ عَنِّي يَاذَا الْفَضْلِ الْعَظِيمِ.

اے اللہ ساری تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں سارا کمال تیرے ہی لئے ہے سارا جلال تیرے ہی لئے ہے، ساری تقدیس و پاکی تیرے ہی لئے ہے، اے اللہ تو میرے تمام سابقہ گناہوں کو بخش دے اور جو آگے باقی بچا ہے اس میں میری حفاظت فرما اور اے فضل عظیم کے مالک مجھے اپنے نیک عمل کی روزی عطا فرما جس سے تو مجھ سے راضی ہو جائے۔

(۴) اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَسْتَشْفِعُ اِلَيْكَ بِخَوَاصِّ عِبَادِكَ، وَاَتَوَسَّلُ

بِكَ اِلَيْكَ، اَسْأَلُكَ اَنْ تَرْزُقَنِىْ جَوَامِعَ الْخَيْرِ كُلِّهٖ وَاَنْ تَمُنَّ عَلَىَّ بِمَا مَنَنْتَ بِهٖ عَلٰى اَوْلِيَائِكَ، وَاَنْ تُصْلِحَ حَالِىْ فِى الْاٰخِرَةِ وَالدُّنْيَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ.

اے اللہ میں تیرے خاص بندوں کے ذریعہ تجھ سے شفاعت طلب کرتا ہوں، اور تجھ ہی سے تیرا وسیلہ پکڑتا ہوں میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے ہر طرح کے خیر کا خلاصہ عطا فرما، اور مجھ پر ان چیزوں کے ذریعہ احسان فرما جس کے ذریعہ تو نے اپنے ولیوں پر احسان کئے ہیں، اور اے ارحم الراحمین دنیا وآخرت میں تو میرے حال کی اصلاح فرمادے۔

(فصل)

مشعر حرام سے منیٰ کی طرف کوچ کے درمیان کی مستحب دعائیں:

جب صبح روشن ہو جائے تو مشعر حرام سے منیٰ کا رخ کرے، اور اس روانگی کا شعار اور خاص ذکر خوب خوب تلبیہ پڑھنا اور دعا کرنا ہے، اس وقت تلبیہ کا خاص اہتمام رکھے کیونکہ یہ اس کا آخری وقت ہے اور ممکن ہے کہ اس کے بعد زندگی میں دوبارہ تلبیہ پڑھنا مقدر نہ ہو۔

(فصل)

قربانی کے دن منیٰ میں کہی جانے والی دعائیں:

مزدلفہ سے رخصت ہو کر منیٰ پہونچنے کے بعد یہ دعا مستحب ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ بَلَّغَنِيْهَا سَالِمًا مُعَافًى، اَللّٰهُمَّ هٰذِهٖ مِنًى قَدْ اَتَيْتُهَا وَاَنَا عَبْدُكَ وَفِىْ قَبْضَتِكَ اَسْأَلُكَ اَنْ تَمُنَّ عَلَىَّ بِمَا مَنَنْتَ بِهٖ عَلٰى اَوْلِيَائِكَ، اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْحِرْمَانِ، وَالْمُصِيْبَةِ فِىْ دِيْنِىْ، يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ.

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں سلامتی وعافیت کے ساتھ یہاں (منیٰ) پہونچادیا، اے اللہ یہ منیٰ ہے میں یہاں آیا ہوں، اور میں تیرا بندہ اور تیرے قبضۂ قدرت میں ہوں، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھ پر احسان فرما جس کے ذریعہ تو نے اپنے ولیوں پر احسان کئے ہیں، اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں محرومی اور اپنے دین میں ابتلاء وآزمائش سے، اے رحم کرنے والوں میں خوب رحم کرنے والے۔

اور جب جمرۂ عقبیٰ (بڑا شیطان) کی رمی شروع کرے تو پہلے کنکری کے ساتھ ہی تلبیہ بند کردے اور تکبیر کہنے میں مشغول ہوجائے، ہر کنکری پر تکبیر کہے، اس جگہ دعاء کے لئے ٹھہرنا سنت نہیں ہے اگر اس کے ساتھ قربانی کا جانور (ہدی) ہے تو اسے ذبح یا نحر کرے، اور ذبح یا نحر کرتے وقت یہ دعاء پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلِّمْ، اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَاِلَيْكَ، تَقَبَّلْ مِنِّيْ.

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے، اور اللہ بہت بڑا ہے، اے اللہ تو رحمت نازل فرما محمد ﷺ پر اور ان کے آل وعیال پر، اور سلام بھی بھیج، اے اللہ یہ تیری طرف سے ہے اور تیری ہی طرف جارہا ہے تو اسے میری طرف سے قبول فرما۔

اور اگر کسی دوسرے کی طرف سے ذبح کررہا ہو تو اسے اس طرح کہے: "اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ فُلَانٍ" اے اللہ اسے تو فلاں کی طرف سے قبول فرمالے۔ اور جب ذبح کے بعد سر منڈائے تو بعض علماء کے نزدیک مستحب ہے کہ سر مونڈتے وقت اپنی پیشانی کے بال کو ہاتھ سے پکڑ کر تین بار تکبیر کہے پھر دعاء کرے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَاهَدَانَا، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَا اَنْعَمَ عَلَيْنَا، اَللّٰهُمَّ هٰذِهٖ نَاصِيَتِيْ فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ وَاغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ، اَللّٰهُمَّ

اغْفِرْلِیْ، وَلِلْمُحَلِّقِینَ وَالْمُقَصِّرِیْنَ ، یَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ آمین .

تمام تعریف اللہ کے لئے ہے اس بات پر کہ اس نے ہمیں ہدایت دی اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اس بات پر کہ اس نے ہم پر انعامات کئے ، اے اللہ یہ میری پیشانی ہے ، تو میری طرف سے قبول فرما، اور میرے گناہوں کو بخش دے، اے اللہ تو مجھے بھی بخش دے اور تمام حلق کرنے والوں اور قصر کرنے والوں کو بھی، اے وسیع مغفرت کرنے والے، آمین۔

اور جب سر منڈا کر یا چھوٹا کرا کر فارغ ہو تو تکبیر کہے اور یہ دعا پڑھے:

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ قَضٰی عَنَّانُسُکَنَا اَللّٰھُمَّ زِدْنَااِیمانًا وَتَوْفِیقاً وَعَوْناً وَاغْفِرْلَنَا وَلِآبَائِنَا وَاُمَّھَاتِنَا وَجَمِیْعَ الْمُسْلِمِیْنَ اَجْمَعِیْنَ"

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے ہماری اس عبادت کو پایۂ تکمیل تک پہونچایا، اے اللہ تو ہمارے ایمان ویقین اور توفیق و دستگیری میں اضافہ فرما، اور ہماری اور ہمارے آباواجداد اور ماؤں اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرمادیجئے۔

(فصل)

ایام تشریق میں منی کے مستحب اذکار:

۵۴۸- صحیح مسلم میں صحابی رسول حضرت نبیشة الخیر الھذلی سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَیَّامُ التَشْرِیقَ اَیَّامَ اَکْلٍ وَشُرْبٍ وَذِکْرِ اللّٰہ تعالیٰ"(۱)

ایام تشریق کھانے پینے اور ذکر الٰہی کا دن ہے۔

لہٰذا یہاں کثرت سے ذکرواذکار کرنا مستحب ہے، اور اس میں بھی سب سے افضل ذکر قرآن کی تلاوت ہے ـــــــ رمی کے دنوں میں ہر دن سنت ہے کہ جب جمرۂ اولی کی رمی کرے تو اس کے بعد استقبال قبلہ کرے، اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرے، تکبیر وتہلیل کرے، اللہ کی تسبیح وپاکی بیان کرے پھر حضور قلب اور خشوع وخضوع کے ساتھ اللہ سے دعا کرے، اور سورۂ بقرہ کی تلاوت کرنے کے بعد وہاں پر ٹھہرا رہے (مگر ان دنوں ازدھام کی وجہ سے یہاں بالکل نہ ٹھہرنا ہی افضل ہے) اور جمرۂ ثانیہ یا جمرۂ وسطی کے پاس بھی اسی طرح کرے، البتہ تیسرے جمرۂ یعنی جمرۂ عقبی کے پاس بالکل نہ ٹھہرے۔

نوٹ : صحابی رسول نبیشہ کا پورا نام "نبیشة الخیر بن عبدالله الهدنی" ہے کچھ لوگوں نے انکا نام نبشہ بن عمرو بن عوف ذکر کیا ہے، مروی ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے آپ کے پاس کچھ جنگی قیدی تھے، تو انہوں نے آپ علیہ وسلم سے عرض کیا، اے اللہ کے رسول یا تو آپ ان سے فدیہ لے لیں یا انہیں رہا کر کے ان پر احسان فرمائیں، تو آپ علیہ وسلم نے فرمایا: "امرت بخیر" تو نے خیر کا مشورہ دیا ہے، تو بنیشۃ الخیر ہے، اس وقت سے ان کا نام یہ پڑ گیا، امام مسلم نے ان سے یہ روایت نقل کیا ہے، امام بخاری نے ان کی روایت کی تخریج نہیں کی ہے، البتہ امام ترمذی ابوداؤد ونسائی وغیرہ نے ان کی روایت نقل کی ہے انہی سے مروی یہ حدیث بھی ہے "مَنْ اَكَلَ فِىْ قَصْعَةٍ ثم لحسها استغفرت له القصعة" جس نے کسی پیالہ میں کھایا پھر اسے انگلیوں سے چاٹ لیا تو پیالہ اس کے لئے استغفار کرتا ہے :

(فصل)

حج سے فراغت کے بعد ذکر الٰہی کرتے رہنے کی تاکید :

(۱) صحیح مسلم: ۱۱۴۱

منی سے کوچ کر جانے کے بعد اس کا حج پورا ہو جائے گا، اس کے بعد حج سے متعلق کوئی ذکر نہیں، البتہ ابھی وہ مسافر ہے، اس لئے مستحب ہے کہ وہ تکبیر وتہلیل، اور اللہ کی حمد وثنا، بزرگی وپاکی، اور مسافروں والے دیگر اذکار بکثرت کرتا رہے ـــــ حالت سفر کے اذکار کا بیان آگے آئے گا۔

منی سے نکلنے کے بعد جب مکہ میں داخل ہو اور عمرہ کرنے کا ارادہ ہو تو اس عمرہ میں وہی تمام اعمال کرے جو اس نے حج میں کئے ہیں اور جو حج وعمرہ دونوں میں مشترک ہیں، یعنی احرام، طواف سعی اور حلق یا قصر۔

(فصل)

آب زمزم پیتے وقت کی دعاء:

۵۴۹- حضرت جابرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: مَـاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ" زمزم کا پانی ان تمام مقاصد کے لئے ہے جس کے لئے اسے پیا جائے۔(۱)

یہ وہ حدیث ہے جس پر علماء وبزرگان دین کا ہمیشہ سے عمل رہا ہے، ان لوگوں نے بڑے بڑے مقاصد کے لئے اسے پیا تو مرادیں پوری ہوئیں۔

علماء فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اسے مغفرت یا بیماری سے شفایابی کی نیت سے پیتا ہے تو پیتے وقت اس طرح دعاء کرنا چاہئے:

اَللّٰهُـمَّ اِنِّىْ اَشْرَبُ لِتَغْفِرَلِىْ وَلِتَفْعَلَ بِىْ كَذَا وَ كَذَا (اس جگہ مقصد کا خیال کرے) فَاغْـفِرْلِىْ اَوْ افْعَلْ یا یہ کہے: اَللّٰهُـمَّ اَشْرَبُهُ مُتَشَفِّيًا بِهٖ فَاشْفِنِىْ۔

اے اللہ میں اسے پی رہا ہوں کہ تو میری مغفرت فرمادے، اور تو

(۱) دیکھئے: مسند احمد: ۳/ ۳۵۷، ابن ماجہ: ۳۰۶۲، قال الحافظ: یہ حدیث غریب ہے مگر شواہد کی وجہ سے حسن درجہ کی ہے، اس کے شواہد دیکھیں: شعب الایمان للبیہقی: ۷/ ۴۱۲۷، عن ابن عمرو والدار قطنی: ۲/ ۲۸۹ عن ابن عباس

میرے ساتھ ان اس طرح کر (مقصد کا خیال کرے) اس لئے تو مجھے
بخش دے، یا وہ کام کردے، یایوں کہے، اے اللہ میں اسے شفایابی کی
غرض سے پی رہا ہوں، تو مجھے شفاء دے۔
یا اسی طرح جو مقصد ہو اس کا خیال کر کے دعاء کرے، واللہ اعلم۔

(فصل)

وداع یعنی رخصت ہوتے وقت کی دعاء:

جب مکہ سے اپنے وطن جانے کے لئے نکلنے کا ارادہ کرے تو طواف وداع کرے پھر ملتزم پر آ کر اس سے چمٹ کر یہ دعاء کرے۔

اَللّٰھُمَّ البیتُ بَیْتُكَ، والعبدُ عَبْدُكَ وَابنُ عبدِكَ وابنُ اَمتِكَ، حَمَلْتَنِیْ عَلٰی ماسَخَّرتَ لی مِنْ خَلْقِكَ حَتّٰی سَیَّرْتَنِیْ فِیْ بِلادِكَ ،وَبَلَّغْتَنِیْ، بِنِعْمَتِكَ حَتّٰی اَعَنْتَنِیْ، عَلٰی قَضاءِ مَناسِكِكَ فَاِنْ كُنْتَ رَضِیْتَ عَنِّی فَازْدَدْ عَنِّیْ رِضاً وَالّا فَمِنَ الانَ قَبْلَ اَنْ ینأی عَنْ بَیْتِكَ دَارِیْ، ھٰذا اَوَانُ اِنْصِرافِیْ، اِنْ اَذِنْتَ لِیْ غَیْرَ مُتبدِّلٍ بِكَ وَلَابِبَیْتِكَ، اَللّٰھُمَّ فَاصْحِبْنِی العَافِیَةَ فِیْ بَدَنِیْ، وَالْعِصْمَةَ فِیْ دِیْنِیْ، وَاَحْسِنْ مُنْقَلَبِیْ وَارْزُقْنِیْ طَاعَتَكَ مَااَبْقَیْتَنِیْ وَاجْمَعْ لِیْ خَیْرَیِ الآخِرَةِ وَالدُّنیا،اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْئٍ قَدِیْر"

اے اللہ یہ گھر تیرا ہی ہے، اور یہ بندہ تیرا ہی غلام ہے، تیرے غلام کا لڑکا اور تیری کنیز کا لڑکا ہے، تو نے اپنی مخلوق میں سے اس سواری پر مجھے سوار کیا جسے تو نے میرے لئے مسخر کردیا، یہاں تک کہ تو اسے اپنے شہر چلا کر لایا، اور اپنی نعمتوں کے سہارے مجھے یہاں پہونچا دیا حتی کہ تو

نے اپنی عبادت کی ادائیگی کے لئے میری مدد کی، اگر تو مجھ سے راضی ہے تو اس رضا میں اضافہ فرما، اور اگر ایسا نہیں تو اسی وقت میرے گھر کا تیرے گھر سے دور ہونے سے قبل تو راضی ہوجا، یہ میری واپسی کا وقت ہے، اگر تو مجھے اس کی اجازت دے، میرے اندر تیرے یا تیرے گھر کے بارے میں تبدیلی آئے بغیر، اے اللہ تو میرے جسم کے ساتھ عافیت متعین کردے، اور میرے دین کی حفاظت فرما، اور میری واپسی بہتر بنا اور مجھے جب تک باقی رکھ اپنی فرمانبرداری کی دولت عطا فرما، اور میرے لئے دنیا وآخرت کی بھلائی جمع کردے، بیشک تو ہر چیز پر قادر مطلق ہے۔

اور جیسا کہ دوسری دعاؤں کے بارے میں پہلے گزر چکا ہے، اس دعاء کی ابتداء بھی اللہ تعالی کی حمد وثناء اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیج کر کرے اور اسی پر دعاء کو ختم کرے، اور اگر عورت حالت حیض میں ہو تو مسجد حرام کے دروازہ پر کھڑی ہوکر یہ دعاء کرے پھر لوٹ کر وطن روانہ ہوجائے۔ واللہ اعلم

(فصل)

روضۂ اطہر کی زیارت اور اس کے اذکار:

یاد رکھیں کہ ہر حاجی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیلئے جانا چاہیئے خواہ اس کا راستہ ادھر سے ہو یا نہ ہو، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اہم ترین قربات اور سب سے نفع بخش کاوش اور سب سے افضل مرادوں میں سے ایک ہے، جب زیارت کے لئے چل پڑے تو راستہ میں کثرت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھے اور جب اس کی نگاہ مدینہ کے درختوں، جھاڑیوں، حرم، اور ہر اس شئی پر پڑے جس سے مدینہ کی پہچان ہوتی ہو تو درود وسلام میں اور اضافہ کردے، اور اللہ تعالی سے زیارت رسول کی سعادت سے مستفید ہونے اور اس زیارت کی

وجہ سے دونوں جہاں میں سعادت حاصل ہونے کی درخواست کرے اور یہ دعا کرے:

اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ، وَارْزُقْنِيْ فِيْ زِيَارَةِ قَبْرِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَارَزَقْتَهُ اَوْلِيَاءَكَ وَاَهْلَ طَاعَتِكَ وَاغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ يَاخَيْرَ الْمَسْئُوْلِ.

اے اللہ ہم پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے، اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت میں وہی رزق وتوفیق عطا فرما جو تو نے اپنے ولیوں اور اطاعت گذاروں کو دیئے ہیں، اور اے سوال کئے جانے والوں میں سب سے برتر وبہتر تو میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما۔

اور جب مسجد نبوی میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو وہی دعا کرے جو دیگر مساجد میں داخلے کے وقت کی جاتی ہے، اور جس کا ذکر شروع کتاب میں پہلے آچکا ہے۔

اور جب دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لے قبر اطہر کے پاس آئے اس کا استقبال اس طرح کرے کہ پشت قبلہ کی طرف ہو۔ قبر مبارک کی دیوار سے چار گز کے فاصلہ پر رہے، اور بلند آواز کے بجائے دھیمی آواز میں صلاۃ وسلام پڑھے، اور اس کے الفاظ اس طرح ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاخِيْرَةَ اللّٰهِ مِنْ خَلْقِهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاسَيِّدَ الْمُرْسَلِيْنَ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلٰى آلِكَ وَاَصْحَابِكَ وَاَهْلِ بَيْتِكَ وَعَلَى النَّبِيِّيْنَ وَسَائِرِ الصَّالِحِيْنَ، اَشْهَدُ اَنَّكَ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَاَدَّيْتَ الْاَمَانَةَ وَنَصَحْتَ الْاُمَّةَ، فَجَزَاكَ اللّٰهُ عَنَّا اَفْضَلَ مَاجَزٰى رَسُوْلًا عَنْ اُمَّتِهِ.

اے اللہ کے رسول آپ پر سلام، اے مخلوق میں اللہ کے سب سے برگزیدہ آپ پر سلام، اے اللہ کے محبوب آپ پر سلام، اے

رسولوں کے سردار اور خاتم النبیین آپ پر سلام اور آپکے آل واولاد پر،
آپ کے صحابہ پر، اور آپ کے اہل بیت پر اور تمام نبیوں اور صالحین
پر سلام، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے اللہ کا پیغام پہونچادیا، امانت
ادا کردیا، اور امت کو نصیحت کردی، اللہ آپ کو ہماری طرف سے اس
سے افضل و بہتر بدلہ عطا فرمائے جو اللہ کسی رسول کو ان کی امت کی
طرف سے دیتے ہیں۔

اگر کسی دوسرے نے اسے سلام پیش کرنے کی وصیت یا فرمائش کی ہے تو وہ یوں کہے:

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْ فلان بن فلان"

اے اللہ کے رسول فلاں ابن فلان کی طرف سے آپ پر سلام

پھر ایک گز کے بقدر اپنی داہنے جانب ہٹے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سلام کرے
اس کے بعد پھر ایک گز اپنے داہنے جانب ہٹے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو سلام کرے۔

پھر اپنی سابقہ جگہ پر واپس آکر رسول اللہ ﷺ کے رخ انور کے سامنے آپ کا وسیلہ اپنے لئے پکڑے اور آپ کے ذریعہ اپنے رب سبحانہ وتعالیٰ سے شفاعت طلب کرے، اور اپنے لئے والدین کے لئے، دوست واحباب، اور ساتھیوں کے لئے (بیوی بچوں کے لئے) اور جس نے بھی اس کے ساتھ حسن سلوک کیا ہے اس کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرے اور خوب گڑگڑا کر دعا کرے اس بابرکت مقام کو غنیمت جانے ــــــ اللہ جل شانہ کی حمد وثنا بیان کرے، تکبیر وتہلیل کرے اور رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام بھیجے اور اس کا خوب ورد رکھے، پھر قبر اور منبر کے درمیان روضہ میں آئے اور اس جگہ خوب دعائیں کرے۔

۵۵۰- صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابوہریرہؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

"مَابَیْنَ قَبْرِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَةٌ مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّةِ" (۱)

میری قبر اور منبر کے درمیان جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری

(باغ کا ٹکڑا) ہے۔

نوٹ : امام بخاری ومسلم نے اس حدیث کی تخریج حضرت ابوہریرۃؓ، عبداللہ بن زید المازنی سے کی ہے، اس روایت میں قبری کے بجائے ''بیتی'' کا لفظ ہے، کہ میرے گھر اور منبر کے درمیان الخ ''قبری'' کے الفاظ درست نہیں اگرچہ اس وقت قبر اس کے اندر موجود ہے۔

اور جب مدینہ سے نکلنے اور سفر کا ارادہ کرے تو مستحب ہے کہ مسجد نبوی میں دو رکعت نماز پڑھ کر اسے وداع کرے، اور جو چاہے دعا کرے، پھر قبر انور کے پاس آئے اور جس طرح پہلے سلام پیش کیا تھا اسی طرح سلام پیش کرے اور دوبارہ دعا کرے اور نبی کریم ﷺ سے رخصت ہوتے ہوئے یوں کہے:

اَللّٰهُمَّ لَاتَجْعَلْ هَذا آخِرَ الْعَهْدِ بِحَرَمِ رَسُوْلِكَ، وَيَسِّرْلِي الْعَوْدَ إِلَى الْحَرَمَيْنِ سَبِيْلاً سَهْلَةً بِمَنِّكَ وَ فَضْلِكَ ، وَارْزُقْنِي الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيا وَالْآخِرةِ ، وَرُدَّنا سَالِمِيْنَ غَانِمِيْنَ إِلَى اَوْ طَانِنَا آمنين .

اے اللہ تو اسے اپنے رسول کے حرم میں میرا آخری عہد مت بنا اور حرمین کی طرف دوبارہ واپسی کے لئے اپنے فضل و احسان سے راستوں کو سہل و آسان بنادے اور مجھے عفو و درگذر اور دنیا و آخرت میں عافیت کی روزی عطا فرما، اور ہمیں اپنے وطن امن وسلامتی اور خیر و برکت کے ساتھ واپس فرما۔

یہ وہ چند کلمات ہیں جسے اللہ رب العزت نے مجھے حج کے اذکار سے متعلق جمع کرنے کی توفیق دی، اور اس کتاب کے بہ نسبت اگرچہ اس میں قدرے طوالت ہے، مگر جس قدر مجھے اس کے بارہ میں محفوظ ہے اس کے بہ نسبت یہ بہت مختصر ہے اللہ رب کریم سے میری دعا ہے کہ وہ اپنی اطاعت و بندگی کی ہمیں توفیق دے، اور ہمیں اور ہمارے تمام مسلم بھائیوں کو اپنے دار کرامت

(۱) بخاری ۱۱۹۶، مسلم ۱۳۹۱

(جنت) میں یکجا کرے۔

ان اذکار سے متعلق مختلف جزئیات، فوائد وتتمہ کی وضاحت میں نے اپنی کتاب ''کتاب المناسک'' میں تفصیل سے کی ہے، حق اور درست کو اللہ ہی زیادہ بہتر جانتا ہے اسی کے لئے حمد وثنا ہے اور اسی کا احسان ہے اور اسی سے توفیق وحفاظت ہے۔

حضرت عتبی سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی قبر کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ سَمِعْتُ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاۤءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (النساء: ٦٤) وَقَدْ جِئْتُكَ مُسْتَغْفِرًا مِنْ ذَنْبِىْ مُتَشَفِّعًا بِكَ إِلٰى رَبِّىْ. (ثم انشد يقول)

اے اللہ کے رسول آپ پر سلام میں نے اللہ تعالیٰ کو یہ کہتے سنا ہے ''اور اگر یہ لوگ جب انہوں نے اپنے جانوں پر ظلم کیا تھا تیرے پاس آجاتے، اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے تو یقیناً یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو معاف کرنے والا مہربان پاتے، اور اب میں آگیا ہوں اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہوئے اور آپ کو اپنے رب کے پاس سفارشی بنا کر شفاعت طلب کرتے ہوئے۔ پھر اس نے یہ اشعار کہے:

يَا خَيْرَ مَنْ دُفِنَتْ بِالْقَاعِ اَعْظُمُهُ

فَطَابَ مِنْ طِيْبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْاَكَمُ

اے افضل ترین جس کی ہڈیاں اس ہموار زمین میں مدفون ہیں،

اور جس کی خوشبو سے سارا ٹیلہ اور ہموار زمین سب معطر ہوگئی

نَفْسِى الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ اَنْتَ سَاكِنُهُ

فِیْــــهِ الْـعَـفَـافُ وَفِیْـــهِ الـجُـوْدُ وَالْـکَـرَمُ

میری جان قربان اس قبر پر جس میں آپ سکونت پذیر ہیں

اور جس کے اندر عفت سخاوت اور جود وکرم ہے

عتبی کہتے ہیں کہ اسکے بعد وہ شخص چلا گیا اور میری نگاہیں اسے دیکھتی رہیں پھر میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ فرمارہے تھے، اے عتبی اس اعرابی (دیہاتی) کا تعاقب کر اور اس سے مل اور اسے خوشخبری دے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا ہے، واللہ عزوجل واعلم

اس حکایت کو بعضوں نے بلاسند حضرت عتبی سے نقل کیا ہے، مگر امام بیہقی نے اپنی ''شعب الایمان'' میں اسے بسند مظلم روایت کیا ہے۔

کتاب اذکار الجہاد

(جہاد سے متعلق دعا واذکار کا بیان)

جہاد کے سفر اور اس سے واپسی کے اذکار، سفر کی دعاؤں کے ضمن میں انشاء اللہ آگے آئے گا، البتہ جو صرف جہاد ہی سے متعلق اور جہاد ہی کے لئے مخصوص ہیں اس میں سے جو اس وقت مستحضر ہے اسے مختصراً ذکر کررہا ہوں۔

(باب-۱)

شہادت پانے کی دُعا کرنا مستحب ہے:

۵۵۱- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ "ام حرام" کے پاس تشریف لائے اور سو گئے، پھر ہنستے ہوئے بیدار ہوئے، ام حرام نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول: کس بات سے آپ کو ہنسی آئی؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، يَرْكَبُونَ ثَبَجَ هٰذَا الْبَحْرِ مُلُوكًا عَلَى الْأَسِرَّةِ، أَوْ مِثْلَ الْمُلُوكِ. (۱)

میری امت کے کچھ لوگ اللہ کے راستہ میں غزوہ (جہاد) کرتے ہوئے میرے سامنے پیش کئے گئے، وہ لوگ سمندر کے بڑے حصہ پر تخت کے اوپر بادشاہ ہوکر یا بادشاہوں کی طرح سوار ہوئے۔

۵۵۲- سنن ابی داؤد، ترمذی، نسائی، وابن ماجہ میں حضرت معاذؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

مَنْ سَأَلَ اللّٰهَ الْقَتْلَ مِنْ نَفْسِهِ صَادِقًا ثُمَّ مَاتَ أَوْ قُتِلَ فَإِنَّ لَهُ أَجْرَ شَهِيدٍ. (۱)

---

(۱) صحیح بخاری: ۲۷۸۸، ۲۷۸۹، صحیح مسلم ۱۹۱۲

جس نے اللہ تعالیٰ سے اپنی جان کی قربانی کی درخواست سچے دل سے
کی پھر اس کی موت آگئی یا اسے قتل کردیا گیا تو اس کے لئے شہید کا
ثواب ہے۔

۵۵۳- صحیح مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ طَلَبَ الشَّهَادَةَ صَادِقاً أُعْطِيَهَا وَلَوْ لَمْ تُصِبْهُ .(۲)

جو کوئی صدق دل سے شہادت طلب کرے تو اسے اس کا ثواب دیدیا
جاتا ہے اگرچہ وہ شہید نہ ہو۔

۵۵۴- صحیح مسلم ہی میں حضرت سہل بن حنیفؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ سَأَلَ اللّٰهَ تَعالىٰ الشهادَةَ بِصدقٍ بَلَّغَهُ اللّٰهُ تعالىٰ مَنَازِلَ
الشُّهَدَاءِ وَإن مَاتَ عَلىٰ فِرَاشِهِ .(۳)

جس نے سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے شہادت پانے کی درخواست کی تو
اللہ اسے شہیدوں کے مرتبہ کو پہونچا دیتے ہیں اگرچہ وہ اپنے بستر پر
وفات پائے۔

(باب-۲)

امیر لشکر کو تقویٰ اور جنگی اُمور کی ہدایت دینا:

(۱) سنن ابی داؤد:۴۱/ ۲۵، سنن ترمذی ۴/ ۱۶۵۴، سنن نسائی: ۴۱/ ۳۱، سنن ابی ابن ماجہ: ۹۲/ ۷ اوقال الترمذی حسن صحیح
(۲) صحیح مسلم: ۱۹۰۸ (۳) صحیح مسلم: ۱۹۰۹

مستحب ہے کہ امام وقت امیر لشکر کوتقوی و پرہیزگاری پر ابھارے اور روانگی سے قبل جنگی امور نیز مصالحت وغیرہ جیسے امور کی تعلیم دے۔

۵۵۵- صحیح مسلم میں حضرت بریدہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی کو امیر لشکر یا امیر جنگ بناتے تو اسے خاص طور پر تقوی اور اللہ سے ڈرتے رہنے کی ہدایت دیتے اور ان کے ساتھ شامل تمام مسلمانوں کو خیر کی تعلیم دیتے پھر فرماتے:

اِغْزُوا بِاسْمِ اللّٰهِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قَاتِلُوْا مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ اِغْزُوا وَلَا تَغُلُّوا وَلَا تَغْدِرُوا وَلَا تُمَثِّلُوْا وَلَاتقتلوا وَلِيدا، وَاِذَا لَقِیْتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ فَادْعُهُمْ اِلٰی ثَلَاثِ خِصَالٍ .(۱)

اللہ کا نام لیکر اللہ کے راستہ میں جہاد کرو جس نے اللہ کے ساتھ کفر کیا اس سے جنگ کرو، جہاد کرو اور مال غنیمت میں خیانت نہ کرو، نہ عہد شکنی کرو اور نہ ہی کسی کو مثلی کرو (ناک ،کان کاٹو) نہ کسی نومولود (چھوٹے بچوں) کو قتل کرو، اور جب اپنے دشمن مشرکین کے مدمقابل ہوتو انہیں تین باتوں کی دعوت دو (پھر آگے پوری حدیث نقل کی ہے)۔

(باب-۳)

امام یا امیر لشکر کا جہاد کے موقعہ پر توریہ کرنا :

۵۵۶- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت کعب بن مالکؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کبھی کسی غزوہ کا ارادہ کرتے تو کسی اور چیز کے اظہار کے ذریعہ توریہ کیا کرتے تھے۔(۲)

نوٹ : توریہ ایسا طریقہ اختیار کرنے کو کہتے ہیں جس سے ظاہری صورت میں مقصود کے بجائے کسی اور چیز کی طرف ذہن جائے یہ عملاً بھی ہوسکتا ہے اور قولاً بھی۔

(باب-۴)

(۱) صحیح مسلم: ۱۷۳۱ (۲) دیکھئے: صحیح بخاری ۴۴۱۸ صحیح مسلم ۲۷۶۹

جذبۂ جہاد پیدا کرنا اور مجاہدین کیلئے دعا کرنا:

جہاد کرنے والوں اور جہاد کے لئے اعانت کرنے والوں کے لئے دعا کرنا اور ایسی باتوں کا ذکر کرنا جس سے ان کے دلوں میں جہاد کا جذبہ پیدا ہو افضل اور مطلوب شرعی ہے۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ. (انفال)
اے نبی ایمان والوں کو جہاد کا شوق دلائیں۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ (النساء:۸۴)
اور ایمان والوں کو رغبت دلاتے رہیں۔

۵۵۷- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خندق کے پاس گئے تو مہاجرین و انصار کو ٹھنڈی رات میں کھدائی کے کام میں مشغول پایا، ان کی تکان اور بھوک و پیاس کو دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْآخِرَةِ ' فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ (۱)
اے اللہ آرام وہ زندگی تو صرف آخرت ہی کی زندگی ہے، تو انصار و مہاجرین کو بخش دے۔

(باب-۵)

جنگ کے وقت کی دعا:

(۱) صحیح بخاری ۴۰۹۹، صحیح مسلم ۱۸۰۵

جنگ کے وقت دعاء، گریہ وزاری، تضرع اور اللہ کی کبریائی بیان کرنا، اور اللہ نے ایمان والوں کی نصرت کا جو وعدہ کر رکھا ہے، اس کو پورا کرانے کی درخواست والتجاء کرنا مستحب ہے۔

اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوْا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ وَأَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَلَاتَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ، وَلَاتَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. (انفال: ۴۵-۴۶)

اے ایمان والو! جب تم کسی مخالف فوج سے بھڑ جاؤ تو ثابت قدم رہو اور بکثرت اللہ کو یاد کرو تا کہ تمہیں کامیابی حاصل ہو، اور اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے رہو، آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائیگی اور صبر سے کام لو، یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، ان لوگوں کی طرح نہ بنو جو اتراتے ہوئے اور لوگوں میں خودنمائی کرتے ہوئے اپنے گھروں سے چلے، اور اللہ کی راہ سے روکتے تھے۔

بعض علماء کی رائے ہے کہ مذکورہ آیت کریمہ آداب جنگ سے متعلق سب سے جامع ومکمل آیت ہے۔

۵۵۸- صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جبکہ آپ اپنے خیمہ میں تھے۔

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَنْشُدُ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ، اَللّٰهُمَّ إِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ بَعْدَ الْيَوْمِ.

اے اللہ، میں آپ کو آپ کا وعدہ اور آپ کا عہد یاد دلا رہا ہوں اے اللہ

،اگر آپ چاہتے ہیں کہ آج کے بعد آپ کی عبادت نہ کی جائے۔

اتنے میں حضرت ابوبکرؓ نے آپ کا ہاتھ تھام لیا اور بولے، اے اللہ کے رسول، بس کیجئے آپ نے اپنے رب سے خوب اصرار کرلیا، تو رسول اللہ ﷺ اپنے خیمہ سے یہ کہتے ہوئے نکلے :

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ، بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ. (القمر: ۴۵-۴۶)(۱)

عنقریب (کفار کی) یہ جماعت شکست دی جائے گی، اور پیٹھ پھیر کر بھاگے گی، بلکہ قیامت کی گھڑی ان کے وعدے کا وقت ہے، اور قیامت بڑی سخت اور کڑوی چیز ہے۔

ایک اور روایت میں ہے "كَانَ ذٰلِكَ يَوْمَ بَدْرٍ" کہ یہ غزوہ بدر کا دن تھا یہ بخاری کی روایت کے الفاظ ہیں اور مسلم کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کا استقبال کیا پھر اپنا دونوں ہاتھ پھیلایا، پھر باآواز بلند اپنے پروردگا کو پکار کر کہتے رہے :

"اَللّٰهُمَّ اَنْجِزْلِيْ مَا وَعَدْتَّنِيْ اَللّٰهُمَّ آتِنِيْ مَا وَعَدْتَّنِيْ ، اَللّٰهُمَّ اِنْ تَهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةُ مِنْ اَهْلِ الْاِسْلَامِ لَاتُعْبَدْ فِي الْاَرْضِ.

اے اللہ تو نے مجھ سے جو وعدہ کر رکھا ہے اسے پورا فرما، اے اللہ تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے وہ مجھے عطا کر، اے اللہ اگر تو نے اہل اسلام کی اس جماعت کو ہلاک کردیا تو روئے زمین پر تیری عبادت نہ کی جائے گی

آپ اسی طرح ہاتھ پھیلائے ہوئے مسلسل دعا کرتے رہے اور اپنے رب کو پکارتے رہے، یہاں تک کہ آپ کی چادر کندھے سے کھسک کر گر پڑی۔

۵۵۹- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان بعض ایام میں جبکہ آپ کی مڈبھیڑ دشمنوں سے ہوئی، سورج ڈھلنے تک آپ نے

(۱) دیکھئے بخاری: ۳۹۵۳، مسلم: ۱۷۶۳

انتظار کیا پھر لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا:

اَيُّهَا النَّاسُ لَاتَتَمَنَّوا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَسَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ وَإِذَا لَقِيْتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوْا وَاعْلَمُوا اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ .

لوگو! دشمن سے مقابلہ کی آرزو مت کرو، اور اللہ سے عافیت طلب کرو، اور اگر ان سے مقابلہ ہو ہی جائے تو ثابت قدم رہو، اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سایوں تلے ہے۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ وَمُجْرِيَ السَّحَابِ، وَهَازِمَ الْاَحْزَابِ اَهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ . (۱)

اے اللہ، کتاب (قرآن) کو اتارنے والے، بادلوں کو چلانے والے اور دشمنوں کے لشکروں کو شکست دینے والے ان دشمنوں کو شکست دیدے اور ان کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔

ایک اور روایت میں یوں ہے:

اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ ، سَرِيْعَ الْحِسَابِ ، اَهْزِمِ الْاَحْزَابَ اَللّٰهُمَّ اَهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ . (۲)

اے اللہ کتاب (قرآن) کو اتارنے والے، بہت جلد حساب کر دینے والے، ان دشمنوں کی فوجوں کو شکست دیدے، اے اللہ تو ان کو پسپا کردے اور ان میں ہلچل پیدا کر کے (انہیں جھنجوڑ کر رکھ دے)

۵۶۰- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک دن خیبر میں صبح کی جب وہاں والوں نے آپ کو دیکھا تو بولے، محمد اور لشکر؟ پھر وہ

(۱) صحیح بخاری: ۳۰۲۵، صحیح مسلم: ۱۷۴۲ (۲) حوالۂ سابق

لوگ قلعہ کے اندر پناہ گزین ہوگئے، آپ ﷺ نے اپنا دونوں ہاتھ بلند کیا اور فرمایا:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، خَرِبَتْ خَیْبَرُ اِنَّا اِذا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِیْنَ . (۱)

اللہ بہت بڑا ہے، خیبر تباہ و برباد ہو، بیشک ہم جب کسی قوم کے علاقہ میں اتریں تو اس وارننگ دی ہوئی (ڈرائی ہوئی) قوم کی صبح بھیانک ہوتی ہے۔

۵۶۱- سنن ابی داوٗد میں بسند صحیح حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

اِثْنَتَانِ لَا تُرَدَّانِ، اَوْقَلَّمَا تُرَدَّانِ الدُّعَاءُ عِنْدَ النِّدَاءِ وَعِنْدَ الْبَاسِ، حِیْنَ یُلْحِمُ بَعْضُهُمْ بَعْضاً. (۲)

دو دعائیں رد نہیں کی جاتی ہیں یا یہ کہا کہ کم ہی رد کی جاتی ہیں، اذان کے وقت کی دعا اور جنگ کے وقت کی دعا جبکہ ایک دوسرے میں پیوست ہوجائیں۔

(یہ حدیث پہلے بھی نمبر ۱۱۲ پر آچکی ہے)

(یُلْحِمُ بعض معتمد نسخوں میں حار کے ساتھ اور کسی میں جیم کے ساتھ ہے مفہوم ایک ہی ہے)

۵۶۲- ابوداوٗد، ترمذی ونسائی میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی غزوہ میں ہوتے تو فرماتے :

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ عَضُدِیْ وَنَصِیْرِیْ بِكَ اَحُوْلُ وَبِكَ اَصُوْلُ وَبِكَ اُقَاتِلُ . (۱)

---

(۱) صحیح بخاری: ۳۷۱، صحیح مسلم: ۱۳۶۵

(۲) ابوداوٗد: ۲۵۴۰

اے اللہ تو ہی میرا بازو (قوت) اور تو ہی میرا مددگار ہے میں تیری ہی مدد سے تدبیر جنگ کرتا ہوں، اور تیری ہی مدد سے حملہ کرتا ہوں اور تیری ہی مدد سے لڑتا ہوں۔

امام خطابی (۹۶/۳) فرماتے ہیں کہ ''اَحُولُ'' بمعنی اَحْتَالُ یعنی کوشش وحیلہ کرنے کے ہیں اور دوسرا معنی لفظی بھی ہوسکتا ہے، یعنی روکنا اور منع کرنا ودفع کرنا، ''حَالَ بَیْنَ الشَّیْئَیْنِ'' کے طور پر کہ دو چیزوں کے درمیان حائل ہو گئے جس سے وہ ایک دوسرے سے جدا ہو گیا اور ملنے سے رک گیا، اس وقت اس کا معنی ہوگا، کہ ہم صرف تیرے ہی ذریعہ دشمنوں کو روکتے اور اسے باز رکھتے ہیں۔

۵۶۳- ابوداؤد ونسائی میں بسند صحیح حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ کو جب کسی قوم سے خطرہ ہوتا تو فرماتے :

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ. (۲)

اے اللہ بیشک ہم آپ کو ان کے سامنے (مقابلے میں) سپر بناتے ہیں، اور ان کی شرارتوں سے تیری پناہ لیتے ہیں۔

۵۶۴- ترمذی میں حضرت عمارہ بن زعکرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا :

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ : اِنَّ عَبْدِیْ کُلَّ عَبْدِی الَّذِیْ یَذْکُرُوْنِیْ وَھُوَ مُلَاقٍ قِرْنَہٗ'' (۱)

بیشک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرا بندہ میرا اکمل بندہ ہے جو دشمنوں سے مڈبھیڑ کے وقت مجھے یاد کرتا ہے۔

۵۶۵- ابن سنی کی کتاب میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول

---

(۱) ابوداؤد: ۲۶۳۷، ترمذی: ۳۵۸۴، عمل الیوم للنسائی: ۶۰۴ وقال الترمذی: حدیث حسن

(۲) سنن ابی داؤد: ۱۵۳۷، تحفۃ: ۹۱۲۸، بحوالہ سنن کبریٰ للنسائی، عمل الیوم للنسائی: ۶۰۱

اللہ ﷺ نے خیبر کے دن فرمایا:

لَاتَتَمَنَّوْ لِقَاءَ الْعَدُوِّ، فَاِنَّكُم لَاتَدْرُوْنَ مَاتُبْتَلُوْنَ بِهِ مِنْهُمْ فَاِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَقُوْلُوا: [اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبُّنَا وَرَبُّهُمْ وَقُلُوْبُنَا وَقُلُوْبُهُمْ بِيَدِكَ؟ وَاِنَّمَا يَغْلِبُهُمْ اَنْتَ](۲)

دشمن سے مقابلہ کی تمنا مت کرو کیونکہ تمہیں پتہ نہیں کہ ان کے ذریعہ تمہیں کس آزمائش میں مبتلا کیا جائے، اور جب مقابلہ ہو ہی جائے تو کہو: اے اللہ تو ہی ہمارا رب اور ان لوگوں کا رب ہے ہمارا دل اور ان دشمنوں کا دل تیرے ہی دست قدرت میں ہے، اور انہیں تو ہی مغلوب کرسکتا ہے۔

نوٹ: اس کی سند میں خلیل بن مرہ ضعیف راوی ہیں، اس کی تخریج طبرانی نے معجم صغیر میں: ۷۹۰ یہ کی ہے، طبرانی کی روایت میں "لما کان خیبر" ہے حافظ بن حجر فرماتے ہیں: ابن سنی کی کتاب کے ایک نسخہ میں "یوم حنین" ہے جو کتابت کی قدیم غلطی ہے " لاتتمنو لقاء العدو" والی روایت ابن ابی اوفی کی حدیث: ۵۵۹، پر گذر چکی ہے۔

۵٦٦- ابن سنی کی کتاب میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ کسی غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ دشمن سے آپ کا آمنا سامنا ہوگیا، تو میں نے آپ کو کہتے سنا:

يَامَالِكَ يَوْمِ الدِّيْنِ، اِيَّاكَ اَعْبُدُ وَاِيَّاكَ اَسْتَعِيْنُ.

اے روز جزا کے مالک، میں تیری ہی عبادت کرتا ہوں اور تجھ ہی سے مدد مانگتا ہوں۔

تو میں نے لوگوں کو ڈھیر ہوتے دیکھا، فرشتے آگے سے اور پیچھے سے ضربیں لگا کر ڈھیر

---

(۱) سنن ترمذی: ۳۵۸۰، قال الترمذی: لیس اسنادہ بالقوی، وقال الحافظ حسن غریب لہ شواہد قویۃ

(۲) عمل الیوم لابن سنی: ٦۷۳، حدیث ضعیف

کئے جارہے تھے۔(۱)

(یہ حدیث ضعیف ہے اور یہ نمبر ۳۴۷ پر گزر چکی ہے)

امام شافعی رحمہ اللہ نے "الام" میں بسند مرسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

أُطْلُبُوا اسْتِجَابَةَ الدُّعَاءِ عِنْدَ الْتِقَاءِ الْجُيُوشِ، وَإِقَامَةِ الصَّلَاةِ وَ نُزُوْلِ الْغَيْثِ.(۲)

دعاء کی قبولیت کی امید رکھو دشمن کے لشکروں سے مقابلہ کے وقت ،نماز کی اقامت کے وقت،اور نزول بارش کے وقت۔

(حدیث نمبر ۱۷۷ پر اس کا ذکر آچکا ہے)

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: جس حد تک قرآن کی تلاوت آسان ہو،اس وقت تلاوت کرنا موکد طور پر مستحب ہے، نیز پریشانی کے وقت کی دعاء بھی کرے جس کا ذکر حدیث نمبر:۳۵۹ میں بخاری ومسلم کے حوالہ سے آچکا ہے،اور وہ یہ ہے:

لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰـهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ،لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَرَبُّ الْأَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ.(۳)

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو بہت ہی بزرگ اور بڑا ہی بردبار ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، جو عرش عظیم کا رب ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو آسمانوں اور زمین کا پروردگار اور عرش کریم کا مالک ہے۔

اس کے علاوہ ایک دوسری حدیث کے اندر مذکور دعاء بھی کہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ السَّمَاوَاتِ

---

(۱) عمل الیوم لابن سنی:۳۳۶ (۲) الام:۲۳۱:۴

(۳) بخاری:۶۳۴۵، مسلم:۲۷۳۰

السَّبْعِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ عَزَّجَارُكَ وَجَلَّ ثَنَاءُكَ.

(اس کا ذکر نمبر: ۳۷۴ پر آچکا ہے)

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، جو بڑا بردبار و کریم ہے اللہ کی ذات پاک ہے جو ساتوں آسمان کا رب اور عرش عظیم کا مالک ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تیری پناہ مضبوط اور تیری تعریف عظیم ہے۔

نیز یہ بھی کہے:

"حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ"

اللہ ہی میرے لئے کافی ہے اور وہی بہتر کارساز ہے۔

(اس کا ذکر بھی پہلے حدیث نمبر: ۳۷۸ میں آچکا ہے)

نیز یہ بھی کہے:

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ مَاشَاءَ اللّٰهُ، لَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اِعْتَصَمْنَا بِاللّٰهِ اسْتَعَنَّا بِاللّٰهِ، تَوَكَّلْنَا عَلَى اللّٰهِ.

کوئی بھی طاقت وقوت اللہ کی مدد کے سوا میسر نہیں جو غلبہ والا اور حکمت والا ہے، اللہ جو چاہے وہی ہو ساری طاقت اللہ ہی سے ہے ہم نے اللہ کو مضبوطی سے تھاما، اللہ سے مدد چاہا، اور اللہ ہی پر بھروسہ کیا۔

اور یہ بھی کہے:

حَصَّنْتُنَا كُلَّنَا اَجْمَعِيْنَ بِالْحَيِّ الْقَيُّوْمِ الَّذِيْ لَايَمُوْتُ اَبَدًا، وَدَفَعْتُ عَنَّا السُّوْءَ بِلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ.

ہم نے اپنے سبھوں کی حفاظت کرلی حی قیوم کی ذات کے ذریعہ، جسے کبھی موت نہیں آسکتی، اور ہم نے ہر برائی کو دور کردیا، لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ کے ذریعہ۔

اور یہ بھی کہے:

یَاقَدِیْمَ الْاِحْسَانِ یَا مَنْ اِحْسَانُهٗ فَوْقَ کُلِّ اِحْسَانٍ، یَا مَالِكَ الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ، یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ، یَاذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ، یَامَنْ لَایُعْجِزُهٗ شَیْئٌ وَلَایَتَعَاظَمُهٗ شَیْئٌ اُنْصُرْنَا عَلٰی اَعْدَائِنَا هٰؤُلَاءِ وَغَیْرِهِمْ وَاَظْهِرْنَا عَلَیْهِمْ فِیْ عَافِیَةٍ وَسَلَامَةٍ عَامَةٍ عَاجِلًا.

اے ازل سے احسان کرنے والے، اے وہ ذات جس کے احسانات تمام احسانوں سے برتر ہیں، اے دنیا و آخرت کے مالک، اے ازل سے باحیات و کارساز، اے جاہ و جلال و عزت و شرف والے، اے وہ ذات جسے کوئی بے بس نہیں کرسکتا اور کوئی چیز اس کے لئے بڑی نہیں، تو ہماری مدد فرما ان دشمنوں پر بھی اور دیگر تمام دشمنوں پر بھی، اور ہمیں ان پر غلبہ و فتح نصیب فرما، عافیت و سلامتی کے ساتھ ایسا غلبہ جو عام ہو اور جلد حاصل ہونے والا ہو۔

یہ تمام اذکار مجرب ہیں اور اس کی تاکید آئی ہے (حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ان ذکار میں سے بعض مرفوع اور بعض مقطوع السند ہیں)

(باب-۶)

جنگ کے وقت بلاضرورت آواز بلند کرنے کی ممانعت:

۵۶۷- سنن ابی داوٗد میں حضرت قیس بن عباد تابعیؒ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ رسول جنگ کے وقت آواز نکالنے کو ناپسند کرتے تھے، نیز ابوداوٗد نے حضرت ابوموسیٰ سے مرفوعاً بھی نقل کیا ہے جس کے بارے میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے(۱)

(باب-۷)

جنگ کے وقت دشمن کو مرعوب کرنے کیلئے ''میں فلاں ہوں'' کہنا:

۵۶۸- صحیح بخاری ومسلم میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ حنین کے دن فرمایا:
" انا النبی لا کذب . انا ابن عبدالمطلب" میں نبی ہوں، اس میں جھوٹ نہیں، میں عبد المطلب کا لڑکا ہوں۔(۲)

۵۶۹- بخاری ومسلم میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ جب خیبری (خیبر والوں) کو للکارتے ہوئے جنگ میں صف سے آگے بڑھے تو فرمایا: "اَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَیْدَرَہ" میں وہی ہوں جس کا نام میری ماں نے حیدر (شیر) رکھا ہے۔(۳)

۵۷۰- بخاری ومسلم میں حضرت سلمہ ہی سے مروی ہے کہ جن لوگوں نے اونٹنی پر حملہ آور ہو کر لوٹ مار مچایا تھا ان کے ساتھ لڑتے ہوئے انہوں نے فرمایا:

اَنَا ابنُ الاَکوعِ ☆ وَالیومُ یَومُ الرُّضَعِ

میں اکوع کا بیٹا ہوں۔ اور آج کا دن تو کمینوں کی ہلاکت کا دن ہے۔(۴)

نوٹ: رسول اللہ ﷺ کی بیس دودھ دینے والی اونٹنی تھی، قبیلہ غطفان والوں نے اس پر حملہ کر کے اسے لوٹ لیا اور چلتے بنے، مگر حضرت سلمہ بن اکوع نے ان لوگوں کا پیچھا کیا اور شدید معرکہ کے بعد تمام اونٹنیوں کو ان سے چھڑا لیا تھا۔

(باب-۸)

جنگ میں رجزیہ اشعار کہنا:

جنگ چھڑ جانے کے بعد مقابلہ میں نکلتے ہوئے رجزیہ اشعار کہنے میں کوئی حرج نہیں

---

(۱) دیکھئے: ابوداؤد: ۲۶۵۷ (۲) صحیح بخاری: ۴۳۱۵، صحیح مسلم: ۱۷۷۶
(۳) بخاری: ۴۱۹۶، مسلم: ۱۸۰۲ (۴) صحیح بخاری: ۳۰۴۱، مسلم: ۱۸۰۶

اس باب میں بھی وہی احادیث ہیں جو اس سے قبل والے باب میں ذکر کی گئیں اس کے علاوہ مندرجہ ذیل احادیث بھی قابل ذکر ہیں۔

۵۷۱- صحیح بخاری ومسلم میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ان سے سوال کیا، غزوہ حنین کے دن کیا تم رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگے تھے؟ تو حضرت براء نے جواب دیا، مگر رسول اللہ ﷺ نہیں بھاگے تھے، میں نے آپ ﷺ کو ان کے سفید خچر پر دیکھا تھا، ابوسفیان بن حارث اس کا لگام تھامے ہوئے تھے، اور آپ ﷺ فرما رہے تھے: انـا الـنـبـی لا کذب . انا ابن عبدالمطلب. میں نبی ہوں، یہ جھوٹ نہیں، میں عبدالمطلب کا لڑکا ہوں۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ پھر آپ خچر سے اترے، دعاء کی اور اللہ سے مدد کی درخواست کی۔(۱)

۵۷۲- صحیح بخاری ومسلم میں حضرت براء ہی سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ غزوۂ خندق (احزاب) کے موقعہ پر ہمارے ساتھ مٹی ڈھو رہے تھے، مٹی سے آپ کے شکم کی سفیدی ڈھک گئی تھی اور آپ فرما رہے تھے:

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا	وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَاصَلَّيْنَا
اے اللہ اگر تو نہ ہوتا ہم ہدایت نہ پاتے	اور نہ صدقہ کرتے اور نہ نماز پڑھتے
فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا	وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقِيْنَا
اس لئے تو ہم پر اطمینان وسکون نازل فرما	اور اگر (دشمنوں سے) ہمارا مقابلہ ہوجائے تو ہمیں ثابت قدم رکھ
اِنَّ الْاُلٰى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا	اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا
بے شک فریق ثانی (فریق مخالف) ہمارے اوپر چڑھ آیا ہے	جب اس نے فتنہ برپا کرنا چاہا تو ہم نے انکار کیا۔(۱)

۵۷۳- صحیح بخاری ومسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ مہاجرین وانصار

(۱) بخاری :۴۳۱۷، مسلم :۱۷۷۶

خندق کھودرہے تھے، مٹی اپنی پیٹھوں پرمنتقل کررہے تھے اور کہتے جاتے تھے :

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا عَلَى الْإِسْلَامِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا

ہم وہی لوگ ہیں جنہوں نے محمد ﷺ سے تاحیات اسلام پر ہمیشہ باقی رہنے کی بیعت کی ہے(۲)

اور دوسری روایت کے الفاظ یوں ہیں :

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا

اس روایت میں اسلام پر بیعت کرنے کے بجائے جہاد پر بیعت کرنے کا ذکر ہے۔(۳) اور نبی کریم ﷺ جواب میں فرمارہے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّهُ لَاخَيْرَ اِلَّاخَيْرُا لْآخِرَةِ . فَبَارِكْ فِي الْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةْ

اے اللہ بھلائی تو صرف آخرت کی بھلائی ہے۔تو انصار ومہاجرین میں برکت دے۔

(باب-۹)

اختتام جہاد کے اذکار:

جہاد میں زخمی ہونے والوں سے ہمدردی کرنا اور صبر واستقامت کا اظہار کرنا مستحب ہے، بہتر ہے کہ انسان اللہ کے راستہ میں زخمی ہونے اور شہید ہونے کے انجام پر اظہار مسرت کرے، اور یقین جانے کے اس سے نقصان نہیں بلکہ بڑا فائدہ حاصل ہوا ہے، اور جو اسے گزند پہونچا ہے وہی اس کا مطلوب ومقصود ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَاتَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ، وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ اَنْ لَّاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ، يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ، وَّاَنَّ اللّٰهَ

---

(۱) بخاری:۴۱۰۶، مسلم:۱۸۰۳ (۲) بخاری:۴۱۰۰

(۳) بخاری:۴۰۹۹

لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ، الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِمَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ، الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ لَمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللَّهِ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ"

(آل عمران : ۱٦۹-۱۷٤)

جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کئے گئے ہیں ان کو ہرگز مردہ نہ سمجھیں، بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس روزیاں دئے جاتے ہیں، اور اللہ تعالٰی نے اپنا فضل جو انہیں دے رکھا ہے، اس سے بہت خوش ہیں اور خوشیاں منا رہے ہیں ان لوگوں کی بابت جو ابتک ان سے نہیں ملے ہیں، ان کے پیچھے ہیں، اس بات پر کہ انہیں نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے، وہ خوش ہوتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس سے بھی کہ اللہ تعالٰی ایمان والوں کے اجر کو برباد نہیں کرتا، جن لوگوں نے اللہ اور رسول کے حکم کو قبول کیا اس کے بعد کہ انہیں پورے زخم لگ چکے تھے، ان میں سے جنہوں نے نیکی اور پرہیزگاری برتی ان کے لئے بہت زیادہ اجر ہے، وہ لوگ کہ جب ان سے لوگوں نے کہا کہ کافروں نے تمہارے مقابلہ پر لشکر جمع کر لئے ہیں، تم ان سے خوف کھاؤ تو اس بات نے انہیں ایمان میں اور بڑھا دیا اور کہنے لگے ہمیں اللہ کافی ہے، اور وہ بہت اچھا کارساز ہے (نتیجہ یہ ہوا کہ) اللہ کی نعمت وفضل کے ساتھ یہ لوٹے، انہیں کوئی برائی نہ پہونچی، انہوں نے اللہ تعالٰی کی رضامندی کی پیروی کی، اللہ بہت بڑا فضل والا ہے۔

۵۷۴- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انسؓ سے قرار صحابہ کی شہادت یعنی بئیر معونہ والوں کے واقعہ والی حدیث میں جس میں کفار نے ان قرار کے ساتھ غداری کی پھر انہیں شہید کر دیا تھا، مروی ہے کہ کفار کے ایک شخص نے حضرت انس کے ماموں جن کا نام حرام بن ملحان ہے کو نیزہ مارا تو حضرت حرام نے کہا، اللہ اکبر رب کعبہ کی قسم میں نے کامیابی حاصل کر لی (یعنی شہادت پالیا)(۱) مسلم کی روایت میں ''اللہ اکبر'' کا لفظ حذف ہو گیا ہے۔

نوٹ: بیئر معونہ بنی سلیم کی سرزمین میں مکہ و مدینہ کے درمیان واقع ہے اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ستر قرار صحابہ کو اہل نجد کی خواہش پر روانہ کیا تاکہ وہ اہل نجد کو اسلام کی دعوت دیں اس بئیر معونہ کے پاس بنی سلیم کے دو قبائل رعل و ذکوان نے ان تمام صحابہ کو سازش کر کے بے رحمی سے قتل کر دیا تھا، یہ واقعہ ماہ صفر ۴ھ میں پیش آیا تھا۔

(باب-۱۰)

فتحیابی کے وقت کی دعا:

جب مسلمان اپنے دشمنوں پر غلبہ حاصل کر کے فتحیاب ہو جائیں تو بہتر ہے کہ اس وقت بکثرت اللہ کا شکر اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کریں، اور اقرار و اعتراف کریں کہ یہ محض اسی کے فضل اور اسی کی قدرت و طاقت سے حاصل ہوا ہے، اور یہ کہ فتح و کامرانی اللہ کی جانب سے ہے، تعداد کی کثرت پر ناز کرنے سے پرہیز کرے کیونکہ اس سے انسان کے عاجز و بے بس ہو جانے کا خطرہ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ، ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ.

(التوبہ: ۲۵)

اور حنین کی لڑائی والے دن بھی (اللہ نے تمہیں فتح دی) جبکہ تمہیں اپنی

(۱) صحیح بخاری: ۴۰۹۲، مسلم: ۶۷۷

کثرت پر ناز ہو گیا تھا، لیکن اس نے تمہیں کوئی فائدہ نہ دیا بلکہ زمین
باوجود اپنی کشادگی کے تم پر تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ پھیر کر مڑ گئے۔

(باب-۱۱)

العیاذ باللہ اگر مسلمانوں کو شکست کھاتے دیکھے تو کیا کہے :

جب یہ منظر دیکھے تو مستحب ہے کہ اللہ کے ذکر و دعا اور استغفار میں دل جمعی سے لگ جائے، اور اللہ سے وہ وعدہ پورا کرنے کی دعا کرے جو اللہ نے مؤمنین کی مدد و نصرت اور اپنے دین کو غلبہ دینے کے لئے کر رکھا ہے، اور مصائب و مشکلات کے وقت کی دعا کرے۔

(جس کا ذکر پہلے حدیث نمبر: ۳۵۹ پر آچکا ہے)

یعنی یہ دعا کرے:

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَرَبُّ الْأَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو عرش عظیم کا مالک ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو آسمانوں اور زمین کا رب اور عرش عظیم کا مالک ہے۔

اور مستحب ہے کہ ان تمام دعاؤں کا اہتمام کرے جو مصائب سے متعلق پہلے گذر چکی ہیں، یا جو خوف و وحشت اور ہلاکت خیزی کے باب میں آئندہ آئیگی۔

۱/۵۷۴- رسول اللہ ﷺ نے جب مسلمانوں کی ہزیمت و پسپائی دیکھی تو (خچر سے) اترے اور اللہ سے نصرت و مدد طلب کی اور دعا فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (احزاب: ۲۱)

یقیناً تمہارے لئے رسول میں عمدہ نمونہ ہے۔

۵۷۵- صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جس روز غزوۂ احد تھا اور مسلمان کھلے پڑ

گئے تھے تو میرے چچا انس بن نصر نے دعا کرتے ہوئے کہا تھا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعْتَذِرُ اِلَیْكَ مِمَّاصَنَعَ هٰؤُلَاءِ یَعْنِی اَصْحَابَهٗ، وَاَبْرَأُ اِلَیْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ، یَعْنِی الْمُشْرِکِیْنَ .(۱)

اے اللہ میں تجھ سے معذرکرتا ہوں اس پر جوانہوں نے کیا، یعنی صحابہ نے، اور اپنی برارت ظاہر کرتا ہوں اس سے جوان لوگوں نے کیا یعنی مشرکین نے، پھر وہ آگے بڑھے اور لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید کردیئے گئے، ہم نے ان کے جسم پر اسی سے زائد تلوار یا نیزوں کے یا تیر کے زخم ونشان پائے۔

(باب-۱۲)

جانبازوں کی ہمت افزائی کرنا:

جنگ کے دوران جن مجاہدین میں بہادری ودلیری اور جانبازی نظر آئے، امیر کو چاہیے کہ اس کی تعریف وتحسین اور ہمت افزائی کرے۔

۵۷۶- صحیح بخاری ومسلم میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث کے ضمن میں جس میں کفار کا مدینہ کے چراگاہوں پر حملہ آور ہوکر اونٹوں کو ہنکا لیجانا، پھر حضرت سلمہ و ابوقتادہ کا انکا پیچھا کرنا مذکور ہے، اس کے اندر حضرت سلمہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کَانَ خَیْرَ فُرْسَانِنَا الْیَوْمَ اَبُو قَتَادَةَ وَخَیْرَ رَجَّالَتِنَا سَلَمَةُ .(۱)

آج کے دن ہمارے سواروں میں سب سے بہتر ابوقتادہ اور پیادوں میں سب سے بہتر سلمہ تھے۔

(باب-۱۳)

---

(۱) صحیح بخاری:۴۰۴۸

غزوہ سے واپسی کے بعد کیا ہونا چاہیے:

اسی باب میں وہ احادیث ہیں جو عنقریب انشاء اللہ مسافروں کے اذکار اور سفر سے واپسی کی دعاؤں کے باب میں آئیں گی۔

کتاب اذکار المسافر

(۱) صحیح بخاری ۱۴۱/۳۰۴و۱۹۴/۴، صحیح مسلم ۱۸۰۶۔

(مسافروں کے اذکار کے بیان میں)

یادرکھیں کہ وہ دعائیں جو صبح وشام اور مختلف احوال میں مقیم کے لئے مستحب ہے وہی مسافروں کے لئے بھی مستحب ہیں، اس کے علاوہ بھی مسافروں کے لئے کچھ دعائیں وارد ہوئی ہیں، اور یہی اس باب کا مقصود ہے اور یہ بے شمار و پھیلا ہوا ہے، ہم اس کے اہم اور با مقصد حصہ کو اختصار کے ساتھ بیان کرنے کی کوشش کریں گے، اور اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اور اس سے مدد طلب کرتے ہوئے اس کے مناسب ابواب قائم کریں گے۔

(باب-۱)

استخارہ اور مشاورت:

جس کے ذہن میں سفر کا خیال پیدا ہو، اسے چاہئے کہ ایسے شخص سے مشورہ کرے جس کے بارے میں اسے ناصح و مشفق اور تجربہ کار ہونے کا علم ہو اور اس کی قابلیت و دیانتداری پر مکمل بھروسہ ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ" (آل عمران:۱۵۹) اور ان سے کام کا مشورہ کیا کرو اس کے دلائل (کتاب وسنت میں) بیشمار ہیں، اور جب مشورہ کرے اور اس میں مصلحت نظر آئے تو اللہ تعالیٰ سے اس کے بارے میں استخارہ کرلے، یعنی فرض کے علاوہ دو رکعت نماز پڑھے، اس کے بعد دعاء استخارہ پڑھے، جس کا ذکر (حدیث نمبر:۳۵۶ پر) پہلے آچکا ہے۔

استخارہ کرنے کی دلیل صحیح بخاری کی وہی سابقہ حدیث (نمبر:۶۳۸۲) ہے جو دعاء استخارہ کے آداب اور نماز استخارہ کے بیان میں پہلے گذر چکی ہے واللہ اعلم

(باب-۲)

سفر کا پختہ ارادہ ہو جانے کے بعد کی دعاء:

جب سفر کا پختہ ارادہ ہو جائے تو تمام امور کی انجام دہی کی سعی کرے مثلا جس کے بارے میں وصیت کرنے کی ضرورت ہو اس کے بارے میں وصیت کرے اس وصیت پر لوگوں کو گواہ بنائے ، اگر کسی کے ساتھ کوئی معاملہ یا روابط و تعلقات یا لین دین ہو تو اس سے (معافی تلافی کے ذریعہ) مباح و حلال کرے) اپنے والدین وشیوخ کو راضی کرے ، اور جس جس سے بر وصلہ کا معاملہ کرنا مطلوب و مستحب ہے اس سے بر وصلہ اور خیر سگالی کا اظہار کرے اور اللہ تعالیٰ سے تمام گناہوں اور خلاف شرع باتوں سے توبہ واستغفار کرے ، اور اللہ سے سفر میں اعانت و مدد طلب کرے ، اور سفر کی ضروریات کی جانکاری حاصل کرنے کی حتی المقدور کوشش کرے۔

اگر غزوہ وجہاد کے لئے نکل رہا ہے ، تو ان باتوں کا علم حاصل کرنے کی کوشش کرے جس کا علم ہر غازی کو ہونا ضروری ہے ، یعنی جنگی امور ، دعائیں ، غنیمت کے مال کا مسئلہ ، جنگ میں پسپائی کی حرمت کی تعظیم وغیرہ۔

اگر حج یا عمرہ کے لئے نکل رہا ہے تو مسائل حج وعمرہ سیکھے یا اپنے ساتھ اس سے متعلق کتاب رکھے ، اگر سیکھے بھی اور کتاب بھی ساتھ رکھے تو زیادہ بہتر ہے ، اسی طرح غازی وغیرہ بھی (مسائل نماز سیکھنے کے بعد اگر ساتھ میں کتاب بھی رکھے تو بہتر ہے) اور افضل ہے کہ اپنے ساتھ ایسی کتاب رکھے جس میں وہ تمام باتیں ہوں جس کی اس سفر کے دوران ضرورت پیش آسکتی ہو۔

اور اگر تاجر ہے اور بغرض تجارت سفر پر نکل رہا ہے تو تجارت کے مسائل سیکھے یعنی کس طرح خرید وفروخت درست ہے اور کس طرح درست نہیں ، کن باتوں سے بیع باطل ہوتی ہے ؟ اس میں کیا حلال ہے اور کیا حرام ؟ کیا مستحب ہے اور کیا مکروہ ؟ کیا مباح و جائز ہے ؟ اور کس کس پر ترجیح حاصل ہے۔

اگر عبادت و ریاضت وسیاحت ، اور لوگوں سے یکسوئی وتنہائی حاصل کرنے کے لئے (ملاقات کے لئے) نکل رہا ہے تو دینی امور میں اسے جن چیزوں کی ضرورت پیش آسکتی ہے اسے سیکھنے کی کوشش کرے ، کیونکہ یہی اس کا مطلوب اور اسی کی جستجو اس کے لئے سب سے اہم ہے۔

اگر شکار کی غرض سے نکل رہا ہے تو شکاریوں کو جن باتوں کی ضرورت پیش آتی ہے اس

کی جانکاری حاصل کرے، اور سمجھے کہ کونسا جانور حلال اور کونسا حرام ہے اور کس سے شکار حلال اور کس سے حرام ہوتا ہے، اور ذبح کے لئے اور حلال ہونے کے لئے کیا شرائط ہیں؟ اور شکاری کتا یا تیر سے شکار میں حلت کے لئے کیا کافی (شرط) ہے، وغیرہ۔

اور اگر چرواہا ہے، تو وہ باتیں سیکھے جو دوسروں کے لئے اور تنہائی کے لئے نکلنے والوں کے لئے اوپر بیان کی گئیں، نیز جانوروں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ اور اس کے مالکوں کے ساتھ نصیحت و بہتری اور اس کی حفاظت پر توجہ و بیداری وغیرہ جیسی باتوں سے واقفیت حاصل کرے، اور کسی عارضہ کے پیش نظر آنے کی صورت میں اگر کسی جانور کو ذبح کرنے کی ضرورت و نوبت پیش آئے تو اس سلسلے میں پیشگی اس کے مالک سے اجازت حاصل کرے۔

اور اگر کسی حکمراں کا کسی حکمراں کے لئے قاصد وغیرہ ہے تو ان باتوں کا علم حاصل کرے جو اس کے لئے ضروری ہے مثلاً بڑوں سے مخاطب ہونے کے آداب، اور گفتگو و محاورات میں پیش آنے والی باتوں کا جواب اور یہ کہ کونسا ہدیہ، تحفہ یا ضیافت حلال ہے، اور کونسا حرام، اور یہ کہ کہاں مصلحت کی رعایت ضروری ہے، اور کہاں نہیں، اور کہاں دل کی بات کا اظہار کرنا مناسب ہے اور کہاں نہیں، اور یہ کہ نہ خیانت کرے نہ دھوکہ دے، نہ منافقانہ چال چلے ــــــ خیانت یا غداری کے اسباب پیدا کرنے سے یا کسی بھی ناجائز و حرام وغیرہ امور سے سختی سے پرہیز کرے۔

اور اگر کسی کا وکیل ہے یا قرض وغیرہ کی وصولی پر مامور ہے تو وہ ان باتوں کی واقفیت حاصل کرے جس کی اس میں ضرورت پیش آسکتی ہے، کہ کون سی چیز خریدی جاسکتی ہے اور کونسی نہیں کونسی چیز بیچی جاسکتی ہے، اور کونسی نہیں، کس چیز میں تصرف کرسکتا ہے اور کس میں نہیں، کس چیز میں گواہ بنانا شرط ہے اور کس میں نہیں، کس میں واجب ہے اور کس میں واجب نہیں، کس چیز کے لئے سفر کیا جاسکتا ہے، اور کس کے لئے نہیں۔

ان تمام لوگوں پر جو بحری سفر کرنا چاہتے ہوں، ضروری ہے کہ وہ ان احوال کا علم حاصل کریں جس میں بحری سفر کرنا جائز اور کس میں ناجائز ہیں اور یہ تمام باتیں فقہ کی کتابوں میں مفصل مذکور ہیں، یہ کتاب اس لائق نہیں کہ ان تمام مسائل کا اس میں احاطہ کیا جاسکے۔

اس جگہ میرا مقصد صرف اذکار و دعاؤں کو بیان کرنا ہے اور مذکورہ باتوں کا علم حاصل کرنا اور ان سے واقفیت حاصل کرنا بھی منجملہ ان اذکار میں سے ہے جن کا ذکر شروع کتاب میں آچکا ہے۔

میں اللہ تعالیٰ سے توفیق اور اپنے لئے، دوستوں و احباب کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے خاتمہ بالخیر کی دعا و درخواست کرتا ہوں۔

(باب-۳)

گھر سے نکلتے وقت کے اذکار :

۵۷۷- جب گھر سے نکلنے کا ارادہ ہو تو اس حدیث کی روشنی میں مستحب ہے کہ دو رکعت نماز پڑھے، پھر دعا کرے۔ مطعم بن مقدام الصنعانیؒ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَاخَلَّفَ اَحَدٌ عِنْدَ اَهْلِهٖ اَفْضَلَ مِنْ رَكْعَتَيْنِ يَرْكَعُهُمَا عِنْدَهُمْ حِيْنَ يُرِيْدُ سَفَراً (۱)

کسی نے اپنے اہل خانہ میں اس دو رکعت سے افضل چیز اپنے پیچھے نہیں چھوڑا جو دو رکعت نماز وہ ان کے پاس سفر کے ارادہ کے وقت پڑھتا ہے۔

بعض علماء شوافع فرماتے ہیں کہ ان دو رکعتوں میں سے پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد "قُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ" اور دوسری رکعت میں "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" پڑھنا مستحب ہے، بعض علماء کا خیال ہے کہ پہلی رکعت میں "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ" اور دوسری رکعت میں "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ" پڑھنا چاہئے اور سلام پھیرنے کے بعد آیت الکرسی پڑھنا چاہئے کیونکہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جس نے گھر سے نکلنے سے پہلے آیت الکرسی پڑھ لیا واپسی تک اسے کوئی گزند نہیں پہونچ سکتا۔

نوٹ : حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: اس لفظ کے ساتھ یہ حدیث مجھے کہیں نہیں ملی، البتہ امام

(۱) المناسک للطبرانی: کنز العمال: ۶/۱۷۵۳۰، بحوالہ ابن ابی شیبہ عن المعطم مرسلاً

ترمذی نے اپنی سنن کے اندر اور ابن سنی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے بسند ضعیف روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ قَرأَ آيَةَ الْكُرْسِيّ وَحٰمٓ حَتّٰى يَنْتَهِيْ اِلَىْ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ حِيْنَ يُمْسِيْ حُفِظَ بِهِمَا حَتّٰى يُصْبِحَ وَمَنْ قَرَأَهُمَا مُصْبِحاً حُفِظَ بِهِمَا حَتّٰى يُمْسِيْ"

نیز امام ترمذی نے ابوایوب کی ایک طویل حدیث بسند حسن نقل کی ہے جس کے اندر:

آيَةَ الْكُرْسِيّ اِقْرَأْهَا فِيْ بَيْتِكَ لَايَقْرُبُكَ شَيْطَانٌ وَلَا غَيْرُهٗ" (۱)۔

اپنے گھر میں آیت الکرسی پڑھ لو شیطان یا اس کے علاوہ اور کوئی چیز تم سے قریب نہیں ہوگی۔

نیز "لایلف قریش" بھی پڑھنا مستحب ہے۔

مسلک شافعی کے فقیہ وقت، ظاہری کرامات کے مالک، حیران کن احوال کی برگزیدہ شخصیت، مقام معرفت کے چراغ امام ابوالحسن قزوینی فرماتے ہیں:

إنها امان من كل سوءٍ یہ ہرنا گوار بات اور مضرتوں سے امن وامان دینے کی ہے۔

ابوطاہر جشتو یہ فرماتے ہیں: میں نے سفر کا ارادہ کیا، مگر میں سفر سے خائف تھا، میں قزوینی کے پاس گیا اور دعا کی درخواست کی تو انہوں نے (میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی) اپنی طرف سے پہل کرتے ہوئے مجھ سے فرمایا: اگر کوئی سفر کا ارادہ کرے اور دشمن کا خطرہ محسوس کرے، یا سفر سے متوحش ہو تو اسے "لایلف قریش" پڑھنا چاہیے، کیونکہ یہ سورت ہرنا گوار باتوں اور مضرتوں سے امان دینے والی ہے، چنانچہ میں نے اسے پڑھا تو ابتک میرے ساتھ کوئی حادثہ پیش نہیں آیا۔

جب اس کی قرارت سے فارغ ہو تو مستحب ہے کہ نہایت رقت واخلاص کے ساتھ

(۱) دیکھیں: سنن ترمذی: ۲۸۷۹، ۲۸۸۰، وعمل الیوم واللیلہ لابن سنی: ۷۵

دعا کرے، اور سب سے بہتر بات یہ ہے کہ وہ دعا میں کہے :

اَللّٰهُمَّ بِكَ اَسْتَعِيْنُ وَعَلَيْكَ اَتَوَكَّلُ اَللّٰهُمَّ ذَلِّلْ لِيْ صُعُوْبَةَ اَمْرِيْ وَسَهِّلْ عَلَيَّ مَشَقَّةَ سَفَرِيْ ، وَارْزُقْنِيْ مِنَ الْخَيْرِ اَكْثَرَ مِمَّا اَطْلُبُ ، وَاصْرِفْ عَنِّيْ كُلَّ شَرٍّ ، رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْتَحْفِظُكَ وَاَسْتَوْدِعُكَ نَفْسِيْ وَدِيْنِيْ وَاَقَارِبِيْ وَكُلَّ مَا اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ بِهٖ مِنْ آخِرَةٍ وَدُنْيَا فَاحْفَظْنَا اَجْمَعِيْنَ مِنْ كُلِّ سُوْءٍ يَا كَرِيْمُ .

اے اللہ میں تجھ ہی سے مدد مانگتا ہوں، تجھ ہی پر بھروسہ کرتا ہوں، اے اللہ تو میرے کام کی مشکلات کو آسان کردے ، اور میرے سفر کی مشقتوں کو ہلکا کردے، اور جتنا میں مانگ رہا ہوں، اس سے بڑھ کر مجھے خیر نصیب فرما، اور ہر شر و برائی کو مجھ سے دور کردے، اے اللہ تو میرے سینہ کو کھول دے، میرے کام کو آسان بنادے، اے اللہ میں تیری حفاظت میں آتا ہوں، اور اپنی جان، اپنا دین، اپنے اہل وعیال اور اپنے رشتہ دار، اور دنیا و آخرت کی وہ تمام نعمتیں جو تو نے مجھ پر یا ان پر کئے ہیں، سب کو تیرے سپرد کرتا ہوں، اے اللہ تو ہم سبھوں کی ہر نقصان و برائی سے حفاظت فرما، اے بڑے کرم کرنے والے۔

حمد باری تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام بھیج کر دعا شروع کرے اور اسی پر ختم بھی کرے، اور جب جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہو تو (مندرجہ ذیل دعا) کہے :

۵۷۸- ابن سنی کی کتاب میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب بھی سفر کا ارادہ کیا تو اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے یہ کلمات کہے :

اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ تَوَجَّهْتُ وَبِكَ اِعْتَصَمْتُ اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ مَا اَهَمَّنِيْ وَمَا لَا اَهْتَمُّ لَهٗ اَللّٰهُمَّ زَوِّدْنِي التَّقْوٰى وَاغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ

وَوَجِّهْنِی لِلْخَیْرِ اَیْنَمَا تَوَجَّهْتُ.(۱)

اے اللہ میں تیری ہی طرف متوجہ ہورہا ہوں، اور تیرا ہی سہارا لے رہا ہوں، اے اللہ تو کفایت کر ان باتوں سے جو میرے لئے ضروری ہیں اور ان باتوں سے جس کی میں پروانہیں کرتا، اے اللہ تو مجھے پرہیزگاری کی روزی دے، اور میرے گناہ بخش دے اور میں جدھر جاؤں مجھے خیر کی طرف راغب رکھ۔

(باب-۴)

سفر کیلئے گھر سے نکلنے کے بعد کی دعا

گھر سے نکلتے وقت کیا کہنا چاہئے اس کا ذکر شروع کتاب میں (حدیث نمبر:۵۵پر) آچکا ہے، وہی دعا مسافر کو بھی نکلتے وقت کرنی چاہئے، بلکہ کثرت سے اس کا ورد رکھنا مسافر کے لئے مستحب ہے۔

یہ بھی مستحب ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال دوست واحباب، پڑوسیوں ورشتہ داروں کو رخصت کرے اور ان سے اپنے لئے دعا کی درخواست کرے اور خود اُن کے لئے دعائیں کرے۔

۵۷۹- مسند امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ وغیرہ میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اِنَّ اللّٰهَ اِذَا اسْتُوْدِعَ بِشَئٍ حَفِظَهٗ"(۲)

کہ اللہ کے سپرد جب کوئی چیز کر دی جاتی ہے، تو وہ اس کی حفاظت کرتا ہے۔

۵۸۰- ابن سنی وغیرہ کی کتاب میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

(۱) عمل الیوم واللیلہ لابن سنی: ۴۹۶، حدیث ضعیف عمر بن مساور منکر

(۲) مسند امام احمد: ۲/۸۷، قال الحافظ: حدیث صحیح

مَنْ اَرَادَ اَنْ یُسَافِرَ فَلْیَقُلْ لِمَنْ یُخَلِّفُ [اَسْتَوْدِعُكُمُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا تَضِیْعُ وَدَائِعُهٗ"](۱)

جوسفر کا ارداہ کرے وہ اپنے پیچھے چھوڑنے والے قائم مقام کو کہے میں تم لوگوں کو اس اللہ کے سپرد کرتا ہوں جس کی امانت کبھی ضائع نہیں ہوسکتی۔

۵۸۱- حضرت ابوہریرہؓ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِذَا اَرَادَ اَحَدُكُمْ سَفَرًا فَلْیُوَدِّعْ اِخْوَانَهٗ ، فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی جَاعِلٌ فِیْ دُعَائِهِمْ خَیْرًا.

جب تم میں سے کوئی سفر کا ارادہ کرے تو اپنے بھائیوں کو رخصت کرے ، کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں میں خیر رکھتا ہے۔

نوٹ: امام طبرانی نے ''الاوسط'' میں اس کی تخریج کی ہے، اور اس کے الفاظ یوں ہیں:'' اِذَا اَرَادَ احدٌ منكم سفرًا فليسلم على اخوانه فانهم يزيد ونه بدعائهم الى دعائه خيرًا'' جب تم میں سے کوئی سفر کا ارادہ کرے تو اپنے بھائیوں کو سلام کرے، کیونکہ وہ لوگ اس کی دعا کے ساتھ جواباً اپنی دعا میں خیر کا اضافہ کریں گے۔(۲) اور جو لوگ اسے رخصت کریں انہیں یہ کہنا چاہئے۔

۵۸۲- سنن ابی داؤد میں حضرت قزعہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا، آؤ میں تمہیں اسی طرح رخصت کروں جس طرح رسول اللہ ﷺ نے مجھے رخصت کیا تھا:

اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِیْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَخَوَاتِمَ عَمَلِكَ.(۱)

میں اللہ کے سپرد کرتا ہوں تمہارے دین، تمہاری امانت و دیانت اور

---

(۱) عمل الیوم لابن سنی:۵۰۶، وقال الحافظ: حدیث صحیح

(۲) دیکھئے طبرانی:۲۸۶۳، بقول ھیثمی یہ حدیث ضعیف ہے:۳/۲۱۰

تمہارے عمل کے خاتموں (یعنی انجام سفر) کو۔

امام خطابی فرماتے ہیں کہ اس جگہ امانت سے مراد اس کے اہل وعیال مال واسباب اور وہ تمام چیزیں ہیں جسے وہ اپنے پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہیں، اور جسے وہ کسی امانت دار شخص کے پاس رکھ کر اس کی حفاظت کر سکتا ہے، اور دین کا ذکر اس جگہ محض اس لئے ہے کہ دوران سفر مشقت کا اندیشہ ہے، اور اس کی وجہ سے دینی امور میں کوتاہی کا امکان یا ابتلاء فتنہ ہونے کا خطرہ ہے۔(۲)

۵۸۳- سنن ترمذی میں نافع حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی کو رخصت کرتے تو اس کا ہاتھ پکڑتے اور اس وقت تک اپنا ہاتھ جدا نہیں کرتے جب تک کہ رخصت ہونے والا خود اپنا ہاتھ الگ نہ کر لیتا، پھر آپ ﷺ فرماتے:

اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَآخِرَ عَمَلِكَ. (۳)

میں اللہ کے سپر کرتا ہوں تمہارے دین، تمہاری امانت ودیانت اور تمہارے آخری عمل (یعنی انجام سفر) کو

۳۸۴- ترمذی ہی میں حضرت سالم سے مروی ہے کہ جب کوئی شخص سفر کا ارادہ کرتا تو حضرت ابن عمر اسے کہتے: ''مجھ سے قریب ہو جاؤ، تا کہ میں تمہیں اسی طرح رخصت کروں جس طرح رسول اللہ ﷺ ہمیں رخصت کرتے تھے، پھر کہتے:

اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيْمَ عَمَلِكَ''(۴)

میں اللہ کے سپرد کرتا ہوں تمہارے دین، تمہاری امانت اور تمہارے عمل کے خاتموں کو۔

۵۸۵- سنن ابی داؤد وغیرہ میں بسند صحیح صحابی رسول حضرت عبداللہ بن یزید الخطمیؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب لشکروں کو روانہ کرتے تو فرمایا کرتے تھے:

اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيْمَ عَمَلِكُمْ'' (۱)

---

(۱) سنن ابی داؤد: ۲۶۰۰، قال الحافظ: حدیث حسن (۲) دیکھیے: خطابی: ۳/۷۶

(۳) سنن ترمذی: ۳۴۴۲، وقال الترمذی حسن صحیح (۴) سنن ترمذی: ۳۴۴۳، وقال الترمذی حسن صحیح

میں اللہ کے سپرد کرتا ہوں تمہارے دین، تمہاری امانت و دیانت اور تمہارے اعمال کے خاتموں کو۔

۵۸۶- سنن ترمذی میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول، میرا ارادہ سفر کا ہے، آپ مجھے زاد راہ دیں (یعنی راستے کے لئے کچھ ہدایات اور تعلیمات و نصائح عنایت فرمائیں) تو آپ ﷺ نے فرمایا: زَوَّدَكَ اللّٰهُ التَّقْوٰى" اللہ تعالیٰ تقویٰ و پرہیز گاری کو تیرا توشۂ سفر بنائے، اس شخص نے عرض کیا، تھوڑا اور اضافہ فرمائیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا "وَغَفَرَ ذَنْبَكَ" اور تیرے گناہوں کو بخش دے، اس نے پھر عرض کیا کچھ اور اضافہ فرمائیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: وَيَسَّرَ لَكَ الْخَيْرَ حَيْثُمَا كُنْتَ"، تو جہاں کہیں بھی رہے اللہ تیرے لئے خیر و برکت کو آسان فرمادے۔(۲)

(باب-۵)

اہل خیر سے وصیت کی درخواست کرنا:

۵۸۷- سنن ترمذی و ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول: میں نے سفر کا ارادہ کیا ہے، آپ مجھے کچھ ہدایات دیں، وصیت کریں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَالتَّكْبِيْرَ عَلٰى شَرَفٍ.

اللہ تعالیٰ کا تقویٰ و پرہیز گاری (اللہ سے خوف) کو لازم پکڑو، اور ہر بلندی پر تکبیر کہو۔

جب وہ شخص لوٹنے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"اَللّٰهُمَّ اطْوِ لَهُ الْبَعِيْدَ وَهَوِّنْ عَلَيْهِ السَّفَرَ. (۱)

اے اللہ تو اس کے لئے دوری کو لپیٹ دے (مسافت کم کردے) اور

---

(۱) سنن ابی داود: ۲۶۰۱

(۲) دیکھئے: ترمذی: ۳۴۴۴، وقال الترمذی حدیث حسن

اس کے لئے سفر کو آسان بنادے۔

(باب-۶)

مسافر سے دعار کی درخواست کرنا:

مقیم اگرچہ مسافر سے افضل ہو اس کا مسافر سے مقدس و بابرکت مقامات پر دعار کرنے کے لئے کہنا مستحب ہے۔

۵۸۸- سنن ابی داؤد و ترمذی وغیرہ میں حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں، کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عمرہ کی اجازت طلب کی تو آپ نے اجازت مرحمت فرماتے ہوئے کہا: لاتنسنا یا اخی من دعائك، میرے بھیا اپنی دعار میں ہمیں مت بھولنا، حضرت عمر فرماتے ہیں، آپ نے وہ بات کہی کہ اس کے بدلے اگر مجھے ساری دنیا بھی مل جاتی تو مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں، اُشْرِکْنَا یَا اُخَیَّ فِیْ دُعَائِكَ، میرے بھیا اپنی دعار میں ہمیں بھی شریک رکھنا۔(۲)

نوٹ: ترمذی کے الفاظ اس طرح ہیں، اَیْ اُخَیَّ اَشْرِکْنَا فِیْ دُعَائِكَ وَلَاتَنْسَنَا، اومیرے بھائی، اپنی دعار میں ہمیں بھی شامل رکھنا اور ہمیں مت بھلانا۔

(باب-۷)

جب اپنی سواری پر سوار ہو تو کیا کہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

(۱) دیکھئے: سنن ترمذی: ۳۴۴۵، وسنن ابن ماجہ: ۱۷۷۴، وقال الترمذی: حدیث حسن

(۲) ابوداؤد: ۱۴۹۸، ترمذی ۳۵۶۲، وقال الترمذی: حدیث حسن صحیح

وَجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَاتَرْكَبُوْنَ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوا سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ. (الزخرف:۱۲-۱۴)

اور تمہارے لئے کشتیاں بنائیں اور چوپائے جانور پیدا کئے جن پر تم سوار ہوتے ہو، تاکہ تم ان کی پیٹھ پر جم کر سوار ہوا کرو، پھر تم اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو جب اس پر ٹھیک ٹھاک بیٹھ جاؤ، اور کہو پاک ذات ہے اس کی جس نے اسے ہمارے بس میں کر دیا حالانکہ ہمیں اسے قابو کرنے کی طاقت نہ تھی۔

۵۸۹- ابوداؤ، ترمذی ونسائی میں باسانید صحیحہ حضرت علی بن ربیعہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی بن ابی طالبؓ کو دیکھا کہ ان کے پاس سواری کے لئے ایک جانور لایا گیا، جب حضرت علی نے اپنا پاؤں رکاب میں ڈالا تو کہا: بسم اللہ (شروع اللہ کے نام سے) اور جب اس کی پیٹھ پر جم کر بیٹھ گئے تو فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ، وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ.

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے اسے ہمارے قابو میں کر دیا، ہم تو اسے قابو میں نہیں لا سکتے تھے، اور ہم تو اپنے رب ہی کے پاس لوٹ کر جانے والے ہیں۔

پھر تین بار "الحمد للہ" اور تین بار "اللہ اکبر" کہا پھر فرمایا:

سُبْحَانَكَ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ اِنَّهٗ لَايَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ.

تو پاک ہے بیشک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے، تو مجھے بخش دے

کیونکہ تیرے سوا اور کوئی گناہوں کو نہیں بخش سکتا۔

پھر حضرت علی ہنسنے لگے، لوگوں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین آپ کو کس بات پر ہنسی آئی ؟ تو حضرت علی نے جواب دیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا جس طرح میں نے کیا، پھر آپ ﷺ اس کے بعد اسی طرح ہنس پڑے تھے، تو میں نے کہا تھا، اے اللہ کے رسول آپ کو کس بات پر ہنسی آئی ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

اِنَّ رَبَّكَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی يَعْجَبُ مِنْ عَبْدِهٖ اِذَا قَالَ : اِغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ يَعْلَمُ اَنَّهٗ لَايَغْفِرُ الذُّنُوْبَ غَيْرِیْ"(۱)

تیرا رب سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندہ سے خوش ہوتا ہے جب وہ بندہ کہتا ہے "اغفرلی ذنوبی" (اے میرے رب) تو میرے گناہوں کو بخش دے، بندے کو پتہ ہے کہ میرے سوا کوئی اور گناہوں کو نہیں بخش سکتا۔

۵۹۰- صحیح مسلم کتاب المناسک میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر کے لئے نکلتے ہوئے اپنی اونٹنی پر اچھی طرح بیٹھ جاتے تو تین بار تکبیر کہتے پھر فرماتے:

سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ، وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ فِیْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی ، اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِعَنَّا بُعْدَهٗ، اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِی الْاَهْلِ ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَاٰبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَالْاَهْلِ .

پاک ہے وہ اللہ جس نے اس سواری کو ہمارے قابو میں کر دیا ورنہ ہم اس کو اپنے قابو میں نہیں لا سکتے تھے، اور بیشک ہم اپنے پروردگار

---

(۱) ابوداؤد: ۲۶۰۲، ترمذی: ۳۴۴۶، عمل الیوم للنسائی: ۵۰۲، وقال الترمذی: حدیث حسن اور بعض نسخوں میں: حدیث حسن صحیح بھی ہے، مذکورہ الفاظ ابوداؤد کی روایت کے ہیں

کی طرف ضرور لوٹ کر جانے والے ہیں، اے اللہ ہم اس سفر میں نیکی اور پرہیز گاری کی اور جو عمل تجھے پسند ہو اس کی درخواست کرتے ہیں، اے اللہ تو ہمارا یہ سفر ہم پر آسان کردے، اور اس کی مسافت کو طے کردے، اے اللہ تو ہی سفر میں ہمارا رفیق اور گھر بار میں ہمارا قائم مقام ہے، اے اللہ تجھ سے سفر کی سختیوں سے اور سفر میں کسی تکلیف دہ منظر سے اور بیوی بچوں اور مال و اسباب میں تکلیف دہ واپسی سے تیری پناہ لیتا ہوں۔

اور جب سفر سے واپس آئے تو واپسی پر بھی یہ دعا پڑھے اور اس کے ساتھ یہ بھی کہے:

آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ.(۱)

ہم اب اس سفر سے لوٹ رہے ہیں، اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں ہر حال میں اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اپنے پروردگار کی حمد و ثنا کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ جب پہاڑی راستوں کی بلندی کو چڑھتے تو تکبیر کہتے اور جب نشیب کو اترتے تو تسبیح کہتے تھے۔(۲)

۵۹۱- صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن سرجس ؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر کرتے تو سفر کی سختیوں، تکلیف دہ واپسی، زیادتی کے بعد کمی، یا اچھائی کے بعد برائی، مظلوم کی بددعا، اہل و عیال اور مال و اسباب میں تکلیف دہ منظر دیکھنے سے پناہ مانگتے تھے۔(۱)

نوٹ: ''نعوذ باللہ من الحور بعد الکور'' حور کے معنی توڑنے اور کم کرنے کے ہیں اور ''کور'' کے معنی لپیٹنے کے ہیں، اور یہ دراصل ماخوذ ہے عمامہ کا لپیٹنے کے بعد کھولنے سے، اس کا مفہوم یا قول یہ ہے کہ ہم پناہ مانگتے ہیں زیادتی کے بعد نقصان و کمی سے یا کسی کام کی درستگی اور بہتری کے

---

(۱) صحیح مسلم: ۱۳۴۲، یہ مسلم کی روایت کے الفاظ ہیں

(۲) دیکھئے: ابوداؤد: ۲۵۹۹

بعد بگاڑ وفساد سے، یا جماعت میں ہونے کے بعد جماعت (ملت) سے نکلنے سے، ایک روایت میں ''کور'' کے بجائے ''کون'' ہے اس وقت مفہوم ہوگا اچھی حالت میں رہنے کے بعد بری حالت کی طرف واپسی سے۔

۵۹۲- سنن ترمذی، نسائی وابن ماجہ میں باسانید صحیحہ حضرت عبداللہ بن سرجسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر کرتے تو کہتے:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِى السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِى الْاَهْلِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ، وَمِنَ الْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْنِ، وَمِنْ دَعْوَةِ الْمَظْلُوْمِ وَمِنْ سُوْءِ الْمَنْظَرِ فِى الْاَهْلِ وَالْمَالِ. (۲)

اے اللہ تو ہی میرا رفیق سفر اور بیوی بچوں میں میرا قائم مقام ہے، اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں سفر کی سختیوں، تکلیف دہ واپسی اچھی حالت سے بری حالت کی طرف لوٹنے مظلوم کی بددعا، اور اہل وعیال اور مال واسباب میں تکلیف دہ واپسی سے۔

''الحور بعد الکور'' بھی مروی ہے یعنی کسی روایت میں ''الکون'' ہے اور کسی میں ''الکور'' امام ترمذی فرماتے ہیں کہ دونوں طرح درست ہے، اس کا مفہوم ہے ایمان سے کفر کی طرف واپسی، یا طاعت وبندگی سے گناہ ومعصیت کی طرف واپسی یعنی کسی اچھی حالت سے بری حالت کی طرف لوٹنا'' —— یہ امام ترمذی کا کلام ہے، دیگر علماء محدثین نے بھی اسی طرح اس کا مفہوم نقل کیا ہے، خواہ نون کے ساتھ کون ہو یا راء کے ساتھ کور، یعنی استقامت سے تزلزل اور زیادتی سے کمی کی طرف واپسی۔

علماء کہتے ہیں کہ راء کی روایت ''تکویرا العمامۃ'' (عمامہ لپیٹنے) سے ماخوذ ہے

---

(۱) صحیح مسلم: ۱۳۴۳

(۲) سنن ترمذی: ۳۴۳۹، سنن نسائی: ۵۵۰۰، سنن ابن ماجہ: ۳۸۸۸، وقال الترمذی: حسن صحیح

جس کا معنی عمامہ لپیٹنا اور سر پر یکجا کرنا ہے، اور نون والی روایت "کـون" (ہونا) سے ماخوذ ہے جس کا معنی کسی چیز کا ہونا اور اپنے وجود پر مستقر رہنا ہے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ نون والی روایت زیادہ صحیح ہے اور صحیح مسلم کے اصل نسخہ میں نون ہی کے ساتھ ہے اور یہی مشہور ہے۔

(باب-۸)

کشتی پر سوار ہونے کی دعاء:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَالَ ارْكَبُوْ فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرِيْهَا وَمُرْسَاهَا" (ھود: ۴۱)

(اور نوح علیہ السلام) نے کہا اس کشتی میں بیٹھ جاؤ اللہ ہی کے نام سے اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَاتَرْكَبُوْنَ" (الزخرف: ۱۲)

اور تمہارے لئے کشتیاں بنائیں اور چوپائے جانور پیدا کئے جن پر تم سوار ہوتے ہو۔

۵۹۳- ابن سنی کی کتاب میں حضرت حسین بن علیؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَمَانٌ لِّاُمَّتِیْ مِنَ الْغَرَقِ اِذَا رَكِبُوا اَنْ يَقُولُوا [بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرِيْهَا وَمُرْسَاهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْم، وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ] (الزمر: ۶۷)

میری امت کو ڈوبنے سے (مندرجہ ذیل دعاء) امان دینے والی ہے کہ

جب وہ (کشتی وغیرہ پر) سوار ہوں تو کہیں: اللہ ہی کے نام سے اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے بیشک میرا رب بڑا بخشنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے اور ان لوگوں نے جیسی قدر اللہ تعالیٰ کی کرنی چاہیئے تھی نہ کی، ساری زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہونگے وہ پاک وہ برتر ہے ہر اس چیز سے جسے لوگ اس کا شریک بنائیں۔

تمام نسخوں میں اسی طرح ''اذا رکبو'' (جب سوار ہوں) ہے اور اس میں ''سفینہ'' کشتی کا ذکر نہیں ہے۔(۱)

(باب-۹)

سفر میں دعار کی فضیلت :

۵۹۴- سنن ابی داوٗد، ترمذی وابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

ثَلَاثُ دَعْوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٍ لَاشَكَّ فِيهِنَّ، دَعْوَةُ الْمَظْلُوم وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الوالِدِ علی وَلَدِهِ.(۲)

تین دعائیں یقیناً قبول ہوتی ہیں، اس میں شک نہیں، مظلوم کی دعار مسافر کی دعار اور والد کی دعار (یا بد دعار) اپنے لڑکے، کے لئے۔

ابوداوٗد کی روایت میں صرف ''دعوۃ الوالدٰ'' (والد کی دعار) ہے ''علی ولدہ'' (لڑکے کے لئے کا ذکر) نہیں ہے۔

(۱) ابن سنی: ۵۰۱، ابو یعلی: ۶۷۸۱، وشواھدہ فی الطبرانی فی الدعار: ۸۰۴ والسنن الکبری ۱۲/۱۲۴، والاوسط: ۲/۷۹، عن ابن عباس، یہ سب کی سب ضعیف ہیں)

(۲) دیکھئے: سنن ابی داوٗد: ۱۵۳۶، ترمذی: ۳۴۴۸، ابن ماجہ: ۳۸۶۲، قال الترمذی حدیث حسن

(باب-۱۰)

بلندی وپستی کے اذکار:

پہاڑ وغیرہ کی بلندی پر چڑھتے ہوئے مسافر کا تکبیر کہنا (الله اکبر) کہنا اور وادی وغیرہ میں اترتے ہوئے تسبیح (سبحانه الله) کہنا مستحب ہے۔

۵۹۵- صحیح بخاری میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

كُنَّا اِذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَا وَاِذَانَزَلْنَا سَبَّحْنَا.(۱)

ہم لوگ جب اوپر چڑھتے تو تکبیر کہتے اور جب نیچے اترتے تو تسبیح کہتے تھے۔

۵۹۶- سنن ابی داؤد میں بسند صحیح حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کا لشکر جب پہاڑی راستوں کی بلندی پر چڑھتے تو تکبیر کہتے اور جب نیچے اترتے تو تسبیح کہتے تھے۔(۲)

۵۹۷- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب حج یا عمرہ کے لئے قافلہ بنا کر چلتے ـــــــ راوی کہتے ہیں کہ مجھے صرف اتنا علم ہے کہ انہوں نے صرف غزوہ کا لفظ کہا تھا، کہ غزوہ میں تو جب بلندی پر آتے یا چڑھائی سے گذرتے تو تین بار تکبیر کہتے، پھر فرماتے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ ،لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ ،آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ ،صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَعَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ.

(۱) صحیح بخاری: ۲۹۹۳ (۲) سنن ابی داؤد: ۲۵۹۹

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں،
اسی کے لئے بادشاہی اور اسی کے لئے حمد و ثنا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر
ہے، ہم اب لوٹ رہے ہیں گناہوں سے توبہ کرتے ہیں، اللہ کی
عبادت کرتے ہیں، (اسی کے لئے) سجدہ کرتے ہیں اور اپنے
پروردگار کی حمد و ثنا کرتے ہیں، اللہ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا، اپنے بندہ
کی مدد کی اور تنہا اسی نے دشمن کے لشکروں کو شکست دی۔

یہ بخاری کی روایت کے الفاظ ہیں، اور مسلم کی روایت اسی جیسی ہے، البتہ اس میں راوی کے یہ الفاظ نہیں ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ مجھے صرف اتنا علم ہے کہ انہوں نے صرف غزوہ کا لفظ کہا تھا۔ نیز مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے۔ "جب فوج و لشکر، یا سریہ، یا حج یا عمرہ کے لئے بنا کر چلتے تو الخ(۱)

۵۹۸- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ سب لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے اور ہم لوگ جب کسی وادی میں پہونچتے تو تکبیر و تہلیل کرتے (اللہ اکبر، اور لا الہ الا اللہ الخ کہتے) ہماری آوازیں بلند ہو جاتیں تو نبی کریم ﷺ فرماتے:

یَا اَیُّهَا النَّاسُ، اِرْبَعُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ، فَاِنَّکُمْ، لَاتَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَاغَائِبًا، اِنَّهٗ مَعَکُمْ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ. (۲)

اے لوگو اپنے ساتھ نرمی برتو کیونکہ تم نہ کسی بہرے کو پکار رہے ہو اور نہ ہی غائب کو (تم جسے پکار رہے ہو) وہ تمہارے ساتھ ہے وہ خوب سننے والا اور بالکل پاس ہے۔

۵۹۹- وصیت وہدایات طلب کرنے کے بیان میں (نمبر: ۵۸۷ پر) ترمذی کی حدیث گزر چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عَلَیْكَ بِتَقْوَی اللّٰهِ تعالٰی وَالتَّکْبِیْرِ عَلٰی کُلِّ شَرَفٍ. (۱)

---

(۱) صحیح بخاری: ۶۳۸۵ صحیح مسلم: ۱۳۴۴ (۲) بخاری: ۶۳۸۴ مسلم: ۲۷۰۴

اللہ تعالیٰ کا تقویٰ و پرہیزگاری لازم پکڑو اور ہر بلندی پر تکبیر کہو۔

۶۰۰- ابن سنی کی کتاب میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب پست زمین سے بلند مقام کو آتے تو فرماتے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ الشَّرَفُ عَلٰى كُلِّ شَرَفٍ وَلَكَ الْحَمْدُ عَلٰى كُلِّ حَالٍ. (۲)

اے اللہ تیرے ہی لئے شرف و برتری ہے، ہر بلند ترین چیز پر اور تیرے ہی لئے ہر حال میں حمد وثنا ہے۔

(باب-۱۱)

تکبیر وغیرہ میں مبالغہ کے ساتھ آواز بلند کرنے کی ممانعت:

اس کے اندر ابو موسیٰ اشعریؓ کی وہی حدیث ہے جو پچھلے باب میں صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے گزری۔ (۳)

(باب-۱۲)

رفتار میں تیزی جسم میں پھرتی اور سفر کو آسان بنانے کیلئے رجزیہ اشعار کہنا:

(۱) سنن ترمذی: ۳۴۴۵

(۲) عمل الیوم لابن سنی: ۵۲۳، یہ حدیث ضعیف ہے بسبب عمرو بن راذان

(۳) صحیح بخاری: ۱۳۸۴، صحیح مسلم: ۲۷۰۴

(اس باب میں بہت سی مشہور احادیث وارد ہوئی ہیں)

نوٹ: ابن علان فرماتے ہیں کہ حدی خانی کے جواز میں کسی کے اختلاف کا مجھے علم نہیں حافظ ابن عبدالبر اور بہت سی جماعت نے بالاتفاق اس کے جائز ہونے کی صراحت کی ہے، امام ترمذی نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ عمرۃ القضاء کے موقعہ پر مکہ میں داخل ہوئے حضرت عبداللہ بن رواحہ آپ کے آگے آگے چل رہے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

خَلُّوْبَنِی الْكُفَّارِعَنْ سَبِيْلِهٖ — اَلْيَوْمَ نَضْرِبُكُمْ عَلٰى تَنْزِيْلِهٖ

ضَرْبًا يُزِيْلُ الْهَامَ عَنْ مَقِيْلِهٖ — وَيُذْهِلُ الْخَلِيْلَ عَنْ خَلِيْلِهٖ

اولادِ کفار، ان کے راستے سے ہٹ جاؤ، آج کے دن ان کے نزول کے وقت ہم تمہیں ایسی ضرب لگائیں گے جو سر کو دھڑ سے الگ کر دیگا اور ایک دوست کو دوسرے سے غافل کر دیگا۔

اس پر حضرت عمر نے انہیں ٹوکا اور فرمایا، اے ابن رواحہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے اور اللہ کے حرم میں تم شعر کہہ رہے ہو؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

خَلِّ عَنْهُ يَاعُمَرُ فَلَهِیَ اَسْرَعُ فِيْهِمْ مِنْ نَضْحِ النَّبَلِ.

اے عمر انہیں چھوڑ دو (کہنے دو) کیونکہ یہ ان کفار کے لئے نیزوں کی بارش سے زیادہ تیز ہے۔

نیز نبی کریم ﷺ کے لئے چند حدی خاں صحابہ کرام تھے جو سفر میں حدی اور شعر کہا کرتے تھے، مثلاً حضرت براء بن مالک مردوں میں اور حضرت انجشہ عورتوں میں ترنم سے شعر پڑھا کرتے تھے، حضرت انجشہ بڑے دلفریب و حسین آواز کے مالک تھے، جب وہ حدی گاتے تو اونٹ برق رفتاری سے چلنے لگتے تھے، ایک بار آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: رُوَيْدَكَ يَا اَنْجَشَه سَوْقَكَ بِالْقَوَارِيْرَ.

اے انجشہ (ہمارے ساتھ عورتیں ہیں) عورتوں کے ساتھ آرام و آہستگی سے ہنکاؤ۔

(باب-۱۳)

جب کوئی جانور رسی سے چھوٹ کر بھاگ جائے تو کیا کہنا چاہیئے:

۶۰۱- ابن سنی کی کتاب میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِذَا انْفَلَتَتْ دَابَّةُ أَحَدِكُمْ بِأَرْضِ فَلَاةٍ فَلْيُنَادِ: [يَاعِبَادَ اللّٰهِ احْبِسُوا، يَاعِبَادَاللّٰهِ احْبِسُوا] فَإِنَّ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فِي الْأَرْضِ حَاصِراً سَيَحْبِسُهُ.(۱)

جب تم میں سے کسی کا جانور بیابانوں میں چھوٹ کر بھاگ جائے تو اسے یوں پکارنا چاہیئے [يَاعِبَادَ اللّٰهِ احْبِسُوا، يَا عِبَادَ اللّٰهِ احْبِسُوا] اے اللہ کے بندو اسے گھیرو، اے اللہ کے بندو اسے گھیر کر پکڑلو، کیونکہ روئے زمین پر اللہ کے گھیرنے والے بندے ہیں جو اسے گھیر کر پکڑلیں گے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ بعض بڑے شیوخ نے مجھ سے بیان کیا کہ ان کا جانور اور میرا خیال ہے کہ وہ خچر تھا، چھوٹ کر بھاگ گیا اور انہیں یہ حدیث معلوم تھی، چنانچہ انہوں نے اسی طرح کہا تو اللہ نے اس کے جانور کو فوراً روک دیا، میں خود ایک بار جماعت کے ساتھ تھا کہ جانور کھل کر بھاگ گیا اور لوگ اسے پکڑنے سے قاصر رہے، میں نے اسی طرح کہا تو وہ جانور فوراً اسی وقت رک گیا اور اس وقت ان کلمات کے علاوہ کوئی دوسرا ظاہری سبب بالکل نہیں تھا۔

نوٹ: ابن سنی کی روایت کردہ مذکورہ حدیث ضعیف ہے اس کی سند میں معروف بن قاسم ہیں ان کے بارے میں ابو حاتم فرماتے ہیں کہ یہ مجہول ہیں، ابن عدی انہیں منکر الحدیث قرار دیتے ہیں، البتہ اس کی ایک شاہد و مؤید حدیث کی روایت امام طبرانی نے بروایت عتبہ بن غزوان کی ہے جس کے الفاظ یوں ہیں: "إِذَا أَضَلَّ أَحَدُكُمْ شَيْأً أَوْ أَرَادَ عَوْنًا وَهُوَبِأَرْضٍ لَيْسَ بِهَا أَنِيْسٌ

---

(۱) عمل الیوم لابن سنی: ۵۰۹ حدیث ضعیف

فَلْيَقُلْ : [يَاعِبَادَاللّٰه اَعِيْنُوْنِی]فَاِنَّ لِلّٰهِ تعالٰى عِبَادَ الَا نَرَاهُمْ' جب تم میں سے کوئی شخص کچھ گم کر دے یا کسی سے مدد درکار ہو، اور وہ ایسی جگہ ہو جہاں اس کا کوئی معاون وانیس نہ ہو تو اسے اس طرح کہنا چاہئے: "يَا عِبَادَ اللّٰهِ اُعِيْنُوْنِي" اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، کیونکہ اللہ کے ایسے بندے ہیں جسے ہم نہیں دیکھتے،

ھیثمی فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں بعضوں کے ضعیف ہونے کے باوجود اس کی توثیق کی گئی ہے، البتہ یزید بن علی نے عتبہ کو نہیں پایا ہے۔

(باب-۱۴)

مشکل وسرکش جانور پرسوار ہوتے وقت کی دعا :

۶۰۲- جلیل القدر تابعی حضرت ابوعبداللہ یونس بن عبید بن دینار البصری جن کی جلالت شان ، حفظ واتقان ، زہد وتقویٰ پاکبازی وپرہیزگاری ، ذہانت وفراست اور دیانت وامانت پر ساری امت کا اجماع ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب بھی کوئی شخص کسی اڑیل وسرکش جانور پر سوار ہو اور اس کے کان میں یہ الفاظِ قرآنی کہہ دے تو وہ جانور اللہ کے حکم سے یقیناً رک جاتا اور مطیع ہو جاتا ہے آیت کریمہ یہ ہے :

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ ، وَلَهٗ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعاً وَّ كَرْهاً وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ . (آل عمران-۸۳)

کیا وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے سوا اور دین کی تلاش میں ہیں؟ حالانکہ تمام آسمانوں والے اور سب زمین والے اللہ تعالیٰ ہی کے فرمانبردار ہیں، خوشی سے ہوں یا ناخوشی سے سب اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

(باب-۱۵)

کسی آبادی پر نظر پڑنے کے وقت کی دعا :

۶۰۳- نسائی وابن سنی کی کتاب میں حضرت صہیبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کبھی کسی بستی یا آبادی کو دیکھتے اور وہاں داخل ہونے کا ارادہ ہوتا تو دیکھتے ہی فرماتے :

اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰاتِ السَّبْعِ وَمَا اَظْلَلْنَ، وَالْاَرَضِيْنَ السَّبْعِ وَمَا اَقْلَلْنَ، وَرَبَّ الشَّيَاطِيْنَ وَمَا اَضْلَلْنَ، وَرَبَّ الرِّيَاحِ وَمَا ذَرَيْنَ، اَسْأَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَخَيْرَ اَهْلِهَا وَخَيْرَ مَافِيْهَا، وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ اَهْلِهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا. (۱)

اے اللہ، ساتوں آسمانوں کے اوران تمام مخلوق کے جن پر یہ سایہ فگن ہے اور ساتوں زمینوں کے اوران تمام مخلوق کے پروردگار جس کو یہ اٹھائے ہوئی ہے، اور تمام شیاطین کے اوران تمام مخلوق کے رب جن کو اس نے گمراہ کیا ہے، اور تمام ہواؤں کے اوران چیزوں کے پروردگار جن کو ان ہواؤں نے منتشر کیا ہے، ہم تجھ ہی سے اس بستی کی اور اس بستی والوں کی اور جو کچھ اس بستی کے اندر ہے اس کی خیر و برکت کا سوال کرتے ہیں اور تیری ہی پناہ لیتے ہیں، اس بستی کے اور اس بستی والوں کے اور جو کچھ بھی اس بستی میں ہے اس کے شر سے۔

۶۰۴- ابن سنی کی کتاب میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی سرزمین میں نمودار ہوتے اور اس کی آبادی میں داخل ہونے کا ارادہ فرماتے تو ارشاد فرماتے :

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهٖ وَخَيْرِمَا جَمَعْتَ فِيْهَا، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّمَاجَمَعْتَ فِيْهَا، اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا حَيَاهَا وَاَعِذْنَا

(۱) عمل الیوم للنسائی: ۵۴۴، وعمل الیوم لابن سنی: ۵۲۵، حاکم: ۱/۴۴۶، ابن حبان: ۲۳۷۷، حدیث حسن

وَبَاهَا، حَبِّبْنَا اِلٰی اَهْلِهَا وَحَبِّبْ صَالِحِي اَهْلِهَا اِلَيْنَا.(۱)

اے اللہ میں تجھ سے اس سرزمین کی خیر وبھلائی اور جن خیر وبھلائی کو اس نے اپنے اندر جمع کر رکھا ہے، اس کا سوال کرتا ہوں، اور میں تیری پناہ لیتا ہوں اس کے شر سے اور ان تمام شر سے جس کو اس نے اپنے اندر جمع کر رکھا ہے، اے اللہ تو ہمیں اس کی شادابی کی روزی عطا فرما، اور اس کے وبار سے ہمیں محفوظ فرما، اور ہمیں یہاں والوں میں محبوب بنا، اور یہاں کے نیک وصالح لوگوں کو ہمارے نزدیک محبوب بنا۔

نوٹ: اس کی سند اگرچہ ضعیف ہے مگر حضرت ابن عمر کی روایت اس کی شاہد ہے جسے طبرانی نے نقل کی ہے، اور وہ بھی ضعیف ہے۔(۲)

ابن عمر کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

كنا نسافر مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فاذا رأى القرية يريد ان يدخلها قال: [اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهَا، -ثَلاثَ مَرَّات- اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاهَا وَجَنِّبْنَا وَبَاهَا وَحَبِّبْنَا اِلٰی اَهْلِهَا، وَحَبِّبْ صَالِحَ اَهْلِهَا اِلَيْنَا]

ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں ہوتے، اور آپ ﷺ کی نگاہ کسی بستی (یا آبادی) پر پڑتی جہاں داخل ہونے کا ارادہ ہوتا تو تین بار فرماتے: "اللهم بارك لنا فيها" اے اللہ تو ہمارے لئے برکت رکھ دے پھر فرماتے "اللهم ارزقنا جناها الخ" اے اللہ تو ہمیں اس بستی کے باغوں کی روزی دے اور اس کے وبار سے ہمیں محفوظ رکھ، اور ہمیں یہاں والوں میں محبوب بنا اور یہاں کے نیک وصالح کو ہمارے نزدیک محبوب بنادے۔

(۱) عمل الیوم لابن سنی: ۵۲۸ (۲) الدعاء: ۸۳۶، والاوسط: ۱/۴۹۲

(باب-۱۶)

کسی سے خوف واندیشہ کے وقت پڑھنے کی دعاء:

۶۰۵- سنن ابی داؤد ونسائی میں باسانید صحیحہ حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی قوم سے خطرہ محسوس کرتے تو فرماتے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ.(۱)

(یہ حدیث نمبر:۲۷۲ پر پہلے گذر چکی ہے)

نیز اس کے ساتھ مصائب وپریشانی کے وقت کی دعاء بھی پڑھنا بہتر ہے (جس کا ذکر نمبر:۳۵۹ پر آچکا ہے)۔

(باب-۱۷)

مسافر کو بھوت پریت کے گھیر لینے کے وقت کا عمل:

۶۰۶- ابن سنی کی کتاب میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِذَا تَغَوَّلَتْ لَکُمُ الْغِیْلَانُ فَنَادُوْا بِالْاَذَانِ. (۲)

جب بھوت پریت (چڑیل) تمہیں گھیر لیں تو تم باواز بلند اذان دو۔

نوٹ: طبرانی کی روایت اس کی شاہد ہے جو حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے، اور اس کے الفاظ یہ ہیں: **اذا تغولت لکم الغول فنادوا بالاذان، فان الشیطان اذا سمع النداء ادبر وله حصاص**" اگر تمہیں بھوت وچڑیل گھیر لیں تو اذان کی آواز بلند کرو، کیونکہ شیطان جب اذان سنتا تو سرپٹ بھاگتا ہے۔(۱)

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں "الغیلان" جنات وشیاطین کی ایک خاص قسم

---

(۱) سنن ابی داؤد:۱۵۳۷، تحفہ:۹۱۲۸، بحوالہ سنن کبری للنسائی۔

(۲) عمل الیوم لابن سنی:۵۲۴، عمل الیوم للنسائی:۹۵۵ یہ حدیث ضعیف ہے۔

ہے اور یہ جن جادوگر ہوتے ہیں "تغول" کے معنی صورت بدلنے کے ہیں، یعنی نئی شکل میں آنا اور اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ بھوت پریت، جن وشیاطین اور چڑیلوں کے شر کو اذان دیکر دفع کیا جائے، کیونکہ شیاطین اذان کی آواز سن کر بھاگ جاتے ہیں۔

اس باب سے مناسبت رکھنے والے اذکار، پیش آمدہ امور کی دعاؤں اور شیطانی وسوسوں کے پیش آنے کے وقت کی دعاؤں کے بیان میں ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں، اور وہاں ہم یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ اس وقت ان آیات قرآنی کی تلاوت میں انسان کو مشغول ہوجانا چاہیے (مثلاً آیت الکرسی ومعوذتین وغیرہ)

(باب-۱۸)

کسی مقام پر پڑاؤ رکھتے وقت کی دُعاء:

۶۰۷- صحیح مسلم، موطا امام مالک اور سنن ترمذی وغیرہ میں حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا:

مَـنْ نَزَلَ مَنْزِلًا ثُمَّ قَالَ: [اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ] لَمْ يَضُرَّهُ شَيْئٌ حَتّٰى يَرْتَحِلَ مِنْ مَنْزِلِهِ ذٰلِكَ .(۲)

جو کسی مقام پر پڑاؤ کرے (اترے) پھر کہے: (اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ) میں اللہ کے پورے کلمات کی پناہ لیتا ہوں، اس کے پیدا کردہ مخلوق کے شر سے، تو کوئی چیز اسے نقصان نہیں پہونچا سکتی، یہاں تک کہ وہ اس مقام سے کوچ کر جائے۔

۶۰۸- سنن ابی داؤد وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر کرتے اور رات ہوتی تو فرماتے:

---

(۱) دیکھئے: الطبرانی فی الدعاء: ۲۰۰۹

(۲) صحیح مسلم: ۲۷۰۸، موطا امام مالک: ۲/۹۷۸، ترمذی: ۳۴۳۷

يَا اَرْضُ رَبِّيْ وَرَبُّكِ اللّٰهُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا فِيْكِ، وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِيْكِ، وَشَرِّ مَا يَدِبُّ عَلَيْكِ، اَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَسَدٍ وَاَسْوَدٍ وَمِنَ الْحَيَّةِ وَالعَقْرَبِ وَمِنْ سَاكِنِ الْبَلَدِ وَمِنْ وَالِدٍ وَمَا وَلَدَ. (۱)

اے زمین، میرا اور تیرا (سب کا) پروردگار اللہ ہے، میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں، تیرے شر سے اور اس کے شر سے جو تیرے اندر ہے اور اس کے شر سے جو تیرے اندر پیدا کیا گیا ہے اور اس کے شر سے جو تیرے اوپر رینگتا ہے۔ (اے اللہ) میں تیری پناہ لیتا ہوں شیر و انسان سے، سانپ و بچھو سے اور علاقہ کے باشندے (غیر مرئی مخلوق) سے اور والد (ابلیس) سے اور جسے اس نے جنا (جنات) اس سے۔

امام خطابی فرماتے ہیں کہ "ساکن البلد" علاقہ کے باشندے سے مراد وہ جن ہیں جو روئے زمین پر سکونت پذیر ہیں، اور البلد کا معنی اگرچہ شہر ہے، مگر اس جگہ اس سے مراد وہ زمین ہے جو جانداروں کا مسکن، ٹھکانا اور پناہ گاہ بنا ہوا ہے، خواہ وہاں گھر مکان ہو یا نہ ہو ——— پھر فرماتے ہیں: یہ بھی احتمال ہے کہ والد سے مراد "ابلیس" ہو اور "وما ولد" جسے اس نے جنا سے مراد عام شیاطین ہوں، "اسود" کا لفظی ترجمہ اگرچہ کالا سیاہ ہے، مگر یہاں اس سے مراد افراد و اشخاص ہیں، کیونکہ عربی میں لفظ "اسود" کا اطلاق ہر فرد بشر پر کیا جاتا ہے۔

(باب-۱۹)

سفر سے واپسی کے بعد کی دعا:

سفر سے واپسی کے بعد وہی کہنا سنت ہے جس کا ذکر حضرت ابن عمر والی حدیث میں

(۱) سنن ابی داؤد: ۲۶۰۳، حدیث حسن

پہلے (بحوالہ ابوداؤد: ۲۵۹۹) پہاڑیوں اور بلندیوں پر مسافر کے تکبیر کہنے کے بیان میں (حدیث نمبر: ۵۹۶ پر) آچکا ہے۔

۶۰۹- صحیح مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ابوطلحہ اور حضرت صفیہ جو آپ کی اونٹنی پر آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھیں، سفر میں آپ کے شامل تھے، جب واپس آئے اور ہم لوگ مدینہ کے قریب اس کے مضافات میں تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ" (۱)

ہم اب سفر سے لوٹ رہے ہیں، گناہوں سے توبہ کرتے ہیں ہر حال میں اللہ کی عبادت کرتے ہیں، اپنے پروردگار کی حمد و ثنا کرتے ہیں۔

(باب-۲۰)

مسافر کو نماز فجر کے بعد کیا کہنا چاہئے:

فجر کے بعد مسافر کے لئے بھی وہی کچھ کہنا مستحب ہے جو مقیم کے لئے مستحب ہے، اور اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے، اس کے علاوہ یہ دعا ربھی مستحب ہے۔

۶۱۰- ابن سنی کی کتاب میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز فجر سے فارغ ہوتے۔ رواى کہتے ہیں کہ مجھے اچھی طرح یاد نہیں، شاید انہوں نے کہا کہ "سفر میں"۔ تو اتنی بلند آواز سے یہ دعار کہتے کہ سارے شرکا ء اسے سن لیتے۔

اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ لِیْ دِیْنِی الَّذِیْ جَعَلْتَہٗ عِصْمَۃَ اَمْرِیْ، اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ لِیْ دُنْیَایَ الَّتِیْ جَعَلْتَ فِیْھَا مَعَاشِیْ ـ ثَلاثَ مَرَّاتٍ۔ اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ لِیْ آخِرَتِی الَّتِیْ جَعَلْتَ اِلَیْھَا مَرْجِعِیْ ـ ثَلاثَ مَرَّاتٍ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْكَ ـ ثَلاثَ مَرَّاتٍ۔ لَامَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ

(۱) صحیح مسلم: ۱۳۴۵

لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَاالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ.(۱)

اے اللہ تو میرے دین کی اصلاح فرمادے جسے تونے میرے کام کی حفاظت کا ذریعہ بنایا ہے، اور میری دنیا کو بھی سدھار دے جس مین تو نے میرے لئے معاش رکھا ہے (اسے تین بار کہا) اے اللہ تو میری آخرت کی اصلاح فرمادے جس کی طرف میری واپسی تو نے طے کر رکھی ہے، (اسے بھی تین بار کہا) اے اللہ میں تیری رضا کی پناہ لیتا ہوں تیری ناراضگی سے اور تیری ہی پناہ لیتا ہون تیرے (غیض وغضب) سے جو تو عطا فرمائے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جو تو روک دے اسے کوئی دے نہیں سکتا اور کسی دولتمند کو اس کی دولت تجھ سے بچا نہیں سکتی (تیرے مقابلہ میں کارگر نہیں)

نوٹ: اس حدیث کی سند ضعیف ہے اس کے اندر اسحاق بن یحیٰی ہیں یادداشت کے تعلق سے یہ بالاتفاق ضعیف شمار کیے جاتے ہیں، مگر اصل روایت صحیح مسلم میں مروی ہے اور اس کے ہم معنی شواہد بھی پائے جاتے ہیں اس لئے حدیث حسن ہے۔

(باب-۲۱)

اپنے شہر پر نظر پڑتے وقت کی دعاء:

اس وقت وہی کہنا مستحب ہے جو حدیث نمبر ۶۰۹ میں مذکور ہے، یعنی آئبون تائبون الخ نمبر ۶۰۳ اور ۶۰۴ والی دعاء پڑھنا بھی بہتر ہے، اس کے علاوہ یہ دعاء بھی پڑھے:

۶۱۱- "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لَنَا بِهَا قَرَارًا وَرِزْقًا حَسَنًا.

اے اللہ تو اس کے اندر میرے لئے قرار اور عمدہ رزق مہیا فرما۔

نوٹ: امام نووی نے تخریج کے بغیر اسے ذکر کیا ہے، یہ نسائی کی روایت ہے جسے انہوں نے اپنی

(۱) عمل الیوم لابن سنی: ۵۱۶

کتاب عمل الیوم واللیلہ میں حضرت ابوھریرہؓ سے نقل کیا ہے،اس کے الفاظ اس طرح ہیں ”قلنا یارسول اللہ، ماکان یتخوف القوم حیث کانو یقولون اذا شرفوا علی المدینہ [اِجْعَلَ لَنَا فِیْهَا رِزْقاً وَقَرَاراً] ؟ قال : کَانو یَتخوفُوْنَ جَوْرَ الْوُلَاةِ وَقُحُوْطَ الْمَطرِ،، ہم نے عرض کیا،اے اللہ کے رسول:قوم کس چیز سے ڈرتی تھی کہ جب مدینہ کے قریب پہونچتی تو کہتی تھی،،[میرے لئے اس شہر میں رزق اور قرار مہیا فرما] تو آپ ﷺ نے فرمایا لوگ حکام کے ظلم اور بارش کے رک جانے سے ڈرتے تھے۔

مصنف نے جو الفاظ ذکر کئے ہے وہ ابن عباس کی روایت کے ہیں جس کی تخریج دیلمی نے کی ہے۔(۱)

(باب-۲۲)

سفر سے واپسی کے بعد گھر میں داخل ہونے کے وقت کی دعاء:

۶۱۲- ابن سنی کی کتاب حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر سے واپس آتے اور اہل خانہ میں داخل ہوتے تو فرماتے۔

تَوْبًا تَوبًا لِرَبِّنَا اَوْبًا لَایُغَادِرُحَوْبًا.(۲)

میں توبہ کرتا ہوں میں تائب ہوتا ہوں اپنے رب (کی عبادت) کے لئے واپس آیا ہوں (اللہ) کسی گناہ کو (میرے ذمہ باقی) نہ چھوڑے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ ”توبا“ بر بنائے مفعول مضوب ہے جس کی تقدیر یا تو ”تب علینا توبا“ ہے یا ”نسئلك توبا“ ہے اور ”أوبا“ بھی بر بنائے مفعول مضوب ہے جس کی تقدیر نأوب اوبا، ہے ”یغادر“ ترک کرنے کے معنی میں اور ”حوبا“ گناہ کے معنی میں ہے ۔”حوبا“ حاء کے پیش اور زبر دونوں طرح سے صحیح ہے۔

---

(۱) دیکھئے: عمل الیوم للنسائی:۵۵۳، کنز العمال:۳۸/۵۷، بحوالہ دیلمی، حدیث حسن

(۲) عمل الیوم واللیلہ لابن سنی:۵۳۶

(باب-۲۳)

سفر سے واپس آنیوالوں کو دی جانیوالی دعاء:

جب کوئی سفر سے واپس آئے تو لوگوں کو چاہئے کہ اسے یوں دعاء دیں:

"اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ سَلَّمَكَ"

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے تمہیں سلامتی سے رکھا۔

یا یوں کہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَمَعَ الشَّمْلَ بِكَ.

تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس نے تمہارے ذریعہ شیرازہ یکجا و متحد کیا۔

یا اس جیسے کوئی اور کلمات کہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ. (براهيم:۷)

اگر تم نے شکر ادا کیا تو یقیناً ہم تمہیں اور زیادہ دیں گے۔

اس کے اندر وہ حدیث بھی ہے جو اگلے باب میں بروایت حضرت عائشہؓ آرہی ہے۔

(باب-۲۴)

غزوہ یا جہاد سے واپس آنے والوں کو دی جانے والی دُعاء:

۶۱۳- ابن سنی کی کتاب میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک غزوہ میں تھے، اور جب واپس آئے تو میں نے آپ کا (گھر میں) استقبال کیا، اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا:

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ نَصَرَكَ وَاَعَزَّكَ وَاَكْرَمَكَ.(۱)

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے آپ کی مدد و نصرت کی اور آپ کو عزت و شرف بخشا۔

نوٹ: یہ ایک طویل صحیح حدیث کا ٹکڑا ہے پوری حدیث کی تخریج امام ابوداؤ دونسائی نے کی ہے۔(۲)

(باب-۲۵)

حج سے واپس آنے والوں کی یا اسے دی جانے والی دعا:

۶۱۴- ابن سنی کی کتاب میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک نوجوان نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا "انی ارید الحج" میں نے حج کا ارادہ کیا ہے، تو رسول اللہ ﷺ (تھوڑی دور) اس کے ساتھ چلے پھر فرمایا:

یَاغُلَامُ، زَوَّدَكَ اللّٰهُ التَّقْوٰى وَوَجَّهَكَ فِي الْخَيْرِ، وَكَفَاكَ الْهَمَّ.

اے نوجوان، اللہ تجھے پرہیزگاری عطا کرے اور خیر کی رہنمائی کرے، اور ہر فکر و تردد سے تیری کفایت کرے۔

جب وہ حج سے واپس آیا تو اس نے رسول اللہ ﷺ کو (آکر) سلام کیا، آپ نے اس کے جواب میں فرمایا:

یَاغُلَامُ قَبِلَ اللّٰهُ حَجَّكَ وَغَفَرَ ذَنْبَكَ وَاَخْلَفَ نَفَقَتَكَ. (۳)

اے لڑکے، اللہ تیرا حج قبول کرے، تیرے گناہ بخش دے اور تیرے اخراجات کا بہتر بدلہ عطا کرے۔

۶۱۵- سنن بیہقی میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

(۱) عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی: ۵۳۷

(۲) دیکھئے سنن ابی داؤد: ۲۱۵۳، وعمل الیوم للنسائی: ۵۵۸

(۳) عمل الیوم لابن سنی: ۵۳۸، حدیث غریب

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْحَاجِّ وَلِمَنْ اسْتَغْفَرَ لَهُ الْحَاجُّ.(۱)

اے اللہ تو حاجیوں کو اور جس کیلئے حاجی دعاء مغفرت کریں سب کو بخش دے۔

کتاب اذکار الاکل والشرب

(کھانے پینے کے اذکار کے بیان میں)

(۱) سنن بیہقی: ۵/۲۶۱، المستدرک للحاکم: ۱/۴۴۱، وقال الحاکم صحیح علی شرط مسلم

(باب-۱)

جس کے سامنے کھانا پیش کیا جائے اسے کیا کہنا چاہئے:

۶۱۶- ابن سنی کی کتاب میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے جب کھانا پیش کیا جاتا تو آپ فرماتے:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيمَا رَزَقْتَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ، بِسْمِ اللّٰهِ .(۱)

اے اللہ تو نے جو رزق ہمیں دیا ہے اس میں برکت دے اور ہمیں نار جہنم کے عذاب سے بچالے، میں شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے۔

(باب-۲)

کھانا پیش کرتے ہوئے میز بانوں کا مہمانوں سے ''تناول فرمائیں'' یا اس جیسے الفاظ کہنا:

یادرکھیں کہ میز بان کے لئے کھانا پیش کرنے کے بعد مہمانوں سے ''بسم اللہ'' کریں، ''تناول فرمائیں'' ''الصلاۃ'' یا اس طرح کے کلمات جو کھانا شروع کرنے کی اجازت پر دلالت کرتے ہوں، کہنا مستحب ہے، مگر یہ کہنا ضروری نہیں، بلکہ محض کھانا ان کے سامنے پیش کر دینا ہی اجازت کے لئے کافی ہے، اور پیش کردئے جانے کے بعد لفظی اجازت کے بغیر ہی مہمانوں کا کھانا شروع کر دینا درست ہے، بعض علماء شوافع کی رائے ہے کہ الفاظ کے ذریعہ کھانے کی اجازت دینا شرط ہے، مگر پہلا قول ہی راجح وصحیح ہے، اور صحیح احادیث کے اندر جو اجازت کے الفاظ وارد ہوئے ہیں، وہ مستحب ہونے پر محمول ہیں۔

(باب-۳)

---

(۱) عمل الیوم لابن سنی ۴۵۹ حدیث غریب

کھاتے پیتے وقت بسم اللہ کہنا:

۶۱۷- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عمر بن ابی سلمہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے کہا:

بِسْمِ اللّٰهِ وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ. (۱)

اللہ کا نام لو (بسم اللہ کہو) اور اپنے داہنے ہاتھ سے کھاؤ۔

۶۱۸- سنن ابی داؤد و ترمذی میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِذَا اَكَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْ اَوَّلِهٖ، فَاِنْ نَسِيَ اَنْ يَذْكُرَ اسْمَ اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْ اَوَّلِهٖ فَلْيَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَآخِرَهٗ.

جب تم میں سے کوئی شخص کھائے تو اس کے شروع میں اللہ کا نام لے اور اگر شروع میں اللہ کا نام لینا بھول جائے تو یوں کہے: "بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَآخِرَهٗ" میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، اس کے شروع میں اور اس کے آخیر میں۔

۶۱۹- صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا:

اِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَيْتَهٗ، فَذَكَرَ اللّٰهَ تَعَالٰى عِنْدَ دُخُوْلِهٖ وَعِنْدَ طَعَامِهٖ قَالَ الشَّيْطَانُ، لَا مَبِيْتَ لَكُمْ وَلَا عَشَاءَ، وَاِذَا دَخَلَ فَلَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ عِنْدَ دُخُوْلِهٖ، قَالَ الشَّيْطَانُ: اَدْرَكْتُمُ الْمَبِيْتَ، وَاِذَا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ تَعَالٰى عِنْدَ طَعَامِهٖ قَالَ: اَدْرَكْتُمْ

(۱) بخاری: ۵۳۷۶، مسلم: ۲۰۲۲

الْمَبِيْتَ وَالْعَشَاءَ .(۱)

جب کوئی شخص اپنے گھر میں داخل ہو اور داخل ہوتے ہوئے
اور کھانا کھاتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لے تو شیطان کہتا ہے، نہ تمہاری
شب خوابی خوشگوار ہو نہ کھانا، اور اگر وہ داخل ہو اور داخل ہوتے وقت
اللہ تعالیٰ کا نام نہ لے تو شیطان کہتا ہے، تم نے شب خوابی کی خوبی پالیا،
اور جب کھاتے وقت بھی اللہ تعالیٰ کا نام نہ لے تو شیطان کہتا ہے، تم
نے شب خوابی اور خورد و نوش کی خوبی پالیا۔

۶۲۰- صحیح مسلم ہی کے اندر حضرت انسؓ کی حدیث ہے جو رسول اللہ ﷺ کے معجزوں میں سے ایک کھلے معجزہ پر مشتمل ہے کہ جب حضرت ابو طلحہ و ام سلیم نے آپ ﷺ کو کھانے پر مدعو کیا تو (راوی کہتے ہیں کہ اس موقع سے) آپ ﷺ نے فرمایا: "ائذن لعشرة" مجھے دس آدمیوں کو ساتھ لانے کی اجازت دو، تو انہوں نے اس کی اجازت دیدی، پھر سب کے سب ان کے گھر پہونچے، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "كُلُوْا وَسَمُّوا اللّٰهَ تَعَالٰى" کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کا نام لو تو ان سبھوں نے کھایا یہاں تک کہ آپ نے اس طرح اسیّ (۸۰) افراد کے ساتھ کیا (یعنی اسی طرح اسی افراد نے شکم سیر ہو کر کھایا) (۲)

۶۲۱- صحیح مسلم ہی کے اندر حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے شامل ایک کھانے (کی دعوت) میں حاضر ہوئے، ہم لوگ اپنا ہاتھ کھانے میں اس وقت تک نہیں ڈالا کرتے تھے جب تک کہ رسول اللہ ﷺ نا اپنا ہاتھ ڈالکر شروع نہ کر دیتے، تو ہم لوگ ایک بار آپ ﷺ کے شامل ایک کھانے کی دعوت میں حاضر ہوئے تو ایک بچی اس طرح بھاگتی ہوئی آئی جیسے کوئی اسے بھگا رہا ہو، وہ اپنا ہاتھ کھانے میں ڈالنے لگی، تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، پھر ایک اعرابی (دیہاتی بدو) آیا جیسے وہ بھگا کر لایا جا رہا ہو، تو آپ ﷺ نے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا، پھر فرمایا:

(۱) مسلم: ۲۰۱۸ (۲) صحیح مسلم: ۲۰۴۰

إِنَّ الشَّيْطَانَ يَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ أَلَّا يُذْكَرُ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ وَأَنَّهُ جَاءَ بِهٰذِهِ الْجَارِيَةِ لِيَسْتَحِلَّ بِهَا فَأَخَذْتُ بِيَدِهَا فَجَاءَ بِهٰذَا الْأَعْرَابِي لِيَسْتَحِلَّ بِهِ فَأَخَذْتُ بِيَدِهِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ يَدَهُ فِي يَدِي مَعَ يَدِهِمَا.

بیشک شیطان کھانے کو اپنے لئے حلال کرلیتا ہے (کھانے پر قادر ہو جاتا ہے) اگر اس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اور اسی نے اس بچی کو لایا تاکہ اس کے ذریعہ وہ اسے اپنے لئے حلال وتصرف میں کرکے، تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑلیا، پھر اس اعرابی (دیہاتی) کو لایا تاکہ اس کے ذریعہ وہ اسے حلال وتصرف میں کرلے، تو میں نے اس کا بھی ہاتھ پکڑلیا، اور اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، اس شیطان کا ہاتھ ان دونوں کے ہاتھ کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے۔

پھر آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا نام لیا (بسم اللہ کہا) پھر تناول فرمایا۔(۱)

نوٹ: علامہ بیضاوی فرماتے ہیں کہ بسم اللہ ترک کرنا گویا اللہ کی طرف سے شیطان کے لئے کھانے کی اجازت ہے جس طرح کہ بسم اللہ کہہ لینا گویا اللہ کی طرف سے اس کے لئے کھانے میں شریک ہونے سے روک اور ممانعت ہے، ابن علان (۱۸۸/۵) فرماتے ہیں کہ صحیح بات جو جمہور علماء کی رائے ہے یہ ہے کہ شیطان کا کھانے میں شریک ہونے والی احادیث وروایات اپنے ظاہر پر محمول ہیں اور یہ کہ شیطان فی الواقع کھاتا ہے، اور شریک طعام ہوتا ہے، کیونکہ نہ تو عقل اسے محال تصور کرتا اور نہ ہی شریعت اس کی تردید کرتی ہے، اس لئے اس کے ظاہر ہی کو قبول کرنا اور اعتقاد رکھنا واجب ہے۔

۶۲۲- ابوداؤد ونسائی نے صحابی رسول حضرت امیہ بن مخشیؓ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھے تھے اور ایک شخص کھارہا تھا، اس نے اللہ کا نام نہیں لیا تھا (بسم اللہ نہیں کہا

---

(۱) صحیح مسلم نمبر ۲۰۱۷

تھا) اب صرف ایک ہی لقمہ کھانے کو باقی رہ گیا تھا کہ اس نے کہا "بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَهٗ وَ آخِرَهٗ"، تو نبی کریم ﷺ ہنس پڑے، پھر فرمایا: "مَازَالَ الشَّیْطَانُ یَاْکُلُ مَعَهٗ، فَلَمَّا ذَکَرَاسْمَ اللّٰہِ اِسْتَقَاءَ مَا فِیْ بَطْنِهٖ"

شیطان مسلسل اس کے ساتھ کھا رہا تھا، پھر جب اس نے اللہ کا نام لیا تو شیطان نے جو کچھ اس کے پیٹ میں (گیا) تھا تے (الٹی) کر کے اسے نکال دیا۔(۱)

(امام نووی فرماتے ہیں) مَخْشِیٌّ میم کے زبر خار کے سکون، شین کے زیر اور یار کے تشدید کے ساتھ ہے۔

یہ حدیث اس بات پر محمول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس کے بسم اللہ ترک کرنے کا علم بالکل آخیر میں اس وقت ہوا جب، اس نے بسم اللہ پڑھا، کیونکہ اگر آپ کو اس کا علم پہلے ہوتا تو آپ خاموش نہیں رہتے، اور بسم اللہ کہنے کا حکم ضرور دیتے۔

۶۲۳- سنن ترمذی میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے چھ اصحاب کے شامل کھانا تناول فرما رہے تھے، کہ ایک اعرابی آیا، تو آپ ﷺ نے اسے بھی دو لقمہ کھلایا پھر فرمایا: "اَمَا اِنَّهٗ لَوْسَمّٰی لَکَفَاکُمْ" اگر اس نے بسم اللہ کہا ہوتا تو یہ تم سب کے لئے کافی ہوتا۔

۶۲۴- ابن سنی کی کتاب میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ نَسِیَ اَنْ یُسَمِّیَ عَلٰی طَعَامِهٖ فَلْیَقْرَاْ "قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ" اِذَا فَرَغَ.(۲)

جو اپنے کھانے پر بسم اللہ کہنا بھول جائے تو اسے چاہئے کہ جب کھانے سے فارغ ہو تو "قل ہو اللہ احد" (پوری سورت) پڑھ لے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: کہ کھانے کے شروع میں بسم اللہ کے مستحب ہونے پر تمام علمار کا اجماع و اتفاق ہے، اور اگر شروع میں جان بوجھ کر یا بھول کر یا مجبور کئے جانے کی وجہ سے یا دیگر عوارض کی وجہ سے بسم اللہ کہنے سے عاجز و لاچار رہے، اور یہ ترک ہو جائے، پھر

(۱) سنن ابی داؤد: ۳۷۶۸، عمل الیوم للنسائی: ۲۸۲، صحیح الحاکم: ۱۱۸/۴، ووافقہ الذہبی

(۲) عمل الیوم لابن سنی: ۴۶۲، یہ حدیث حد درجہ ضعیف ہے

کھانے کے دوران ہی یاد آجائے یا کہنے پر قدرت ہو جائے تو ماسبق والی حدیث کے پیش نظر اسی وقت بسم اللہ کہنا مستحب ہے اور (درمیان میں بسم اللہ یوں) کہے: "بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَ آخِرَهٗ" حدیث نمبر: ۶۲۲ پر اس کا ذکر آچکا ہے)

پانی، دودھ، شہد، شوربا، اور تمام مشروبات کو پیتے وقت بسم اللہ کہنا اسی طرح مستحب ہے جس طرح کھاتے وقت۔

علماء شوافع اور دیگر علماء فرماتے ہیں کہ بسم اللہ بآواز بلند کہنا مستحب ہے، تاکہ یہ دوسروں کے لئے تنبیہ اور بسم اللہ کی یاددھانی ہو اور دوسرے بھی اس کی پیروی کریں۔ واللہ اعلم۔

(فصل)

کھاتے پیتے وقت بسم اللہ کے احکام:

جس کا جاننا سب سے اہم اور ضروری ہے وہ بسم اللہ کی صفت، اس کا طریقہ اور وہ مقدار ہے، جو بسم اللہ کے لئے کافی ہو سکے۔

یاد رکھیں کے سب سے افضل اس طرح کہنا ہے "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" اس کے بجائے اگر کوئی صرف "بسم اللہ" کہے تو بھی کافی ہے اور اس سے سنت حاصل ہو جائیگی، بسم اللہ کہنے کے حکم میں جنبی، حائض، اور دیگر سب لوگ برابر ہیں۔

کھانے میں شریک تمام لوگوں کو بسم اللہ کہنا چاہیۓ، البتہ اگر اس میں سے کوئی ایک بھی بسم اللہ کہہ لے تو سب کی طرف سے یہ کافی ہوگا، خود امام شافعی رحمہ اللہ نے اس کی تصریح کی ہے اور امام شافعی کے حالات زندگی کے ضمن میں "کتاب الطبقات" کے اندر میں نے علماء کی ایک جماعت کے حوالہ سے اسے بیان کیا ہے اور یہ سلام کا جواب یا چھینک کا جواب دینے کی طرح ہے کہ اس میں جماعت کی طرف سے کسی ایک کا جواب سبھوں کی طرف سے کافی ہوتا ہے۔

نوٹ: مصنف علیہ الرحمہ نے طبقات میں امام شافعی رحمہ اللہ کی سیرت بیان کرنے کا ذکر کیا ہے حالانکہ اس میں امام شافعی کے حالات زندگی کا ذکر نہیں اور نہ ہی یہ تصریح ہے، ممکن ہے انہوں نے

کسی اور کتاب میں ذکر کیا ہو۔

(باب-۴)

کھانے پینے کی عیب جوئی کرنے کی ممانعت:

۶۲۵- صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے کی عیب جوئی نہیں کی اگر خواہش ہوتی تو کھاتے اور اگر ناپسند کرتے تو چھوڑ دیتے، مسلم کی روایت میں ہے کہ اگر خواہش ہوتی تو کھاتے اور اگر خواہش یا رغبت نہ ہوتی تو خاموش رہتے۔(۱)

۶۲۶- سنن ابی داؤد وترمذی وابن ماجہ میں صحابی رسول حضرت ھُلْب ؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا، جبکہ ایک شخص نے آپ سے سوال کرتے ہوئے عرض کیا، بعض کھانے ایسے ہوتے ہیں جس سے مجھے الجھن ہوتی ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

لَايَتَحَلَّجَنَّ فِيْ صَدْرِكَ شَيْئٌ وَضَارَعْتَ بِهِ النَّصْرانِيةَ .(۲)

تمہارے سینے میں ایسی بات پیدا نہ ہونی چاہئے جس سے تم شبہ کرنے میں نصرانیت سے قریب ہو جاؤ۔

(باب-۵)

کھانے سے بے رغبتی ظاہر کرنا:

ضرورت پیش آنے پر مجھے اس کھانے کی خواہش نہیں، یا میں اس کا عادی نہیں، یا اس جیسے الفاظ کہنا جائز ہے۔

۶۲۷- صحیح بخاری ومسلم میں حضرت خالد بن ولید ؓ سے گوہ والی حدیث میں مروی ہے کہ جب بھنا ہوا گوہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے کھانے کے لئے، اس کی طرف اپنا ہاتھ

(۱) بخاری:۵۴۰۹، مسلم:۲۰۶۴

(۲) ابوداؤد:۳۷۸۴، ترمذی:۱۵۶۵، ابن ماجہ:۲۸۳۰ قال الحافظ: حدیث حسن

بڑھایا، لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول، یہ گوہ ہے تو آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا (اٹھالیا) حضرت خالد نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول کیا گوہ حرام ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

لَا ،وَلٰكِنَّهُ لَمْ يَكُنْ بِاَرْضِ قَوْمِيْ،فَاَجِدُنِيْ اَعَافُهُ.(۱)

نہیں، لیکن یہ میری قوم کی سرزمین میں نہیں پایا جاتا، اس لئے میں اپنے آپ کو اس سے متنفر پاتا ہوں۔

(باب-۶)

کھانیوالوں کا کھانے کی تعریف کرنا :

۶۲۸- صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اہل خانہ سے سالن کے بارے میں دریافت کیا، تو جواب ملا کہ ہمارے پاس صرف سرکہ ہے، آپ نے منگوایا اور کھانے لگے، آپ کہہ رہے تھے:

نِعْمَ الْاُدْمُ اَلْخَلُّ نِعْمَ الْاُدْمُ اَلْخَلُّ.(۲)

سرکہ کیا ہی خوب سالن ہے، سرکہ کیا ہی خوب سالن ہے۔

(باب-۷)

روزہ کی حالت میں کوئی کھانے پر حاضر ہو اور روزہ نہ توڑے تو کیا کہے:

۶۲۹- صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِذَا دُعِيَ اَحَدُكُمْ فَلْيُجِبْ فَاِنْ كَانَ صَائِماً فَلْيُصَلِّ، وَاِنْ كَانَ مُفْطِراً فَلْيَطْعَمْ (۱)

جب تم میں سے کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے تو اسے ضرور قبول کرنا

---

(۱) صحیح بخاری:۵۳۹۱، مسلم:۱۹۴۵ (۲) صحیح مسلم:۲۰۵۲

چاہئے، پھر اگر وہ روزہ سے ہوتو دعا رکرے، اور اگر روزہ سے نہ ہوتو
کھائے۔

یُصَلِّ اس جگہ دعا ر کے معنی میں ہے۔

۶۳۰- ابن سنی وغیرہ کی کتاب میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فَاِنْ كَانَ مُفْطِراً فَلْيَأْكُلْ وَاِنْ كَانَ صَائِماً دَعَالَهُ بِالْبَرَكَةِ.(۲)

اگر وہ روزہ سے نہ ہوتو اسے کھانا چاہئے اور اگر روزہ سے ہوتو اس کے
لئے برکت کی دعا رکرے۔

(باب-۸)

مدعوین کے ساتھ طفیلی کا لگ جانا :

اگر کسی کو کھانے کی دعوت دی گئی ہو اور کوئی طفیلی اس کے ساتھ لگ جائے تو داعی سے اس کی اجازت حاصل کرنی ضروری ہے۔

۶۳۱- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو مسعود انصاریؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے پر مدعو کیا، جسے اس نے پانچ افراد کے لئے تیار کیا تھا، آپ ﷺ پانچویں شخص تھے، کھانے کے لئے جاتے ہوئے ایک شخص ان حضرات کے ساتھ لگ گئے، جب سب لوگ داعی کے دروازہ پر پہونچے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ هٰذَا اتَّبَعَنَا، فَاِنْ شِئْتَ اَنْ تَأْذَنَ لَهُ وَاِنْ شِئْتَ رَجَعَ .(۳)

یہ ہم لوگوں کے پیچھے لگ آیا ہے اگر چاہو تو اسے اجازت دیدو، یا چاہو تو
یہ لوٹ جائے۔

تو اس نے کہا ہم اسے اجازت دیتے ہیں اے اللہ کے رسول۔

---

(۱) صحیح مسلم:۱۴۳۱-۱۴۳۲ (۲) عمل الیوم لابن سنی:۴۹۰، عمل الیوم للنسائی:۳۰۰، عن عبداللہ بن مسعود حدیث صحیح
(۳) صحیح بخاری:۵۴۳۴، صحیح مسلم:۲۰۳۶

(باب-۹)

غلط ڈھنگ سے کھانے والوں کو تنبیہ و نصیحت کرنا :

۶۳۲- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی پرورش میں بچہ تھا میرا ہاتھ پیالہ میں گھوم رہا تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يَا غُلَامُ سَمِّ اللّٰهَ وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ. (١)

اے لڑکے اللہ کا نام لو (بسم اللہ کہو) اپنے داہنے ہاتھ سے کھاؤ، اور اپنے سامنے ہی سے کھاؤ۔

صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ میں ایک روز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھارہا تھا، اور میں پیالے کے چاروں طرف سے لیکر کھانے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "كُلْ مِمَّا يَلِيْكَ" اپنے سامنے سے کھاؤ۔

۶۳۳- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت جبلہ بن سحیمؒ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر کے زمانہ میں قحط سالی کا سامنا ہوا، تو ہمیں کھجور کی روزی میسر آئی، حضرت عبداللہ بن عمر کا جب ہمارے پاس سے گذر ہوتا اور ہم لوگ کھا رہے ہوتے تو وہ فرماتے:

لَا تُقَارِنُوا، فَإِنَّ النَّبِيَّ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - نَهٰى عَنِ الْإِقْرَانِ.

دو کھجور ملا کر بیک لقمہ مت کھاؤ، بیک لقمہ دو کھجور کھانے سے رسول اللہ ﷺ نے منع کیا ہے۔

پھر فرماتے:

إِلَّا أَنْ يَسْتَأْذِنَ الرَّجُلُ أَخَاهُ. (١)

الا اینکہ وہ اپنے بھائی (شریک) سے اس کی اجازت لے لے۔

---

(١) صحیح بخاری: ۵۳۷٦، صحیح مسلم: ۲۰۲۲

نوٹ: شیخ الاسلام زکریا انصاری فرماتے ہیں، یہ ممانعت تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی، البتہ اگر کھجور میں دو آدمیوں کی شراکت ہو تو اس کی اجازت کے بغیر اس سے زیادہ کھانا حرام ہے۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ اس ممانعت کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ کراہت کیلئے ہے یا تحریم کے لئے؟ صحیح قول میں قدرے تفصیل ہے اور وہ اس طرح کہ اگر وہ ان کے درمیان مشترک ہو تو دو کو ملا کر ایک لقمہ بنانا اس کی اجازت کے بغیر حرام ہے۔

۶۳۴۔ صحیح مسلم میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بائیں ہاتھ سے کھایا تو آپ ﷺ نے فرمایا "کُلْ بِیَمِیْنِكَ" اپنے داہنے ہاتھ سے کھاؤ، اس نے جواب دیا کہ میں (داہنے ہاتھ سے) اس کی قدرت نہیں رکھتا تو آپ نے فرمایا: "لَا اسْتَطَعْتَ" تم قدرت نہ رکھ سکو "مَامَنَعَهُ اِلَّا الْكِبْرُ" اسے صرف غرور و تکبر نے اس سے باز رکھا ہے، پھر وہ اپنا ہاتھ منہ تک نہ لے جا سکا۔ (۲)

نوٹ: بائیں ہاتھ سے کھانا مکروہ ہے، بعضوں نے حرام کہا ہے، بشرطیکہ مرض وغیرہ کی وجہ سے کوئی عذر نہ ہو، امام نووی شرح مسلم ۱۹۲/۱۳ میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے بغیر عذر کے حکم شرعی کی مخالفت کرنے والوں پر بددعا کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے، نیز ہر حال میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر"، یعنی نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنے کا وجوب معلوم ہوتا ہے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ اس شخص کا نام بسر بن راعی العیر ہے، یہ صحابی رسول ہیں ان کی حالات زندگی اور اس حدیث کی تشریح میں نے شرح مسلم میں کی ہے۔ واللہ اعلم۔

(باب-۱۰)

کھانے پر باتیں کرنے کا استحباب

---

(۱) صحیح بخاری: ۲۴۵۵، صحیح مسلم: ۲۰۴۵ (۲) صحیح مسلم: ۲۰۲۱

اس کے اندر وہی حدیث ہے جو کھانے کی تعریف کے سلسلہ میں پہلے مسلم کے حوالہ سے حدیث نمبر: ۶۲۸ میں آچکی ہے۔

امام ابو حامد الغزالی فرماتے ہیں کہ کھانے کے آداب میں سے ہے کہ کھانے کے دوران نیک اور اچھے اعمال کے بارے میں اور صالحین و بزرگان دین وغیرہم کے بارے میں گفتگو ہوتی رہنی چاہئے۔

(باب-۱۱)

کھانے کے باوجود اگر شکم سیر نہ ہو تو اسے کیا کہنا اور کیا کرنا چاہئے؟

۶۳۵- سنن ابی داؤد وابن ماجہ میں وحشی بن حربؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے عرض کیا اے اللہ کے رسول: ہم کھاتے ہیں، اور شکم سیر نہیں ہوتے، تو آپ نے ارشاد فرمایا:

فَلَعَلَّكُمْ تَفْتَرِقُوْنَ" شاید تم الگ الگ کھاتے ہو۔

صحابہ نے عرض کیا جی ہاں، تو آپ نے فرمایا:

فَاجْتَمِعُوْا عَلٰى طَعَامِكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ تَعَالٰى يُبَارِكْ لَكُمْ فِيْهِ. (۱)

اکٹھا کھایا کرو اللہ تعالیٰ کا نام لیا کرو (اس طرح) اس میں تمہارے لئے برکت دی جائے گی۔

(باب-۱۲)

کسی جذامی یا آفت رسیدہ کے ساتھ کھاتے وقت کیا کہنا چاہئے:

(۱) سنن ابی داؤد :۳۷۶۴، سنن ابن ماجہ :۳۲۸۶، یہ حدیث بوجہ شواہد حسن ہے

۶۳۶- سنن ابی داؤد، ترمذی وابن ماجہ میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جذامی (کوڑھی) کا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ اسے پیالہ میں ڈالا اور فرمایا:

كُلْ بِاسْمِ اللّٰهِ ثِقَةً بِاللّٰهِ وَتَوَكُّلًا عَلَيْهِ.(۱)

اللہ کا نام لیکر، اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اسی پر اعتماد وتوکل کرتے ہوئے کھاؤ۔

نوٹ: ابن حبان نے (۶۰۸۷) اور ابن سنی نے (۴۶۵پر) اس کی تخریج کی ہے، اس کی سند میں مفضل بن فضالہ ہیں ابن حبان نے ان کی توثیق کی ہے اور حافظ ابن حجر نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے، لیکن اسے حسن قرار دیا ہے، جذامی کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا کھانا محض بیان جواز کے لئے ہے، اور وہ حدیث جس میں "فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ فِرَارَكَ مِنَ الْأَسَدِ" جذامی سے اسی طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو آیا ہے، وہ احتیاط واستحباب پر محمول ہے، تفصیل کتب حدیث میں دیکھیں۔

(باب-۱۳)

میزبان کا مزید کھانے کے لئے بار بار کہنا :

میزبان کا مہمانوں یا اس کے زمرہ میں آنے والوں کو کھانے پینے یا خوشبو لگانے کے لئے، اور "لیں، اور نوش فرمائیں" یا اس جیسے کلمات بار بار کہنا افضل ہے تا آنکہ ان کے سیراب ہو جانے کا یقین ہو جائے۔

یاد رکھیں کہ شکم سیر ہو کر کھانے پینے کے لئے اس طرح بار بار تاکید کرنا مستحب ہے، حتی کہ شوہر کا اپنی بیوی بچوں کو بھی، اگر ان کے بارے میں یہ گمان ہو کہ انہوں نے کھانے کی خواہش و ضرورت باقی رہنے کے باوجود ہاتھ روک لیا ہے، تو اس طرح کہنا مستحب ہے، خواہ خواہش تھوڑی ہی کیوں نہ باقی رہی ہو، اور اس کی دلیل یہ ہے :

---

(۱) سنن ابی داؤد: ۳۹۲۵، ترمذی: ۱۸۱۷، ابن ماجہ: ۳۵۴۲

۶۳۷- صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے ایک طویل حدیث کے ضمن میں جس کے اندر سول اللہ ﷺ کے کھلے معجزہ کا ذکر ہے، مروی ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کی بھوک جب شدت اختیار کرگئی، اور وہ راستہ میں بیٹھ کر ہر گذرنے والے سے قرآن سنانے کی خواہش کرتے، اور خواہش ہوتی کہ وہ ان کی ضیافت کریں۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے انہیں اہل صفہ کے پاس بھیجا، وہ ان سبھوں کولیکر آئے، تو رسول اللہ ﷺ نے ان تمام اصحاب صفہ کو ایک پیالہ دودھ سے سیراب کیا۔

پوری حدیث ذکر کرتے ہوئے حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: "بَقِیتُ اَنَا وَ اَنتَ" اب صرف ہم اور تم بچے ہیں میں نے کہا: آپ نے سچ فرمایا، اے اللہ کے رسول، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اقعد و اشرب" بیٹھ جاؤ اور پیو، تو میں بیٹھ گیا، اور خوب پیا، پھر آپ نے فرمایا: "اشرب" اور پیو، تو میں نے اور پیا، آپ مجھے مسلسل "اشرب اشرب" اور پیو اور پیو کہتے رہے، یہاں تک کہ میں نے عرض کیا، بس اور نہیں، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا: اب اس کے لئے میں اپنے اندر گنجائش نہیں پا رہا ہوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا "فارنی" ذرا مجھے دکھاؤ میں نے پیالہ آپ کو دیدیا، آپ نے اللہ کی حمد وثنا بیان کی، بسم اللہ کہا اور بچا ہوا نوش فرمایا: (۱)

(باب-۱۴)

کھانے سے فراغت کے بعد کی دعاء:

۶۳۸- صحیح بخاری میں حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنا دسترخوان اٹھاتے تو فرماتے:

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ كَثِيراً طَيِّباً مُبَارَكاً فِيهِ غَيرَ مَكفِيٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَامُستَغنٍ عَنهُ رَبَّنَا (۱)

---

(۱) صحیح بخاری: ۶۴۵۲

اللہ ہی کے لئے حمد و شکر ہے، بہت بہت اور بابرکت حمد و شکر، نہ اس کھانے سے کفایت کی جاسکتی ہے، نہ اس کو خیر باد کہا جاسکتا ہے، اور نہ اس سے بے نیاز ہوا جاسکتا ہے، اے ہمارے پروردگار (تو اس حمد و شکر کو قبول فرما)

۶۳۸/۱- بخاری کی روایت میں اس طرح ہے کہ: رسول اللہ ﷺ جب کھانے سے فارغ ہوتے، اور راوی نے ایک بار کہا کہ جب اپنا دستر خوان اٹھاتے تو فرماتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَفَانَا وَاَرْوَانَا غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مَكْفُوْرٍ. (۲)

اللہ ہی کے لئے حمد و شکر ہے، جس نے ہماری کفایت کی اور سیراب کیا نہ اس سے کفایت کی جاسکتی اور نہ ناشکری کی جاسکتی۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ "مَكْفِيِءٍ" میم کے زبر اور یار کے تشدید کے ساتھ ہی صحیح و فصیح روایت میں ہے، اکثر راویوں نے اسے "مُكْفِيِءٍ" ہمزہ کے ساتھ نقل کیا ہے، مگر یہ لغوی اعتبار سے غلط ہے خواہ "کفایت" سے ماخوذ ہو یا "کفأ الاناء" (برتن انڈیل نے) سے، جس طرح "قراءة" سے مَقْرُوْءٌ (پڑھا ہوا) کو مَقْرِيٌّ یا مَرْمِيٌّ (پھینکے ہوئے) کو مَرْمِئٌ ہمزہ کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا، صاحب "مطالع الانور" اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ اس کے اندر تمام مذکور امور سے مراد کھانا ہے، اور اسی کی طرف ضمیر لوٹ رہی ہے ــــــ امام حربی کہتے ہیں کہ کفی اس برتن کو کہتے ہیں جسے بے نیازی و استغنار کی وجہ سے الٹ کر رکھ دیا گیا ہو "غیر مستغنی عنہ" اس سے بے نیاز ہوئے بغیر۔

"غیر مکفور" ناشکری کئے بغیر کہ کھانے میں جو اللہ کی نعمتیں ہیں اس کی ناشکری نہ کی جائے، بلکہ اس پر اللہ کا شکر ادا کیا جائے، اور اللہ کی نعمتوں کا اعتراف کھلے عام ہو، اور اس پر اس کا شکر بجالائے۔

امام خطابی (۱۸۴) کی رائے ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ ہیں اور ضمیر اسی طرف لوٹ رہی

(۱) بخاری: ۵۴۵۸ (۲) بخاری: ۵۴۵۹

ہے،اور ”غیر مکفی“ سے مراد یہ ہے کہ اللہ کھلاتا ہے کھلایا نہیں جاتا،اس طرح وہ کفایت کرنے والا ہے۔

اس کی تشریح میں یہی رائے دوسرے علماء کی بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی معاون ومددگار سے مستغنی وبے نیاز ہیں ”ولا مـــودع“ سے مراد یہ ہے کہ اس سے اس کی طلب ترک نہیں کی جاسکتی بلکہ اسی کی طرف متوجہ ہوتے رہنا اور مانگتے رہنا ہے۔

”ربنا“ اختصاص یا مدح، یا ندا کی وجہ سے منصوب ہے گویا اس کی تقدیر اس طرح ہے: يَارَبَّنَا اسْمَعْ حَمْدَنَا وَدُعَاءَ نَا“ اے میرے رب تو میری دعاء اور حمد وشکر کو سن لے۔

”ربنا“ میں بار کو جنہوں نے پیش پڑھا ہے، انہوں نے اسے خبر بنایا ہے ”علامہ اصیلی“ نے اسی طرح پیش کے ساتھ نقل کیا ہے، اس وقت تقدیر ہوگی ”ذٰلِكَ رَبُّـنَـا “یعنی“ اَنْتَ رَبُّنَا“ وہ ہمارا رب ہے یعنی تو ہی ہمارا رب ہے۔

”ربنا“ میں بار کو زیر دینا بھی بر بنار ”بدل“ درست ہے اس وقت وہ الحمد للہ کے اسم اللہ کا بدل ہوگا۔

ابوسعادات ابن اثیر نے ”نهاية الغريب“ (۱۶۸/۵) میں اس اختلاف کو مختصراً ذکر کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: کہ جنہوں نے ”ربنا“ بار کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے انہوں نے اسے مبتدا مؤخر قرار دیا ہے، اس وقت تقدیر ہوگی ”ربنا غیر مکفی ولا مودع“ اس صورت میں ”غیر“ کو بھی پیش پڑھنا ہوگا، پھر فرماتے ہیں کہ ”یہ بھی ممکن ہے کہ کلام حمد کی طرف لوٹ رہا ہو، اور تقدیر یوں ہو، حَـمْـدًا كَثِيْرًا غَيْرَ مُكْفِيٍّ وَلَا مُوَدِّعٍ وَلَا مُسْتَغْنِي عَنْ هٰذَا الْحَمْدِ“ ولا مودع کا مفہوم بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس کا مفہوم ہے ”غیـر متروك الطاعة“ اطاعت وبندگی کو ترک کیئے بغیر۔

اور بعض لوگوں نے ترک کرنے کا معنی نہیں لیا ہے، بلکہ اسے وداع یعنی رخصت کرنے کے مفہوم میں لیا ہے۔

۶۳۹- صحیح مسلم میں حضرت انس ؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد

فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَيَرْضٰى عَنِ الْعَبْدِ يَأْكُلُ الْأَكْلَةَ فَيَحْمَدُهُ عَلَيْهَا وَيَشْرَبُ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدُهُ عَلَيْهَا". (۱)

اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے راضی وخوش ہوتا ہے جو ایک لقمہ کھاتا اور اس پر اللہ کا حمد وشکر ادا کرتا ہے اور ایک گھونٹ پیتا اور اس پر اللہ کا حمد وشکر بجالاتا ہے۔

۶۴۰۔ سنن ابی داؤد اور سنن وشمائل ترمذی میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کھانے سے فارغ ہوتے تو فرماتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِينَ" (۲)

تمام حمد وشکر اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور مسلمان بنایا۔

۶۴۱۔ امام ابوداؤد ونسائی نے بسند صحیح حضرت ابوایوب خالد بن زید انصاریؓ سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کھاتے یا پیتے تو فرماتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَ وَسَقٰى وَسَوَّغَهُ وَجَعَلَ لَهُ مَخْرَجًا. (۳)

تمام حمد وشکر اس اللہ کے لئے ہے جس نے کھلایا پلایا اور اسے ہضم کے قابل بنایا اور اس کے نکلنے کا راستہ بنایا۔

۶۴۲۔ سنن ابی داؤد، ترمذی وابن ماجہ میں حضرت معاذ بن انس سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مَنْ أَكَلَ طَعَامًا فَقَالَ" جس نے کھایا اور کہا:

[اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَنِي هٰذَا وَرَزَقَنِيهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّي وَلَا قُوَّةٍ] غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. (۱)

---

(۱) صحیح مسلم: ۲۷۳۴ (۲) سنن ابی داؤد: ۳۸۵۰، سنن ترمذی: ۳۴۵۷، شمائل ترمذی: ۱۹۳ حدیث حسن

(۳) سنن ابی داؤد: ۳۸۵۱، عمل الیوم للنسائی: ۲۸۵

اللہ ہی کے لئے حمد وشکر ہے جس نے میری طاقت وقدرت کے بغیر مجھے یہ کھلایا اور یہ روزی عطار کی، تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس باب میں یعنی کھانے کے بعد اللہ کا حمد وشکر ادا کرنے میں متعدد احادیث حضرات عقبہ بن عامر، ابوسعید، عائشہ، ابوایوب وابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہیں:

۶۴۳- امام نسائی وابن سنی نے بسند حسن جلیل القدر تابعی حضرت عبدالرحمٰن بن جبیر سے روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی ۸/سالوں تک خدمت کرنے والے ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھانا پیش کیا جاتا تو وہ آپ کو یہ کہتے ہوئے سنتے "بسم الله" شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے، اور جب فارغ ہوتے تو فرماتے:

اَللّٰهُمَّ اَطْعَمْتَ وَسَقَيْتَ وَاَغْنَيْتَ وَاَقْفَيْتَ وَهَدَيْتَ وَاَحْيَيْتَ ، فَلَكَ الْحَمْدُ عَلٰى مَا اَعْطَيْتَ.(۲)

اے اللہ تو نے کھلایا پلایا بے نیاز کیا روزی دی، ہدایت دی اور زندہ رکھا، پس جو تو نے عطار کیا اس پر تیرے ہی لئے سارا حمد وشکر ہے۔

۶۴۴- ابن سنی کی کتاب میں حضرت عبداللہ بن عمرو بالعاص ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کھانے سے فارغ ہوتے تو فرماتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ مَنَّ عَلَيْنَا وَهَدَانَا وَالَّذِیْ اَشْبَعَنَا وَكُلَّ الْاِحْسَانِ آتَانَا.(۱)

ساری تعریف وسارا شکر اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں ہدایت دی، ہمیں شکم سیر کیا اور ہر طرح کا فضل واحسان ہمیں

(۱) سنن ابی داود: ۴۰۲۳، سنن ترمذی: ۳۴۵۸، ابن ماجہ: ۳۲۸۵، قال الترمذی: حسن

(۲) تحفۃ: ۱۵۶۲۰، بحوالہ السنن الکبری، عمل الیوم لابن سنی: ۴۶۷، حدیث صحیح

عطا کیا۔

۶۴۵- سنن ابی داؤد، ترمذی وابن سنی کی کتاب میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اِذَا اَکَلَ اَحَدُکُمْ طَعَامًا" جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے، اور ابن سنی کی روایت کے الفاظ ہیں: مَنْ اَطْعمه الله طعاما ، فليقل : جسے اللہ کھانا کھلائے اسے چاہئے کہ کہے، ڈالتے جارہے تھے، اور بیچ کی وسطی اور شہادت کی سبابہ انگلیوں کو ملائے ہوئے تھے۔

شعبہ فرماتے ہیں کہ "هُوَ ظَنِّي" یہ میرا گمان ہے کہ دو انگلیوں کے درمیان گٹھلی ڈالنے کا ذکر حدیث میں انشاء اللہ مذکور ہے۔

پھر پانی لایا گیا تا تو آپ نے اسے پیا، اور پی کر اپنے داہنے جانب والے کو بڑھا دیا، میرے والد نے عرض کیا، ہمارے لئے دعاء فرمادیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيمَا رَزَقْتَهُمْ وَاغْفِرْلَهُمْ وَارْحَمْهُمْ. (۲)

اے اللہ تو نے جو رزق انہیں دیا ہے اس میں برکت دے ان کی مغفرت فرما اور ان پر رحم کر۔

۶۴۸- سنن ابی داؤد وغیرہ میں بسند صحیح حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت سعد بن عبادہؓ کے پاس تشریف لائے تو حضرت سعد نے روٹی اور کشمش حاضر کیا، آپ ﷺ نے تناول فرمایا، اور دعاء دیتے ہوئے فرمایا :

اَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ وَاَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ .(۳)

تمہارے پاس روزہ دار روزہ کھولیں اور نیک لوگ تمہارا کھانا کھائیں اور فرشتے تمہارے لئے دعاء رحمت کریں۔

اس کا ذکر حدیث نمبر: ۵۴۳، پر آچکا ہے

---

(۱) عمل الیوم لابن سنی: ۴۶۸، حدیث ضعیف یتقوی بشواہدہ

(۲) صحیح مسلم: ۲۰۴۲ (۳) ابوداود: ۳۸۵۴

۶۴۹- سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذؓ کے پاس روزہ کھولا تو فرمایا :

"اَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّائِمُونَ" تمہارے پاس رزہ دار روزہ کھولیں۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ یہ دو واقعہ ہے جو حضرت سعد بن عبادہ او رحضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما دونوں کے ساتھ پیش آیا۔(۱)

(یہ حدیث ضعیف ہے، مگر ماسبق کے ہم معنی ہے)

۶۵۰- سنن ابی داؤد میں ایک شخص کے واسطہ سے حضرت جابرؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ "ابو هيثم بن تيهان" نے رسول اللہ ﷺ کے لئے کھانا تیار کیا، اور نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب کو مدعو کیا جب سب لوگ کھانے سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اَثِیْبُوا اَخَاکُمْ" اپنے بھائی کو بدلہ دو۔

صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اس کا بدلہ کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

ان الرجل اذا دخل بيته ، فاكل طعامه وشرب شرابه ثم دعى له فذلك اثابته "(۲)

جب کسی کے گھر میں داخل ہوا جائے پھر اس کا کھانا کھایا جائے ،اور اس کا پانی پیا جائے، پھر اس کے لئے دعار کی جائے تو یہی (دعار) اس کا اچھا بدلہ ہے۔

(باب-۱۶)

پانی یا دودھ وغیرہ پلانے والوں کے لئے دعار :

(۱) سنن ابن ماجہ: ۱۷۴۷ (۲) سنن ابی داؤد: ۳۸۵۳ حدیث ضعیف یتقوی بشواہدہ

۶۵۱- صحیح مسلم میں حضرت مقدادؓ سے مروی ہے، وہ اپنی مشہور طویل حدیث میں فرماتے ہیں کہ ''پھر نبی کریم ﷺ نے اپنا روئے مبارک آسمان کی طرف اٹھایا اور فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنِیْ وَاسْقِ مَنْ سَقَانِیْ. (۱)

اے اللہ جس نے مجھے کھلایا تو اسے کھلا اور جس نے مجھے پلایا تو اسے پلا۔

۶۵۲- ابن سنی کی کتاب میں حضرت عمر بن حَمِقؓ سے مری ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دودھ پلایا تو آپ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اَمْتِعْهُ بِشَبَابِهٖ. (۲)

الٰہی تو اسے مدت دراز تک اپنی جوانی سے مستفید ہونے دے۔

چنانچہ اسّی سال گذر جانے کے باوجود انہوں نے اپنے اندر ایک بال بھی سفید نہیں دیکھا۔

۶۵۳- ابن سنی کی کتاب میں حضرت عمرو ابن اخطبؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پینے کے لئے پانی طلب کیا تو میں نے لکڑی کے پیالہ میں پانی لایا، اس کے اندر ایک بال تھا، میں نے اسے نکال دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اَللّٰهُمَّ جَمِّلْهُ، الٰہی تو اسے زینت بخش'' راوی کہتے ہیں کہ میں نے انہیں ترانوے (۹۳) سال کی عمر میں دیکھا کہ ان کے سر اور داڑھی کے بال کو بالکل سیاہ حالت میں ہیں۔ (۳)

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں جمجمه، دونوں جیم کے پیش اور میم کے سکون کے ساتھ ہے اور اس کا معنی لکڑی کا پیالہ ہے، اس کی جمع جماجم ہے، اور اسی سے ''دیر الجماجم'' اس مقام کا نام پڑا ہے جہاں عراق کے اندر ابن اشعث کی جنگ حجاج کے ساتھ ہوئی تھی، کیونکہ وہاں کے لوگ لکڑی کا پیالہ بنایا کرتے تھے، بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ اس کا یہ نام اس وجہ سے پڑا کہ اس کی تعمیر بے پناہ لوگوں کے قتل اور کھوپڑیوں کے ڈھیر لگنے کے

---

(۱) صحیح مسلم: ۲۰۵۵ (۲) عمل الیوم لابن سنی: ۴۷۶، حدیث ضعیف، ویؤیدہ ماروا‌ہ الطبرانی عن عمرو بن ثعلبۃ الجہنی وانس
(۳) عمل الیوم لابن سنی: ۴۷۸-حدیث حسن، رجالہ رجال البخاری الا النہیک

بعد ہوئی، اس وقت جمجمہ کھوپڑی کے معنی میں ہوگا۔

(باب-۱۷)

ضیافت کرنے والوں کو دُعا دینا اور حوصلہ افزائی کرنا:

۶۵۴- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ آپ ﷺ اس کی ضیافت فرمائیں، مگر آپ کے پاس اس کی ضیافت و مہمان نوازی کے لئے کچھ بھی نہیں تھا، تو آپ نے فرمایا: اَلَا رَجُلٌ یَضِیْفُ ھٰذَا رَحِمَهُ اللّٰهُ'' کیا کوئی ہے جو اس کی ضیافت کرے، اللہ اس پر رحم کرے گا۔

تو انصار میں سے ایک شخص کھڑے ہوئے اور انہیں اپنے یہاں لے گئے پھر پوری حدیث ذکر کی (پوری حدیث اگلے باب میں آرہی ہے) (۱)

(۱) صحیح بخاری: ۳۷۹۸، صحیح مسلم: ۲۰۵۴

(باب-۱۸)

مہمانوں کا اعزاز کرنے والوں کی تعریف وتحسین :

۶۵۵ - صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں ''بدحال ہوں'' (بھوکا اور تھکا ماندا ہوں) تو آپ ﷺ نے اپنے بعض ازواج مطہرات کے پاس (کچھ لانے کے لئے) کہلا بھیجا، جواب ملا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، میرے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں، تو دوسری زوجہ مطہرہ کے پاس کہلا بھیجا، وہاں سے بھی پہلی ہی کی طرح جواب ملا یہاں تک کہ تمام ازواج مطہرات نے اسی طرح جواب دیا (کہ ان کے پاس گھر میں پانی کے سوا کچھ نہیں، وہاں بھی فقر وفاقہ کا عالم ہے) تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا :مَنْ یُضِیفُ ھذا ، اللیلَۃَ رَحِمَہُ اللّٰہ'' آج رات اس کی کون ضیافت کرسکتا ہے، اللہ اس پر رحم کرے گا، انصار میں سے ایک شخص کھڑے ہوئے اور بولے میں (ان کی ضیافت کرونگا) اے اللہ کے رسول، تو وہ انہیں اپنے گھر لے کر گئے اور اپنی بیوی سے کہا، کیا تیرے پاس (کھانے کے لئے) کچھ ہے؟ بیوی نے جواب دیا، بچوں کے ایک وقت کے کھانے کے سوا کچھ نہیں، تو انہوں نے اپنی شریک حیات سے کہا، بچوں کو کسی چیز سے بہلا دو، اور مہمان جب داخل ہوں تو چراغ گل کردو، اور اس پر باور کرو کہ ہم لوگ اس کے ساتھ کھائیں گے، جب وہ کھانے کے لئے تیار ہوں اور کھانے لگیں تو تم چراغ کی طرف اٹھو اور اسے گل کردو پھر وہ لوگ اس کے ساتھ بیٹھ گئے اور مہمان نے کھالیا، جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، آپ نے انہیں دیکھ کر فرمایا :

''قَدْ عَجِبَ اللّٰہُ مِنْ صُنْعِکُمَا بِضَیْفِکُمَا اللَّیْلَۃَ''

گذشتہ رات اپنے مہمان کے ساتھ تم دونوں (میاں بیوی) کے سلوک سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوئے (تمہارا سلوک اللہ کو بہت پسند آیا)

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمایا :

وَیُؤْثِرُونَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ کَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ. (الحشر:۹)(۱)

اور مقدم رکھتے ہیں ان کو (دوسروں کو) اپنی جان سے اگرچہ ہو اپنے اوپر فاقہ۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: یہ اس بات پر محمول ہے کہ بچوں کو اس کھانے کی اس وقت حاجت نہیں تھی، کیونکہ عادت ہے کہ بچے اگرچہ شکم سیر و آسودہ ہوں پھر بھی دوسروں کو کھاتا دیکھ کر مانگنا شروع کر دیتے ہیں، اور مذکورہ صحابی اور ان کی بیوی کا عمل اس بات پر محمول ہے کہ ان دونوں نے اپنے اپنے حصہ کا کھانا مہمان کو کھلا کر ایثار سے کام لیا، واللہ اعلم۔

نوٹ: ابن علان فرماتے ہیں کہ کھانے پینے، اور مرغوبات نفس میں ایثار سے کام لینے کی فضیلت پر تمام علماء کا اتفاق ہے، البتہ عبادات وقربات میں ایثار نہ کرنا ہی افضل ہے، کیونکہ یہ اللہ کا حق ہے۔

نیز اس حدیث میں بھائی چارگی اور مہمان کے اعزاز و اکرام اور ایثار وقربانی کا درس اور اس کے لئے حیلہ کا جواز ہے، اگر یہ خدشہ ہو کہ مہمان اہل خانہ کی رعایت وتکلف میں کھانے سے پرہیز کر سکتا ہے، نیز اس کے اندر انصاری صحابی اور ان کی رفیق حیات کی منقبت بھی ہے۔

(باب-۱۹)

مہمانوں کا استقبال:

مہمانوں کو خوش آمدید کہنا، اور مہمان پہونچنے پر اللہ کا شکر اور اظہار مسرت کرنا کہ اللہ نے اسے اس کا اہل بنایا، مستحب ہے۔

۶۵۶ - صحیح بخاری ومسلم میں متعدد طرق سے حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن یا ایک رات رسول اللہ ﷺ (گھر سے) نکلے تو انہوں نے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو (باہر) پایا، آپ نے ارشاد فرمایا "مَا اَخْرَجَکُمَا مِنْ بُیُوتِکُمَا هٰذِهِ السَّاعَةَ" اس وقت تم دونوں کو اپنے گھروں سے کس چیز نے نکالا ہے؟ شیخین نے جواب دیا بھوک نے اے اللہ کے رسول، تو

(۱) صحیح بخاری ۴۸۸۹) صحیح مسلم ۲۰۵۴

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”وَانا والذی نفسی بیدہ لَاَخرجنی الّذی اَخرجکُما، قوموا“

اور مجھے بھی، اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اسی چیز نے نکالا ہے جس نے تم دونوں کو نکالا ہے، اٹھو

یہ دونوں آپ کے ساتھ اٹھے (اور چل پڑے) اور انصار کے ایک شخص کے پاس آئے وہ گھر میں نہیں تھے، جب ان کی بیوی نے آپ کو دیکھا تو عرض کیا ”مرحباً و اَھلاً“ (خوش آمدید) آپ کا آنا مبارک ہو تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اَینَ فلانٌ“ وہ کہاں ہے، تو عورت نے جواب دیا وہ میرے لئے پانی شیریں کر کے لانے گئے ہیں، اتنے میں وہ انصاری بھی آگئے، اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے دونوں رفقاء کو دیکھ کر کہا ”اَلحَمدُ لِلّٰہ“ اللہ کا شکر ہے، آج کے دن مجھ سے بہتر مہمان والا کوئی نہیں (پھر پوری حدیث ذکر کی)

نوٹ: پوری حدیث یوں ہے ”پھر وہ گئے اور کھجور کا ایک خوشہ (ٹہنی) لیکر آئے جس میں کچی پکی اور تر کھجوریں تھیں، اور عرض کیا آپ حضرات اس میں سے نوش فرمائیں، پھر انہوں نے بڑا چھرا لیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا ”اِیَّاكَ وَالْحَلُوبَ“ خبردار دودھ دینے والی کو مت ذبح کر ڈالنا۔

انہوں نے بکری ذبح کیا، تو ان تمام حضرات نے اس کھجور کے خوشہ اور بکری میں سے کھایا اور پانی پیا، جب بالکل شکم سیر اور تر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر و ابوبکر سے فرمایا:

وَالّذِی نَفسِی بیدہ، لَتُسئَلُنَّ عَنْ ھٰذا النعیم یوم القیامَۃِ اَخرجکم مِنْ بیوتکم الجوع، ثم لم ترجعوا حتی اصابکم النعیم

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، قیامت کے دن تم سے اس نعمت کا سوال کیا جائے گا بھوک نے تمہیں گھروں سے نکالا تھا،

پھر تم بھی لوٹے بھی نہیں تھے کہ یہ نعمت تمہیں میسر آ گئی۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ یہ سوال تعدد نعمت، اظہار احسان اور اعزاز واکرام کی بارش وعطاء کے بارے میں ہے نہ کہ زجر وتوبیخ ڈانٹ پھٹکار یا حساب لینے کے لئے، ابن علان فرماتے ہیں، رزق کی تلاش اور اسباب کا اختیار کرنا "توکل علی اللہ" کے منافی نہیں، نیز پانی کو شیریں بنانا بھی زہد فی الدنیا کے مغایر نہیں، اور کسی مالدار کا خود سے اپنے اہل خانہ کی بطور تواضع خدمت کرنا مروت کے منافی نہیں، بلکہ اخلاق مندی کا کمال اور حسن معاشرت کا جزء ہے۔ اس حدیث کے اندر کسی اجنبی عورت کی آواز سننے کا جواز بھی ہے بشرطیکہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔

(باب ۲۰)

کھانے سے فراغت کے بعد لوٹتے ہوئے کیا کہنا چاہئے:

۶۵۸ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَذِیْبُوا طَعَامَکُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ تعالیٰ وَالصَّلَاۃِ، وَلَا تَنَامُوْا عَلَیْہِ فَتَقْسُو لَہٗ قُلُوْبُکُمْ" (۱)

اپنا کھانا اللہ کے ذکر اور نماز ودعاء کے ذریعہ حل کرو، اور اس کے ساتھ مت سوؤ کہ اس سے تمہارا دل سخت ہو جائے گا۔

نوٹ: حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ثابت نہیں، ابن حبان فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں موجود راوی "بزیع" ثقہ راویوں کے حوالہ سے من گھڑت (موضوع) حدیثیں پیش کرتے ہیں۔

(۱) عمل الیوم لابن سنی: ۴۸۹

لوگوں کو (محتاجوں کو) کھانا کھلاؤ، اور جانے انجانے سب کو سلام کرو۔

۶۶۰ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خَلَقَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ آدمَ عَلٰی صُورَتِهٖ طُولُه سِتُّونَ ذِرَاعاً فَلَما خلقه قال: اِذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلٰی اولٰئِكَ نَفَرٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ جُلُوْسٍ، فَاسْتَمِعْ مَايُحَيُّوْنَكَ، فَاِنَّهَا تَحِيَّتُكَ وَ تَحِيَّةُ ذُرِّيَّتِكَ، فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فقالوا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَزَادُوْهُ " وَرَحْمَةُ اللّٰهِ "(۱)

اللہ عزوجل نے آدم (علیہ السلام) کو ان کی اپنی دنیوی شکل میں پیدا کیا، ان کی لمبائی ساٹھ گز تھی، جب پیدا کیا تو اللہ نے انہیں حکم دیا کہ جاؤ اور انہیں سلام کرو، یعنی ان فرشتوں کی ایک جماعت کو جو بیٹھی تھی، پھر سنو کہ وہ تمہیں جواباً کیا سلام کرتے ہیں، وہ جس طرح سلام کریں وہی تمہارا اور تمہاری ذریت کا سلام ہوگا، تو حضرت نے ان فرشتوں سے کہا "السلام علیکم" ان فرشتوں نے جواب میں کہا "السلام عليك ورحمة الله" ان فرشتوں نے "ورحمة الله" کا اضافہ کر کے کہا۔

نوٹ: علی صورته "اپنی صورت میں" امام نووی فرماتے ہیں کہ (ہ) کی ضمیر آدم کی طرف لوٹ رہی ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ابتدائے آفرینش اور شروع میں اسی شکل وصورت پہ پیدا کیا، جس شکل وصورت کے ساتھ وہ دنیا میں آئے، زندہ رہے، اور اسی پر وفات پائی، نہ تو عام انسانوں کی طرح بچپن جوانی اور بڑھاپے کے مختلف ادوار و مراحل سے گذرے، اور نہ ہی اول سے آخر تک ان کی شکل میں کوئی تبدیلی رونما ہوئی بلکہ وفات تک یکساں ایک ہی حالت وہیئت پہ اسی طرح رہے جس طرح انہیں پیدا کیا گیا تھا۔

(۱) صحیح بخاری ۳۳۲۶ صحیح مسلم: ۲۸۴۱

ابن علان فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے حضرت آدمؑ کی فضیلت اور اس بات کا علم ہوتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے خود حضرت آدمؑ کی تربیت کی اور آداب زندگی سکھلائے، نیز یہ بھی کہ سلام ایک قدیم ادب ہے، جس کی مشروعیت خلق آدم ہی کے وقت سے ہے اور یہ بھی کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ آنے والا ہی اہل مجلس کو سلام کرے۔

۶۶۱ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا:

(۱) مریض کی عیادت و بیمار پرسی کرنا۔ (۲) جنازہ کے ساتھ چلنا۔
(۳) چھینکنے والوں کو جواب دینا۔ (۴) کمزوروں کی مدد کرنا۔
(۵) مظلوم کی دستگیری کرنا۔ (۶) سلام کو عام کرنا۔
(۷) اور قسم کو پورا کرنا۔

یہ بخاری کی مختلف روایتوں میں سے ایک روایت کے الفاظ ہیں۔(۱)

۶۶۲ - صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

لَا تدخلوا الجنة حتى تُؤمِنُوا ، وَلَا تُؤمِنُوا حتى تَحَابُّوا ، اَوَلا اَدُلُّكُمْ عَلٰى شئيٍ اِذا فعلتموه تحابَبْتُم ؟ اَفْشُوا السَّلَام بَيْنَكُمْ .(۲)

تم جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک کہ ایمان نہ لاؤ، اور ایمان مکمل نہیں ہو سکتا جب تک کہ تم آپس میں محبت نہ کرو، کیا میں تمہیں ایسی چیز کی رہنمائی نہ کروں کہ اگر تم نے اس پر عمل کیا تو آپس میں محبت کرنے لگو، اپنے درمیان سلام کو پھیلاؤ۔

نوٹ : ”لا تؤمنوا حتى تحابوا“ کا مفہوم یہ ہے کہ ایمان آپسی محبت کے بغیر ناقص و

(۱) بخاری ۱۲۳۹ مسلم ۲۰۶۶ (۲) صحیح مسلم: ۵۴

نامکمل ہے، اور انسان کی پاکبازی اور صلاح وتقوی باہمی اخوت سے ہے، ابن علان فرماتے ہیں کہ سلام خالصۃ لوجہ اللہ ہو اس میں خواہش نفس کی اتباع نہ ہو، کیونکہ سلام تالیف قلب کا پہلا ذریعہ ،حصول محبت کی کنجی، اور مسلمانوں کا وہ شعار وامتیاز ہے جس سے ایک مسلمان دیگر ادیان والوں سے فرق وامتیاز پاتا ہے، اس کے علاوہ اس میں ریاضت نفس ،تواضع وانکساری اور مسلمانوں کی حرمت اوران کی تعظیم کا درس ہے۔

۶۶۳- مسند دارمی ،ترمذی، وابن ماجہ وغیرہ میں بسند جید حضرت عبداللہ بن سلام سے مروی ہے،وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا :

يَـاأَيُّهَـا الـنَّـاسُ اَفْشُوا السـلام وَاطعموا الطعـامَ وَصِلُوا الارحامَ ، وَصَلُّوْا وَالناسُ نيامٌ، تَدْخُلُوا الجنة بسلامٍ .(۱)

اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ (عام کرو) کھانا کھلاؤ صلہ رحمی کرو اور نماز پڑھو جبکہ لوگ سو رہے ہوں، تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

۶۶۴ - ابن ماجہ وابن سنی نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوامامہ نے فرمایا

"اَمَرَنـا نَبِيُّنَا -صَلى اللّٰهُ عليه وسلم - اَنْ نُفْشِيَ السَّلَامَ ،

ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم سلام کو عام کریں۔(۲)

۶۶۵ - موطا امام مالک میں حضرت اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے مروی ہے کہ طفیل بن ابی بن کعب نے انہیں خبر دی ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمر کے پاس آتے تو حضرت عبداللہ ان کے ساتھ بازار جاتے ،فرماتے ہیں: کہ جب ہم لوگ بازار جاتے تو وہ نہ کسی خرید وفروخت کرنے والے کے پاس ہوتے اور نہ ہی کسی کباڑی یا مسکین کے پاس جاتے ،مگر وہ ہر شخص کو ضرور سلام کرتے ،حضرت طفیل فرماتے ہیں کہ میں ایک روز عبداللہ بن عمر کے پاس آیا تو انہوں نے بازار جانے کے لئے مجھے اپنے پیچھے لگالیا میں نے عرض کیا، آپ بازار میں کیا کریں گے؟ آپ نہ تو

---

(۱) مسند دارمی ۲۰۵ سنن ترمذی ۲۴۰۵، ابن ماجہ ۳۲۵۱

(۲) ابن ماجہ ۳۶۹۳، عمل الیوم لابن سنی: ۲۱۵ قال ابوحیری فی الزوائد، اسنادہ صحیح رجالہ ثقات

خرید وفروخت کرنے کے لئے ٹھہرتے ہیں نہ قیمت دریافت کرتے ہیں، نہ سامان دیکھتے ہیں، اور نہ مول جول کرتے ہیں، اور نہ ہی بازار کی مجلسوں میں بیٹھتے ہیں؟ پھر میں نے کہا ہمیں اسی جگہ بیٹھنے دیں کہ ہم لوگ آپس میں کچھ باتیں کریں، تو حضرت عبداللہ بن عمر نے مجھ سے فرمایا، "اے ابو بطن" (اے توندوالے) اور حضرت طفیل کا پیٹ بڑا اور نکلا ہوا تھا، ہم تو بازار محض سلام کرنے کے لئے جاتے ہیں، کہ جو بھی ملے اسے سلام کریں۔ (۱)

نوٹ : ابن علان فرماتے ہیں کہ، انسان کے بعض تخلیقی نقائص کو ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ مخاطب کو یہ ناگوار یا اس سے تکلیف نہ پہونچے، یا اس سے اس کی اہانت یا دل آزاری مقصود نہ ہو، اگر اہانت ودل آزاری کا ارادہ ہوتو حرام ہوگا۔

۶۶۶- صحیح بخاری میں مروی ہے کہ حضرت عمارؓ نے فرمایا:

ثَلاثٌ مَنْ جَمَعَهُنَّ فَقَدْ جَمَعَ الْإِيمَانَ الإنصافَ مِنْ نفسِك، وبذل السلام للعالَم وَالانفاق من الِاقتار"(۲)

تین باتوں کو جس نے جمع کرلیا اس نے ایمان کو مکمل کرلیا، اپنے نفس کے ساتھ انصاف، دنیا کے لئے سلام کی بذل وسخاوت اور تنگی وافلاس کے باوجود انفاق۔ (بخاری ۲۰)

بخاری کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں یہ روایت مرفوعاً رسول اللہ سے مروی ہے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: کہ ان تین کلمات کے ذریعہ اس نے دنیا وآخرت کی بھلائی کو یکجا کرکے، اس نے اپنے ایمان کو مکمل کرلیا، کیونکہ انصاف اللہ تعالیٰ کے تمام تر حقوق کی ادائیگی، اس کے اوامر کی پابجائی، اس کی منہیات سے اجتناب اور لوگوں کے سارے حقوق کی ادائیگی اور صرف اپنی ہی مملوک چیز کی طلب وجستجو رکھنے کا متقاضی ہے، اور اس کا بھی تقاضہ کرتا ہے کہ وہ اپنے نفس کے ساتھ اس طرح انصاف کرے کہ کسی گندے یا قبیح فعل وعمل میں

(۱) موطا امام مالک ۲/۹۶۱-۹۲۶، قال الحافظ، ہذا موقوف صحیح

(۲) دیکھیں: بزار: ۳۰ قال الہیثمی ۱/۵۶، رجالہ رجال الصحیح

بالکلیہ نہ پڑے، اور دنیا کے لئے سلام کی سخاوت کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ فراخدلی اور کثرت سے تمام لوگوں اور دنیا کو سلام کرے، کسی کے ساتھ تکبر نہ کرے اور کسی سے ایسی دشمنی یا کشیدگی نہ رکھے جس کے سبب سلام کرنے سے اسے اجتناب کرنا پڑے۔

اور تنگی کے باوجود انفاق کا تقاضہ ہے کہ اللہ پر مکمل توکل و اعتماد ہو، اور مسلمانوں کے ساتھ شفقت و محبت کا برتاؤ ہو، اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ وہ ان باتوں کو جمع کرنے کی ہمیں توفیق دے، آمین۔

(باب-۲)

سلام کی کیفیت اور اس کا طریقہ:

مسلمانوں کے لئے بہتر ہے کہ وہ اس طرح سلام کریں:

"السلام علیکم ورحمة الله وبركاته" تم پر سلامتی اور اللہ کی رحمت و برکت ہو، جمع کی ضمیر "کم" استعمال کرنا چاہئے، خواہ جسے سلام کر رہا ہو وہ فرد واحد ہی ہو، اور جواب دینے والا اس طرح جواب دے، "وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته" یعنی جواب میں علیکم کو مقدم کرے اور اس سے پہلے واو عطف کا اضافہ کرے۔

جن علماء نے پہلے سلام کرنے والوں کو "السلام عليكم ورحمة الله وبركاته" کہنے کی فضیلت کی تصریح کی ہے، ان میں قاضی القضاۃ امام ابوالحسن ماوردی ہیں، جنہوں نے اس کی تصریح "الحاوی" کے کتاب السیر میں کی ہے، اور علماء شوافع میں امام ابوسعید المتولی ہیں، جنہوں نے اس کی صراحت "كتاب صلاة الجمعه" وغیرہ میں کی ہے۔

۶۶۷ - مسند دارمی ابوداؤد و ترمذی میں حضرت عمران بن حصینؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا، اور اس نے کہا "السلام علیکم" آپ نے اس کا جواب دیا پھر وہ بیٹھ گیا، آپ نے فرمایا عشرة (دس) اس کے بعد ایک دوسرا شخص آیا اور اس نے السلام علیکم ورحمتہ اللہ کہا، آپ نے اس کا جواب دیا، پھر وہ بیٹھ گیا، آپؐ نے فرمایا "عشرون"

(بیس) پھرایک تیسرا شخص آیا اس نے "السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته" کہا آپ نے اس کا جواب دیا، پھر وہ بھی بیٹھ گیا، آپ نے فرمایا "ثـــلاثـــون" (تیس) یعنی پہلے کو دس نیکی دوسرے کو بیس نیکی اور تیسرے کو تیس نیکی حاصل ہوئی۔(۱)

۶۶۸ - ابوداؤد کی ایک روایت حضرت معاذ بن انسؓ سے ہے جس میں زیادتی ہے کہ ایک چوتھا آیا اور اس نے "السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته ومغفرته" کہا تو آپ نے فرمایا "اربعون" (چالیس) یعنی اس کے لئے چالیس نیکیاں ہیں، اور یہ فرمایا کہ اس طرح فضائل بڑھتے رہیں گے۔(۲)

نـــوٹ : یہ اضافہ ضعیف ہے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ شاید اسکے ضعف ہی کی وجہ سے محدثین نے "ومغفرته" کو مکمل سلام میں شمار نہیں کیا ہے، بلکہ مکمل سلام "سلام وبرکاته" تک ہی ہے

۶۶۹ - ابن سنی کی کتاب میں بسند ضعیف حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص جو اصحاب رسول اللہ ﷺ کے جانور چرایا کرتا تھا، نبی کریم ﷺ کے پاس سے گذرتا تو "السلام علیك یا رسول الله" کہا کرتا اور نبی کریم ﷺ اسے جواب میں کہا کرتے تھے۔ وعلیك السلام ورحمة الله وبركاته، ومغفرته ورضوانه، اور تم پر بھی سلامتی اور اللہ کی رحمت و برکت ہو اور اس کی مغفرت و رضامندی ہو۔

کسی کہنے والے نے عرض کیا، اے اللہ کے رسولؐ آپ اسے اس طرح کہتے ہیں جس طرح آپ اپنے کسی رفیق کو نہیں کرتے، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

مَا يَمْنَعُنِي مِنْ ذٰلِكَ، وَهُوَ يَنْصَرِفُ بِأَجْرِ بِضْعَةِ عَشَرَ رَجُلًا.(۳)

مجھے اس سے کیا مانع ہوسکتا ہے؟ وہ دس سے زیادہ شخص کا ثواب

---

(۱) مسند دارمی ۲/۲۷۷، ابوداؤد ۵۱۹۵، ترمذی ۲۶۸۹　(۲) ابوداؤد ۵۱۹۶ ضعیف

(۳) عمل الیوم لابن سنی: ۲۳۴

حاصل کر کے لوٹتا ہے۔

نوٹ : اس کی سند میں دو راوی یوسف بن کثیر اور ان کے شیخ نوح بن ذکوان ہیں، حافظ بن حجر فرماتے ہیں کہ ان دونوں کی طرف حدیث گھڑنے کی نسبت کی گئی ہے، بقیہ راویوں سے اگرچہ حدیث بیان کی جاسکتی ہے، تاہم وہ حضرات بھی اکثر ضعفاء و مجہولین سے روایت کرتے ہیں، "دس سے زیادہ کا ثواب لے کر لوٹنے" کا مفہوم یہ ہے کہ وہ صحابہ جن کی تعداد تیرہ سے انیس تک ہوسکتی ہے، اور جو اپنا پورا وقت آپ ﷺ کی خدمت اور دینی امور میں لگایا کرتے تھے، انہیں اس کا موقع اسی کی وجہ سے میسر آیا ہے، اور اس کی وجہ سے وہ اپنا وقت خدمت نبوی اور فراغت کے ساتھ عبادت و ریاضت میں لگا سکے ہیں، اس لئے اسے ان سبھوں کا اجر حاصل ہو رہا ہے۔

(امام نووی فرماتے ہیں :) ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ سلام کی پہل کرنے والا اگر صرف "السلام علیکم" کہتا ہے تو سلام ہو جائیگا، یا اگر "السلام علیك" یا "سلام علیك" کہتا ہے تو بھی سلام ہو جائے گا، اور جواب کا اقل ترین درجہ "وعلیك السلام" یا "وعلیکم السلام" کہنا ہے، اگر واو کو حذف کر کے "علیکم السلام" کہے تو بھی کافی ہے اور جواب ہو جائیگا، یہی ہمارا صحیح، ومشہور مذہب ہے، جس کی صراحت خود امام شافعی نے "الام" میں کی ہے، اور جس سے قائل جمہور علمائے شوافع ہیں۔

ہمارے علماء شوافع میں ابو سعد المتولی اپنی کتاب "التتمة" میں جزم و یقین کے ساتھ فرماتے ہیں کہ یہ کافی نہیں ہوگا اور نہ سلام کا جواب ہوگا، ان کا یہ قول ضعیف یا غلط ہے، جو قرآن وحدیث اور خود امام شافعی رحمۃ اللہ کی صراحت کے بھی خلاف ہے۔ جہاں تک کتاب اللہ کی بات ہے تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قالوا سلاما قال سلام (ہود:۶۹) اور یہ اگرچہ امت سابقہ کی شریعت ہے تاہم ہماری شریعت اسلامی نے اسے برقرار رکھا ہے، اور اس کا ثبوت حضرت ابو ہریرہؓ کی وہ حدیث ہے جو اس سے قبل ذکر کی گئی جس میں آدم علیہ السلام کے سلام اور فرشتوں کے جواب کا تذکرہ ہے (دیکھیں حدیث نمبر:٦٦٠) وہاں ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ "هی تحیتك

وتحية ذريتك" وہی تمہارا اور تمہاری ذریت کا سلام ہے، اور بلاشبہ یہ امت اس ذریت میں داخل وشامل ہے۔ واللہ اعلم۔

ہمارے علماء اس بات پر بھی متفق ہیں کہ جواب میں اگر صرف "علیکم" کہے تو یہ جواب کے لئے کافی نہیں ہوگا، اور اگر واو کے اضافہ کے ساتھ "وعلیکم" کہے تو جواب ہوگا یا نہیں؟ اس میں علمائے شوافع کی دو رائے ہے: (ایک یہ کہ جواب نہیں ہوگا، اور دوسری یہ کہ جواب ہو جائیگا)

اگر سلام کی پہل کرنے والا "سلام علیکم" یا "السلام علیکم" کہتا ہے تو جواب دینے والا ان دونوں صورتوں میں "سلام علیکم" کہہ سکتا ہے اور "السلام علیکم" کہنا بھی اس کے لئے درست ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "قالوا سلاماً قال سلام" (ہود:۶۹)

علماء شوافع میں امام ابوالحسن الواحدی فرماتے ہیں کہ "سلام" کو معرفہ یا نکرہ، (السلام، یا سلام) استعمال کرنے میں آپ کو اختیار ہے، البتہ الف لام کے ساتھ معرفہ استعمال کرنا بہتر وافضل ہے۔

(فصل)

سلام کو دہرانے کی فضیلت:

۶۷۰ - صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کوئی بات کہتے تو اسے تین بار دہراتے تا کہ اچھی طرح سمجھ میں آجائے، اور جب کسی قوم کے پاس آتے تو انہیں سلام کرتے، اور تین بار سلام کرتے۔(۱)

(امام نووی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث اس پر محمول ہے جبکہ مجمع زیادہ ہو، اس مسئلہ کی تفصیل اور صاحب "حاوی" علامہ ماوردی کا اس سے متعلق قول انشاء اللہ عنقریب آئے گا۔

(فصل)

بآواز بلند سلام کرنا:

(۱) صحیح بخاری ۹۴

اقل ترین سلام جس سے کہ انسان سلام کرنے والا اور سلام کی سنت ادا کرنے والا کہلا سکتا ہے، یہ ہے کہ اپنی آواز اس حد تک بلند کرے کہ جسے سلام کررہا ہے وہ اسے سن لے، اگر اس نے نہیں سنا تو وہ سلام کرنے والا شمار نہ ہوگا، اور یوں دوسرے پر جواب دینا واجب نہیں ہوگا، اور سلام کے جواب کا اقل ترین درجہ یہ ہے کہ وہ اپنی آواز اس قدر اونچی کرے کہ سلام کرنے والا اسے سن لے، اگر وہ نہ سن سکے تو سلام کے جواب کا وجوب ساقط نہیں ہوگا، متولی وغیرہ نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ آواز اتنا بلند کرنا مستحب ہے کہ جسے سلام کررہا ہے، وہ اسے یقینی طور پر سن لے، اس کے سن نے کے بارے میں اگر شک ہو (کہ پتہ نہیں سنا یا نہیں) تو آواز کو مزید بلند کرے، اور احتیاط سے کام لیتے ہوئے سلام کا اظہار کرے۔

اگر ایسے جاگے ہوئے لوگوں کو سلام کررہا ہے جہاں کچھ لوگ سوئے بھی ہوں تو دھیمی آواز سے اس طرح سلام کرنا سنت ہے کہ جاگے ہوئے تو سن لیں، مگر سوئے ہوئے نہ جاگیں۔

۶۷۱ - صحیح مسلم میں حضرت مقدادؓ کی ایک طویل حدیث مروی ہے اس کے اندر حضرت مقدادؓ فرماتے ہیں کہ: "ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے حصہ کا دودھ اٹھا رکھتے تھے، آپ رات میں تشریف لاتے اور اس طرح سلام کرتے کہ سوئے ہوئے نہیں اٹھتے، اور جاگے ہوئے سن لیتے تھے، مجھے نیند نہیں آرہی تھی اور میرے دونوں ساتھی سو چکے تھے کہ نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور اسی طرح سلام کیا جس طرح آپ سلام کیا کرتے تھے۔ واللہ اعلم (۱)

(فصل)

سلام کا جواب فوراً دیا جائے:

امام ابومحمد قاضی حسین، اور امام ابوالحسن واحدی، نیز دیگر علمائے شوافع فرماتے ہیں: سلام کا فی الفور جواب دینا شرط ہے، اگر اسے مؤخر کرنے کے بعد (تاخیر سے) جواب دے تو

---

(۱) صحیح مسلم ۲۰۵۵

جواب شمار نہ ہوگا، اور وہ جواب نہ دینے کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔

(باب-۳)

الفاظ کے بغیر ہاتھ وغیرہ کے اشارہ سے سلام کرنے کی کراہت:

۶۷۲ - سنن ترمذی میں عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لیس منا من تشبہ بغیرنا لَا تشبھوا بالیھود ولا بالنصاری فان تسلیم الیھود الاشارة بالاَصابع، وتسلیم النصاری الاِشارہ بالاکف" (۱)

وہ ہم میں سے نہیں جو دوسروں (غیر مسلم اقوام) سے مشابہت اختیار کرے، نہ یہود کی مشابہت اختیار کرو، اور نہ ہی نصاری کی، کیونکہ یہودیوں کا سلام انگلیوں سے اشارہ، اور نصاری کا سلام ہتھیلیوں سے اشارہ کرنا ہے۔

۶۷۳ - وہ حدیث جو سنن ترمذی میں حضرت اسماء بنت یزیدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ایک دن مسجد سے گذر ہوا، جبکہ عورتوں کی ایک جماعت وہاں بیٹھی تھی تو آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ کے اشارہ سے انہیں سلام کیا، اور جس کے بارے میں امام ترمذی فرماتے ہیں کہ وہ حدیث حسن ہے، تو یہ اس بات پر محمول ہے کہ آپ ﷺ نے اشارہ اور تلفظ دونوں کو جمع کر کے سلام کیا تھا، (یعنی آپ ﷺ نے ہاتھ کے اشارہ کے ساتھ ساتھ زبان سے بھی سلام کا تلفظ کیا تھا اور اس کی دلیل ابوداؤد کی وہ حدیث ہے جس کے اندر یہ الفاظ بصراحت موجود ہے، "**فسلم علینا**" کہ آپ نے ہمیں سلام کیا، واللہ اعلم (۲)

---

(۱) سنن ترمذی: ۲۶۹۵، وقال الترمذی: اسنادہ ضعیف

(۲) سنن ترمذی ۲۶۹۷، سنن ابی داوٗد: ۵۲۰۴

(باب-۴)

سلام کا حکم:

سلام کی پہل کرنا پسندیدہ سنت ہے نہ کہ واجب اور یہ سنت کفایہ ہے اگر سلام کرنے والے جماعت کی شکل میں ہوں تو ان میں سے ایک کا سلام کرنا کافی ہے، اور اگر سب ہی لوگ سلام کریں تو زیادہ بہتر و افضل ہے۔

ائمہ شوافع میں سے قاضی حسین اپنی تالیف "کتاب السیر" کی تعلیق میں فرماتے ہیں: ہمارے مسلک میں سنت کفایہ اس کے علاوہ کوئی مسئلہ نہیں، (امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ قاضی نے جو یہ حصر و تحدید فرمایا ہے نا قابل قبول ہے، کیونکہ ہمارے علمائے شوافع رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ "چھینک کا جواب سنت کفایہ ہے، اور اس کی وضاحت انشاء اللہ جلد ہی آگے آئیگی، ہمارے علماء کی ایک بڑی جماعت بلکہ تمام ہی حضرات نے فرمایا ہے کہ ایک کی طرف سے قربانی گھر والوں میں بقیہ تمام لوگوں کی طرف سے سنت کفایہ ہے، اس لئے گھر والوں میں سے اگر کوئی ایک شخص قربانی کر لے تو تمام اہل خانہ کو یہ شمار و سنت ہو جائے گا۔

جہاں تک سلام کا جواب دینے کی بات ہے تو جسے سلام کیا جارہا ہے اگر وہ تنہا ہے تو اس کا جواب متعین ہے اور اگر پوری جماعت ہے تو جواب دینا ان سبھوں پر فرض کفایہ (واجب کفایہ) ہے اگر ان میں سے ایک نے جواب دے دیا تو باقی لوگوں سے اس کی ذمہ داری ساقط ہو جائیگی، اور اگر سبھوں نے ترک کیا (اور کسی ایک نے بھی جواب نہیں دیا) تو سارے لوگ گنہگار ہونگے، اور اگر سبھوں نے جواب دیا تو یہ کمال فضیلت اور اس کی انتہاء ہوگی، ہمارے علماء نے اسی طرح ذکر کیا ہے اور یہی بہتر ہے۔

ہمارے علماء اس بات پر بھی متفق ہیں کہ اگر کسی اور شخص نے (جو اس جماعت میں شامل نہیں تھا) جواب دیا تو یہ (ان کی طرف سے) کافی نہیں ہوگا، اور اس کا وجوب ان سے ساقط نہیں

ہوگا، بلکہ جواب دینا ان پرواجب رہے گا، اور اگر ان لوگوں نے اس تیسرے شخص کے جواب پر اکتفار کیا تو سب لوگ گنہگار ہونگے۔

۶۷۴ - سنن ابی داوٗد میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يُجْزِئُ عَنِ الجَمَاعَةِ إِذَا مَرُّوا اَنْ يُسَلِّمَ اَحَدُهُمْ وَ يُجْزِئُ عَنِ الْجُلُوسِ اَن يَّرُدَّ اَحَدُهُمْ. (۱)

جماعت کی طرف سے کافی ہے کہ جب گذریں تو ان میں سے ایک شخص سلام کرلے، اور بیٹھے ہوئے لوگوں کی طرف سے کافی ہے کہ ان میں سے ایک شخص جواب دیدے۔

۶۷۵ - موطا امام مالکؒ میں حضرت زید بن اسلمؒ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِذَا سَلَّمَ وَاحِدٌ مِنَ الْقَوْمِ اَجزَأَعَنْهُمْ. (۲)

قوم (جماعت) میں سے کوئی ایک شخص سلام کرلے تو یہ ان تمام کی طرف سے کافی ہوگا۔

(فصل)

جسے سلام پہونچے اس پر جواب دینا واجب ہے:

امام ابوسعد المتولی وغیرہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو دیوار کے یا پردہ کے پیچھے سے آواز دے کر کہے "السلام علیك یافلاں" یا کوئی خط یا رسالہ تحریر کرے اور اس میں "السلام علیك یا فلاں" لکھے یا کوئی قاصد بھیجے اور کہے کہ فلاں کو میرا سلام کہو، اور وہ خط یا پیغام اسے ملے تو سلام کا جواب دینا اس پر واجب ہے۔

---

(۱) سنن ابی داوٗد: ۵۲۱۰ حدیث حسن

(۲) موطا امام مالک: ۹۵۹/۲ حدیث مرسل صحیح الاسناد

۶۷۶ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: "هَذَا جِبْرِيلُ يَقْرَأُ عَلَيْكِ السَّلَامَ" یہ جبریل ہیں تمہیں سلام کہہ رہے ہیں، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا: وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ" اور انہیں بھی سلام ہو اور اللہ کی رحمت وبرکت ہو۔

صحیحین کی بعض روایتوں میں اسی طرح "وبرکاته" کے اضافہ کے ساتھ ہے، اور بعض روایتوں میں اس کا اضافہ نہیں ہے، اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہوا کرتی ہے، ترمذی کی روایت میں بھی "وبرکاته" کا اضافہ موجود ہے، اور اس کے بارے میں امام ترمذی فرماتے ہیں: "هذا حديث حسن صحيح۔(۱) اور غائب شخص کو سلام بھیجنا مستحب ہے۔

نوٹ: حضرت جبرئیل علیہ السلام کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سلام کرنا ان کی عظمت وفضیلت کی نشانی ہے، مگر اس سے بڑھ کر وہ سلام ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت خدیجہ کو بھیجا گیا تھا، اللہ رب العزت نے حضرت جبرئیل کے توسط سے اپنا سلام حضرت خدیجہ کو بھیجوایا تھا، اور یقینی طور پر اللہ کا سلام فرشتوں کے سلام سے زیادہ اعلیٰ واشرف ہے۔

امام نووی شرح مسلم میں اس جگہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے جہاں حضرت عائشہ کی واضح فضیلت کا علم ہوتا ہے، یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ (۱) سلام بھیجنا مستحب ہے، (۲) اللہ کے نبی پر اس پیغام کا پہنچانا واجب ہے، (۳) کسی اجنبی شخص کا کسی اجنبی نیک وصالح عورت کو اگر فتنہ وفساد کا اندیشہ نہ ہو تو سلام بھیجنا درست وجائز ہے، (۴) جسے سلام بھیجا گیا ہو اس پر جواب دینا واجب ہے ـــــ اور سننے کے بعد فی الفور جواب دینا واجب ہے، اسی طرح اگر کسی غائب کو خط کے ذریعہ سلام بھیجا گیا ہو تو پڑھتے ہی زبان سے جواب دینا اس پر واجب ہے۔

(فصل)

اگر کسی غائب کی طرف سے سلام پہنچے تو فوراً جواب دینا واجب ہے:

(۱) صحیح بخاری ۶۸ ۳۷، صحیح مسلم ۲۴۴۷، سنن ترمذی ۲۹۳

اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو کسی کے معرفت سلام بھیجے اور قاصد جا کر اسے کہے کہ "فلاں نے تمھیں سلام کہا ہے" تو جیسا کہ پہلے ہم ذکر کر چکے ہیں فی الفور اس پر جواب دینا واجب ہے، اور مستحب ہے کہ سلام پہونچانے والے قاصد کو بھی جواب دے اور جواب اس طرح دے وعليك وعليه السلام.

۶۷۷ - سنن ابی داؤد میں "غالب القطان" ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ اس شخص نے کہا یا مجھ سے میرے دادا نے بیان کیا کہ مجھے میرے والد نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا اور مجھ سے کہا، ان کے پاس جاؤ اور انہیں میرا اسلام کہو" تو میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا "ان ابی یقرأك السلام" میرے والد نے آپ کو سلام کہا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "عليك وعلى ابيك السلام" تجھے اور تیرے والد کو سلام۔(۱)

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ اس روایت میں اگرچہ ایک مجہول شخص سے روایت کی گئی ہے، مگر ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ فضائل کے باب میں اہل علم تسامح وچشم پوشی سے کام لیتے ہیں۔

(فصل)

بہرے کو سلام کرنا :

متولی فرماتے ہیں کہ اگر کسی ایسے بہرے شخص کو سلام کرے جو بالکل نہیں سنتا ہو تو بہتر ہے کہ سلام کرنے والا اسلام کا تلفظ کرے کیونکہ وہ اس کی ادائیگی پر قادر ہے، اور ہاتھ سے اشارہ بھی کرے، تاکہ بہرا اسے سمجھ لے، اور اسی طرح وہ جواب پانے کا حقدار ہوگا، اور اگر وہ ان دونوں کو جمع نہیں کرتا تو وہ جواب پانے کا مستحق نہیں ہوگا۔

پھر فرماتے ہیں: اگر کسی بہرے نے سلام کیا، تو جواب دینے میں زبان سے الفاظ کی ادائیگی کرے اور ہاتھ سے اشارہ بھی کرے تاکہ اس کے سمجھ میں آسکے، اور اسی طرح جواب کی

---

(۱) ابوداؤد ۵۲۳۱

فرضیت (وجوب) اس سے ساقط ہو جائیگی، آپ فرماتے ہیں: اگر کسی گونگے کو سلام کرے، اور گونگے نے ہاتھ سے اشارہ کر دیا تو اس سے جواب کی فرضیت (وجوب) ساقط ہو جائیگی۔ کیونکہ اس کا اشارہ الفاظ و عبارت کے قائم مقام ہے، اسی طرح اگر کسی گونگے نے اشارہ سے سلام کیا تو ماسبق کی طرح وہ جواب کا مستحق ہوگا۔

(فصل)

بچوں کو سلام کرنا :

متولی فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے بچوں کو سلام کیا تو بچوں پر جواب دینا فرض (واجب) نہیں کیونکہ بچے فرضیت کے اہل، و مکلّف نہیں، اور ان کا یہی قول درست و راجح ہے، البتہ بطور ادب و استحباب انہیں جواب دینا چاہیئے۔ امام قاضی حسین اور ان کے شاگرد متولی فرماتے ہیں:

''اگر کسی بچے نے کسی بالغ شخص کو سلام کیا تو کیا بالغ پر جواب دینا ضروری و لازم ہے؟ اس بارے میں دو قول ہے، اور یہ اس کے صحت اسلام پر مبنی ہے، اگر با ہم اس کے اسلام کی صحت کا قول اختیار کریں تو اس کا سلام بھی بالغوں کے سلام کی طرح ہوگا، اور اس طرح بالغ پر جواب دینا واجب ہوگا، اور اگر ہم اس کے اسلام کو درست نہ سمجھیں تو اس کے سلام کا جواب واجب نہیں بلکہ مستحب ہوگا۔''

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: سلام کا جواب بہر صورت واجب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْرُدُّوْهَا.

اور جب تمہیں سلام کیا جائے تو تم اس سے اچھا جواب دو یا انہی الفاظ کو لوٹا دو۔

اور ان دونوں بزرگوں کا قول کہ یہ اس کے صحت اسلام پر مبنی ہے، بقول شاشی بنا ر فاسد ہے اور واقعہ یہ ہے کہ شاشی ہی کی بات درست و صائب ہے، اور اگر کسی بالغ نے کسی ایسی

جماعت کو سلام کیا جس میں بچے بھی تھے اور ان میں سے صرف بچے ہی نے جواب دیا تو کیا بالغوں سے اس کا وجوب ساقط ہوگا؟ اس بارے میں بھی دو قول ہے اور صحیح قول جس کے قائل قاضی حسین اور ان کے شاگرد متولی ہیں، یہ ہے کہ ان پر سے وجوب ساقط نہیں ہوگا، کیونکہ بچہ فرض کا اہل و مکلّف نہیں جبکہ جواب دینا فرض (واجب) ہے لہٰذا یہ وجوب ان سے اسی طرح ساقط نہیں ہوگا، جس طرح بچوں کے نماز جنازہ پڑھ لینے سے بڑوں سے اس کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی۔

اور دوسرا قول جو علمائے شوافع میں ''المستظہر'' کے مؤلف ابوبکر شاشی کا ہے، یہ ہے کہ وجوب ساقط ہو جائے گا، جس طرح کہ ان کا اذان کا دیدینا بڑوں کی طرف سے کافی ہو جاتا ہے اور ان کے بڑوں سے اس کا تقاضۂ شرعی ساقط ہو جاتا ہے۔

نوٹ : یہ مسلک شافعی میں ہے، مسلک احناف میں بچوں کی اذان درست و کافی نہیں، اگر وہ اذان دیدیں تو اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، بلکہ اس کا اعادہ ضروری ہوگا۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ بچوں کے نماز جنازہ کے بارے میں علمائے شوافع کی رائے مختلف ہے، تاکہ اس سے فرض کفایہ ساقط ہوگا یا نہیں؟ اور مشہور دو قول ہے، (ایک یہ کہ بڑوں سے فرضیت ساقط ہو جائیگی، اور دوسرا یہ کہ ساقط نہیں ہوگی) مگر ان میں سب سے صحیح قول عام علمائے شوافع کے نزدیک یہ ہے کہ سبھوں سے اس کی فرضیت ساقط ہو جائیگی، اور خود امام شافعی نے اسی طرح کی تصریح کی ہے۔ (احناف کے نزدیک ساقط نہیں ہوگی)

(فصل)

ہر ملاقات میں سلام کا اعادہ کرنا :

جب کوئی کسی کو سلام کرے پھر قریب سے ملے تو باتفاق علمائے شوافع سنت ہے کہ اسے دوبارہ سہ بارہ سلام کرے، اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے :

۶۷۸ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے اس حدیث کے ضمن میں مروی ہے کہ جس کے اندر اچھی طرح نماز ادا نہ کرنے والے (خلاد بن رافع مالک الخزرجی) کا ذکر ہے کہ وہ آئے

اور نماز ادا کی، پھر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو سلام کیا، آپ نے ان کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: ارجع فصل فانك لم تصل ''لوٹ کر جاؤ اور (دوبارہ) نماز پڑھو کیونکہ تم نے (صحیح طور پہ) نماز نہیں پڑھی ہے تو وہ لوٹ کر گئے اور، (دوبارہ) نماز پڑھی، پھر آئے اور آپ کو سلام کیا، اور اسی طرح تین بار ہوا۔(۱)

۶۷۹ - سنن ابی داؤد میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِذَالَقِيَ اَحَدُكُم اَخَاهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ فَاِنْ حَالَتْ بَيْنَهما شَجَرَةٌ اَوْجِدَارٌ اَوْحَجَرٌ ثُمَّ لَقِيَهٗ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ.

جب تم میں سے کوئی اپنے (دینی) بھائی سے ملے تو اسے ضرور سلام کرے، اگر ان کے درمیان کوئی درخت یا دیوار یا پتھر حائل ہو جائے اور دوبارہ اس سے ملے تو پھر اسے سلام کرے۔(۲)

۶۸۰ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ چہل قدمی کو نکلتے اور ساتھ ساتھ چلتے رہتے، جب سامنے کوئی درخت یا ٹیلہ آجاتا تو یہ لوگ دائیں بائیں جدا ہو جاتے، پھر آگے ایک دوسرے کے ساتھ مل جاتے تو ایک دوسرے کو سلام کیا کرتے تھے۔(۳)

نوٹ: یہ حدیث حسن درجہ کی ہے، ایک دوسری سند میں یہ حدیث حضرت انسؓ سے مرفوعاً بھی مروی ہے نیز حضرت ابن عمر کی ایک روایت بصیغۂ امر اس کی شاہد و مؤید ہے ابن عمر کی روایت یوں ہے: ''اذا لقي احدكم اخاه في النهار مراراً فليسلم عليه'' جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے دن میں کئی بار ملے تو (جب بھی ملے) اسے چاہئے کہ سلام کرے، قال الحافظ: هذا حديث غريب.

(فصل)

بیک وقت ایک دوسرے کو سلام کرنا:

(۱) بخاری ۷۹۳ مسلم: ۳۹ (۲) سنن ابی داؤد: ۵۲۰۰، حدیث صحیح

(۳) عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی: ۲۴۴

جب دو شخص آپس میں ملیں اور وہ دونوں یک بارگی ایک دوسرے کو سلام کریں، یا آگے پیچھے ایک دوسرے کو سلام کریں تو قاضی حسین اور ان کے شاگرد ابوسعد متولی کے بقول ان دونوں میں سے ہر ایک سلام کی پہل کرنے والا سمجھا جائے گا، اس لئے دونوں پر ایک دوسرے کا جواب دینا واجب ہوگا ـــــ علامہ شاشی فرماتے ہیں کہ ان کا یہ قول محل نظر ہے، کیونکہ سلام کا یہ لفظ جواب بننے کے قابل ہے اگر ایک دوسرے کے بعد سلام کررہا ہے تو اس کا یہی جواب ہوجائیگا اور اگر بیک وقت ہے تو ایک دوسرے کا جواب نہیں ہوگا، اور شاشی کا یہی قول صحیح و درست ہے۔

(فصل)

کسی سے ملنے پر "وعلیکم السلام" سے پہل کرنے کا حکم:

جب ایک شخص کسی دوسرے سے ملے اور پہل کرنے والا "وعلیکم السلام" کہے تو بقول متولی یہ سلام نہیں ہوگا، اس لئے وہ جواب کا حقدار بھی نہیں ہوگا، کیونکہ یہ صیغہ ابتدائے سلام بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا (امام نووی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں اگر سلام کی پہل کرنے والا "علیك السلام" یا "علیكم السلام" بغیر واو کے کہتا ہے تو بقول امام ابوالحسن واحدی یقینی طور پر یہ سلام ہوجائیگا، اور متکلم نے اگرچہ مالوف و معتاد لفظ کو پلٹ دیا ہے تاہم مخاطب پر جواب دینا لازم ہوگا۔

امام واحدی کی یہی رائے شوافع کا مذہب ہے ظاہر ہے، امام حرمین نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے، لہٰذا ایسی صورت میں جواب واجب ہوگا، کیونکہ وہ سلام شمار کیا جائے گا، پھر اس کے سلام شمار کئے جانے میں اسی طرح دو قول ہے جس طرح نماز سے نکلنے میں علمائے شوافع کے دو قول ہیں ، کہ سلام پھیرتے ہوئے اگر کوئی "علیکم السلام" کہے تو وہ نماز سے نکلے گا اور اس سے تحلیل حاصل ہوگا یا نہیں؟ صحیح قول یہ ہے کہ اس سے تحلیل حاصل ہوجائے گا، اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اس طرح سلام کرنے والا بہرحال جواب کا مستحق نہیں ہوگا۔

۶۸۱ - کیونکہ سنن ابی داؤد و ترمذی وغیرہما میں بسند صحیح صحابی رسول حضرت ابوجری الہجیمی (جن کا

نام جابر بن سلیم اور بعضوں نے سلیم بن جابر کہا ہے) سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا ''علیك السلام یارسول الله'' تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''لَا تَقُلْ عَلَيْكَ السلام فان عليك السلام تَحِيَةُ الموتى''

علیک السلام، مت کہو، کیونکہ علیک السلام مُردوں کا سلام ہے۔(۱)

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: ممکن ہے یہ حدیث افضل واکمل واحسن طریقہ بیان کرنے کے سلسلہ میں ہو اور اس کا سلام نہ ہونا مقصود و مراد نہ ہو، واللہ اعلم۔

امام ابو حامد الغزالی احیاء العلوم (۲۰۵/۳) میں فرماتے ہیں کہ ابتداءً پہل کرتے ہوئے ''علیکم السلام'' کہنا اس حدیث کے پیش نظر مکروہ وناپسندیدہ ہے، اور درست وراجح قول بھی یہی ہے کہ اس صیغہ کے ساتھ سلام کی ابتداء و پہل کرنا مکروہ ہے، اور اگر اس کے ذریعہ سلام کرلے تو جواب واجب ہو جائے گا، کیونکہ یہ سلام ہی ہے۔

(فصل)

گفتگو سے پہلے سلام کرنے کا استحباب:

سنت یہ ہے کہ سلام کرنے والا گفتگو سے پہلے سلام کرے، احادیث صحیحہ سے یہی ثابت ہے اور سلف صالحین اور خلف امت کا عمل اسی کے مطابق رہا ہے، جو مشہور و معروف ہے۔ اس فصل کی دلیل کے لئے یہی قابل اعتماد و بھروسہ بات ہے۔

۶۸۲ - اور ترمذی کی وہ حدیث جس میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''السلام قبل الکلام'' گفتگو سے پہلے سلام کرو'' تو یہ حدیث ضعیف ہے، امام ترمذی فرماتے ہیں ''هذا حديث منكر''(۲)

(فصل)

بڑھ کر سلام کرنے کی فضیلت:

(۱) سنن ابی داؤد: ۵۲۰۸ سنن ترمذی ۲۷۲۱ وقال الترمذی حسن صحیح (۲) دیکھیں: ترمذی : ۲۶۹۹

۶۸۳ - سلام میں پہل کرنا اس صحیح حدیث رسول ﷺ کی وجہ سے سنت وافضل ہے، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: "خَيْرُهُمَا الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلام" ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو سلام کی پہل کرے۔(۱) اس لئے ہر دو ملنے والوں کو چاہئے کہ سلام میں پہل کرنے کی کوشش کریں۔

۶۸۴ - سنن ابی داؤد میں بسند جید حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اَولیٰ النَّاسِ باللهِ مَنْ بَدَأَهُم بالسلام .

اللہ کے نزدیک لوگوں میں افضل وہ ہے جو ان میں سے بڑھ کر سلام کرے۔(۲)

ترمذی کی روایت میں حضرت امامہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ جب دو شخص آپس میں ملیں تو ان میں سے کسے سلام کی پہل کرنی چاہئے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اولی بهما بالله تعالیٰ" وہ جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان دونوں میں افضل ہو۔(۳)

(باب-۵)

ان حالتوں کا بیان جس میں سلام کرنا مستحب یا مکروہ یا مباح ہے:

پہلے گذر چکا ہے کہ ہم سلام کو پھیلانے اور عام کرنے کے لئے مامور و مکلّف ہیں، مگر یہ حکم بعض حالتوں میں تاکید کے ساتھ اور بعض حالتوں میں سرسری ہے جبکہ بعض حالتوں میں ممنوع ہے۔

وہ حالت جس میں اس کی تاکید واستحباب ہے بے شمار ہیں، کیونکہ یہی اصل ہے اس لئے ہم اس کو الگ الگ بیان کرنے کا تکلف نہیں کرنا چاہتے، یادرکھیں کہ اس حکم میں مُردوں یا زندوں سب کو سلام کرنا شامل ہے، اور مردوں کو سلام کرنے کی کیفیت یا اس کا طریقہ جنازہ کے اذکار کے ضمن میں (حدیث نمبر: ۴۸۵ اور اس کے بعد) پہلے آچکا ہے۔

---

(۱) دیکھیں: بخاری: ۶۰۷۷ و مسلم: ۲۵۶۰ (۲) سنن ابی داؤد: ۵۱۹۷

(۳) سنن ترمذی ۲۶۹۴ و قال الترمذی: حدیث حسن

البتہ وہ احوال جس میں سلام کرنا مکروہ ہے یا واجب ہے یا مباح ہے وہ اس سے مستثنیٰ ہیں، اسے بیان کرنے کی ضرورت ہے ـــــــ اس میں ایک یہ ہے کہ جسے سلام کیا جارہا ہو اگر وہ قضائے حاجت یا بیوی سے مباشرت یا اس جیسی صورت میں مشغول ہو تو اسے سلام کرنا مکروہ ہے، اور اگر سلام کرتا ہے تو جواب کا مستحق نہیں ہوگا، اسی طرح ان لوگوں کو سلام کرنا مکروہ ہے جو سو رہا ہو یا اونگھ رہا ہو، یا نماز پڑھ رہا ہو یا اذان دے رہا ہو یا اقامت کہہ رہا ہو یا حمام میں داخل ہو، یا اس طرح کے دیگر احوال کہ اس میں سلام کا اثر اس پر نہیں ہوگا، جیسے کوئی کھا رہا ہو اور لقمہ اس کے منہ میں ہو۔ الغرض ان تمام حالتوں میں اگر اسے سلام کیا جائے تو سلام کرنے والا جواب کا حقدار نہیں ہوگا۔ ہاں اگر کھانے پر ہو اور لقمہ منہ میں نہ ہو تو سلام کرنے میں کوئی حرج نہیں اور تب جواب دینا واجب ہوگا، اسی طرح خرید و فروخت اور اسی طرح کے دیگر امور و معاملات میں مشغول شخص کو اگر کوئی سلام کرے تو اس پر جواب دینا واجب ہے۔

خطبہ، جمعہ کی حالت میں سلام کرنے کے بارے میں ہمارے علماء شوافع فرماتے ہیں کہ اس وقت سلام کی ابتدار کرنا مکروہ ہے، کیونکہ خطبہ کے وقت خاموش رہنے کا حکم ہے، البتہ اگر کسی نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے سلام کر لیا تو کیا اسے جواب دیا جائے گا؟ علماء شوافع کا اس میں اختلاف ہے۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس کی کوتاہی اور نادانی کی وجہ سے اسے جواب نہیں دیا جائیگا، اور بعضوں نے فرمایا ہے کہ خطبہ کے وقت خاموش رہ کر غور سے سننے کو اگر ہم واجب کہیں تو جواب دینا واجب نہیں ہوگا، اور اگر سنت کہیں تو حاضرین میں سے صرف ایک شخص جواب دے، اور ایک سے زیادہ لوگ بہر صورت جواب نہ دیں ـــــــ رہی بات تلاوت قرآن میں مشغول شخص کو سلام کرنے کی تو اس کے بارے میں امام ابوالحسن الواحدی فرماتے ہیں کہ تلاوت قرآن میں اس کے مشغول ہونیکی وجہ سے سلام نہ کرنا بہتر ہے، اور اگر سلام کرلے تو تلاوت کرنے والے کے لئے صرف اشارہ سے جواب دے دینا کافی ہے اور اگر زبان سے جواب دے تو از سر نو استعاذہ (اعوذ باللہ) کہے پھر اس کے بعد دوبارہ تلاوت شروع کرے، یہ امام واحدی کا قول ہے،

14

مگر یہ محل نظر ہے۔

ظاہر مسلک یہ ہے کہ اسے سلام کیا جائے، اور اس پر زبان سے جواب دینا واجب ہے، اور اگر کوئی دعا میں پورے استغراق، دل جمعی، اور ہمہ تن گوش ہوکر مشغول ہو تو اس کے بارے میں بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ تلاوت میں مشغول شخص کی طرح ہے مگر میرے نزدیک راجح بات یہ ہے کہ ایسے شخص کو سلام کرنا مکروہ ہے، کیونکہ سلام کرنے سے اسے کدورت و ناگواری ہوگی اور کھانے کی مشقت سے بڑھ کر اسے یہ شاق گذریگا ـــــ حالت احرام میں تلبیہ پڑھ رہے لوگوں کو سلام کرنا مکروہ ہے کیونکہ تلبیہ ترک کرنا اس کے لئے مکروہ ہے، اور اگر انہیں سلام کرلیا جائے تو زبان سے جواب دینا اس پر واجب ہے، خود امام شافعی اور دیگر ہمارے علمائے شوافع نے اس کی تصریح کی ہے۔

(فصل)

سلام کے جواب کا حکم:

جن حالتوں میں سلام کرنا مکروہ ہے اس کا ذکر اوپر آچکا ہے، کہ ان حالتوں میں سلام کرنے والا جواب کا مستحق نہیں ہوتا، ہاں جسے سلام کیا جائے، اگر وہ سلام کا جواب دے کر نیکی کرنا چاہے تو اس کے لئے ایسا کرنا شرعاً درست ہوگا، یا مستحب؟ اس بارے میں قدرے تفصیل ہے:

جو پیشاب وغیرہ قضاء حاجت میں مشغول ہو اس کے لئے جواب دینا مکروہ ہے، اور یہ بھی شروع کتاب میں گذر چکا ہے، البتہ کھانے پینے وغیرہ میں مشغول شخص کے لئے جواب دینا ان مقامات پر مستحب ہے جہاں جواب واجب نہیں۔

اور نماز پڑھنے والے کا جواب دیتے ہوئے "وعلیکم السلام" کہنا حرام ہے، اس کی حرمت کا علم رکھتے ہوئے اگر اس نے اس طرح جواب دیا تو اس کی نماز باطل ہوجائے گی اور اگر حرمت کے علم کے بغیر نادانی و جہالت میں اس طرح جواب دیا تو (فقہ شافعی میں) صحیح قول کے مطابق اس کی نماز باطل نہیں ہوگی، اور اگر غائب کی ضمیر استعمال کرتے ہوئے "علیہ السلام" کہے

تو نماز باطل نہیں ہوگی کیونکہ یہ خطاب کے بجائے دعائیہ کلمہ ہے ـــــــ اور مستحب یہ ہے کہ نماز میں اشارہ سے جواب دے اور زبان سے کچھ نہ کہے، اگر نماز سے فارغ ہونے کے بعد زبان سے جواب دے تو کوئی حرج نہیں، ہاں مؤذن کیلئے معتاد و معروف الفاظ میں سلام کا جواب دینا مکروہ نہیں، کیونکہ یہ مختصر اور چھوٹا سا کلمہ ہے اس سے نہ اذان باطل ہوگی اور نہ ہی اس میں کوئی خلل آئے گا۔

(باب-٦)

کسے سلام کرنا چاہئے اور کسے نہیں، اور کسے جواب دینا چاہئے اور کسے نہیں:

ایسا مسلمان جو بدعت اور فسق و فجور میں شہرت نہ رکھتا ہو، سلام کر سکتا ہے اور اسے سلام کیا بھی جا سکتا ہے، سلام کرنا اس کے لئے سنت ہوگا اور جواب دینا اس پر واجب۔

(امام نووی فرماتے ہیں) ہمارے علماء فرماتے ہیں: عورت عورت کے لئے اسی طرح ہے جس طرح ایک مرد دوسرے مرد کے لئے، عورتوں کا مردوں کو سلام کرنے کے بارے میں امام ابوسعد متولی فرماتے ہیں کہ عورت اگر اس کی بیوی یا باندی یا محرموں میں سے کوئی محرم ہو تو مرد کی طرح ہوگی، اس لئے ان میں سے ہر ایک کا دوسرے کو سلام میں پہل کرنا مستحب ہوگا اور دوسرے پر جواب دینا واجب ہوگا ـــــــ عورت اگر اجنبیہ ہو، حسین وخوبصورت ہو اور فتنہ میں پڑنے کا ڈر ہو تو مرد اسے سلام نہ کرے، اور اگر سلام کرلے تو عورت کے لئے جواب دینا جائز نہیں، اور عورت ابتداءً اجنبی مرد کو سلام نہ کرے اور اگر سلام کرے گی تو جواب پانے کی مستحق نہ ہوگی، اور مرد کا جواب دینا مکروہ ہوگا۔ اور عورت اگر بوڑھی ہے جس سے فتنہ میں پڑنے کا خطرہ نہیں تو اسے مردوں کو سلام کرنا چاہئے اور مرد پر جواب دینا ضروری ہے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: کہ عورتوں کی اگر جماعت ہو تو مرد انہیں سلام کر سکتے ہیں، یا مردوں کی جماعت ہو اور سبھوں نے کسی عورت کو سلام کیا تو ان کا سلام کرنا جائز و درست ہے بشرطیکہ مرد سے یا عورتوں سے فتنہ میں پڑنے کا اندیشہ نہ ہو، اور اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو مردوں کے لئے درست ہے اور نہ ہی عورتوں کے لئے۔

۶۸۵ - سنن ابی داؤد ترمذی و ابن ماجہ وغیرہ میں حضرت اسماء بنت یزیدؓ سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ہم عورتوں کے پاس سے گذر ہوا تو آپ ﷺ نے ہمیں سلام کیا۔(۱)
اوپر مذکور ابوداؤد کی روایت کے الفاظ ہیں، ترمذی کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

حضرت اسماءؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ایک دن مسجد سے گذر ہوا جبکہ عورتوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی تو آپ نے ہاتھ کے اشارہ سے سلام کیا،(۲)

۶۸۶ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت جریر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عورتوں کے سامنے سے گذرے تو آپ نے انہیں سلام کیا۔(۳)

۶۸۷ - صحیح بخاری میں حضرت سہل بن سعد الساعدیؓ سے مروی ہے روایت کے الفاظ اس طرح ہیں" کانت فینا امرأة " ہمارے درمیان ایک عورت تھی،(۴) اور ایک روایت میں ہے: ہم میں ایک بوڑھی عورت تھی جو چقندر لیکر ہانڈی میں ڈالتی اور جو پیس کر اس میں ملاتی، اور جب ہم لوگ جمعہ کی نماز سے فارغ ہوکر لوٹتے تو (اس کے یہاں جاکر) اسے سلام کرتے وہ ہمیں وہ پکوان پیش کرتی۔(۵)

۶۸۸ - صحیح مسلم میں حضرت ام ہانی بنت ابی طالبؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ فتح مکہ کے موقعہ پر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی، آپ غسل فرمارہے تھے اور حضرت فاطمہؓ آپ کو پردہ کئے ہوئے تھیں، تو میں نے آپ کو سلام کیا پھر پوری حدیث بیان کی (جو آگے حدیث نمبر: ۷۰۹ پہ آئیگی)۔(۶)

(فصل)

پہل کرتے ہوئے اہل ذمہ کو سلام کرنے کا حکم:

اہل ذمہ کے بارے میں ہمارے علماء کے درمیان اختلاف ہے، اکثریت کا فیصلہ ہے کہ

---

(۱) دیکھیں: ابوداؤد: ۵۲۰۴، ترمذی: ۲۶۹۷، ابن ماجہ ۳۷۰۱، وقال الترمذی حسن:
(۲) ترمذی ۲۶۹۷ (۳) عمل الیوم لابن سنی: ۲۲۴، حدیث غریب
(۴) دیکھیں: بخاری ۶۲۴۸ (۵) دیکھیں: بخاری: ۶۲۴۸
(۶) دیکھیں: صحیح مسلم: ۳۳۶

انہیں بڑھ کر سلام کرنا جائز نہیں، اور دوسری رائے ہے کہ بڑھ کر سلام کرنا حرام نہیں مکروہ ہے اگر انہوں نے کسی مسلمان کو سلام کیا تو اس کے جواب میں صرف "وعلیکم" کہا جائے اس سے زیادہ نہیں۔

قاضی القضاۃ امام ماوردی نے ایک تیسرا قول بھی نقل کیا ہے کہ پہل کرتے ہوئے بھی انہیں سلام کرنا جائز ہے، البتہ سلام کرنے والا صرف "السلام علیك" پر اکتفا کرے اور سلام کے لئے "علیکم" کا صیغہ استعمال نہ کرے۔

اور اگر اس نے کسی مسلمان کو سلام کیا تو اس کے جواب میں بھی ماوردی نے ایک تیسرا قول نقل کیا ہے کہ جواب میں صرف "وعلیکم السلام" کہے "ورحمۃ اللہ" کا اضافہ ہرگز نہ کرے، مگر ماوردی کا یہ دونوں قول شاذ ومردود ہے۔

۶۸۹ - صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَاتَبْدَأُوْا الْيَهُوْدَ وَلَا النصارىٰ بالسَّلَامِ فَإِذَا لَقِيتُمْ اَحَدَهُمْ فِي طَرِيْقٍ فَاضْطَرُّوْهُمْ الىٰ اَضْيَقِهٖ .(۱)

یہود ونصاریٰ کو پہل کرتے ہوئے سلام مت کرو اور جب تم ان میں سے کسی سے راستے میں ملو تو اسے راستہ کے تنگ حصہ کی طرف مجبور کردو۔

۶۹۰ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ اَهْلُ الْكِتَابِ فَقُوْلُوْا وَعَلَيْكُمْ"(۲)

اگر اہل کتاب تمہیں سلام کریں تو تم (صرف) "وعلیکم" کہو۔

۶۹۱ - صحیح بخاری میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمُ الْيَهُوْدُ فَاِنَّمَا يَقُوْلُ اَحَدُهُمْ السَّامُ عَلَيْكَ فَقُلْ ، وَعَلَيْكَ ".(۳)

(۱) صحیح مسلم ۲۱۶۷ (۲) صحیح بخاری ۶۲۵۸، صحیح مسلم ۲۱۶۳
(۳) صحیح بخاری ۶۰۲۴

اگر تمہیں یہود سلام کریں اور ان میں سے کوئی "السام علیك" (تم پر موت آئے) کہتا ہے تو تم "وعلیك" کہو۔

اس مسئلہ میں اس جیسی اور بھی بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔

نوٹ : السلام علیکم کے معنی ہیں تم پر سلامتی ہو، اور کچھ یہودی مسلمانوں کو سلام کرتے ہوئے سلام کے بجائے "سـام" کا لفظ استعمال کرتے تھے، جس کا معنی موت ہے یعنی وہ باسلوب سلام بددعا کرتے تھے، کہ تم پر موت آئے، اور یہ یہودیوں کی دیگر بہت سی خباثتوں میں سے ایک فطری خباثت اور بدتمیزی ہے، اسی وجہ سے اللہ کے نبیؐ نے "وعلیکم" کے ذریعہ انہیں جواب دینے کا حکم فرمایا کہ حساب کتاب برابر رہے۔

ابوسعدی المتولی فرماتے ہیں: اگر کسی ایسے شخص کو سلام کرے جس کے مسلمان ہونے کا گمان ہو پھر پتہ چلے کہ وہ کافر ہے تو مستحب ہے کہ اس سے اپنا سلام واپس لے لے اور اس سے کہے کہ میرا سلام مجھے واپس کردو، اور اس کا مقصد اسے متوحش کرنا اور اس بات کا اظہار ہو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان کسی قسم کی الفت و محبت نہیں۔

مروی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے ایک شخص کو سلام کیا، آپ سے لوگوں نے کہا کہ وہ تو یہودی ہے تو آپ اس کے پیچھے گئے اور جا کر اس سے کہا "میرا سلام مجھے واپس کردو"

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: موطا امام مالک میں مروی ہے کہ حضرت امام مالکؒ سے یہودیوں اور نصرانیوں کو سلام کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا ان سے سلام واپس لیا جائے گا؟ تو امام مالکؒ نے جواب دیا کہ نہیں، اور یہی ان کا مذہب ہے اور اسی کو ابن عربی نے اختیار کیا ہے۔

ابوسعد فرماتے ہیں کہ اگر کسی ذمی کو سلام کرنا ہو تو سلام کے علاوہ کسی اور الفاظ سے انہیں مبارکباد دے یا خوش آمدید وغیرہ کہے، مثلاً کہے "هداك الله" اللہ تمہیں ہدایت دے "انعم الله صباحك" اللہ تیری صبح خوشگوار بنائے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ ابو سعد نے جو یہ بات کہی ہے، اگر اس کی ضرورت پڑے تو اسے کہنے میں کوئی حرج نہیں، اسے یوں بھی کہہ سکتا ہے "**صبحت بالخیر**" تیری صبح بخیر ہو "**صبحت بالسعادة**" سعادت مندی کے ساتھ تیری صبح ہو، یا "**صبحت بالعافیه**" عافیت کے ساتھ تیری صبح ہو "**یا صبحك الله بالسرور**" اللہ تیری صبح کو خوشیوں سے بھر دے، یا سرور کی جگہ **سعادة یا نعمة، یا مسرة**، یا اسی طرح کے الفاظ ملا کر کہے۔

اور اگر ضرورت نہ ہو تو بہتر ہے کہ کچھ نہ کہے، کیونکہ ان الفاظ کی ادائیگی اس کے لئے بے تکلفی، دل لگی اور محبت کا اظہار ہوگا، حالانکہ ہمیں ان کے ساتھ سختی سے پیش آنے کا اور اظہار محبت سے اجتناب کرنے کا حکم دیا گیا ہے، واللہ اعلم۔

نوٹ: غیر مسلم حضرات جن کے ساتھ ہم کسی ملک میں امن و سلامتی کے ساتھ پر اعتماد فضا میں رہتے ہیں ان کے ساتھ ہمارا معاملہ کس طرح ہونا چاہئے، اور طرز معاشرت کونسا اپنانا چاہئے، اس کی رہنمائی ہمیں اس آیت کریمہ سے حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لا ینهاکم الله عن الذین ...... المقسطین (سورة الممتحنة: ۸) ترجمہ: جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی نہیں لڑی، اور تمہیں جلاوطن نہیں کیا، ان کے ساتھ سلوک و احسان کرنے اور منصفانہ بھلے برتاؤ کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہیں نہیں روکتا بلکہ اللہ تو انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"**مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَإِنَّ رِيحَهَا يُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَاماً**"(۱)

جس نے کسی معاہد کو (یعنی جس کے ساتھ باہم امن و سلامتی سے رہنے کا عہد و پیمان ہو،) قتل کیا وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پائیگا حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے پائی جاتی ہے۔

تو اگر یہ غیر مسلم ہمارے ساتھ بظاہر وفادار ہوں ہمارے خلاف سازشیں نہیں کرتے

---

(۱) بخاری ۳۱۶۶

ہوں، ہماری اہانت ان کا شیوہ نہ ہو، اور ہماری عزت وآبرو اور جان ومال کے درپے نہ رہتے ہوں تو ان کے ساتھ مساوات کا برتاؤ کرنا اور حسن سلوک کا جواب حسن سلوک سے دینا ہم پر واجب ہے، اس لئے ہم ان کے ساتھ سختی کے بجائے نرمی سے پیش آئیں اور معاملات میں راست بازی سے کام لیں۔ حافظ ابن حجر اپنی کتاب فتح الباری (۴۵/۱۱) میں رقمطراز ہیں: امام اوزاعی فرماتے ہیں: اگر تم انہیں سلام کرو تو سلف صلاحین نے بھی انہیں سلام کیا ہے اگر تم انہیں سلام نہ کرو تو سلف صالحین نے بھی ایسا کیا ہے۔

اور حدیث میں جو سلام کی پیش قدمی کرنے سے ممانعت آئی ہے تو ممکن ہے کہ اس سے یہودی مراد ہوں، کیونکہ ان کی فطرت میں مسلمانوں کی ایذا رسانی اور ان کی سرشت میں خباثت پڑی ہوئی ہے، یہ یہود ہمیشہ رسول خدا ﷺ اور مسلمانوں کی ایذا رسانی میں لگے رہتے تھے، اور کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے اور بادل ناخواستہ اگر سلام کرنا پڑتا تو ایسے کلمات والفاظ کے ذریعہ سلام کرتے جو سلام کے بجائے بددعائیہ کلمات ہوا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اذا جاء وك حيوك بمالم يحيك به الله " (المجادلة:۸)

اور وہ یہود جب آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ کو ان لفظوں میں سلام کرتے ہیں جن لفظوں میں اللہ تعالیٰ نے نہیں کیا۔

الغرض ان یہودیوں کو تو پہل کرتے ہوئے سلام کرنا جائز نہیں، اور اگر وہ کریں تو انہیں کے الفاظ میں "وعلیکم" کے ذریعہ جواب دیا جائے، اور اگر وہ بدتمیزی وبدخلقی سے پیش آئیں تو مسلمان بھی ان کے ساتھ انہی کی طرح سختی سے پیش آئیں۔ واللہ اعلم۔

ملے جلے مختلف قسم کے لوگوں کو سلام کرنا :

اگر کسی فرد واحد کا جماعت کے پاس سے گذر ہو جس میں مسلمان وکافر ہر طرح کے لوگ ہوں تو سنت ہے کہ انہیں سلام کرے اور ارادہ مسلمانوں کو سلام کرنے کا کرے (اگر کئی مسلمان ہوں) یا تنہا مسلمان کا کرے۔ (اگر اس میں صرف ایک ہی مسلمان ہو)

۶۹۲ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گذر کسی ایسی مجلس سے ہوا جس میں مسلمان، یہودی، اور بتوں کی پرستش کرنے والے مشرکین سب اکٹھا تھے، تو نبی کریم ﷺ نے انہیں سلام کیا (شاید آپ کے مخاطب، مقصود صرف مسلمان تھے نہ کہ یہود و مشرکین) (۱)

خط کے اندر مشرکوں کو سلام کرنے کا حکم :

اگر کسی مشرک کو کوئی خط لکھا جائے اور اس میں سلام یا اس کے مماثل الفاظ لکھنا ہو تو بہتر یہ ہے کہ اس طرح لکھے :

۶۹۳ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوسفیان کی روایت کے اندر ہرقل کے قصہ میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تحریر فرمایا:

مِن محمد عبدِالله ورسولهِ اِلی هِرَقْلَ عظيم الرومِ سَلامٌ علی من اتبع الهدیٰ . (۲)

اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد کی جانب سے ہرقل شاہ روم کو، سلام ہو اسے جس نے ہدایت کے راستہ کی اتباع و پیروی کی۔

اس لئے غیر مسلموں کو "السلام علیکم" کے بجائے سلام علی من اتبع الهدی لکھنا چاہئے۔

ذمی کی عیادت کرتے وقت کیا کہنا چاہئے :

ذمی کی عیادت کرنے کے بارے میں ہمارے علمائے شوافع کے درمیان اختلاف ہے، ایک جماعت نے اسے پسند کیا ہے تو دوسروں نے اس سے منع کیا ہے، علامہ شاشی اس اختلاف کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں :

"میرے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ من جملہ تمام کافروں کی عیادت کرنا

(۱) صحیح بخاری ۶۲۵۴ صحیح مسلم: ۱۷۹۸ (۲) صحیح بخاری ۷، صحیح مسلم: ۱۷۷۳

جائز ہے اور اس کا ثواب اس سے متعلق حرمت وتوقیر کی نوعیت مثلاً پڑوسی یا قرابت ورشتہ داری وغیرہ پر موقوف ہے"

(امام نووی فرماتے ہیں:) میری رائے میں علامہ شاشی کی یہ رائے بہت خوب اور عمدہ ہے کیونکہ:

۶۹۴ - صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا جو نبی کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا، بیمار پڑا تو نبی کریم ﷺ اس کی عیادت کو گئے، آپ اس کے سرہانے میں بیٹھ گئے، اور اس سے کہا "اسلم" اسلام لے آؤ، اس لڑکے نے اپنے والد کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا جو اس کے پاس ہی تھا تو اس کے والد نے اس سے کہا، ابوالقاسم کا کہا مان لو، چنانچہ اس نے اسلام قبول کرلیا، اس کے بعد نبی کریم ﷺ اس کے پاس سے باہر آئے، آپ فرمارہے تھے:

"اَلحَمدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنقَذَہٗ مِنَ النَّار"

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے اسے جہنم کی آگ سے نجات دے دی۔(۱)

۶۹۵ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت سعید بن مسیّب کے والد مسیّب بن حزنؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

"یَاعَمُّ: قُل لا اِلٰہ الا اللہ" چاچاجان! آپ لا الہ الا اللہ کہہ دیں پھر پوری حدیث نقل کی ہے۔(۲)

(امام نووی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ ذمی کی عیادت کرنے والوں کو چاہئے کہ وہ اسے اسلام کی ترغیب دیں اور اسلام کے محاسن اس کے سامنے بیان کریں، اور اسے اسلام قبول کرنے پر آمادہ کریں کہ توبہ کا دروازہ بند ہونے (یعنی نزع کی حالت شروع ہونے سے پہلے

(۱) صحیح بخاری: ۱۳۵۶ (۲) صحیح بخاری: ۳۸۸۴، صحیح مسلم: ۲۴

پہلے) وہ اسے اختیار کرلے اور اگر اس کے لئے دعا کرنا ہو تو ہدایت کی دعا کرے۔

فصل

بدعتی کو سلام کرنا:

ایسے بدعتی کو جس نے بڑا گناہ کیا ہو اور اس سے تائب نہ ہوا ہو سلام کرنا مناسب نہیں، اور نہ ہی اس کے سلام کا جواب دینا مناسب ہے، امام بخاری اور دیگر علماء کی یہی رائے ہے۔ امام بخاری نے اپنی صحیح کے اندر اس مسئلہ میں مندرجہ ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے۔

۶۹۶ - صحیح بخاری و مسلم کے اندر حضرت کعب بن مالکؓ کے واقعہ میں جبکہ حضرت کعب اور ان کے دو ساتھی (ہلال بن امیہ اور مرارہ بن الربیع) غزوہ تبوک میں شرکت سے قاصر رہے تھے، حضرت کعبؓ فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے (لوگوں کو) ہم سے بات کرنے سے منع کردیا تھا: آگے فرماتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ کو سلام کرتا، اور میں (دل میں) کہتا (اندازہ کرتا) کہ آپ نے سلام کا جواب دینے کے لئے اپنے لب کو جنبش دی یا نہیں؟ امام بخاری فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر کا فرمان ہے کہ شراب نوشی کرنے والوں کو سلام نہ کیا جائے۔(۱)

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: کہ اگر ظالموں کو بدرجہ مجبوری سلام کرنا پڑ جائے، بایں طور کہ اس کے پاس آنے کے بعد سلام نہ کرنیکی وجہ سے اس کی طرف سے اپنے دین یا دنیا وغیرہ میں کسی فتنہ و فساد کے مرتب ہونے کا خدشہ ہو تو اسے سلام کرلے۔

امام ابوبکر بن عربی فرماتے ہیں: علماء کا قول ہے کہ ایسے ظالموں کو سلام کرے اور یہ نیت کرے کہ لفظ "السلام" اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، تب اس کا مفہوم ہوگا "اللہ علیکم رقیب" اللہ تیرا رقیب ہے۔

فصل

بچوں کو سلام کرنا:

---

(۱) دیکھیں: صحیح بخاری: ۶۲۱۸، صحیح مسلم: ۲۷۶۹

بچوں کو سلام کرنا سنت ہے :

۶۹۷ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ وہ بچوں کے پاس سے گذرے تو انہیں سلام کیا اور فرمایا "نبی کریم ﷺ اسی طرح کیا کرتے تھے"(۱)

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ لڑکوں بچوں کے پاس سے گذرتے تو انہیں سلام کرتے۔

۶۹۸ - سنن ابی داؤد وغیرہ میں بسند صحیحین حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ چند بچوں کے پاس سے گذرے جو کھیل رہے تھے، تو آپ نے انہیں سلام کیا۔(۲)

ابن سنی وغیرہ کی کتاب میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "**السلام علیکم یاصبیان**" اے بچو، السلام علیکم" (بچو تم پر سلام)(۳)

نوٹ : شاید اس کی حکمت یہ ہے کہ بڑے، غرور و تکبر کی چادر اپنے اوپر سے اتار دیں اور تواضع و انکساری کو اپنا شیوہ بنائیں، اور بچے شرعی آداب کے خوگر بنیں اور بچپن سے اسلامی آداب و عادات کی تربیت پائیں، تاکہ بڑے ہو کر وہ بھی اسی نہج پر چلیں اس حدیث سے نبی کریم ﷺ کے کمال تواضع اور شفقت و محبت کا اندازہ ہوتا ہے اور اس بات کا اشارہ ملتا ہے کہ لوگوں کا ایک دوسرے کو خواہ بڑے ہوں یا چھوٹے سلام کرنا مسنون اور شریعت کا مطلوب ہے۔

(باب-۷)

سلام کے آداب و مسائل :

۶۹۹ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

يُسَلِّمُ الراكب على الماشي والماشي علىٰ القاعد،

---

(۱) بخاری: ۶۲۴۷، مسلم: ۲۱۶۸ (۲) ابوداود: ۵۲۰۲

(۳) عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی: ۶۶۲

والقليل على الكثير.

سوار پیدل چلنے والے کو، اور چلنے والا بیٹھے ہوؤں کو اور تھوڑے، زیادہ لوگوں کو سلام کریں۔

بخاری کی روایت کے الفاظ یہ ہیں :

يسلم الصغيرُ على الكبير والماشي على القاعد، والقليل على الكثير .(۱)

چھوٹے بڑوں کو، اور پیدل چلنے والے بیٹھے ہوؤں کو اور تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں۔

(امام نووی فرماتے ہیں:) ہمارے علمائے شوافع و دیگر علماء فرماتے ہیں مذکورہ طریقہ سنت ہے اس کی مخالفت کرتے ہوئے اگر کوئی پیدل چلنے والا سوار کو، یا بیٹھا ہوا چلنے والے کو یا سوار کو سلام کرے تو یہ مکروہ نہیں ہوگا —— امام ابوسعد المتولی وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے، اس کا تقاضہ ہے کہ زیادہ لوگوں کا تھوڑے لوگوں کو اور بڑوں کا چھوٹوں کو سلام میں پہل کرنا بھی مکروہ نہیں، البتہ اس طرح وہ اس فضیلت کو ترک کرنے والا ہوگا جس کا دوسرا مستحق تھا۔

اور سلام کا یہ ادب اس وقت ہے کہ جبکہ دو شخص راستہ وغیرہ میں ملیں البتہ اگر کوئی بیٹھے ہوئے ایک یا متعدد افراد کے پاس آئے تو بہر حال آنے والا ہی بڑھ کر سلام کرے، خواہ آنے والا چھوٹا ہو یا بڑا تھوڑے ہوں یا زیادہ —— قاضی القضاۃ نے اس دوسرے طریقہ کو سنت اور پہلے طریقہ کو ادب، یعنی فضیلت میں سنت سے کم تر درجہ کا نام دیا ہے۔

(فصل)

مجمع میں ایک یا چند مخصوص لوگوں کو خاص کر کے سلام کرنے کی کراہت:

امام متولی فرماتے ہیں: اگر ایک شخص کسی پوری جماعت سے ملے تو ان میں سے بعض

(۱) بخاری ۶۲۳۱، مسلم ۲۱۶۰

مخصوص افراد کو اپنے سلام میں مخصوص کرنا مکروہ ہے، کیونکہ سلام کا مقصد الفت ومحبت اور وانس وروواداری ہے، اور بعض کو خاص کر کے سلام کرنے میں باقی لوگوں کے اندر کبیدگی وتکدر پیدا ہوگا اور بسا اوقات یہ عداوت ومخاصمت پہ بھی منتج ہوسکتا ہے۔

(فصل)

بھیڑ کی جگہوں پر سلام کا حکم:

اگر بازاروں یا سڑکوں پہ چل رہا ہو جہاں لوگ بکثرت گذرتے اور ایک دوسرے سے ملتے ہوں تو بقول قاضی القضاۃ ماوردی یہاں سلام صرف بعض مخصوص لوگوں ہی کے لئے ہوگا، نہ کہ ہر کسی کے لئے پھر فرماتے ہیں: اور یہ اس وجہ سے کہ اگر ہر ملاقاتی کو سلام کرتا رہے تو اسے اپنی تمام ترضروریات کو ترک کر کے اسی میں مشغول ہوجانا پڑے گا، اور یہ عرف وعادت کے بھی خلاف ہے، نیز فرماتے ہیں: کہ سلام کا دو ہی مقصد ہے حصول محبت والفت یا دفع مضرت وکراہت۔

(فصل)

ایک ہی جواب پوری جماعت کے لئے کافی ہے:

امام متولی فرماتے ہیں: اگر کسی جماعت نے فرد واحد کو سلام کیا اور اس شخص نے ”وعلیکم السلام“ کہہ کر تمام لوگوں کو جواب دینے کا ارادہ کیا، تو تمام لوگوں کو جواب دینے کا وجوب اس سے اسی طرح ساقط ہوجائے گا جس طرح کہ نماز جنازہ اگر ایک مرتبہ کوئی پڑھ لے تو باقی لوگوں سے اس کی فرضیت ساقط ہوجاتی ہے۔

(فصل)

جماعت کو سلام کرنا:

قاضی القضاۃ ماوردی فرماتے ہیں: جب کوئی شخص چھوٹی سی جماعت کے پاس آئے تو ایک ہی سلام ان سبھوں کے لئے عمومی طور پر کہے اور سبھوں کے لئے صرف ایک ہی سلام پر اکتفاء

کرے اوراس کے بعد اگران میں سے کسی کو خاص طور پر کرنا چاہے تو یہ ادب ہوگا اوران میں سے کسی ایک کا جواب دیدینا کافی ہے اوراگرایک سے زیادہ لوگ جواب دیں تو یہ بھی ادب شمار ہوگا۔

پھر فرماتے ہیں: اگر مجمع اتنا بڑا ہے کہ ایک سلام تمام لوگوں کو نہ پہنچ سکے مثلاً جامع مسجد یا پرہجوم محفل ہو تو سنت ہے کہ داخل ہونے والا داخلے کے وقت ہی جب لوگوں کو دیکھے سلام کرے، اوراس طرح وہ ان تمام افراد کے حق میں جو اسے سنیں سلام کی سنت ادا کرنے والا ہوگا اور جن لوگوں نے بھی اسے سنا وہ تمام افراد جواب کیلئے وجوب کفایہ میں داخل ہونگے (اوراگرکسی ایک نے جواب دیدیا تو باقی سے وجوب ساقط ہوجائے گا ورنہ سب کے سب گنہگار ہونگے) اور جن لوگوں نے اس کا سلام سنا اگر وہ ان کے درمیان بیٹھنا چاہے تو ان میں سے بعض نہ سننے والوں کو سلام کرنے کی سنت اس سے ساقط ہوجائیگی۔

اوروہ ان لوگوں میں بیٹھنا چاہے جنہوں نے اس کا سلام نہیں سنا ہے تو اس میں دوقول ہے، ایک یہ کہ انہیں سلام کرنے کی سنت ان کے آگے والوں کو سلام کرلینے کی وجہ سے اسے حاصل ہوچکی ہے، کیونکہ یہ پورا ایک ہی مجمع ہے اوراگر دوبارہ سلام کرتا ہے تو یہ ادب ہوگا۔ اسی بنا ر پر مسجد والوں میں سے کسی نے بھی اگر جواب دیدیا تو بقیہ پورے لوگوں سے اس کا وجوب ساقط ہوجائے گا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ سلام کی سنت ان لوگوں کے حق میں جنہیں پہلا سلام نہیں پہنچا ہے باقی ہے بشرطیکہ وہ ان لوگوں کے ساتھ بیٹھنے کا ارادہ رکھتا ہو، اس بنا پر اس کے سلام کو سننے والے آگے کے لوگوں کا وجوب پیچھے کے لوگوں (جنہوں نے پہلا سلام نہیں سنا تھا) کے جواب دیدینے سے اس کا وجوب ساقط نہیں ہوگا۔

فصل

گھر میں داخل ہوتے ہوئے سلام کرنا:

جب اپنے گھر میں داخل ہو تو مستحب ہے کہ سلام کرے، خواہ گھر میں کوئی ہو یا نہ ہو، اور سلام اس طرح کرے ''السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَىٰ عباد الله الصالحين سلامتی ہو ہم پر اور اللہ

کے نیک بندوں پر، اور گھر میں داخل ہوتے وقت کیا کہنا چاہئے اس کا بیان شروع کتاب میں (حدیث نمبر: ٦٣ پہ) آچکا ہے۔ اسی طرح جب مسجد میں یا کسی دوسرے کے گھر میں داخل ہوتو بھی سلام کرنا مستحب ہے اور وہاں اس طرح سلام کرے۔

السلام علینا وعلی عباداللہ الصالحین ، السلام علیکم اھل البیت ورحمة اللہ وبرکاتہ .

ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام اے گھر والو تم پر سلام اور اللہ کی رحمت و برکت۔

فصل

مجلس کی برخواستگی پر سلام :

اگر کوئی شخص جماعت وقوم کے ساتھ بیٹھا ہو پھر ان سے جدا ہونے کے لئے اٹھے تو سنت ہے کہ وہ سلام کرے۔

۷۰۰ - سنن ابی داؤد وترمذی وغیرہ میں بسند جید وصحیح حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

اذا انتھی اَحَدُکُمْ الی المجلسِ فَلْیُسَلِّم فاذا اراد اَنْ یقوم فَلْیُسَلِّمْ فَلَیستِ الْاُولیٰ باَحقَّ من الاخرة .

جب تم میں سے کوئی مجلس میں آئے تو سلام کرے، اور جب اٹھنا چاہے تو سلام کرے، کیونکہ پہلا سلام دوسرے سے افضل نہیں (یعنی دوسرا سلام بھی اتنا ہی افضل ہے جتنا پہلا)(۱)

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: ظاہر حدیث کا تقاضہ ہے کہ جماعت پر سلام کرنے والے اور جدا ہونے والے کو جواب دینا واجب ہے ـــــ امام قاضی حسین اوران کے

---

(۱) ابوداؤد: ۵۲۰۸، ترمذی ۲۷۰٦، وقال الترمذی: حدیث حسن

شاگرد ابوسعد المتولی فرماتے ہیں: جماعت ومجلس سے جدا ہوتے وقت سلام کرنے کی عادت بعض لوگوں میں چل پڑی ہے، اور یہ دعاء ہے اس کا جواب دینا واجب نہیں، بلکہ مستحب ہے، کیونکہ تحیۃ واسلام ملاقات کے وقت ہے نہ کہ واپسی کے وقت، یہ ان دونوں کا قول ہے۔

ہمارے متاخرین ائمہ شوافع میں امام ابوبکر شاشی نے ان دونوں حضرات کے قول کو ناپسند کیا اور اس پر نکیر کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ یہ قول باطل ولغو ہے، کیونکہ سلام واپسی کے وقت بھی اسی طرح سنت ہے جس طرح آمد کے وقت بیٹھتے ہوئے اور اس کی دلیل یہی مذکورہ حدیث ہے، میرے نزدیک امام شاشی کا قول ہی صحیح وصائب ہے۔

فصل

ایسے شخص کو سلام کرنے کا حکم جس کے بارے میں جواب نہ دینے کا گمان ہو:

جب کوئی ایک یا ایک سے زیادہ لوگوں کے پاس سے گزرے اور اسے غالب گمان ہو کہ اگر اس نے سلام کیا تو وہ تکبر وغرور یا راہ چلنے یا کلمہ سلام سے لاپرواہی وبے اعتنائی یا کسی اور اسباب کی وجہ سے سلام کا جواب نہیں دے گا تو مناسب ہے کہ وہ سلام کرے، اور اپنے ظن وگمان کی وجہ سے اسے ترک نہ کرے، کیونکہ ہم سلام کرنے کے مامور ہیں اور گذرنے والا اس کا مکلّف ہے اسے اس کا حکم نہیں دیا گیا کہ اسے جواب ملے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جس کے پاس سے وہ گذر رہا ہے اور گمان قائم کر رہا ہے وہ جواب دیکر اس کے گمان کو غلط ثابت کردے۔

ان لوگوں کا قول جن کے نزدیک تحقیق کوئی چیز نہیں، کہ گزرنے والے کا سلام دوسرے کے لئے گناہ کا سبب بنے گا، (اس کے جواب نہ دینے کی صورت میں) تو یہ کھلی جہالت اور صریح نادانی ہے، کیونکہ احکام شرعیہ اس طرح کے خیالات واوہام سے ساقط نہیں ہوتے اور اگر ہم اس خیال کو مدنظر رکھیں تو جہالت ونادانی کی وجہ سے منکرات کا ارتکاب کرنے والوں کی نکیر بھی ہمیں ترک کرنا پڑیگا، کیونکہ اگر ہمیں گمان غالب ہوجائے کہ ہمارے کہنے سے وہ باز نہیں آسکتا

اور ہمارے نکیر کرنے اور اس کی قباحت و برائی بتادینے کے باوجود اگر وہ اس سے چھٹکارا حاصل نہ کرے تو یہ اس کیلئے گناہ کا سبب بنے گا ——— اور بلاشبہ اس جیسے امور و معاملات میں ہم انکار و نکیر ترک نہیں کر سکتے ——— اس کی بے شمار مثالیں ہیں جو مشہور و معروف ہیں۔

جس نے کسی کو سلام کیا اور اپنا سلام اس کے کانوں تک پہونچادیا اور اس سننے والے پر شرائط کے ساتھ جواب واجب ہو جانے کے باوجود اس نے جواب نہیں دیا تو سلام کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ اسے اس سے بری کردے اور کہے "سلام کا جواب دینے میں میں اپنے حق سے اسے بری کرتا ہوں کہے: "میں نے اسے جواب سے حلال کر دیا" یا اس جیسے دیگر الفاظ کہے، اور اپنے اس قول کو زبان سے ادا کرے، کیونکہ زبان سے ادائیگی کے بعد ہی انسان کا حق ساقط ہوتا ہے، واللہ اعلم۔

۱۰۷ - ابن سنی کی کتاب میں صحابی رسول حضرت عبدالرحمٰن ابن شبل ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ اَجَابَ السلامَ فهولَهُ ومَنْ لَمْ يُجِبْ فليس منا" (۱)

جو سلام کا جواب دے تو وہ اسی کے لئے ہے اور جو جواب نہ دے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

نوٹ : یہ ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے پوری حدیث میں شروع کے الفاظ اس طرح ہیں:

"يسلم الراكب على الراجل ويسلم الراجل على القاعد ويسلم الاقل على الاكثر"

سوار پیدل چلنے والے کو اور پیدل چلنے والے بیٹھوں کو اور تھوڑے لوگ بہتوں کو سلام کریں۔

جس نے کسی کو سلام کیا اور اس نے جواب نہ دیا تو مستحب ہے کہ سلام کرنے والا اسے خندہ پیشانی اور شگفتہ کلامی سے کہے کہ سلام کا جواب واجب ہے آپ کے لئے مناسب ہے کہ

(۱) عمل الیوم لابن سنی: ۲۱۰، یہ حدیث صحیح ہے۔

مجھے جواب دیں تا کہ آپ سے اس کا وجوب ساقط ہو۔واللہ اعلم۔

(باب-۸)

استئذان واجازت طلبی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یاایها الذین آمنوا لاتدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستأنسوا وتسلموا علی أهلها" (النور:۲۷)

اے ایمان والو اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک کہ اجازت نہ لے لو اور وہاں کے رہنے والوں کو سلام نہ کر لو۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" اذا بلغ الأطفال منکم الحُلُمَ فلیستأذنوا کما استأذن الذین من قبلهم" (سورۃ النور: ۵۹)

اور جب تمہارے بچے بلوغت کو پہنچ جائیں تو جس طرح ان کے اگلے لوگ اجازت مانگتے ہیں انہیں بھی اجازت مانگ کر آنا چاہیے۔

۷۰۲ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الاِستئذانُ ثلاثٌ فاِن اُذِنَ لَكَ والا فَارْجِعْ .(۱)

اجازت مانگنا تین بار ہے یا تو تمہیں اجازت دیدی جائے ورنہ تم لوٹ جاؤ۔

نیز بخاری و مسلم ہی میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح فرمایا:(۲)

---

(۱) بخاری ۶۲۴۵، ومسلم ۲۱۵۴ (۲) بخاری ۶۲۴۵ مسلم ۲۱۵۳

۷۰۳ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

"انماجعل الإستئذان من اَجْلِ البصر"(۱)

اجازت طلبی نگاہ کی وجہ سے رکھی گئی ہے۔

نیز تین بار اجازت طلب کرنے کی روایت متعدد طرق سے مروی ہے اور سنت یہ ہے کہ پہلے سلام کرے پھر اجازت طلب کرے ـــــ دروازہ پر اس طرح کھڑا ہو کہ نظر اندر نہ پڑ رہی ہو پھر "السلام علیکم" کہنے کے بعد کہے کیا میں داخل ہوسکتا ہوں؟ اگر کوئی جواب نہ دے تو دوسری اور تیسری بار کہے، اگر پھر بھی کوئی جواب نہ ملے تو لوٹ جائے۔

۷۰۴ - سنن ابی داؤد میں بسند صحیح جلیل القدر تابعی حضرت ربعی بن حراشؒ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ بنی عامر کے ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اجازت طلب کی، جبکہ آپ گھر کے اندر موجود تھے، اس نے کہا "أَلِـــجُ" کیا میں داخل ہوسکتا ہوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے خادم سے فرمایا:

أُخْـرُجْ اِلَـى هٰـذَا فَـعَـلِّـمْهُ الْإِسْتِئْذَانَ ، فَقُلْ لَهُ قُلْ : اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَ اَدْخُلُ ؟

تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے خادم سے فرمایا اس کے پاس جاؤ اور اسے اجازت طلب کرنے کا طریقہ بتاؤ، اسے کہو: آپ (پہلے) السلام علیکم کہیں (پھر کہیں) کیا میں داخل ہوسکتا ہوں۔

اس شخص نے آپ کی بات سن لی تو اس نے کہا: السلام علیکم أأدخل، پھر نبی کریم ﷺ نے اسے داخلے کی اجازت دیدی۔(۲)

۷۰۵ - سنن ابی داؤد وترمذی میں صحابی رسول ﷺ حضرت کلدۃ بن حنبلؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور سلام کئے بغیر اندر داخل ہوگیا تو آپ ﷺ نے

(۱) بخاری ۶۲۴۱، مسلم ۲۱۵۶ (۲) ابوداؤد: ۵۱۷۷، ۵۱۷۸، ۵۱۷۹

فرمایا:
اِرْجِعْ فَقُلْ : اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَأَدْخُلُ ؟ لوٹ جاؤاور (باہر جاکر) کہو، السلام علیکم کیا میں اندر داخل ہوسکتا ہوں۔(۱)

اور یہ جو میں نے سلام کو استئذان پر مقدم کرنے کا ذکر کیا ہے کہ (پہلے سلام کرے پھر اجازت طلب کرے) یہی صحیح ہے ــــ البتہ ماوردی نے اس میں تین قول نقل کیا ہے، ایک یہی مذکورہ قول ہے، اور دوسرا استئذان کو سلام پر مقدم کرنا (یعنی پہلے اجازت طلب کرلے پھر سلام کرے) اور تیسرا قول جو کہ ان کا اختیار کردہ اور پسندیدہ قول ہے، وہ یہ ہے کہ اجازت مانگنے والے کی نگاہ اگر صاحب خانہ پر داخل ہونے سے قبل پڑجائے تو پہلے سلام کرے، پھر داخلے کی اجازت مانگے اور اگر نگاہ نہ پڑے تو پہلے اجازت مانگے پھر سلام کرے۔اور تین بار اجازت مانگنے کے باوجود اگر اسے اجازت نہ ملے اور اسے گمان ہو کہ اہل خانہ نے نہیں سنا ہے تو کیا تین بار سے زیادہ اجازت مانگ سکتا ہے؟

امام ابوبکر بن عربی المالکی اس میں تین مذہب نقل کرتے ہیں، ایک یہ کہ مزید استئذان کا اعادہ کرے، دوسرا یہ کہ بالکل اعادہ نہ کرے، اور تیسرا یہ کہ پہلے الفاظ میں اعادہ نہ کرے، البتہ دوسرے الفاظ یا کلمات یا استئذان کے دیگر طریقوں سے اس کا اعادہ کرسکتا ہے۔پھر فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک سب سے صحیح قول یہ ہے کہ تین سے زیادہ کسی بھی صورت میں اجازت طلب نہ کرے اور یہ قول جسے وہ صحیح قرار دے رہے ہیں یہی سنت مطہرہ کا تقاضہ ہے۔

نوٹ : کیونکہ حدیث (۷۰۲) میں صراحۃً مذکور ہے **الاستئذان ثلاث فان اذن لك والا فارجع**

(فصل)

اجازت طلب کرنے کے آداب:

---

(۱) ابوداؤد: ۵۱۷۶ ترمذی ۲۷۱۰، وقال الترمذی: حدیث حسن

جب کوئی شخص سلام کے ذریعہ یا دروازہ پر دستک دے کر کسی سے اجازت طلب کرے اور اس سے پوچھا جائے کہ تم کون ہو، تو مناسب ہے کہ وہ اپنا تعارف کرائے کہ میں فلاں بن فلاں ہوں یا فلاں نام سے ملقب شخص ہوں، یا فلاں عرفیت سے جانا جانے والا ہوں، یا اسی طرح کے اور الفاظ کے ذریعہ اپنا پورا معروف و مشہور نام یا کنیت بتائے کہ جس سے مکمل تعارف وواقفیت حاصل ہوتی ہو، جواب میں ''میں ہوں'' یا ''یا آپ کا خادم ہوں'' یا ''بعض لڑکا ہوں'' یا ''آپ کا پرستار ہوں'' یا اسی طرح کے دیگر الفاظ کہنا (جس سے اس کی پہچان نہ ہوتی ہو) مکروہ وناپسندیدہ ہے۔

۷۰۶- صحیح بخاری و مسلم میں معراج والی مشہور حدیث کے اندر مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ثم صعد بی جبریل الی السماء الدنیا فاستفتح فقیل : مَنْ هٰذا ؟ قال : جبریل : قیل : وَمَنْ مَعَكَ ؟ قَال : محمد ، ثم صَعِدَ بی اِلی السماء الثانیه والثالثة وسائرهن ، ویقال فی باب کل سماءٍ ، من هذا؟ فیقول : جبریل .(۱)

پھر حضرت جبریل مجھے اوپر سماء دنیا پر لے گئے انہوں نے دروازہ کھلوایا تو ان سے کہا گیا کون؟ جبریل نے جواب دیا جبریل ہے، کہا گیا اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ محمد ہیں پھر مجھے دوسرے، تیسرے اور سارے آسمانوں پر لے گئے، ہر آسمان کے دروازے پر ان سے کہا جاتا کہ کون؟ اور وہ جواب میں کہتے جبریل ہے۔

۷۰۷ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی روایت میں ہے کہ جب نبی کریم ﷺ باغ کے کنواں پر تشریف فرما تھے اور ابوبکر نے آکر اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا: کون؟ تو انہوں نے جواب دیا ابوبکر ہے، پھر حضرت عمر آئے اور اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا: کون جواب ملا کہ عمر ہے، پھر اسی طرح حضرت عثمان آئے۔(۲)

(۱) بخاری: ۳۸۸۷، صحیح مسلم ۱۶۲ (۲) دیکھیں: بخاری ۳۶۷۴ مسلم: ۲۴۰۳

۷۰۸ - صحیح بخاری و مسلم ہی کے اندر حضرت جابرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور دروازہ پر دستک دیا آپ نے فرمایا: مــن ذا؟ کون ہے؟ تو میں نے جواب دیا ''میں ہوں'' تو آپ نے فرمایا: ''انا انا'' ''میں میں (کیا کرتے ہو) گویا آپ کو ناگواری ہوئی۔(۱)

(فصل)

اجازت طلب کرتے ہوئے اپنا تعارف کرانا:

جس سے انسان متعارف و پہچانا جاتا ہوں، اگر مخاطب اس کے بغیر نہ پہچان سکے تو اس وصف کو بیان کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، خواہ اس میں بظاہر قدرے خودنمائی ہی کیوں نہ ہو، مثلاً کوئی اپنی کنیت بتائے کہ میں فلاں مفتی یا قاضی یا شیخ ہوں، یا اس جیسے دیگر اوصاف کا ذکر کرے۔

۷۰۹ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ام ہانی بنت ابی طالبؓ جن کا نام مشہور قول کے مطابق فاختہ یا فاطمہ یا ہند ہے، سے مروی ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس آئی جبکہ آپ غسل فرمارہے تھے اور حضرت فاطمہ آپ کو پردہ کئے ہوئی تھیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: مـن هذه؟ یہ کون عورت ہے، میں نے جواب دیا، میں ام ہانی ہوں۔(۲)

۷۱۰ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوذرؓ جن کا نام جندب یا بُریر ہے، سے مروی ہے کہ میں ایک رات باہر نکلا تو (دیکھا کہ) رسول اللہ ﷺ تنہا چہل قدمی کررہے ہیں، چاند کے سائے میں میں بھی (آپ کے پیچھے) چلنے لگا تو آپ نے مڑ کر مجھے دیکھا اور فرمایا ''مــن هــذا'' کون ہے؟ میں نے جواب دیا میں ہوں ابوذر۔(۳)

۷۱۱ - صحیح مسلم میں حضرت ابوقتادہ حارث بن ربعیؓ اس حدیث کے اندر جو رسول اللہ ﷺ کے بیشمار معجزوں اور متعدد فنون علم پر مشتمل ہے، روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر اوپر اٹھایا اور فرمایا: ''من هذا؟'' کون ہے؟ میں نے جواب دیا ابوقتادہ (ہوں)۔(۴)

---

(۱) دیکھیں: بخاری ۶۲۵، مسلم ۲۱۵۵

(۲) دیکھیں: بخاری: ۲۸۰ مسلم: ۳۳۶، یہ حدیث پہلے نمبر ۶۸۸ پر گذر چکی ہے

(۳) دیکھیں: بخاری: ۶۴۴۳، مسلم: ۹۴ (۴) صحیح مسلم: ۶۸۱

(امام نووی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ اس کی مثال ونظیر بے شمار ہیں، اور اس کا سبب ضرورت وحاجت ہے نہ کہ فخر ومباہات۔

۷۱۲ - اوراس سے ملتی جلتی ہی وہ روایت ہے جو حضرت ابوہریرہؓ جن کا نام صحیح قول کے مطابق عبدالرحمٰن بن صخر ہے، سے صحیح مسلم میں مروی ہے، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول آپ اللہ سے دعا فرمادیں کہ اللہ ابوہریرہؓ کی ماں کو ہدایت دیدے، پھر پوری حدیث نقل فرماتے ہیں، جس کے اخیر میں ہے کہ پھر میں لوٹ کر آیا اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول، اللہ نے آپ کی دعا قبول کر لی اور ابوہریرہؓ کی ماں کو ہدایت دیدی، واللہ اعلم۔(۱)

(باب-۹)

سلام سے متعلق چند مسائل:

مسئلہ: حمام سے نکلنے والے کو سلام کرنا:

امام ابوسعد متولی فرماتے ہیں: حمام سے نکلتے وقت نکلنے والے کو سلام کرنا یا یہ کہنا کہ "طَابَ حَمَّامُكَ" تیرا نہانا خوشگوار ہو، اس کی کوئی اصل نہیں، مگر حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ حمام سے نکلنے والے ایک شخص کو انہوں نے "طَهُرْتَ فَلَا نَجِسْتَ" تو پاک ہوا پھر ناپاک نہ ہوسکو۔) کہا

امام نووی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں اس مقام پر کوئی بات صحیح طور پر ثابت نہیں، اور اگر کوئی شخص اپنے دوست سے بطور محبت والفت اور اظہار وارفتگی، "ادام الله لك النعم" (اللہ تیری نعمت ہمیشہ باقی رکھے) یا اس جیسے دعائیہ کلمات کہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ: "السلام علیکم" کے بجائے اور دوسرے الفاظ میں سلام کرنا:

گذرنے والا اگر پہل کرتے ہوئے کسی کو "صَبَّحَكَ اللّٰهُ بِالْخَيْرِ" (اللہ تیری صبح

---

(۱) دیکھیں: صحیح مسلم ۲۴۹۱

بخیر بنائے) یا "صَبَّحَكَ اللّٰهُ بِالسَّعَادَةِ" (اللہ تیری صبح سعید بنائے) یا "قَوَّاكَ اللّٰهُ" (اللہ تجھے طاقت بخشے) یا "لا اَوْحَشَ اللّٰهُ مِنْكَ" اللہ تجھے خوف میں مبتلا نہ کرے، یا اس جیسے دعائیہ کلمات جس کے استعمال کی لوگوں میں عادت ہے کہے تو وہ جواب کا مستحق نہیں ہوگا، ہاں اگر وہ بھی اس کے بالمقابل جواب میں اسے دعائیہ کلمات کہے تو بہتر ہے ـــــ اور اگر سلام ترک کرنے اور اس میں لاپرواہی برتنے پر تنبیہ کرنے کے لئے اور دوسروں کو سلام میں پہل کرنے کی طرف توجہ دلانے یا اس کا ادب بتانے کے لئے آیا بالکلیہ جواب ہی نہ دے تو زیادہ بہتر ہے۔

(فصل)

دست ورخسار چومنے کا حکم :

اگر کوئی کسی دوسرے کا ہاتھ چومنا چاہے اور یہ اس کے زہد وتقویٰ علم وشرف اور صلاح وپارسائی وغیرہ کسی دینی امور (میں برتری) کی وجہ سے ہو تو مکروہ نہیں بلکہ مستحب ہے اور اگر اس کی دنیاداری ومالداری، شان وشوکت اور جاہ وحشمت یا دنیاداروں میں اس کی وجاہت وبرتری کی وجہ سے ہو تو مکروہ ہی نہیں بلکہ غلیظ ترین مکروہ ہے، امام مقوی فرماتے ہیں کہ ایسا کرنا جائز نہیں ،اور عدم جواز سے ان کی مراد حرام ہونے کی طرف اشارہ کرنا ہے۔

۷۱۳ - سنن ابی داؤد میں حضرت زارع رضی اللہ عنہ سے جو وفد عبدالقیس میں شریک تھے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں :

"تو ہم لوگ اپنی سواریوں سے اتر کر ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرنے لگے، ہم لوگ نبی کریم ﷺ کا دست مبارک اور قدم مبارک چوم رہے تھے۔" (۱)

۷۱۴ - سنن ابی داؤد ہی میں حضرت ابن عمرؓ سے ایک واقعہ مروی ہے اس میں وہ فرماتے ہیں : پھر ہم لوگ قریب ہوئے، (یعنی رسول اللہ ﷺ سے) اور آپ کے دست مبارک کا بوسہ لیا۔ (۲)

---

(۱) سنن ابی داؤد، :۵۲۲۵، وقال المقدری: حدیث حسن (۲) ابوداؤد: ۵۲۲۳

نوٹ : امام ترمذی نے بھی اسی جیسی ایک روایت صفوان بن عسال سے نقل کی ہے، پھر فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے، نیز یہ بھی فرمایا ہے کہ اس باب میں حضرت یزید بن اسود، ابن عمر، کعب بن مالک کی بھی روایت ہیں''

کسی شخص کا اپنے چھوٹے بھائی یا لڑکے کے رخسار کا بوسہ لینا یا رخسار کے علاوہ بازو وغیرہ دیگر اعضاء کا بطور شفقت و رحمت یا لطف و مہربانی یا قرابت و رشتہ داری کی الفت کی وجہ سے بوسہ لینا خواہ بچہ لڑکا ہو یا لڑکی سنت ہے، اور اس سے متعلق بے شمار صحیح و مشہور احادیث وارد ہوئی ہیں۔

اسی طرح اپنے دوست یا کسی کے بھی بچوں کا بطور شفقت و محبت بوسہ لینا سنت ہے، ہاں شہوت کے ساتھ بوسہ لینا بالاتفاق حرام ہے، خواہ بچہ ہو یا بڑا، لڑکی ہو یا لڑکا، بلکہ شہوت سے دیکھنا بھی حرام ہے خواہ رشتہ دار ہو یا اجنبی۔

۷۱۵ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت حسن بن علیؓ کو چوما، آپ کے پاس حضرت اقرع بن حابس التمیمی تھے، انہوں نے عرض کیا، مجھے دس بچے ہیں، میں نے ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں چوما، تو نبی کریم ﷺ نے ان پر نظر ڈالا پھر فرمایا: '' مَنْ لَا یَرْحَمْ لَا یُرْحَمْ '' جو رحم نہیں کرتا وہ رحم نہیں کیا جاتا۔ (۱)

۷۱۶ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ دیہات کے کچھ لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے ان لوگوں نے کہا: کیا آپ لوگ اپنے بچوں کو چومتے اور بوسہ لیتے ہیں؟ تو لوگوں نے کہا: ہاں تو ان لوگوں نے کہا، ہم لوگ تو بخدا بالکل نہیں چومتے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَوَ أَمْلِكُ أَنْ كَانَ اللّٰهُ تَعَالٰى نَزَعَ مِنْكُمُ الرَّحْمَةَ. (۲)

اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے اندر سے رحمت کو سلب کر لیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں؟۔

یہ مختلف روایتوں میں سے ایک روایت کے الفاظ ہیں، اور یہ متعدد الفاظ میں مروی ہے۔

---

(۱) بخاری: ۵۹۹۷، مسلم: ۲۳۱۹ (۲) بخاری ۵۹۹۸، مسلم: ۵۳۱۷

۷۱۷ - صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صاحبزادے ابراہیم کو (گود) لیا انہیں چوما اور سونگھا۔(۱)

۷۱۸ - سنن ابی داؤد میں حضرت برار بن عازبؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: کہ حضرت ابوبکر کے مدینہ میں جلوہ افروز ہونے کے بعد میں ان کے ہمراہ ان کے گھر گیا تو حضرت عائشہ بخار میں مبتلا لیٹی ہوئی تھیں، حضرت ابوبکرؓ ان کے پاس گئے اور ان سے پوچھا، میری بچی تم کیسی ہو؟ اور ان کے رخسار کا بوسہ لیا۔ ابوداؤد ۵۱۲۳۲۔

۷۱۹ - امام ترمذی، نسائی وابن ماجہ نے باسانید صحیحہ صحابی رسول حضرت صفوان بن عسالؓ سے روایت کیا ہے، حضرت صفوان فرماتے ہیں کہ ایک یہودی نے اپنے دوسرے ساتھی سے کہا ہمیں اس نبی کے پاس لے چلو، پھر وہ دونوں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور نو (۹) آیات بینات کے بارے میں سوال کیا، پھر پوری حدیث ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں، پھر ان دونوں نے آپ کے دست وقدم مبارک کا بوسہ لیا اور کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ بیشک نبی ہیں۔(۲)

۷۲۰ - سنن ابی داؤد میں بسند صحیح حضرت ایاس بن دُغفل سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: میں نے ابونضرہ کو حضرت حسن بن علیؓ کے رخسار کا بوسہ لیتے دیکھا ہے۔(۳)

(ابونضرۃ کا نام منذر بن مالک بن قطعہ ہے وہ مشہور تابعی ہیں) حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ اپنے صاحبزادے سالم کا بوسہ لیتے اور فرماتے، اعجبوا من شیخ یُقبّل شیخاً، شیخ سے تعجب کرو کہ شیخ کا بوسہ لیتا ہے۔

امت کے نہایت زاہد و پارسا بڑے ہی عبادت گذار پرہیزگار جلیل القدر بزرگ حضرت سہل بن عبداللہ المشتری سے مروی ہے کہ وہ امام ابوداؤد السجستانی کے پاس آتے اور ان سے عرض کرتے میرے لئے آپ اپنی وہ زبان نکالیں جس سے آپ حدیث رسول ﷺ بیان کرتے ہیں،

---

(۱) دیکھیں: تعلیق البخاری فی الادب، باب رحمۃ الولد وتقبیلہ: ۱۰/۴۲۶

(۲) ترمذی ۲۷۳۳، تحفہ، ۴۹۵۱، بحوالہ سنن کبری للنسائی ابن ماجہ ۳۷۰۵

(۳) سنن ابی داؤد: ۵۲۲۱

تاکہ میں اس کا بوسہ لے سکوں، پھر اسے چومتے۔ اس باب میں اس کے علاوہ سلف صالحین کے بے شمار اقوال ہیں، واللہ اعلم۔

فصل

میت وغیرہ کی پیشانی کا بوسہ لینا :

بطور تبرک نیک وصالح میت کی پیشانی کا یا سفر سے واپسی پر دوست واحباب اور رفقاء کے چہرے کا بوسہ لینے میں کوئی حرج نہیں۔

۷۲۱ - صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے وفاتِ رسول ﷺ والی ایک طویل حدیث میں مروی ہے وہ فرماتی ہیں: ابوبکرؓ داخل ہوئے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے چہرے سے پردہ ہٹایا اور پھر جھکے اور بوسہ دیا، پھر رو پڑے۔(۱)

۷۲۲ - سنن ترمذی میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ: زید بن حارثہ مدینہ واپس پہونچے جبکہ رسول اللہ ﷺ میرے مکان میں تھے وہ آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا تو نبی کریم ﷺ اپنا کپڑا گھسیٹتے ہوئے ان کی طرف لپکے ان سے معانقہ کیا اور انکا بوسہ لیا۔(۲)

ہاں سفر سے واپس آنے والوں یا بچوں کے علاوہ کسی اور کے چہرہ کا بوسہ لینا یا معانقہ کرنا مکروہ ہے، علماء شوافع میں امام ابومحمد بغوی وغیرہ نے اس کراہت کی تصریح کی ہے، اور اس کے مکروہ ہونے کی دلیل یہ ہے :

۷۲۳ - سنن ترمذی وابن ماجہ میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ: ایک شخص نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ہم میں سے کوئی اپنے بھائی یا دوست سے ملتا ہے، کیا وہ اس کے لئے جھک سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "نہیں" اس نے پھر عرض کیا، کیا وہ اس سے چمٹ سکتا ہے ، اور بوسہ لے سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: "نہیں" پھر اس نے عرض کیا، تو کیا وہ اس کا ہاتھ پکڑ سکتا

(۱) بخاری ۴۴۵۲-۴۴۵۳

(۲) سنن ترمذی ۲۷۳۲ وقال الترمذی: حدیث حسن

(۳) دیکھیں: ترمذی ۲۷۲۸، وقال الترمذی حدیث حسن

ہے اور مصافحہ کرسکتا ہے، تو آپ نے فرمایا: "ہاں" (۴)

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: سفر وغیرہ سے واپسی پر بوسہ لینے اور معانقہ کرنے کے بارے میں جو یہ ذکر کیا گیا، اس میں کوئی حرج نہیں، البتہ اس کے علاوہ میں مکروہ تنزیہی ہے بشرطیکہ بے ریش وخوبصورت لڑکا نہ ہو، اگر بے ریش وخوبصورت لڑکا ہو تو بہر صورت اس کا بوسہ لینا حرام ہے، خواہ وہ سفر ہی سے کیوں نہ واپس آیا ہو، اور بظاہر اس سے معانقہ کرنا بوسہ لینے کے حکم میں ہے یا اس سے قریب تر ہے، اور اس حکم میں سب برابر ہیں کہ بوسہ لینے والے یا جس کا بوسہ لیا جارہا ہے دونوں یا ایک نیک وصالح ہوں یا گنہگار وفاسق، یعنی خواہ فاسق وگنہگار ہو یا نیک وصالح ہر ایک کا بے ریش وخوبصورت لڑکوں کا بوسہ لینا حرام ہے۔

ہمارا صحیح مسلک تو یہ ہے کہ بے ریش خوبصورت لڑکوں کو دیکھنا بھی حرام ہے، خواہ فتنے سے مامون اور بغیر شہوت ہی کے کیوں نہ ہو، جس طرح کہ عورتوں کو دیکھنا بہر صورت حرام ہے، اور بے ریش خوبصورت لڑکا بھی عورتوں کے حکم میں ہے۔

(فصل)

مصافحہ کا حکم:

یاد رکھیں کہ ملاقات کے وقت مصافحہ کے سنت ہونے پر امت کا اجماع ہے۔

۷۲۴۔ صحیح بخاری میں حضرت قتادہؒ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے کہا کیا اصحاب نبی ﷺ میں مصافحہ تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا ہاں۔ (۱)

۷۲۵ ۔ صحیح بخاری ومسلم میں حضرت کعب بن مالکؓ والی حدیث جس میں ان کے توبہ کے واقعہ کا ذکر ہے، مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ: پھر حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ دوڑتے ہوئے میرے پاس آئے مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے مبارک باد وخوشخبری دی۔ (۲)

۷۲۶ ۔ سنن ابی داؤد میں بسند صحیح حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں، جب اہل یمن

---

(۱) بخاری: ۶۲۶۳ (۲) بخاری: ۴۴۱۸، مسلم ۲۷۶۹

آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا:

قَدْجَاءَ کُمْ اَهْلُ الْيَمَنِ وَهُمْ اَوَّلُ مَنْ جَاءَ بِالْمُصَافَحَةِ "(۱)

تمہارے پاس اہل یمن آئے ہیں، اور یہی سب سے پہلے مصافحہ لانے والے ہیں۔

۷۲۷ - سنن ابی داؤد و ترمذی میں حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَتَصَافَحَانِ اِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ اَنْ يَتَفَرَّقَا. (۲)

دو مسلمان جب آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو جدا ہونے سے قبل ہی ان کی مغفرت کردی جاتی ہے۔

۷۲۸ - سنن ترمذی و ابن ماجہ میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ہم میں سے کوئی اپنے بھائی یا دوست سے ملتا ہے کیا وہ اس کیلئے جھک سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں" اس نے عرض کیا، کیا وہ اس سے چمٹ سکتا اور بوسہ لے سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا "نہیں" اس نے پھر عرض کیا، کیا ہاتھ پکڑ سکتا ہے اور مصافحہ کرسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا "ہاں" (۳)

اس باب میں بکثرت احادیث وارد ہوئی ہیں۔

۷۲۹ - موطا امام مالک میں حضرت عطاء بن عبداللہ الخراسانی سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

تَصَافَحُوْا يَذْهَبِ الْغِلُّ وَتَهَادُوا تَحَابُوْا ، وَتَذْهَبِ

---

(۱) سنن ابی داؤد: ۵۲۱۳،

(۲) ابوداؤد: ۵۲۱۳ ترمذی ۲۷۲۷، قال الترمذی حدیث حسن غریب

(۳) دیکھیں: ترمذی ۲۷۲۸، ابن ماجہ ۳۷۰۳، وقال الترمذی، حدیث حسن

(۴) موطا امام مالک ۲/۹۰۸، امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے

الشَّحْنَاءُ"(۴)

مصافحہ کرو کینہ کدورت دور ہوگا، باہم ہدیہ دو محبت بڑھے گا اور بغض وعداوت دور ہوگا۔

نوٹ : اس کی تائید ان متعدد احادیث سے بھی ہوتی ہے، جس کی سند متصل اور عمدہ ہے، حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں: اس کا اتصال مختلف طرق واسناد سے ثابت ہے اور وہ سب کے سب حسن ہیں۔

یاد رکھیں کہ یہ مصافحہ ہر ملاقات کے وقت مستحب ہے اور لوگوں میں نماز فجر وعصر کے بعد مصافحہ کرنے کا جو رواج ہے اس طرح شرعا اس کی کوئی اصل نہیں، مگر اس میں کوئی حرج بھی نہیں، کیونکہ مصافحہ دراصل سنت ہے، لوگوں نے بعض حالات میں اس کی پابندی کی ہے اور بہت سے احوال ومقامات پہ ان سے چوک ہوئی ہے، بعض حالتوں کی یہ تفریط اس مصافحہ کو اپنی اصلیت سے جس کے بارے میں شریعت وارد ہوئی ہے خارج نہیں کرسکتا۔

امام ابومحمد بن عبدالسلام رحمۃ اللہ اپنی کتاب "قواعد الاحکام فی مصالح الانام" (۱۷۳/۲) میں ذکر کرتے ہیں کہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں واجب، حرام، مکروہ، مستحب اور مباح، پھر فرماتے ہیں مباح بدعتوں ہی میں سے فجر وعصر کی نماز کے بعد کا مصافحہ ہے۔

(امام نووی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ امرد یعنی بے ریش خوبصورت لڑکے سے بھی مصافحہ کرنا مناسب نہیں کیونکہ اسے دیکھنا بھی حرام ہے، جیسا کہ اس سے پہلے والے فصل میں ذکر کیا گیا، ہمارے بعض علماء شوافع فرماتے ہیں کہ جسے دیکھنا حرام ہے اسے چھونا بھی حرام ہے، بلکہ چھونا دیکھنے کے زیادہ شدید ترین منکر ہے، کیونکہ اجنبی عورت کو شادی یا بیع وشرا یا لین دین کی غرض سے دیکھنا حلال ہے، مگر اس کا چھونا حلال نہیں بلکہ حرام ہے۔

(فصل)

مصافحہ کے آداب :

مصافحہ کے ساتھ چہرہ کا ہشاش بشاش ہونا اور دعائے مغفرت وغیرہ کرنا افضل ہے۔

۷۳۰- صحیح مسلم میں حضرت ابوذرؓ سے مروی وہ فرماتے ہیں کہ: مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئاً وَلَوْاَنْ تَلْقٰى اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلِقٍ.(۱)

کسی نیکی کو حقیر مت جانو، خود اپنے بھائی سے کھلے ہوئے بشاش چہرے ہی سے کیوں نہ مل رہے ہو۔

۷۳۱ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت برار بن عازبؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الْمُسْلِمَيْنِ اِذَا الْتَقَيَا فَتَصَافَحَا وَتَكَاشَرَا بِوُدٍّ وَنَصِيْحَةٍ تَنَاثَرَتْ خَطَايَا هُمَا بَيْنَهُمَا.

دو مسلمان جب آپس میں ملتے پھر مصافحہ کرتے اور محبت و خیر خواہی میں مسکرا کر دانت کھولتے ہیں تو ان دونوں کے درمیان ان کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔

ایک اور روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

اِذَا الْتَقَى الْمسلمان فَتَصَافَحَا وَحَمِدَا اللّٰهَ تَعَالٰى وَاسْتَغْفَرَا غَفَرَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَهُمَا"(۲)

جب دو مسلمان آپس میں ملتے پھر مصافحہ کرتے اور دونوں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا و استغفار کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کو بخش دیتے ہیں۔

۷۳۲ - ابن سنی ہی کی کتاب میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَامِنْ عَبْدَيْنِ مُتَحَابَّيْنِ فِى اللّٰهِ تَعَالٰى يَسْتَقْبِلُ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهٗ فَيُصَافِحَهٗ فَيُصَلِّيَانِ عَلَى النبى – صلى الله

---

(۱) صحیح مسلم: ۲۶۲۶۔

(۲) عمل الیوم لابن سنی: ۱۹۴-۱۹۲، ابوداؤد ۵۲۱۲، ترمذی ۲۷۲۷، ابن ماجہ ۳۷۰۳، وقال الترمذی حدیث حسن غریب

عليه وسلم - اِلَّا لَمْ يَتفرَّقَا حَتّٰى تُغْفَرَ لَهُمَا ذُنُوبُهُمَا مَاتَقَدَّمَ مِنْهَا وَمَاتَأَخَّرَ. (۱)

اللہ کے واسطے آپس میں محبت کرنے والوں میں سے جب ایک اپنے دوسرے ساتھی کا استقبال کرتا پھر مصافحہ کرتا اور نبی ﷺ پر درود بھیجتا ہے، تو جدا بھی نہیں ہوتا کہ ان کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

۷۳۳ - ابن سنی ہی کی کتاب میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب بھی کسی کا ہاتھ (مصافحہ کے لئے) پکڑا تو جدا کرنے سے پہلے یہ ضرور فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ. (۲)

اے اللہ تو ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے، اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچالے۔

(فصل)

دوسروں کے لئے جھکنے کی کراہت:

کسی کے لئے جھکنا اور پشت کو خمیدہ کرنا بہر حال مکروہ ہے، اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو اس سے پہلے کے دو حصوں میں حضرت انسؓ سے (حدیث نمبر: ۷۲۸ پہ) گذر چکی ہے، کہ جب ایک شخص نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ "اس کے لئے جھکا جا سکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں، اور مذکورہ حدیث حسن درجہ کی ہے اور اس کی کوئی معارض ومخالف حدیث بھی نہیں، لہذا اس کی مخالفت کی کوئی گنجائش نہیں، اور علم و دانش یا صلاح وتقویٰ یا اوصاف فضل وکمال کی طرف منسوب افراد کی کثیر تعداد کا ایسا کرنے سے انسان کو دھوکا میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ اقتدار و اتباع تو صرف اللہ اور اللہ کے رسول کی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

---

(۱) عمل الیوم لابن سنی: ۱۹۳، حدیث ضعیف (۲) عمل الیوم لابن سنی: ۲۰۳

ما اٰتاکم الرسولُ فخذوہ ومانھاکم عنہ فانتھوا. (الحشر:۷)
اور تمہیں رسول جو کچھ دیں لےلو اور جس سے روکیں رُک جاؤ۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ اویصیبھم عذاب الیم . (النور:۶۳)

جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آپڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہونچے۔

اور کتاب الجنائز میں حضرت فضیل بن عیاضؒ سے ہم نقل کر چکے ہیں کہ ''راہ سنت کی پیروی کرو، اس راستے پر چلنے والوں کی قلت تمہارے لئے مضرت رساں نہیں، اور خبردار کہ گمراہی کا راستہ اختیار کرو۔ اور ہلاک ہونے والوں کی کثرت تمہیں دھوکہ میں مبتلا نہ کرے۔

(فصل)

صاحب فضل وکمال کے لئے کھڑا ہونے کا جواز:

داخل ہونے والے کی اٹھ کر تعظیم کرنے سے متعلق میرا اختیار کردہ مسلک یہ ہے کہ اگر اس میں بظاہر فضل وکمال ہو، مثلاً وہ علم ومعرفت، صلاح وتقویٰ، عزت وشرف، پرہیزگاری پر مبنی ولایت وجاہ، یا عمر کی درازی وکبرسنی، یا رحم وقرابت وغیرہ ہو تو اس کی وجہ سے ایسا کرنا مستحب ہے، بشرطیکہ اس کا کھڑا ہونا احترام واکرام اور بروصلہ کی وجہ سے ہو نہ کہ دکھاوے یا بڑے پن کے طور پر، اور میرے اس اختیار کردہ مسلک ہی کے مطابق تمام خلف وسلف صالحین کا عمل رہا ہے۔

اس مسئلہ سے متعلق میں نے ایک رسالہ تالیف کیا ہے جس کے اندر احادیث وآثار اور سلف صالحین کے اقوال وافعال بطور دلیل جمع کئے ہیں، اور مخالف قول کو بھی نقل کرنے کے بعد اس کا جواب تحریر کیا ہے اس لئے اگر کسی کو اس میں کچھ اشکال ہو اور اس رسالہ کا مطالعہ کرنا چاہے، (اس کا نام الترخیص فی القیام لذوی الفضل والمزیۃ من اھل الاسلام " ہے) تو ہمیں

امید ہے کہ اس کا اشکال انشاء اللہ دور ہو جائے گا، واللہ اعلم۔

(فصل)

صالحین کی زیارت

بھائیوں، پڑوسیوں، علماء وصلحاء، دوست واحباب، اقارب ورشتہ دار کی زیارت کرنا اور ان کی تعظیم اور بر وصلہ رحمی کرنا بتاکید مستحب ہے، اور اس کی تحدید حالات ومراتب اور فراغت وقت کے اعتبار سے مختلف ہے، مناسب ہے کہ ان کی زیارت اس طور پہ ہو کہ انہیں ناگواری نہ ہو اور ان کے پسندیدہ اوقات میں ہو، اس سے متعلق بے شمار مشہور آثار واحادیث وارد ہوئی ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

۷۴۴ - صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ رَجُلًا زَارَ أَخًا لَهُ فِي قَرْيَةٍ أُخْرَى فَأَرْصَدَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ لَهُ عَلَىٰ مَدْرَجَتِهِ مَلَكًا، فَلَمَّا أَتَىٰ عَلَيْهِ، قَالَ: أَيْنَ تُرِيْدُ؟ قَالَ: أُرِيْدُ أَخًا لِي فِي هٰذِهِ الْقَرْيَةِ قَالَ: هَلْ لَكَ عَلَيْهِ مِنْ نِعْمَةٍ تَرُبُّهَا؟ قَالَ: لَا، غَيْرَ أَنِّي أَحْبَبْتُهُ فِي اللّٰهِ تَعَالَىٰ قَالَ: فَإِنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَيْكَ بِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالَىٰ قَدْ أَحَبَّكَ كَمَا أَحْبَبْتَهُ فِيْهِ" (۱)

ایک شخص نے اپنے بھائی کی جو دوسری بستی میں رہتا تھا زیارت کی، اللہ تعالیٰ نے اس کے راستہ میں ایک فرشتہ کو نگرانی کے لئے متعین کر دیا، جب وہ شخص اس فرشتہ کے پاس پہنچا تو فرشتے نے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ اس نے جواب دیا میرا ایک بھائی اس بستی میں رہتا ہے، اس کا قصد ہے فرشتے نے دریافت کیا کیا اس کے پاس تمہاری کوئی ایسی

(۱) صحیح مسلم: ۲۵۶۷

نعمت ہے جسے تم اس کے پاس رکھ کر بڑھا رہے ہو؟ اس نے جواب دیا نہیں، سوائے اس کے کہ میں اللہ کے واسطے اس سے محبت کرتا ہوں، اس فرشتے نے کہا، تو میں تیرے پاس اللہ کا پیغام رساں ہوں، اور تمہیں بتا رہا ہوں کہ اللہ نے تمہیں اسی طرح محبوب بنا لیا ہے جس طرح تم نے اللہ کے واسطے اس سے محبت کی ہے۔

۷۳۵ - سنن ترمذی و ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ عَادَ مَرِيضًا أَوْزَارَ أَخًا فِي اللّٰهِ نَادَاهُ مُنَادٍ بِأَنْ طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ وَتَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا"(۱)

جس نے کسی بیمار کی عیادت کی یا کسی دینی بھائی کی زیارت کی تو ایک آواز دینے والا فرشتہ آواز دیتا ہے کہ تو بھلا ہو اور تیرا چلنا بھلا ہو، تو نے جنت میں ایک مقام پالیا۔

(فصل)

صالحین سے زیارت کرنے اور ہمیشہ کرتے رہنے کی درخواست کرنا:

۷۳۶ - صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت جبریل سے فرمایا:

"مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَزُورَنَا أَكْثَرَ مِمَّا تَزُورُنَا"

آپ جس قدر میری زیارت کرتے ہیں اس سے کہیں زیادہ زیادہ کرنے سے آخر کیا مانع ہے؟

اسی پر یہ آیت نازل ہوئی:

(۱) سنن ترمذی ۲۰۰۸، ابن ماجہ ۱۴۴۲، وقال الترمذی: حدیث غریب۔

وَمَانَتَنَزَّلُ اِلَّا بَاَمْرِ رَبِّكَ لَهُ مَابَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَاخَلْفَنَا" (النور:۶۴)
ہم بغیر تیرے رب کے حکم کے اتر نہیں سکتے، ہمارے آگے پیچھے اور ان کے درمیان کی کل چیزیں اسی کی ملکیت ہیں۔(۱)

(باب-۱۰)

چھینک کا جواب اور جمہائی کا حکم:

۷۳۷ - صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُحِبُّ الْعُطَاسَ وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ فَاِذَ اعَطَسَ اَحَدُكُمْ وَحَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى، كَانَ حَقًّا عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ سَمِعَهُ اَنْ يَّقُوْلَ لَهُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ، وَاَمَّا التَّثَاؤُبُ فَاِنَّمَا هُوَ مِنَ الشَّيْطَانِ فَاِذَا تَثَاءَبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَرُدَّهُ مَا اسْتَطَاعَ، فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا تَثَاءَبَ ضَحِكَ مِنْهُ الشَّيْطَانُ"(۲)

اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند اور جمہائی کو ناپسند کرتے ہیں، تو جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے اور وہ اللہ کی حمد بیان کرے (الحمدللہ کہے) تو ہر اس مسلمان پر جو اسے سنے حق عائد ہوتا ہے کہ وہ اسے "یرحمك اللّٰہ" (اللہ تم پر رحم کرے) کہے، رہی جمہائی تو یہ شیطان کی طرف سے ہے اس لئے جب تم میں سے کسی کو جمہائی آئے تو حتی الامکان اسے روکنے کی کوشش کرے، کیونکہ جب کوئی جمہائی لیتا ہے تو شیطان اس سے ہنستا ہے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: علماء اس کا مفہوم یوں بیان کرتے ہیں کہ چھینک کا سبب محمود و بہتر ہے، جسم کا ہلکا ہونا ہے جو کہ غذا اور اختلاط کی قلت کی وجہ سے ہے، اور یہ

(۱) صحیح بخاری: ۴۷۳۱۔ (۲) بخاری ۶۲۲۳

پسندیدہ ومحبوب امر ہے کیونکہ یہ شہوت نفس کو کمزور اور طاعت کو آسان بناتا ہے اور جمائی اس کے برعکس ہے، واللہ اعلم۔

۷۳۸ - صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِذَا عَطَسَ اَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ، وَلْيَقُلْ لَهُ اَخُوْهُ اَوْ صَاحِبُهُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَاِذَا قَالَ لَهُ ، يَرْحَمُكَ اللّٰهُ ، فَلْيَقُلْ : يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ (۱)

جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو "الحمد للّٰه" کہے، اور اس کا بھائی یا ساتھی (جو بھی سنے) اسے "یرحمك اللّٰه" کہے اور جب وہ اسے "یرحمك الله" کہے تو چھینکنے والا اسے "یهدیكم الله ویصلح بالكم" کہے۔ اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہارے احوال کی اصلاح فرمائے)

۷۳۹ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ دو شخص نے نبی کریم ﷺ کے پاس چھینکا، آپ ﷺ نے ایک کا جواب دیا اور دوسرے کو نہیں دیا، اس شخص نے عرض کیا کہ فلاں کو چھینک آئی تو آپ نے جواب دیا اور مجھے چھینک آئی تو آپ نے جواب نہیں دیا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

هذا حَمِدَاللّٰهَ تعالىٰ وَاِنَّكَ لَمْ تَحْمَدِ اللّٰه تعالىٰ. (۲)

اس نے اللہ تعالیٰ کا حمد بیان کیا (الحمد للہ کہا) اور تم نے اللہ کا حمد نہیں بیان کیا۔

۷۴۰ - صحیح مسلم میں حضرت ابوموسی اشعریؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا:

اِذَاعَطَسَ اَحَدُكُمْ فَحَمِدَاللّٰهَ تعالىٰ فَشَمِّتُوْهُ ، فَاِنْ لَمْ يَحْمِدِاللّٰهَ فَلَا تُشَمِّتُوْهُ . (۳)

---

(۱) صحیح بخاری: ۶۲۲۴ (۲) بخاری ۶۲۲۵

(۳) صحیح مسلم: ۲۹۹۲

جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے پھر وہ اللہ تعالیٰ کا حمد بیان کرے تو
اسے جواب دو اور اگر حمد نہ بیان کرے (الحمدللہ نہ کہے) تو اسے جواب
مت دو۔

۷۴۱ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا اور سات چیزوں سے منع فرمایا، ہمیں مریض کی عیادت کرنے ۔جنازہ کے پیچھے چلنے ۔چھینک کا جواب دینے ۔دعوت قبول کرنے ۔سلام کا جواب دینے ۔مظلوم کی مدد کرنے اور قسم پوری کرنے کا حکم دیا۔(۱)

نوٹ : حدیث کے بقیہ اجزاء یہ ہیں:

ونهانا عن خواتيم اوتختم بالذهب ، وعن شرب الفضة
وعن الميـاثـر ، وعن القسي ، وعن لبس الحرير ،
والاستبرق والديباج.

اور ہمیں سونے کی انگوٹھی پہننے ۔چاندی کے برتن میں کھانے پینے ۔جوا
کھیلنے ۔کھوٹے سکوں میں لین دین کرنے ۔اور ہر طرح کے ریشمی
کپڑے پہننے سے منع فرمایا۔

لغوی تحقیق : میاثر میثرہ کی جمع ہے، اس کا معنی یا تو جوا کھیلنا ہے یا اس کا معنی ریشم کا وہ کپڑا ہے جسے جانور کے زین پر ڈالا جاتا ہے۔ ''القسی'' کھوٹے سکوں کو کہتے ہیں اور اس کا مفہوم وہ کپڑا بھی ہو سکتا ہے جس میں ریشم لگا ہوا ہو ''استبرق'' موٹے قسم کے ریشم کو کہتے ہیں، ''دیباج'' رنگین بناوٹ والے ریشم کے کپڑوں کو کہتے ہیں۔

۷۴۲ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ رَدُّ السَّلَامِ وَعِيَادَةُ
الْمَرِيْضِ وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ، وَاِجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَ تَشْمِيْتُ

---

(۱) دیکھیں: صحیح بخاری ۱۲۳۹ صحیح مسلم: ۲۰۶۶ (۲) بخاری ۱۲۴۰، مسلم ۱۲۶۲

الْعَاطِسِ. (۲)

ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہے سلام کا جواب دینا، مریض کی عیادت کرنا، جنازہ کے ساتھ چلنا، دعوت قبول کرنا اور چھینکنے والے کو جواب دینا۔

مسلم کی ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ إِذَا الَقِيْتَهُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ، وَإِذَا دَعَاكَ فَأَجِبْهُ وَإِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْ لَهُ وَإِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى فَشَمِّتْهُ، وَإِذَامَرِضَ فَعُدْهُ وَإِذَامَاتَ فَاتَّبِعْهُ " (۱)

مسلمان کا دوسرے مسلمان پر چھ حق ہے جب اس سے ملو اسے سلام کرو۔ جب وہ دعوت دے اسے قبول کرو۔ اور جب خیر خواہی طلب کرے تو اس کے ساتھ خیر خواہی کرو۔ جب وہ چھینکے اور اللہ کا حمد بیان کرے تو اسے جواب دو۔ جب وہ بیمار پڑے تو اس کی عیادت کرو۔ اور جب اس کی وفات ہو تو اس کے (جنازہ کے) پیچھے چلو۔

(فصل)

چھینکنے والوں کا "الحمدللہ" کہنا مستحب ہے:

تمام علماء کا اتفاق ہے کہ چھینکنے کے بعد چھینکنے والے کا "الحمدلله" کہنا مستحب ہے اور اگر الحمد لله رب العالمين کہے تو زیادہ بہتر ہے اور "الحمدلله علی کل حال" کہنا اس سے بھی افضل ہے۔

۷۴۳ - سنن ابی داؤد وغیرہ میں بسند صحیح حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) صحیح مسلم ۲۱۶۲

اِذَا عَطَسَ اَحَدُکُمْ فَلْیَقُلْ : اَلْحَمْدُلِلّٰهِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ ،
وَلْیَقُلْ اَخُوْهُ اَوْصَاحِبُه "یَرْحَمُكَ اللّٰهُ" وَیَقُوْلُ هُوَ :
یَهْدِیْکُمُ اللّٰهُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ" (۱)

جب تم میں سے کوئی چھینکے تو کہے "الحمدلله علی کل حال " ہر حال میں اللہ ہی کے لئے ساری تعریفیں ہیں، اور اس کا بھائی ہم نشین "یرحمك الله" کہے (اللہ تم پر رحم کرے) اور وہ چھینکنے والا، "یهدیکم الله ویصلح بالکم " کہے، اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہاری طبیعت ٹھیک کر دے۔

۷۴۴ - سنن ترمذی میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ ان کے بغل میں ایک شخص کو چھینک آئی تو اس نے کہا: "الحمدلله والسلام علی رسول الله " تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں اور اللہ کے رسول پر سلام" تو حضرت ابن عمر نے فرمایا: میں بھی "الحمدلله والسلام علی رسول الله " کہتا، مگر اللہ کے رسول نے ہمیں اس طرح کہنے کی تعلیم نہیں دی ہے اللہ کے رسول نے ہمیں اس طرح کہنے کی تعلیم دی ہے "الحمدلله علی کل حال "(۲)

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: کہ جو بھی اس کے حمد کو سنے "یرحمك الله، یا "یرحمکم الله " یا "رحمك الله" یا "رحمك الله" کہنا اس کے لئے مستحب ہے، اور اس کے بعد چھینکنے والے کا "یهدیکم الله ویصلح بالکم" یا "یغفر الله لنا ولکم" کہنا مستحب ہے۔

۷۴۵ - موطا امام مالک میں بواسطہ نافع حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: جب کسی کو چھینک آئے اور اسے "یرحمکم الله " کہا جائے تو وہ کہے "یرحمنا الله وایاکم ،ویغفر الله لنا ولکم "اللہ ہم پر بھی رحم کرے اور تم پر بھی اور اللہ ہماری بھی مغفرت فرمائے اور

---

(۱) سنن ابی داود: ۵۰۳۲

(۲) ترمذی ۲۷۳۸) وقال الترمذی: حدیث غریب، واخرجه الحاکم ۴/۲۶۵-۲۶۶، وقال صحیح الاسناد غریب

تمہاری بھی، (۱) یہ سارا حکم سنت ہے، واجب کچھ بھی نہیں۔

ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ چھینک کا جواب یعنی "یرحمك الله" کہنا سنت کفایہ ہے، حاضرین میں سے اگر کسی نے بھی جواب دیدیا تو یہ باقی لوگوں کی طرف سے کافی ہوجائے گا، مگر افضل یہ ہے کہ ہر کوئی جواب دے کیونکہ صحیح بخاری کی حدیث جو پہلے (حدیث نمبر: ۷۳۷ پر) ذکر کی گئی اور جس کے الفاظ ہیں "کان حقا علی کل مسلم سمعه ان یقول له "یرحمك الله" ہر مسلمان پر جو اسے سنے حق بنتا ہے کہ اسے "یرحمك الله" کہے اس کا ظاہر اسی کا متقاضی ہے۔

چھینک کے جواب کا مستحب ہونا شوافع کا مسلک ہے، البتہ اس کے وجوب کے بارے میں مالکیہ کے درمیان اختلاف ہے، قاضی عبدالوہاب، ہمارے مذہب شوافع ہی کی طرح اسے سنت قرار دیتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ جماعت کے ایک فرد کا جواب دیدینا کافی ہے/اور ابن مزین فرمائے ہیں کہ ہر ایک پر جواب دینا ضروری ہے، اور اسی قول کو ابن عربی مالکی نے بھی اختیار کیا ہے۔

(فصل)

"الحمدللہ" نہ کہنے والے کو جواب دینے کا حکم:

چھینکنے والا، اگر "الحمدلله" نہ کہے تو (نمبر: ۷۳۹ پہ مذکور) حدیث کی روشنی میں اسے جواب نہیں دیا جائے گا، اور "الحمدلله" یا اس کے جواب یا جواب کے جواب کا ادنی درجہ کم از کم اتنی بلند آواز سے کہنا ہے کہ دوسرا اُسے سن لے۔

(فصل)

اگر چھینکنے والا "الحمدللہ" کے بجائے کوئی اور الفاظ کہے تو وہ جواب کا مستحق نہیں ہوگا:

۷۴۶ ۔ سنن ابی داؤد و ترمذی میں صحابی رسول ﷺ حضرت سالم بن عبید اشجعی سے مروی ہے، وہ

(۱) موطا امام مالک، ۲/۹۶۵ و اسنادہ صحیح

فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے کہ قوم کے ایک شخص کو چھینک آئی، اس نے ''السلام علیکم'' کہا، تو رسول اللہ ﷺ نے بطور خفگی، علیك وعلى امك'' کہا (تم پر اور تیری ماں پر) پھر ارشاد فرمایا:

اِذَا عَطَسَ اَحَدُكُمْ فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ تَعَالىٰ ، فَذَكَرَ بَعْضَ الْمَحَامِدِ ، وَلْيَقُلْ مَنْ عِنْدَهُ ، يَرْحَمُكَ اللّٰهُ وَلْيَرُدَّ -يعنى عليهم- يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ'' (۱)

جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو اسے اللہ کی حمد وثنا کہنا چاہئے، پھر حمد کے بعد وثنا کرنا چاہئے- پھر حمد کے وبعض الفاظ ذکر کئے اور جو اس کے پاس ہو وہ ''یرحمک اللہ'' کہے، پھر اس کا جواب دیا جائے، یعنی ''یرحمك الله کہنے والے کو'' یغفر الله لنا ولكم'' کے ذریعہ، (اللہ ہماری اور تمہاری سب کی مغفرت فرمائے)

(فصل)

نماز کے اندر چھینکنا:

اگر نماز کے اندر چھینک آئے تو اس طرح ''الحمد لله'' کہنا مستحب ہے کہ خود سن سکے، یہ ہمارا شوافع کا مسلک ہے، مالکیہ کا اس میں تین قول ہے ایک تو یہی اور اسی کو ابن عربی نے اختیار کیا ہے، دوسرا یہ کہ دل ہی دل میں ''الحمدلله'' کہے، اور تیسرا قول جس کے قائل سحنون ہیں، یہ ہے کہ نہ زور سے کہے اور نہ آہستہ سے اور نہ ہی دل میں۔

(فصل)

چھینک کے آداب:

جب چھینک آئے تو سنت ہے کہ اپنا ہاتھ یا کپڑا یا اس طرح کی کوئی چیز اپنے منہ پر

(۱) سنن ابی داؤد: ۵۰۳۱، ترمذی، ۲۷۴۰، اسنادہ صحیح

ڈال لے اور آواز پست رکھے۔

۷۴۷ - سنن ابی داؤد و ترمذی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو جب چھینک آتی تو آپ اپنا ہاتھ یا کپڑا اپنے منہ پر رکھ لیتے، اور اپنی آواز پست یا ہلکی رکھتے، راوی کو شک ہے کہ خَـفَـضَ کہا یا غَـضَّ کہا، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ بہر دو لفظ حدیث حسن و صحیح ہے۔(۱)

۷۴۸ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَكْرَهُ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالتَّثَاؤُبِ وَالْعُطَاسِ. (۲)

(ترجمہ) اللہ عزوجل جمائی اور چھینک میں اونچی آواز کو ناپسند فرماتا ہے۔

۷۴۹ - ابن سنی ہی کی کتاب میں حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا:

التَّثَاؤُبُ الرَّفِيعُ وَالْعَطْسَةُ الرَّفِيعَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ. (۳)

اونچی آواز سے جمائی لینا اور زوردار آواز والی چھینک شیطان کی طرف سے ہے۔

(فصل)

بار بار چھینک آنے کا حکم:

اگر کسی انسان کو مسلسل بار بار چھینک آئے تو ہر بار تین چھینک تک جواب دینا سنت ہے۔

۷۵۰ - صحیح مسلم، سنن ابی داؤد و ترمذی میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو جب کہ آپ کے پاس ایک شخص کو چھینک آئی تو "يرحمك الله"

---

(۱) ابواؤد: ۵۰۲۹، ترمذی ۲۷۴۵ (۲) عمل الیوم لابن سنی: ۲۶۸، اسنادہ ضعیف جدا

(۳) عمل الیوم لابن سنی: ۲۶۴ واسنادہ ضعیف

کہتے سنا پھر اسے دوبارہ چھینک آئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "الرجل مزکوم" اس شخص کو زکام ہے، یہ مسلم کی روایت کے الفاظ ہیں ـــــ ابوداؤد وترمذی کی روایت میں ہے کہ حضرت سلمہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص کو چھینک آئی اور میں موجود تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یرحمك الله" پھر اسے دوسری اور تیسری بار چھینک آئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "یرحمك الله"، "هذا رجل مزکوم" اللہ تم پر رحم کرے یہ شخص تو زکام میں مبتلا ہے۔(۱)

نوٹ : ابوداؤد کی روایت کے الفاظ مسلم ہی کی طرح ہیں، دوسری روایت ترمذی کی روایت کے الفاظ ہیں۔

۷۵۱ - ابوداؤد وترمذی کی وہ روایت جس میں صحابی رسول حضرت عبید اللہ بن رفاعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

يُشَمَّتُ الْعَاطِسُ ثَلَاثًا، فَإِنْ زَادَ فَإِنْ شِئْتَ فَشَمِّتْهُ، وَإِنْ شِئْتَ فَلَا"(۲)

چھینکنے والے کو تین بار جواب دیا جائے گا، اگر زیادہ ہو تو چاہو تو جواب دو یا چاہو تو جواب نہ دو۔

نوٹ : حافظ ابن حجر فتح الباری (۱۰/۶۰۵) میں فرماتے ہیں کہ ابوداؤد والی روایت کی سند حسن درجہ کی ہے، اور ابن عربی فرماتے ہیں: اس حدیث میں اگرچہ مجہول سند ہے مگر اس پر عمل کرنا مستحب ہے، کیونکہ یہ دعائے خیر، بروصلہ اور اہل مجلس کے لئے الفت ومحبت ہے، اس لئے اس پر عمل کرنا افضل ہے، واللہ اعلم۔

۷۵۲ - ابن سنی کی کتاب میں ایک ایسی سند سے جس کے اندر ایک ایسا شخص ہے جس کا حال محقق طور پر معلوم نہیں اور باقی سند صحیح ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا :

---

(۱) مسلم: ۲۹۹۳ ابوداؤد، ۵۰۳۷، ترمذی ۲۷۴۳، وقال الترمذی: حسن صحیح

(۲) ابوداؤد ۵۰۳۶، ترمذی ۲۷۴۴، حدیث ضعیف، قال الترمذی: حدیث غریب واسنادہ مجہول

اِذَا عَطَسَ اَحَدُکُم فَلْيُشَمِّتْهُ جَلِيسُهُ ، وَاِنْ زَادَ عَلٰى ثَلَاثَةٍ فَهُوَ مَزْكُومٌ ، وَلَايُشَمَّتُ بَعْدَ ثَلَاثٍ. (۱)

جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو اہل مجلس اسے جواب دیں، اور اگر تین بار سے زیادہ آئے تو وہ مبتلائے زکام ہے، اور تین بار کے بعد جواب نہیں۔

نوٹ: سند کے اندر وہ راوی جس کا حال معلوم نہیں، اس کے بارے میں حافظ ابن حجر فتح الباری: ۱۰/۶۰۵ میں فرماتے ہیں کہ وہ سلیمان بن ابی داوٗد الحرانی ہیں اور وہ ضعیف ہیں، اس حدیث میں تین بار کے بعد جواب دینے کی ممانعت نہی تنزیہی پر محمول ہے، بعض حضرات کی رائے ہے کہ تین بار کے بعد انسان کو اختیار ہے کہ جواب دے یا خاموش رہے، مگر جواب دینا افضل ہے۔

"اِنَّكَ مَزْكُومٌ" کہنے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، ابن عربی مالکی فرماتے ہیں، کہ دوسری بار میں اسے "اِنَّكَ مَزْكُومٌ" (تمہیں زکام ہے) کہا جائے، بعضوں نے دوسرے اور بعضوں نے تیسرے اور بعضوں نے چوتھی بار میں یہ کہنے کو کہا ہے (مگر میرے نزدیک سب سے صحیح یہ ہے کہ تیسری بار میں اسے یہ کہا جائے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جنہیں اس کے بعد چھینک کا جواب دیا جائے، کیونکہ تمہیں زکام و مرض ہے نہ کہ چھینک کی بشاشت وخفت۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مرض کی صورت میں اسے دعاء دینا اور جواباً "یرحمك الله" کہنا زیادہ مناسب ہے کیونکہ وہ دوسروں کے بنسبت دعاء کا زیادہ حقدار ہے؟ تو جواب یہ ہوگا کہ اسے دعاء دینا یقیناً مستحب ہے، مگر وہ دعاء چھینک کے جواب میں نہ ہو جو کہ اسی مین مشروع ہے (بلکہ وہ کسی بھی وقت اور ہر وقت کرسکتا ہے) اور ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان کے لئے صحت وعافیت اور سلامتی کی دعاء عمومی دعاء ہو، اور یہ چھینک کے جواب کے طور پر نہ ہو۔

---

(۱) عمل الیوم لابن سنی: ۲۵۱ ضعیف

(فصل)

جو بھی سنے جواب دے :

اگر کوئی چھینکے، اور "الحمد لله" نہ کہے تو (حدیث نمبر: ۷۴۹ پہ) ہم ذکر کر چکے ہیں کہ اسے جواب نہ دیا جائیگا، اسی طرح اگر کوئی "الحمد لله" تو کہے مگر اسے کوئی نہ سن سکے تو بھی جواب نہیں دیا جائیگا، اور اگر پوری جماعت ہو اور اس میں سے بعض سنیں اور بعض نہ سنیں تو پسندیدہ قول یہ ہے کہ جو سنے وہ جواب دے نہ کہ دوسرے لوگ، جنہوں نے "الحمدللہ" تو نہیں سنا البتہ دوسروں کو جواب دیتے ہوئے سنا، تو ان کے جواب دینے کے بارے میں ابن عربی مالکی نے علماء کا اختلاف نقل کیا ہے، بعض حضرات کی رائے ہے کہ وہ بھی جواب دے کیونکہ اس نے چھینک سنا اور دوسرے کے جواب دینے سے اس کے حمد کہنے کا اسے علم بھی ہو گیا ــــــ اور بعض حضرات کی رائے ہے کہ اس پر جواب ضروری نہیں کیونکہ اس نے اس کے حمد کو نہیں سنا۔

یاد رکھیں کہ اگر کوئی "الحمدللہ" کہے ہی نہیں تو جو اُن کے پاس ہوں ان کے لئے مستحب ہے کہ اسے "الحمدللہ" یاد دلائیں اور یہی ہمارا اختیار کردہ قول ہے، امام خطابی کی کتاب "معالم السنن" میں جلیل القدر امام حضرت ابراہیم نخعی سے اسی طرح منقول ہے، کیونکہ یہ نصیحت، امر بالمعروف اور بر و تقویٰ پر اعانت کرنے کے قبیل سے ہے۔

ابن عربی فرماتے ہیں کہ ایسا نہ کرے، (یعنی الحمد للہ کی یاددھانی نہ کرائے) اور ان کا گمان ہے کہ ایسا کرنا جہالت و نادانی ہے، مگر انہوں نے اپنے اس زعم میں غلطی کی ہے، درحقیقت صحیح و صائب قول وہی ہے جو اوپر ذکر کیا گیا (کہ یاددھانی کرانا چاہئے) وباللہ التوفیق۔

(فصل)

جب کوئی یہودی چھینکے:

۷۵۳ - سنن ابی داؤد و ترمذی وغیرہما میں بسند صحیح حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ وہ

فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس یہود چھینکا کرتے تھے، اور امید کرتے تھے کہ آپ ﷺ انہیں "یرحمك الله" کہیں گے، مگر آپ ﷺ انہیں "یھدیکم الله ویصلح بالکم" اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہاری حالت درست فرمادے یعنی طبیعت ٹھیک کردے) کہتے تھے۔(۱)

(فصل)

حدیث بیان کرنے والے کے پاس چھینکنا:

۷۵۴ - مسند ابویعلی الموصلی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ حَدَّثَ حَدِيْثًا فَعَطَسَ عِنْدَهُ فَهُوَ حَقٌّ"(۲)

جو حدیث بیان کرے اور اس کے پاس کسی کو چھینک آئے تو وہ حقدار ہے(یعنی اسے جواب دیا جائے وہ جواب کا حقدار ہے)

اس حدیث کی پوری سند ثقہ اور اس کے اندر سب کے سب راوی متقنین ہیں سوائے بقیۃ بن ولید کے کہ وہ مختلف فیہ ہیں، مگر اکثر حفاظ حدیث وائمہ حضرات شامیوں سے ان کی روایت قبول کرتے اور اس سے استدلال کرتے ہیں، نیز یہ حدیث معاویہ بن یحیٰی شامی سے بھی مروی ہے۔

نوٹ : امام نووی نے اپنے فتاوی (۴۴) میں اس حدیث کی تحسین کی ہے اور فرماتے ہیں کہ "له اصل اصیل" اس کی اصل ثابت وموجود ہے، مگر امام سخاوی اپنی کتاب "المقاصد" میں فرماتے ہیں کہ امام بیہقی نے انہیں منکر قرار دیا ہے اور دیگر علماء فرماتے ہیں کہ یہ باطل ہے خواہ اس کی سند سورج کی طرح کیوں نہ ہو۔

---

(۱) سنن ابی داوٗد: ۵۰۳۸، سنن ترمذی ۲۷۳۹، وقال الترمذی: حدیث حسن صحیح

(۲) مسند ابویعلی الموصلی: ۶۳۵۲

(فصل)

جماہی لینے کے آداب :

اگر جمائی آئے تو اسے حتی الامکان دور کرنے کی کوشش کرنا اس حدیث کے پیش نظر سنت ہے جس کا ذکر (حدیث نمبر ۷۳۷ پر) پہلے ہوا، نیز اپنے منہ پہ ہاتھ وغیرہ بھی رکھنا سنت ہے۔

۷۵۵ - صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

اذا تَثَاءَبَ اَحَدُكُمْ فَلْيُمْسِكْ بِيَدِهٖ عَلٰى فَمِهٖ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ .(۱)

جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو اپنے منہ کو ہاتھ سے تھامے (یعنی منہ پر ہاتھ رکھے) کیونکہ شیطان داخل ہوتا ہے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: جمائی خواہ نماز میں آئے یا نماز سے باہر ہاتھ کا منہ پر رکھنا مستحب ہے، البتہ بلاضرورت نمازی کا نماز میں منہ پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے، اگر ضرورت ہو مثلاً جمائی آئے یا اس طرح کی کوئی اور بات ہو تو ایسا کرنا مکروہ نہیں، واللہ اعلم۔

(باب-۱۱)

مدح سرائی اور تعریفیں کرنا :

انسان کی تعریف وتوصیف اور اس کے اچھے کردار کا ذکر کبھی اس کی موجودگی میں اور کبھی اس کی عدم موجودگی میں ہوتا ہے، اگر غائبانہ وعدم موجودگی میں ہو تو اس کی ممانعت نہیں بشرطیکہ کذب بیانی کی حد تک مبالغہ آرائی نہ ہو، ایسی صورت میں جھوٹ کی وجہ سے یہ حرام ہوگا۔ نہ کہ مدح وتعریف کی وجہ سے، اور اگر اس میں کذب بیانی نہ ہو تو مدح سرائی مستحب وممدوح ہے، بشرطیکہ اس میں کوئی مصلحت ہو اور کسی فساد یا بگاڑ کو دعوت نہ دے رہا ہو، بایں طور کہ اس کی یہ مدح

(۱) صحیح مسلم: ۲۹۹۵

17

سرائی اس کی کان تک پہونچے اور وہ اس سے فتنہ وغیرہ میں پڑ جائے، ہاں منہ پر تعریف کرنے سے متعلق کئی احادیث وارد ہوئی ہیں، بعض کا تقاضہ ہے کہ ایسا کرنا جائز و مستحب ہے، اور بعض کا تقاضہ ہے کہ یہ ممنوع و ناجائز ہو۔

اہل علم فرماتے ہیں کہ ان احادیث کے درمیان تطبیق کی شکل یہ ہوسکتی ہے کہ جس کی (تعر)یف کی جارہی ہے اگر اس کے اندر کمال ایمان، حسن یقین، ریاضت وتزکیہ نفس، اور معرفت تامہ کا ملکہ ہو جس کی وجہ سے وہ فتنہ میں نہیں پڑسکتا اور دھوکے میں نہیں مبتلا ہوسکتا، اور اس کا نفس اس کے ساتھ کھلواڑ نہیں کرسکتا تو نہ حرام ہوگا نہ مکروہ اور اگر اس میں سے کسی میں پڑنے کا اندیشہ ہو تو اس کے سامنے اس کی تعریفیں کرنا شدید ترین مکروہ ہوگا۔

ممانعت کی احادیث :

۷۵۶ - صحیح مسلم میں حضرت مقدادؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان غنیؓ کی تعریفیں، ان کے سامنے کرنے لگا تو حضرت مقدادؓ اس کی طرف متوجہ ہوئے، اپنے گھٹنے کے بل بیٹھ گئے اور لپ بھر بھر کر اس کے چہرہ پر ریت پھینکنے لگے، حضرت عثمان نے ان سے استفسار کیا ”ماشانك“؟ تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ تو حضرت مقداد نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے :

إِذَا رَأَيْتُمُ الْمَدَّاحِينَ فَاحْثُوا فِي وُجُوهِهِمُ التُّرَابَ“ (۱)

جب تم منہ پر تعریفیں کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے چہروں پر مٹی پھینکو۔

۷۵۷ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوموسی اشعریؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دوسرے کی تعریفیں کرتے سنا اور وہ مدح سرائی میں مبالغہ کر رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”اَهْلَكْتُمْ اَوقطعتم ظهر الرَّجُلِ“ تم نے ہلاک کردیا، یا یہ کہا کہ تم نے اس کی پیٹھ توڑ ڈالی۔(۲)

(۱) صحیح مسلم ۳۰۰۲ (۲) بخاری: ۲۶۶۳، مسلم ۳۰۰۱ راوی کو شک ہے کہ اهلکتم کہا یا قطعتم کہا

۷۵۸ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابوبکرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک شخص کا ذکر کیا گیا تو ایک دوسرے شخص نے اس کی بھرپور تعریف کی، اس پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَیْحَكَ ، قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ -یقولہ مراراً- اِنْ کَانَ اَحَدُکُمْ مَادِحاً اَخَاہُ لَا مُحَالَةَ فَلْیَقُلْ اَحْسِبُ کَذَا وَ کَذَا ، اِنْ کَانَ یَرَیٰ اَنَّهُ کَذٰلِكَ وَحَسِیْبُهُ اللّٰهُ وَلَا یُزَکِّیْ عَلَی اللّٰهِ اَحَدًا.(۱)

تیرا برا ہو، تم نے اپنے دوست کی گردن ماردی، آپ نے یہ کلمات بار بار دہرائے، اگر تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی تعریفیں کرنا ہی چاہے تو اسے اس طرح کہنا چاہئے کہ میں اسے اس اس طرح خیال کرتا ہوں، بشرطیکہ وہ اسے اسی طرح سمجھتا ہو، اور اللہ ہی اس کا بہتر حساب لینے والا اور بہتر جاننے والا ہے، اور اللہ پر کسی کی خودستائی نہ کرے۔

جواز کی احادیث :

جواز کی حدیثیں بے شمار ہیں، ان میں سے چند کو ہم ذکر کررہے ہیں۔

۷۵۹ - صحیح بخاری ومسلم کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا:

وَمَا ظَنُّكَ بِاثْنَیْنِ ، اَللّٰهُ ثَالِثُهُمَا. (۲)

دو کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے جس کا تیسرا اللہ ہے؟

۷۶۰ - صحیح بخاری ومسلم ہی کی ایک روایت میں نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا:

"لَسْتَ مِنْهُمْ" تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو۔ یعنی تم ان میں سے نہیں ہو جو اپنا تہبند تکبر کی وجہ سے ٹخنے کے نیچے لٹکاتے ہیں۔ (۳)

۷۶۱ - صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) صحیح بخاری ۲۶۶۲ مسلم ۳۰۰۰ (۲) بخاری ۳۶۵۳، مسلم ۲۳۸۱

(۳) بخاری ۳۶۶۵، مسلم ۲۳۸۲

يَاأَبَابَكْرٍ لَا تَبْكِ ، إِنَّ أَمَنَّ النَّاسِ عَلَيَّ فِي صُحْبَتِهِ وَمَالِهِ أَبُوْبَكْرٍ ، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذاً مِنْ أُمَّتِي خَلِيْلاً لَا تَّخَذْتُ أَبَابَكْرٍ خَلِيْلاً. (۱)

اے ابوبکر گریہ مت کروصحبت ومال میں لوگوں میں میرا سب سے امین شخص ابوبکر ہے، اوراگر میں اپنی امت میں کسی کو اپنا دوست وخلیل بناتا توابوبکر ہی کو بناتا۔

۷۶۲- بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓصدیق ہی سے فرمایا : "أَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ" میری آرزو ہے کہ تم ان میں سے ہو، یعنی ان لوگوں میں سے جنہیں جنت میں داخل ہونے کے لئے جنت کے ہردروازے سے پکارا جائے گا۔(۲)

۷۶۳ - بخاری ومسلم کی ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓصدیق سے فرمایا :

"إِئْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ" انہیں اجازت دیدواورانہیں جنت کی خوشخبری دے دو۔(۳)

۷۶۴ - بخاری کی ایک اورحدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أُثْبُتْ أُحُدُ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيْقٌ وَشَهِيْدَانِ"(۴)

(اے جبل) احد، جمارہ، کیونکہ تم پرایک نبی ایک صدیق اوردوشہید ہیں۔

۷۶۵ - نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے :

دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَرَأَيْتُ قَصْراً فَقُلْتُ لِمَنْ هٰذا ؟ قَالُوا لِعُمَرَ فَأَرَدْتُ أَنْ أَدْخُلَهُ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَكَ ، فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ

---

(۱) صحیح بخاری ۳۶۵۶، ۳۶۵۷ (۲) بخاری ۳۶۷۴، مسلم ۳۶۶۶، ۱۰۲۷

(۳) بخاری ۳۶۶۶ مسلم ۲۴۰۳

(۴) بخاری ۳۶۹۹ ایک دوسری روایت میں ''اثبت'' کی جگہ ''اسکن'' کالفظ آیا ہے معنی رکھتا ہے۔

عَنْهُ بِاَبِیْ وَاُمِّیْ یَارَسُولَ اللّٰہِ أَعَلَیْكَ اَغَارُ'' (۱)

میں جنت میں داخل ہوا تو ایک محل میں نے دیکھا، میں نے پوچھا یہ کس کے لئے ہے؟ وہاں والوں نے جواب دیا کہ یہ عمرؓ کا ہے، میں نے اس میں داخل ہونے کا ارادہ کیا پھر مجھے تیری غیرت یاد آگئی، حضرت عمرؓ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ پر قربان کیا میں آپ پر غیرت کرسکتا ہوں۔

۷۶۶ - صحیح بخاری و مسلم ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے:

یَاعُمَرُ مَالَقِیَكَ الشَّیْطَانُ سَالِکاً فَجّاً اِلَّاسَلَكَ فَجّاً غَیْرَ فَجِّكَ'' (۲)

اے عمر شیطان جب تمہیں کسی راستہ میں چلتے ہوئے پاتا ہے تو وہ تمہارے راستہ کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ اپنے چلنے کے لئے اختیار کرتا ہے۔

۷۶۷ - ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اِفْتَحْ لِعُثْمَانَ وَبَشِّرْہُ بِالْجَنَّةِ'' (۳)

عثمان کے لئے دروازہ کھولدو اور انہیں جنت کی خوشخبری دو۔

۷۶۸ - ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا:

اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَامِنْكَ'' تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ (۴)

۷۶۹ - ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا:

''مَا ترضی اَنْ تکون منی بمنزلةِ ھارون من موسی'' (۵)

کیا تمہیں اس سے خوشی نہیں (راضی نہیں) کہ تیرا مرتبہ میرے نزدیک

---

(۱) بخاری ۳۶۷۹ مسلم ۲۳۹۵
(۲) بخاری ۳۶۸۳، مسلم ۲۳۹۶ من حدیث سعد
(۳) بخاری ۴۲۶۷، مسلم ۲۴۰۳
(۴) بخاری ۰۷ تعلیقا
(۵) بخاری ۳۷۰۶، مسلم ۲۴۰۴،

ویسا ہی ہو جس طرح ہارون کا موسیٰ کے پاس؟

۷۷۰ - ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا:

"سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ فِي الْجَنَّةِ "(۱)

میں نے تیرے جوتے کی آواز جنت میں سنا ہے۔

۷۷۱ - ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ابی بن کعبؓ سے فرمایا :

"لِيَهْنأْكَ الْعِلْمُ ، اَبَا الْمنذِرِ"(۲) اے ابومنذر تمہیں علم مبارک ہو۔

۷۷۲ - ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے عبداللہ بن سلام سے فرمایا:

"اَنْتَ عَلٰى السلام حَتّٰى تَمُوْتَ" (۳)

تو وفات تک اسلام پر باقی رہے گا۔

۷۷۳ - ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے ایک انصاری صحابہ سے فرمایا :

ضَحِكَ اللّٰهُ عَزَّوَجَل اَوْعَجبَ من فِعَالِكُمَا .(۴)

اللہ تعالیٰ تم دونوں کے عمل سے ہنس پڑے ، یا یہ کہا کہ خوش ہوئے (راوی کو شک ہے)۔

۷۷۴ - ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایک انصاری صحابہ سے فرمایا:

اَنْتم مِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيَّ"(۵)

۷۷۵ - ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت اشج بن عبدالقیسؓ سے فرمایا:

تم لوگ میرے سب سے محبوب لوگوں میں سے ہو۔

اِنَّ فِيْكَ خَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ ، الحِلْمُ والِاَناة .(۶)

تمہارے اندر دو اوصاف ہیں، جنہیں اللہ اور اللہ کا رسول پسند کرتا ہے،

---

(۱) بخاری ۱۱۴۹، مسلم ۲۴۵۸ (۲) دیکھیں: مسلم: ۸۱۰
(۳) بخاری ۳۸۱۳، مسلم ۲۴۸۴ (۴) بخاری ۳۷۹۸، مسلم ۲۰۵۴
(۵) بخاری ۳۷۸۵، مسلم ۲۵۰۸ (۶) مسلم: ۲۵۹۳

بردباری اور وقار۔

یہ تمام احادیث جس کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے صحیحین کی مشہور احادیث ہیں، اس لئے اس میں مزید اضافہ کرنے کی ضرورت نہیں، اور نبی کریم ﷺ کا لوگوں کے سامنے ان کے منہ پر تعریفیں کرنے کی مثالیں بے شمار ہیں، اسی طرح صحابہ، تابعین، علماء سلف وخلف اور وہ ائمہ حضرات جن کی اقتدار کی جارہی ہے ان کا منہ پر تعریفیں کرنا انگنت و بے شمار ہیں، واللہ اعلم۔

امام ابو حامد الغزالی اپنی کتاب "الاحیاء" کے اندر کتاب الزکاۃ کے اخیر میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی کسی کو صدقہ دے تو صدقہ لینے والے کو دیکھنا چاہئے کہ آیا دینے والا اس پر شکر بجالانے اور اس کا چرچا کئے جانے کا متمنی ہے؟ اگر ہے تو اسے چاہئے کہ اسے پوشیدہ رکھے کیونکہ اس کے حق کی ادائیگی یہی ہے کہ ظلم پر اس کی مدد نہ کرے، اور شکر بجالانے یا چرچہ کئے جانے کی خواہش ظلم ہے اور اگر لینے والا یہ سمجھتا ہے کہ دینے والا شکر بجالانے کو پسند نہیں کرتا اور اس کے اندر اس کی خواہش نہیں ہے تو اس کا شکر یہ ادا کرنا اور اس صدقہ کا اظہار کرنا بہتر و مناسب ہے۔ (الاحیاء ۱/۲۲۹)

سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں: جس نے خود کو پہچان لیا دوسروں کی تعریف اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

امام غزالی مذکورہ عبارت کے بعد آگے فرماتے ہیں: "ان مفاہیم کی باریکیوں کو سمجھنا ان لوگوں کے لئے مناسب ہے جو اپنے قلب کی حفاظت و صیانت کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ اعضائے جسمانی کے اعمال ان باریکیوں سے لاپرواہی کے ساتھ زیادہ محنت اور کم نفع کی وجہ سے شیطان کے لئے باعث مسخرہ ہے، اور اسی جیسے علم کے لئے کہا گیا ہے، کہ ایک مسئلہ کا سیکھنا ایک سال کی عبادت سے افضل ہے، کیونکہ اس علم کی وجہ سے زندگی کی عبادت حیات پاتی اور نہ جاننے سے تمام عمر کی عبادت موت کے گلے لگ جاتی اور معطل ہو جاتی ہے۔(۱) وباللہ التوفیق۔

---

(۱) الاحیاء ۱/۲۲۹

(باب-۱۲)

انسان کا خود اپنی تعریفیں کرنا اور اپنے محاسن بیان کرنا :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

"فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ" (النجم:۳۲) پس تم خود سے اپنی پاکیزگی بیان مت کرو۔

یاد رکھیں کہ اپنے محاسن بیان کرنا دو طرح کے ہوتے ہیں، اچھے یا برے، برے وہ ہیں جو فخر و مباہات، بڑائی و تعلّی، اور دوسرے ہم عصروں پر برتری اور امتیاز ظاہر کرنے کے لئے ہو، اور اچھے وہ ہیں جس میں کوئی دینی مصلحت ہو، مثلاً وہ امر بالمعروف یا نہی عن المنکر کرنے والا، یا ناصح خیر خواہ یا کسی شعبہ کا مشیر یا معلم یا واعظ، خیر خطیب یا ادب سکھانے والا، یا مربی یا دو شخصوں کے درمیان صلح کرانے والا یا اپنے آپ سے کسی شر و فتنہ وغیرہ کو دفع کرنے والا ہو، اور وہ اپنے محاسن اس نیت سے بیان کر رہا ہو کہ اس کے بیان سے اس کی بات زیادہ مؤثر و قابل قبول، اور لائق اعتماد ہوگی، اور وہ جو بات کہہ رہا ہے وہ دوسروں کے پاس نہیں مل سکتی، اس لئے اسے محفوظ کیا جائے اور اسے گرہ باندھ لیا جائے، اس مفہوم میں اس قدر روایات وارد ہوئی ہیں کہ اس کا حصر و شمار ممکن نہیں، مثلاً نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "انا النبی لا کذب" بے شک میں نبی ہوں اس میں جھوٹ نہیں۔(۱)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا :

اَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ ، اَنَا اَوَّلَ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ" (۲)

میں اولاد آدم کا سردار ہوں، اور میں وہ پہلا شخص ہونگا جس سے زمین شق ہوگی۔

نیز آپ ﷺ نے فرمایا :

"اَنَا اَعْلَمُكُمْ بِاللّٰهِ وَاَتْقَاكُمْ" (۳)

---

(۱) بخاری ۴۳۱۷ (۲) سنن ترمذی ۳۶۱۵

(۳) بخاری ۵۰۶۳

میں تم سے زیادہ اللہ کو جاننے والا اور تم سے زیادہ متقی ہوں۔

نیز آپ ﷺ نے فرمایا :

''اِنِّیْ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ''(۱)

میں اپنے رب کے پاس رات بسر کرتا ہوں۔

نیز اس جیسی اور بھی بے شمار احادیث وارد ہوئی ہیں، حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا :

اِجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَائِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ'' (یوسف : ۵۵)

آپ مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیجئے میں حفاظت کرنے والا اور باخبر ہوں۔

اور حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا تھا:

سَتَجِدُنِیْ اِنْشَاءَ اللّٰہُ مِنَ الصَّالِحِیْن''(القصص:۲۷)

اللہ کو منظور ہے تو آگے چل کر آپ مجھے بھلا آدمی پائیں گے۔

٦۷۷ - صحیح بخاری کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جب روک لیا گیا تو انہوں نے فرمایا، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''مَنْ جَھَّزَ جَیْشَ الْعُسْرَۃِ فَلَہُ الْجَنَّۃُ''(جس نے لشکر عسرہ (غزوہ تبوک کے لئے) تیار کیا اس کے لئے جنت ہے) اور میں نے یہ تیار کیا تھا، اور کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا :''مَنْ حَفَرَ بِئْرَ رُومَہ فَلَہُ الْجَنَّۃ''(جس نے چاہ رومہ کھودا اس کے لئے جنت ہے) اور میں نے اسے کھودا ہے، تو لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ان فرمودات کی تصدیق کی۔(۲)

نوٹ : جیش عسرہ یعنی تنگی کا لشکر جیش تبوک کو کہا جاتا ہے، کیونکہ غزوہ تبوک کے لئے جس وقت خروج ہوا تھا، لوگ قحط سالی اور سخت گرمی اور فقر وفاقہ سے دوچار تھے ـــــــ بئر رومہ (چاہ رومہ) مدینہ کے اندر ایک کنواں کا نام ہے جس کا پانی نہایت شیریں تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ غنی نے اسے بیس ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا تھا۔

(۱) بخاری ۱۹٦٦ (۲) بخاری ۲۷۷۸

۷۷۷ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب اہل کوفہ نے حضرت عمر بن الخطابؓ سے شکایت کرتے ہوئے عرض کیا کہ سعدؓ اچھی طرح نماز نہیں پڑھاتے تو سعد نے فرمایا: "اللہ کی قسم میں وہ پہلا شخص ہوں جسے اللہ کے راستے میں تیر مارا گیا، اور ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ غزوہ کیا کرتے تھے، پھر پوری حدیث ذکر کی۔(۱)

۷۷۸ - صحیح مسلم میں حضرت علیؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس ذات کی قسم جس نے دانے کا سینہ چاک کیا اور جانوں کی تخلیق کی، نبی کریم ﷺ نے مجھ سے عہد کیا ہے مجھ سے وہی محبت کرتا ہے جو مومن ہوتا اور مجھ سے وہی بغض رکھتا جو منافق ہوتا ہے۔(۲)

۷۷۹ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابووائل سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: اللہ کی قسم میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے ستر سے زائد سورتوں کو حاصل کیا ہے، اور آپ ﷺ کے تمام اصحاب کو علم ہے کہ میں کتاب اللہ کا سب سے زیادہ علم رکھنے والوں میں سے ہوں، حالانکہ میں ان سے بہتر نہیں ہوں، اور اگر مجھے پتہ چلے کہ کوئی مجھ سے بھی زیادہ علم رکھتا ہے تو میں سفر کر کے اس کے پاس جاؤنگا (اور اس سے علم حاصل کرونگا)(۳)

۷۸۰ - صحیح مسلم میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ان سے سوال کیا گیا، عَنِ الْبُدْنَةِ اِذَا اَزْحَفَتْ" قربانی کا جانور جب رکھا جائے اور بوجھ بن کر ٹھہر جائے؟ (تو اس کے ساتھ کیا کیا جائے؟) تو انہوں نے جواب دیا "عَلَى الْخَبِيرِ سَقَطْتَ" واقف کار اور عالم کے پاس ٹھہری ہے اور اس عالم سے انہوں نے خود کو مراد لیا (کہ اس کے ساتھ کیا کیا جائے گا مجھے اس کا علم ہے) پھر پوری حدیث ذکر کی ہے۔(۴)

نیز اس کی اور بھی بے شمار ولا تعداد نظیریں ہیں، اور سب کی سب اسی پر محمول ہیں جس کا میں نے ذکر کیا۔ وباللہ التوفیق

---

(۱) بخاری ۳۷۲۸، مسلم ۲۹۶۶ (۲) دیکھیں: صحیح مسلم: ۷۸

(۳) بخاری ۵۰۰۲ مسلم ۲۴۶۲ (۴) مسلم: ۱۳۲۵

(باب-۱۳)

(ماسبق سے متعلق چند مسائل)

مسئلہ: پکارنے والے کو "لبیک" کہہ کر جواب دینا:

"لبيك و سعديك" یا صرف "لبیک" کے ذریعہ پکارنے والوں کو جواب دینا بہتر ہے، اور آنے والوں کو "مرحبا" کہنا مستحب ہے، اور جو خیر خواہی یا حسن سلوک کرے یا کسی کو کوئی عمل خیر کرتے دیکھے تو اسے "حفظك الله" (اللہ تیری حفاظت فرمائے) یا "جزاك الله خيرا" (اللہ تجھے بہتر بدلہ عطا کرے) یا اس جیسے دعائیہ کلمات کہے، صحیح احادیث میں اس کی دلیل مشہور و معروف اور بے شمار ہے۔

مسئلہ: جانثاری یا قربان جاؤں کہنے کا حکم:

علم و معرفت اور صلاح و تقویٰ میں بڑے بزرگ اور جلیل القدر لوگوں سے "اللہ مجھے آپ کا جانثار بنائے" یا "میرے ماں باپ آپ پر قربان" یا اس جیسے کلمات کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ صحیح احادیث میں اس کے دلائل مشہور و معروف اور بکثرت ہیں، اختصار کے پیش نظر اسے حذف کر رہا ہوں۔

مسئلہ: عورتوں کا غیر محرموں سے بات کرنے کے آداب:

بیع و شرا، خرید و فروخت، لین دین یا دیگر اُن تمام مواقع پر جہاں عورتوں کا غیر محرموں سے بات کرنا جائز و درست ہے، اگر اُن عورتوں کو ان سے بات کرنے کی ضرورت پڑ جائے تو مناسب ہے کہ اسلوب میں سختی اور لہجے میں درشتی اختیار کرے نہ کہ نرمی و لطافت تاکہ ان اجنبیوں کا اس کے اندر دلچسپی لینے یا طمع کا خطرہ نہ رہے۔

ہمارے علمائے شوافع میں امام ابوالحسن الواحدی اپنی کتاب "البسیط" میں فرماتے ہیں: "ہمارے علماء کا قول ہے کہ عورتوں کو اگر کوئی اجنبی

مخاطب کرے تو اس کے لئے یہ مستحب ہے کہ اپنی گفتگو میں سختی کا اسلوب اختیار کرے کیونکہ شکوک وشبہات میں دلچسپی لینے سے بعید ہوگا''

اسی طرح اگر وہ حرمت مصاہرت (ایسی تحریم جو شادی کی وجہ سے پیدا ہوئی ہو) والے کسی فرد کو مخاطب کرے تو بھی روکھا پن اختیار کرے، کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے امہات المؤمنین کو اس کی وصیت کی ہے جبکہ وہ تمام مؤمنین پر ہمیشہ ہمیش کے لئے (ماں کی طرح) حرام کردی گئی ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَانِسَاءَ النبيِ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِنَ النِّسَاءِ اِنْ اِتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِىْ فِىْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ'' (الاحزاب:۳۲)

اے نبی کی بیویو، تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم پرہیز گاری اختیار کرو تو نرم لہجے سے بات نہ کرو کہ جس کے دل میں روگ ہو وہ کوئی براخیال کرے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: کہ بات میں روکھا پن اختیار کرنے کے بارے میں واحدی نے جو یہ کہا ہے، یہی ہمارے تمام علماء کی رائے ہے ـــــ علمائے شوافع میں شیخ ابراہیم المروزی فرماتے ہیں، بات میں روکھا پن اور سختی پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بات کرتے وقت اپنی سیدھی ہتھیلی کو منہ پر رکھ کر جواب دے۔

اور واحدی نے جو یہ کہا ہے کہ مصاہرت کی وجہ سے عورت پر حرام لوگوں سے بھی اجنبی کی طرح سختی اور روکھے پن سے بات کی جائے، ان کا یہ قول ضعیف اور خلاف مشہور ہے، کیونکہ مصاہرت یا شادی کی وجہ سے ہونے والے محرم دیکھنے یا تخلیہ وغیرہ میں نسبی محرم وقرابت ہی کی طرح ہے ـــــ جہاں تک امہات المؤمنین کی بات ہے تو وہ محض حرمت نکاح یا وجوب احترام میں ماں ہیں، اسی وجہ سے ان کی بچیوں سے نکاح حلال وجائز ہے، واللہ عزوجل اعلم۔

کتاب اذکار النکاح
(اذکارِ نکاح کے بیان میں)

(باب-۱)

پیغامِ نکاح دینے کا طریقہ

اپنے لئے یا کسی دوسرے کے لئے پیغام نکاح لیکر عورت کے پاس آنے والوں کے لئے مستحب ہے کہ اللہ کی حمد وثنا اور رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام بھیجنے کے بعد اپنی بات شروع کرے اور اس طرح کہے:

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَـهُ ، وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ .

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

پھر کہے: میں آپ کے پاس آپ کی فلاں بچی کی خواہش لیکر آیا ہوں، یا آپ کی فلاں بنت فلاں محترمہ یادختر کی رغبت کے ساتھ آیا ہوں یا اسی جیسے الفاظ کہے۔

۷۸۱ - سنن ابی داؤد وابن ماجہ وغیرہما میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: كُلُّ كَلَامٍ اور ایک روایت میں اس طرح ہے) كُلُّ اَمْرٍ لَايُبْدَأُ بِالحمدللّٰهِ فَهُوَ اَجْذَم" ہر بات یا ہر کام جو الحمدللہ کے ذریعہ شروع نہ کیا جائے تو وہ دم بریدہ یا نا تمام ہے۔ ایک روایت میں "اجذم" کی جگہ "اقطع" کالفظ ہے(۱)

---

(۱) ابوداؤد: ۴۸۴۰، ابن ماجہ ۱۸۹۴، حدیث حسن صحیح

نوٹ : اجذم کا معنی ناقص وکم برکت والا ہے، اس حدیث کا ذکر پہلے، حمد کے بیان میں (۳۴۰ پہ) آچکا ہے۔

۷۸۲ - ابوداؤد وترمذی میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

کُلُّ خُطْبَةٍ لَيْسَ فِيهَا تَشَهُّدٌ فهي كاليدِ الجَذْماء" (۱)

ہر وہ خطبہ جس میں تشہد نہ ہو وہ کٹے ہوئے (جذام زدہ) ہاتھ کی طرح ہے۔

(باب۲)

بچی کا پیغام پیش کرنے کا طریقہ :

جب کوئی شخص اپنی بچی یا زیرسرپرستی لڑکی کا رشتہ کسی صاحب فضل وکمال اور اہل خیرو صلاح کے سامنے پیش کرنا چاہے تو بلا تکلف برملا اس کا اظہار کرے اور اس کے سامنے اپنا مقصد بیان کرے۔

۷۸۳ - صحیح بخاری کی روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ جب ان کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ کے شوہر کا انتقال ہوگیا تو میں حضرت عثمانؓ سے ملا اور ان کے سامنے حفصہ کا پیغام پیش کرتے ہوئے کہا، اگر آپ چاہیں تو حفصہ بنت عمر کا نکاح آپ سے کردوں، تو حضرت عثمانؓ نے جواب دیا میں اس معاملہ میں غور کرونگا، میں چند راتوں رک کر انتظار کرتا رہا، پھر وہ مجھ سے ملے اور بولے میری رائے اس وقت شادی نہ کرنے کی ہے ____ حضرت عمر فرماتے ہیں، پھر میں حضرت ابوبکرؓ صدیق سے ملا اور ان سے کہا اگر آپ چاہیں تو حفصہ بنت عمر کا نکاح میں آپ سے کردوں، تو حضرت ابوبکرؓ بالکل خاموش رہے پھر پوری حدیث ذکر کی۔

(باب۳)

عقد نکاح کے وقت کیا کہنا چاہئے :

عقد نکاح سے پہلے ایک خطبہ دے جو ان باتوں پر مشتمل ہو جو باب اول میں مذکور ہے

---

(۱) ابوداؤد: ۱۸۴۱، ترمذی: ۱۱۰۶، وقال الترمذی: حدیث حسن

(یعنی حمد وثنا اور صلاۃ وسلام کہے) اور اس خطبہ کو (باب اول میں مذکور خطبہ سے) طویل کرے، خطبہ خواہ نکاح کرنے والا خود دے یا کوئی اور، سب برابر ہے اور سب سے افضل خطبہ یہ ہے:

۷۸۴ - سنن ابی داؤد، ترمذی، نسائی، وابن ماجہ وغیرہ میں باسانید صحیحہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ حاجت اس طرح سکھایا:

اَلحَمْدُ لِلّٰہ ، نَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَسَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا ، مَنْ یَھْدِی اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ ، وَمَنْ یُضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ ، وَاَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ ، وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ یَاَیُّھَاالنَّاسُ اتَّقُوا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَۃٍ وَخَلَقَ مِنْھَازَوْجَھَاوَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالاً کَثِیْراً وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَاءَ لُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْباً.

(النساء:۱)

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ وَلَاتَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ. (آل عمران:۱۰۲)

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا قَوْلاً سَدِیْداً یُصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَمَنْ یُطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِیْماً .(۱) (الاحزاب ۷۰-۷۱)

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، ہم اسی سے مدد مانگتے ہیں اور اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں، اور اللہ ہی کی پناہ لیتے ہیں اپنے نفس کے شر اور اپنے برے اعمال سے، اللہ جسے ہدایت دیدے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے راہ سے بھٹکا دے اسے کوئی راستہ نہیں

(۱) دیکھیں: ابوداؤد: ۲۱۱۸، ترمذی ۱۱۰۵، نسائی: ۳۲۷۷، ابن ماجہ: ۱۸۹۲

دیکھا سکتا، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کرکے ان دونوں سے بہت سے مرد وعورت پھیلا دیئے، اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو، اور رشتے ناطے توڑنے سے بھی بچو، بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے۔

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرو جتنا اس سے ڈرنا چاہئے ،اور دیکھو مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سیدھی سیدھی سچی باتیں کیا کرو، تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے کام سنوار دے اور تمہارے گناہ معاف فرمادے اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کرے گا اس نے بڑی مراد پالی۔

''یہ ابوداؤد کی ایک روایت کے الفاظ ہیں'' ابوداؤد کی ایک دوسری روایت میں ''واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ'' کے بعد یہ الفاظ بھی ہیں۔

اَرْسَلَهُ بِالْحَقِّ بَشِيْراً وَنَذِيراً بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَعْصِهِمَا فَاِنَّهُ لَايَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهُ ، وَلَايَضُرُّ اللّٰهَ شَيْئاً''

اللہ نے انہیں بشیر ونذیر (خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا) بنا کر قیامت سے تھوڑا ہی پہلے بھیجا، جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ ہدایت پا گیا اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی تو اس نے اپنے ہی کو ضرر پہونچایا، اور وہ اللہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ (۱)

نوٹ : بعض حضرات نے ابوداؤد کی اس روایت کوضعیف قرار دیا ہے کیونکہ اس میں ''**یعصہما**'' کے اندر تثنیہ کی ضمیر کے ذریعہ اللہ و رسول کو بیک ضمیر یکجا کر دیا گیا ہے اور ضمیر کی مشارکت برابری کا متقاضی ہے جبکہ مسلم کی روایت (۸۷۰) میں آیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں خطبہ دیتے ہوئے جب کہا ''**من یطع اللہ ورسولہ فقد رشد ومن یعصہما فقد غوی**'' (جس نے اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کی وہ ہدایت پا گیا، اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی وہ گمراہ ہوا) تو آپ ﷺ نے فرمایا ''**بئس الخطیب انت**'' تو بڑا ہی برا خطیب ہے) کہو ''**وَمَنْ یَعْصِ اللّٰہَ ورسولہ فقد غوی**'' (یعنی الگ کر کے کہو کہ جس نے اللہ اور اللہ کے رسول کی نافرمانی کی وہ گمراہ ہوا)

مگر امام نووی نے اس سبب و علت کی تردید کی ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ اس خطیب کی مذمت کا سبب تفصیل و بسط کے مقام پر اختصار سے کام لینا تھا، کیونکہ خطبے کی اساس و بنیاد، وضاحت اور شرح و بسط ہوتی ہے ـــــ امام نووی نے ابوداؤد کی اس روایت کی تحسین کی ہے اور اسے حسن قرار دیا ہے اور ''**یعصہما**'' (اللہ و رسول دونوں کے لئے تثنیہ کی ضمیر استعمال کرنے) کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ مقام، مقام اختصار ہے کیونکہ یہ مختصر کلام ہے نہ کہ وعظ و تقریر یا یہ محض تعلیم حکم ہے جس کا تقاضہ اختصار ہے، کیونکہ حکم کی تعلیم میں جس قدر مختصر الفاظ ہونگے اسے اسی قدر جلد یاد کیا جا سکتا اور محفوظ کیا جا سکتا ہے۔

یاد رکھیں کہ یہ خطبہ سنت ہے، اگر اسے بالکل نہ کہا جائے تو بھی نکاح بالاتفاق درست ہوگا، داؤد ظاہری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ اس کے بغیر نکاح درست نہیں ہوتا، لیکن تمام محققین علماء داؤد ظاہری کے اختلاف کرنے کو معتبر نہیں مانتے، اور سب کے سب قائل ہیں کہ ان کے اختلاف سے اجماع نہیں ٹوٹتا۔

شوہر یا نکاح کرنے والا کچھ بھی خطبہ نہ دے بلکہ جب ولی اس سے کہے کہ میں نے تیرا نکاح فلاں لڑکی / عورت سے کر دیا ہے اور وہ اس سے متصلاً ہی کہے کہ ''**قبلت تزویجہا**'' (اس

(۱) ابوداؤد: ۲۱۱۹، وترمذی: ۱۱۰۵ وقال الترمذی: حدیث حسن

سے شادی کو میں نے قبول کیا) یا چاہے تو کہے "قبلت نکاحھا" (میں نے اس سے نکاح کو قبول کیا) تو نکاح ہو جائے گا۔ اور اگر وہ جواب میں کہے "الحمدلله و الصلاۃ علی رسول الله قبلت"، تو نکاح درست ہو جائے گا، اور اس کا یہ کلام (یعنی حمد وصلاۃ) ایجاب وقبول کے لئے مضر نہ بنے گا، کیونکہ یہ معمولی فصل ہے اور عقد ہی سے متعلق ہے۔

ہمارے بعض علماء شوافع فرماتے ہیں کہ اس سے نکاح باطل ہو جائے گا، جبکہ بعض باطل نہ ہونے کے قائل ہیں بلکہ اسے مستحب قرار دیتے ہیں، مگر صحیح و درست وہی ہے جو اوپر ذکر کیا گیا کہ یہ کلمات نہ کہے اور اگر اس کی مخالفت کرتے ہوئے اسے کہہ لے تو اس کا اثر نکاح پر نہیں پڑیگا اور نکاح باطل نہیں ہوگا۔

(باب-۴)

عقدِ نکاح کے بعد شوہر سے کیا کہنا چاہئے:

سنت ہے کہ اس سے "بارك الله لك" (اللہ تجھے برکت دے) یا "بارك الله عَلَيْكَ وَجَمَعَ بينكما بخير" (اللہ تجھ پر برکت نازل فرمائے اور خیر کے ساتھ تم دونوں کو یکجا رکھے) کہے اور زوجین میں سے ہر ایک کو "بارك اللّٰه بِكُلِّ وَاحِدٍ منكما في صاحبه وجمع بينكما في خير" (اللہ تم دونوں میں سے ہر ایک کو اپنے ہم سفر میں برکت دے اور تم دونوں کو خیر میں یکجا رکھے) کہنا مستحب ہے۔

۷۸۵ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف سے جبکہ انہوں نے اپنی شادی کی اطلاع دی تو فرمایا "بارك الله لك" "اللہ تجھے برکت دے" (۱)

۷۸۶ - صحیح بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابرؓ سے جبکہ انہوں نے اپنی شادی کی اطلاع دی تو فرمایا: "باك الله عليك" "اللہ تجھ پر برکت نازل فرمائے۔ (۲)

---

(۱) دیکھیں: بخاری: ۵۱۵۵، مسلم ۱۴۲۷ (۲) بخاری ۶۳۸۷ مسلم ۷۱۵

۷۸۷ - ابوداؤد وترمذی وابن ماجہ وغیرہ میں بسند صحیح حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کسی کو اس کی شادی پر مبارکبادی دیتے (یعنی دعاء دیتے کہ تم دونوں میں اتحاد واتفاق رہے اور تمہارے یہاں لڑکے پیدا ہوں) تو کہتے :

"بارك الله لك وبارك عليك وجمع بينكما في خير"(۱)

اللہ تجھے برکت دے اور تم پر برکت نازل فرمائے اور تم دونوں کو خیر کے ساتھ یکجا رکھے۔

(فصل)

تم دونوں کے درمیان اتحاد واتفاق رہے اور بیٹے پیدا ہوں کہنے کا حکم :

مبارکباد دیتے ہوئے "الرفاء والبنين" یعنی اتحاد واتفاق رہے اور بچے پیدا ہوں، کہنا مکروہ ہے، اس کے مکروہ ہونے کی دلیل کتاب کے اخیر میں حفظ لسان کے بیان میں انشاء اللہ آئے گی۔ (رفاء کا معنی یکجائی، ملنا اور باہم مربوط ہونا ہے)

(باب-۵)

شب زفاف میں شوہر کو اپنی بیوی سے کیا کہنا چاہئے :

شوہر کے لئے مستحب ہے کہ پہلی ملاقات کے وقت "بسم الله تعالى" کہے پھر بیوی کی پیشانی کا بال پکڑ کر کہے "بارك الله لكل واحد منافي صاحبه" اللہ ہم میں سے ہر ایک کو اپنی جوڑی (شریک حیات) میں برکت دے۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی کہے :

۷۸۸ - ابوداؤد وابن ماجہ اور ابن سنی کی کتاب میں بسند صحیح عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ، رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

اذا تزوج احدكُم امرأةً او اشترى خادماً، فليقل (اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَسْئَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَاجَبَلْتَهَا عَلَيْهِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ

---

(۱) ابوداؤد ۲۱۳۰ ترمذی: ۱۰۹۱، ابن ماجہ ۱۹۰۵، وقال الترمذی حسن صحیح

شَرِّهَا وَشَرِّ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ، وَإِذَا اشترى بغيرا فَلْيَأْخُذْ بِذُرْوَةِ سَنَامِهِ وَلْيَقُلْ مِثْلَ ذَلِكَ .(۱)

تم میں سے کوئی جب کسی عورت سے شادی کرے یا کوئی خادم خریدے تو اسے چاہئے کہ یوں کہے: "اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس کے خیر کا اور جس فطرت پر تو نے اسے ڈھالا ہے اس کے خیر کا اور میں تیری پناہ لیتا ہوں اس کے شر سے اور جس فطرت پہ تو نے اسے بنایا ہے اس کے شر سے، اور جب کوئی اونٹ خریدے تو اس کا کوہان پکڑ کر اسی طرح کہے۔

ابوداؤد کی ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

ثُمَّ لِيَأْخُذْ بِنَا صِيَتِهَا وَلْيَدْعُ بِالْبَرَكَةِ فِي المرأةِ والخادم .

پھر اس کی پیشانی کو پکڑے اور بیوی وخادم میں برکت کی دعا کرے۔

(باب-۶)

جب اہل خانہ اس کے پاس آئیں تو کیا کہیں:

۷۸۹ - صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت زینبؓ سے نکاح کے بعد روٹی اور گوشت کے ذریعہ ولیمہ کیا، پھر ولیمہ کی کیفیت اور مدعوین کی کثرت کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ حضرت زینبؓ کے پاس سے نکلے، اور حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں گئے اور فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْت ورحمة الله وبركاته.

اہل بیت تم پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت و برکت بھی۔

تو حضرت عائشہؓ نے جواباً فرمایا:

---

(۱) ابوداؤد: ۲۱۶۰، ابن ماجہ ۱۹۱۸، ابن سنی ۶۰۵

وعليك السلام ورحمة الله وبركاته، كَيفَ وَجَدتَ اَهلَكَ، بارك الله لك"

آپ پر بھی سلام اور اللہ کی رحمت و برکت ہو آپ نے اپنی اہلیہ کو کیسا پایا؟ اللہ آپ کو برکت دے۔

پھر آپ ﷺ اسی طرح تمام ازواج مطہرات کے حجروں میں گئے اور ہر ایک سے اسی طرح کہا جس طرح حضرت عائشہؓ سے کہا تھا، اور ہر ایک نے اسی طرح جواب دیا جس طرح حضرت عائشہؓ نے جواب دیا تھا۔(۱)

(باب-۷)

جماع ومباشرت کے وقت کیا کہنا چاہئے :

۷۹۰ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابن عباسؓ سے متعدد سند سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

لَو اَنَّ اَحَدَكُم اَتىٰ اَهلَهُ، قَال : (بِسمِ اللهِ، اَللّٰهُمَّ جَنِّبنا الشَّيطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيطَانَ مَارَزَقتَنَا) فَقُضِيَ بَينَهُمَا وَلَدٌ لَم يَضُرَّهُ"

اگر تم میں کا کوئی اپنی بیوی کے پاس آئے اور ہمبستری کرتے وقت کہے :بسم اللہ الخ" اور شروع اللہ کے نام سے، اے اللہ تو ہمیں شیطان سے بچا اور جو اولاد کی روزی تو ہمیں دے اسے بھی تو شیطان سے بچا)، پھر ان دونوں کے درمیان بچے کا فیصلہ (من جانب اللہ) ہوجاتا ہے (حمل ٹھہر جاتا ہے) پھر شیطان اسے ضرر نہیں پہونچا سکتا۔

اور بخاری کی ایک روایت میں ہے :

---

(۱) دیکھیں: صحیح بخاری ۴۷۹۳

"لَمْ يَضُرَّهُ شَيْطَانٌ اَبَداً" کوئی شیطان اسے کبھی ضرر نہیں پہونچا سکتا۔(۱)

(باب-۸)

اپنی بیوی سے چھیڑ خانی کرنا:

مرد کا اپنی بیوی سے ہنسی مزاق چھیڑ چھاڑ، اٹھکیلی اور شیریں کلامی کرنا شرع اسلامی میں محبوب و پسندیدہ عمل ہے۔

۷۹۱ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: "تَزَوَّجْتَ بِكْراً اَمْ ثَيِّباً" تم نے کنواری سے شادی کیا یا شادی شدہ سے؟، میں نے عرض کیا کہ شادی شدہ سے، تو آپ نے فرمایا:

هَلَّا تَزَوَّجْتَ بِكْراً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ" (۲)

کنواری سے کیوں نہ شادی کیا کہ تم اس سے چھیڑ چھاڑ کرتے اور وہ تم سے کھیلتی۔

۷۹۲- ترمذی ونسائی میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَاناً اَحْسَنُهُمْ خُلُقاً وَالْطَفُهُمْ لِاَهْلِهِ" (۳)

مؤمنوں میں سب سے کامل ایمان والا وہ ہے جو اچھے اخلاق والا اور اپنی بیوی بچوں کے ساتھ نرم خو وظریف ہو۔

نوٹ: یہ حدیث مرسل ہے، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے، مگر ابو قلابہ کا حضرت عائشہؓ سے سماع کا مجھے علم نہیں۔

(باب-۹)

---

(۱) بخاری ۵۱۶۵، مسلم ۱۴۳۴ (۲) بخاری ۶۳۸۷، مسلم ۷۱۵

(۳) سنن ترمذی ۲،۶۱۲، تحفہ ۱۶۹۵، بحوالہ سنن کبری للنسائی

سسرال والوں سے گفتگو کرنے کے آداب :

یاد رکھیں کہ شوہروں کا بیوی کے کسی رشتہ دار کے سامنے ایسے الفاظ کا ذکر نہ کرنا مستحب ہے جس میں عورتوں سے جماع و ہمبستری، بوس و کنار یا بغل گیر ہونے کا ذکر ہو یا اس سے استمتاع و اعضاء نسوانی سے لطف اندوز ہونے یا اس جیسے مفہوم پر دلالت کرتا ہو، یا اس طرح کی باتیں سمجھ میں آتی ہوں۔

۷۹۳ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت علیؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں۔ میں بہت زیادہ مذی والا شخص تھا، آپ ﷺ کی صاحبزادی کا مجھ سے رشتہ کی وجہ سے مجھے شرم آیا کہ میں خود رسول اللہ ﷺ سے اس کا حکم معلوم کروں، چنانچہ میں نے حضرت مقداد کو حکم دیا تو انہوں نے آپ ﷺ سے اس کا حکم دریافت کیا۔(۱)

نوٹ : مذی باریک پانی جیسا مادہ ہے جو مرد کے عضو تناسل سے غلبہ شہوت و انتشار اور عورتوں سے لطف اندوزی کے وقت نکلتا ہے، اس کا حکم پیشاب جیسا ہے، اور پیشاب ہی کی طرح وہ بھی ناپاک ہے، جس کا دھونا اور پاک کرنا واجب ہے، کپڑے پر لگ جائے تو کپڑا ناپاک ہو جائے گا مگر اس کے نکلنے سے غسل واجب نہیں ہوتا۔

(باب-۱۰)

دردِ زہ میں مبتلا ہونے اور ولادت کے وقت کی دعاء :

اس وقت پریشانی اور مصیبت کے وقت کی دعاء بکثرت پڑھنا چاہئے، ان دعاؤں کا ذکر پہلے (حدیث نمبر:۳۵۹ پر) آچکا ہے۔

۷۹۴ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت فاطمہؓ سے مروی ہے کہ جب انہیں ولادت کا وقت ہوا تو نبی کریم ﷺ نے حضرت ام سلمہؓ اور زینب بنت جحش کو حکم دیا کہ وہ ان کے پاس جائیں اور آیت الکرسی اور "ان ربکم اللہ الخ" یعنی سورۂ اعراف کی ۵۴ ویں آیت اخیر تک اور معوذتین ان کے

(۱) دیکھیں: بخاری:۲۶۹، مسلم ۳۰۳

لئے پڑھیں۔(۱)

پوری آیت یہ ہے :

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا ، وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ، اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ، تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ "(سورۃ الاعراف:۵۴)

بے شک تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے سب آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا ، پھر عرش پر قائم ہوا ، وہ رات سے دن کو اس طور پر چھپاتا ہے کہ وہ رات اس دن کو جلد آلیتی ہے ، اور سورج اور چاند اور دوسرے ستاروں کو اس طرح پیدا کیا کہ سب اس کے حکم کے تابع ہیں ، یادرکھو اللہ ہی کے لئے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا ، بڑی خوبیوں سے بھرا ہوا ہے اللہ تعالیٰ جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔

(باب-۱۱)

نومولود کے کان میں اذان دینا :

۷۹۵ - ابوداؤد وترمذی وغیرہما میں رسول اللہ ﷺ کے غلام حضرت ابورافعؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت فاطمہؓ کے بطن سے حسن بن علیؓ کی ولادت ہوئی تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت حسن کے کان میں نماز جیسی اذان دیتے دیکھا۔(۲)

ہمارے علماء کی ایک جماعت کہتی ہے کہ بچے کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنا مستحب ہے۔

---

(۱) عمل الیوم لابن سنی: ۶۲۵ ، یہ حدیث حد درجہ ضعیف ہے

(۲) دیکھیں: ابوداؤد ۵۱۰۵ ، ترمذی ۱۵۱۴ ، وقال الترمذی حسن صحیح

۷۹۶ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت حسن بن علیؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

مَنْ وُلِدَ لَهُ مَوْلُوْدٌ فَاَذَّنَ فِیْ اُذُنِهِ الْیُمْنٰی وَاَقَامَ فِیْ اُذُنِهِ الْیُسْرٰی لَمْ تَضُرَّهُ اُمُّ الصِّبْیَانِ"(۱)

جس کے یہاں بچہ پیدا ہو پھر وہ اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہے تو اسے "ام صبیان" کوئی ضرر نہیں پہونچاتا۔

نوٹ : یہ حدیث حد درجہ ضعیف ہے، سالم الغفاری محدثین کے نزدیک متروک ہیں "ام الصبیان" کے بارے میں بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ بچوں کی ایک بیماری ہے جو کم عمری میں انہیں لاحق ہوتی ہے، جس سے بچے بیہوش ہو جایا کرتے ہیں، اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس سے مراد جنوں کی ایک قسم یا جذام وغیرہ ہے۔

(باب ۱۲)

بچوں کی تحنیک کے وقت کی دعار :

۷۹۷ - سنن ابی داؤد میں بسند صحیح حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بچوں کو لایا جاتا تو آپ ﷺ ان کے لئے دعار فرماتے اور ان کی تحنیک کرتے، اور ایک روایت میں ہے کہ ان کے لئے برکت کی دعار فرماتے۔(۲)

نوٹ : تحنیک یہ ہے کہ کھجور یا اس طرح کی دوسری چیزوں کو اتنا چبایا جائے کہ وہ بالکل نرم ہو جائے اور گھل جائے، پھر اسے بچے کے منہ میں ڈال دیا جائے اور تھوڑا اس کے تالو میں لگا دیا جائے۔

۷۹۸ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت اسمار بنت ابی بکرؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ مجھے عبد اللہ بن زبیر کا حمل مکہ میں ٹھہرا میں مدینہ آئی اور جب قبار میں ٹھہری تو وہاں اس کی ولادت ہوئی، میں اسے لیکر نبی کریم ﷺ کے پاس آئی تو آپ ﷺ نے اسے اپنی گود میں لیا پھر ایک کھجور منگوایا اور

(۱) عمل الیوم واللیلہ لابن سنی: ۶۲۸، ضعیف　　(۲) سنن ابی داؤد: ۵۱۰۶

اسے چبا کراس کے منہ میں ڈال دیا، تو سب سے پہلی چیز جو اس کے پیٹ میں گئی وہ رسول اللہ ﷺ کالعاب دہن تھا، پھر ایک کھجور سے اس کی تحنیك کی (یعنی اسے چبا کراس کے تالو میں لگایا) پھر اس کے لئے برکت کی دعا رکی۔(۱)

۷۹۹ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میرے گھر ایک بچہ تولد ہوا تو میں اسے نبی کریم ﷺ کے پاس لیکر آیا، تو آپ ﷺ نے اس کا نام ''ابراہیم'' رکھا ایک کھجور سے اس کی تحنیك فرمایا، اور اسے برکت کی دعا ر دی، یہ بخاری و مسلم دونوں کے الفاظ ہیں سوائے'' ودعالہ بالبرکة '' کے کہ یہ صرف بخاری کی روایت میں ہے۔(۲)

(۱) صحیح بخاری ۳۹۰۹، صحیح مسلم ۲۱۴۶
(۲) دیکھیں: صحیح بخاری ۶۱۹۸ صحیح مسلم ۲۱۴۵

کتاب الاسماء
(نام رکھنے کا بیان)

(باب-۱)

بچوں کا نام رکھنا:

پیدائش کے ساتویں دن یا پیدائش ہی کے دن نومولود کا نام رکھنا سنت ہے، ساتویں دن کے استحباب کی دلیل یہ ہے:

۸۰۰- سنن ترمذی میں عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ساتویں دن نام رکھنے اور تکلیف دہ چیزوں کو دور کرنے اور عقیقہ کرنے کا حکم دیا۔(۱)

نوٹ: تکلیف دہ چیزوں کو دور کرنا، یعنی ان نجاستوں کو دور کرنا جو پیدائش کے وقت بچوں کے ساتھ رحم مادر سے نکلتا ہے اور جسم پر لگا رہتا ہے، بعض حضرات نے اس سے سر کا بال اتارنا مراد لیا ہے، یعنی جس طرح ساتویں دن نام رکھنا مستحب ہے اسی طرح ساتویں دن بال اُتارنا اور عقیقہ کرنا بھی مستحب ہے، لڑکوں کے عقیقہ میں دو بکرے اور لڑکیوں کے لئے ایک بکرا کی قربانی افضل ہے۔

۸۰۱- سنن ابی داؤد، ترمذی، وابن ماجہ وغیرہ میں باسانید صحیحہ حضرت سمرہ بن جندبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"كُلُّ غُلَامٍ رَهِينَةٌ بِعَقِيقَتِهِ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ سَابِعِهِ وَيُحْلَقُ وَيُسَمَّى"(۲)

ترجمہ: ہر بچہ اپنے عقیقہ کے ساتھ مرہون وگروی ہے، اس کی پیدائش کے ساتویں دن اس کی طرف سے قربانی کی جائے اور سر کا بال اتارا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔

---

(۱) سنن ترمذی ۲۸۳۲، وقال الترمذی: حدیث حسن

(۲) ابوداؤد ۲۸۳۷، ۲۸۳۸، ترمذی ۱۵۲۲، ابن ماجہ ۳۱۶۵، وقال الترمذی: حسن صحیح

نوٹ : حافظ ابن قیم فرماتے ہیں، مرھون ہونے کے مفہوم میں علماء کا اختلاف ہے، بعض حضرات کا خیال یہ ہے کہ جب تک عقیقہ نہ کیا جائے وہ اپنے والدین کی شفاعت وشفارش کرنے سے روکے رکھا جائے گا، مگر اس سے بہتر تاویل یہ ہوسکتی ہے، کہ عقیقہ شیطان کے چنگل اور اس کے تسلط سے آزادی کا سبب ہے اس لئے والدین کو چاہئے کہ اس کی طرف سے قربانی کرکے اسے شیطان کے تسلط سے آزاد کرائے اور شیطان کو اس سے دور کرے۔

اور پیدائش ہی کے دن نام رکھنے کی دلیل وہ حدیث ہے جو (حدیث نمبر: ۷۹۹ پر) پہلے ذکر کی گئی کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری کے گھر جب بچہ پیدا ہوا اور وہ اسے لیکر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے اس کا نام ابراہیم رکھا، اور اس کی تحنیک کی اور برکت کی دعاء دی۔

۸۰۲ - صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وُلِدَلِي اللَّيلَةَ غُلَامٌ فَسَمَّيْتُهُ بِاسْمِ اَبِيْ اِبْرَاهِيم - عليه السلام .(۱)

آج رات میرے گھر بچہ پیدا ہوا تو میں نے اس کا نام اپنے بابا ابراہیم علیہ السلام کے نام پر ابراہیم رکھا۔

۸۰۳ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ کے گھر بچہ پیدا ہوا تو میں اسے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لیکر حاضر ہوا، آپ ﷺ نے اس کی تحنیک کی اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔(۲)

۸۰۴ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت سہل بن سعد الساعدیؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ منذر بن اسید کو رسول اللہ ﷺ کے پاس پیدائش ہی کے بعد لایا گیا تو آپ ﷺ نے اسے اپنے زانو پہ رکھا، ابواسید بھی بیٹھے ہوئے تھے، پھر نبی کریم ﷺ اپنے سامنے کسی چیز میں مشغول ہوکر اس

(۱) صحیح مسلم ۲۳۱۵

(۲) دیکھیں: صحیح بخاری ۱۳۰۱، صحیح مسلم ۲۱۴۴

سے غافل ہو گئے اور ابواسید کو بچہ لینے کے لئے کہا، ابواسید نے آپ کے زانوں پر سے اپنے بچہ کو اٹھا کر گھر واپس بھیج دیا، پھر جب نبی کریم ﷺ کو یاد آیا تو آپ نے فرمایا: "ایـن الـصبی" بچہ کہاں ہے؟ ابواسید نے فرمایا اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ ہم نے اسے گھر واپس بھیج دیا تو آپ نے فرمایا، اس کا کیا نام ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ فلاں، آپ ﷺ نے فرمایا "**لا ولکن اسمه المنذر**" نہیں، بلکہ اس کا نام منذر ہے، الغرض آپ ﷺ نے اسی دن اس کا نام تبدیل کر کے منذر رکھ دیا۔(۱)

(باب-۲)

قبل از وقت ساقط ہو جانے والے بچہ کا نام رکھنا :

اس کا نام رکھنا مستحب ہے، اگر یہ معلوم نہ ہو کہ لڑکا ہے یا لڑکی تو ایسا نام رکھے جو لڑکا اور لڑکی ہر ایک کے لئے موزوں ہو، جیسے ہند یا ہنیدہ یا خارجہ یا طلحہ یا عمیرہ، یا زرعہ وغیرہ۔

امام بغوی فرماتے ہیں کہ قبل از وقت رحم مادر سے گر جانے والے بچے کا نام رکھنا اس میں وارد حدیث کے پیش نظر مستحب ہے، یہی قول دیگر علماء کا بھی ہے، ہمارے علماء شوافع فرماتے ہیں اگر بچہ نام رکھنے سے قبل وفات پا جائے تو بھی اس کا نام رکھنا (ساقط ہونے والے پر قیاس کرتے ہوئے) مستحب ہے، واللہ عزوجل اعلم۔

نوٹ : امام بغوی نے حدیث وارد ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے جسے ابن سنی نے روایت کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں: **قَالَتْ اَسْقَطْتُ مِنَ النَّبِيِّ - صلی اللہ علیہ وسلم - سَقْطًا فَسَمَّاهُ عَبْدَاللّٰهِ ، وَكَنَّانِي بِاُمِّ عَبْدِاللّٰهِ**" حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے مجھے ایک بچہ ساقط ہوا آپ ﷺ نے اس کا نام عبداللہ رکھا، اور میری کنیت ام عبداللہ، مگر یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں داؤد بن محمد ہیں ان کے بارے میں امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہے "لا شیئی" وہ کچھ نہیں۔ امام ذہبی فرماتے ہیں "بَصْرِيٌّ وَاهٍ" یہ بصرہ کے رہنے والے واہیات ہیں، اس حدیث کا ذکر آگے نمبر:

---

(۱) صحیح بخاری ۶۱۹۱، صحیح مسلم ۲۱۴۹

۸۳۶ پہ آئے گا۔

(باب-۳)

اچھا نام رکھنے کی فضیلت:

۸۰۵ - سنن ابی داوٗد میں بسند جید حضرت ابودرداءؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّكُمْ تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِاَسْمَائِكُمْ وَاَسْمَاءِ آبَائِكُمْ فَاَحْسِنُوا اَسْمَاءَ كُمْ .(۱)

قیامت کے دن تمہیں تمہارے اور تمہارے والد کے نام سے پکارا جائے گا، اس لئے اچھا نام رکھو۔

نوٹ: یہ حدیث منقطع ہے، امام ابوداوٗد فرماتے ہیں کہ، ابوزکریا نے ابودرداء کو نہیں پایا، شیخ زکریا انصاری تحفۃ القاری میں فرماتے ہیں یہ انقطاع مصنف کے قول ''سند جید'' کے منافی نہیں، کیونکہ سند کا جید ہونا انقطاع کے منافی نہیں ہوا کرتا۔

(باب-۴)

اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ نام:

۸۰۶ - صحیح مسلم میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَحَبُّ اَسْمَائِكُمْ اِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عبد الله وعبدالرحمن" (۲)

اللہ کے نزدیک تمہارا سب سے پسندیدہ نام عبداللہ وعبدالرحمٰن ہے۔

۸۰۷ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ: ہم میں سے ایک شخص کے گھر بچہ پیدا ہوا تو اس نے اس کا نام قاسم رکھا، ہم لوگوں نے اسے کہا، ہم تمہاری کنیت

(۱) ابوداوٗد: ۴۹۴۸ (۲) صحیح مسلم ۲۱۳۲

ابوالقاسم نہیں رکھیں گے (یعنی ابوالقاسم کہہ کر تمہیں نہیں پکاریں گے) اور نہ ہی اس میں تیرا کوئی اعزاز ہے، اس نے رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع دی تو آپ ﷺ نے فرمایا: سَمِّ اِبْنَكَ عَبْدَالرحمن، اپنے لڑکے کا نام عبدالرحمٰن رکھ لو۔(۱)

۸۰۸ - سنن ابی داؤد ونسائی وغیرہما میں صحابی رسول حضرت ابووہب الجشمی ؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تُسَمُّوا بِاَسْمَاءِ الْاَنْبِيَاءِ، وَاَحَبُّ الْاَسْمَاءِ اِلَى اللّٰهِ تعالىٰ عَبْدُاللّٰهِ وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ، وَاَصْدَقُهَا حَارِثٌ وَهَمَّامٌ، وَاَقْبَحُهَا حَرْبٌ وَمُرَّةٌ"(۲)

انبیاء کا نام رکھو، اور اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ نام عبداللہ و عبدالرحمٰن ہے اور سب سے درست وسچا نام حارث اور ہمام ہے اور سب سے بُرا نام حرب اور مُرہ ہے۔

(باب-۵)

مبارکباد دینا اور اس کا جواب دینا:

جس کے یہاں بچہ پیدا ہوا ہو، اسے مبارکباد وخوشخبری دینا مستحب ہے، ہمارے علماء فرماتے ہیں، اس روایت کے پیش نظر مبارکباد دینا مستحب ہے، جس کے اندر آیا ہے کہ حضرت حسین بن علی ؓ نے ایک شخص کو مبارکبادی کے الفاظ کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا کہو:

بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِي الْمَوْهُوبِ لَكَ وَشكرتَ الْوَاهِبَ وَبَلَغَ اَشُدَّهٗ وَرُزِقْتَ بِرَّهٗ.

جو تمہیں عطا کیا گیا اللہ اس میں تمہیں برکت دے، عطا کرنے والے کا

---

(۱) صحیح بخاری ۶۱۸۶ صحیح مسلم ۲۱۳۳

(۲) سنن ابی داؤد ۴۹۵۰، سنن نسائی ۳۵۶۵، یہ حدیث غریب ہے مگر مسلم کی حدیث: ۲۱۳۵، اس کی شاہد ہے۔

تو شکر بجالا، وہ جوانی پائے اور تجھے اس کی فرمانبرداری اور بروصلہ حاصل ہو۔

اور یہ بھی مستحب ہے کہ مبارکباد دینے والے کو جواب دیا جائے اور اسے کہا جائے: ''بَارَكَ اللّٰه لَكَ'' اللہ تجھے برکت دے ''وَبَارَكَ اللّٰه عَلَيْهِ'' اور اس پر تمہیں برکت دے، یا یہ کہے ''جَزَاكَ اللّٰه خيراً'' اللہ تجھے اچھا بدلہ دے، ''وَرَزَقَكَ مِثْلَهُ'' اور تجھے بھی اسی طرح عطا کرے، یا یہ کہے، ''اَجْزَلَ اللّٰهُ ثَوَابَكَ'' اللہ تجھے عمدہ بدلہ دے، یا اسی طرح کے دعائیہ کلمات کہے۔

(باب-٦)

ناپسندیدہ نام رکھنے کی ممانعت :

۸۰۹ - صحیح مسلم میں حضرت سمرہ بن جندبؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

لَا تُسَمِّيَنَّ غُلَامَكَ يَسَاراً وَلَا رَبَاحاً وَلَا نَجَاحًا وَلَا اَفْلَحَ فَاِنَّكَ تَقُوْلُ اَثَمَّ هُوَ ، فَلَا يَكُوْنُ فَتَقُوْلُ لَا ، اِنَّمَا هُنَّ اَرْبَعٌ فَلَا تَزِيْدُنَّ عَلَيَّ ''(۱)

تم اپنے بچوں کا نام ''یسار'' (آسانی) اور ''رباح'' (نفع) اور ''نجاح'' (کامیابی) اور ''افلح'' (سب سے کامیاب) مت رکھو، کیونکہ تم کہو گے کیا وہ اس جگہ ہے؟ اور وہ نہ ہو تو کہا جائے گا کہ نہیں، یہ صرف چار نام ہیں لہٰذا اپنی طرف سے میرے اس کلام میں اضافہ مت کرنا۔

نوٹ : ثَمَّ ظرف مکان کے لئے ''جگہ'' کے معنی میں ہے، اوأ ہمزۂ استفہام ہے اس میں اضافہ نہ کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ میں صرف انہی چار ناموں کا ذکر کررہا ہوں، اس لئے روایت کرتے

(۱) صحیح مسلم ۲۱۳۷

وقت صرف انہی چار ناموں کو نقل کیا جائے، اس کے معنی کو شامل نہ کیا جائے۔

ان الفاظ میں نام رکھنے کی کراہت کی علت بدفالی سے احتراز ہے کیونکہ ان ناموں کا مقصد لوگوں کے نزدیک اس کے لفظی و معنوی حسن سے فال نیک ہوتا ہے اور اس کے بارے میں سوال کئے جانے کے بعد جواب میں اگر اس کی نفی کی جائے تو بدفالی کا گمان ہوسکتا ہے، کہ آسانی، یا کامیابی یا نفع یا وہ کامیاب نہیں ہے، اس لئے نبی کریم ﷺ نے سوء ظن اور خیر سے ناامیدی کے راستہ کو بند کرنے کے لئے ان ناموں سے موسوم کرنے کو منع فرمایا، مگر یہ ممانعت تنزیہی ہے۔

۸۱۰ - سنن ابی داؤد وغیرہ میں جابرؓ کی روایت ہے جس میں ''برکت'' نام رکھنے کی ممانعت کا بھی ذکر ہے۔(۱)

نوٹ : پوری روایت اس طرح ہے:

اِنْ عِشْتُ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ اُنْهِی اُمَّتِی اَنْ یُسَمُّوا نَافِعًا وَاَفْلَحَ بَرَکَةً فَاِنَّ الرَّجُلَ یَقُوْلُ اِذَا جَاءَ أَثَمَّ بَرَکَة ، فَیَقُوْلُوْنَ : لَا ''

اللہ کی مشیت سے اگر میں زندہ رہا تو اپنی امت کو نافع، افلح اور برکت نام رکھنے سے روک دونگا، کیونکہ کوئی شخص آکر کہے گا یہاں برکت ہے تو جواب میں لوگ کہیں گے نہیں۔

۸۱۱ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اَخْنَعَ اِسْمٍ عِنْدَ اللّٰہِ تعالیٰ رَجُلٌ یُسَمّٰی مَلِكَ الْاَمْلَاكِ''

اللہ کے نزدیک سب سے گھٹیا و ذلیل نام یہ ہے کہ کوئی شخص ''مَلِكُ الْاَمْلَاكِ'' (شہنشاہ) نام رکھے۔

ایک روایت میں ''أخنع'' کی جگہ '' اخنی '' کا لفظ آیا ہے (معنی ایک ہی ہے)(۲)

مسلم کی ایک روایت میں ہے:

اَغْیَظُ رَجُلٍ عِنْدَ اللّٰہِ تعالیٰ یَوْمَ القِیامَةِ وَاَخْبَثُهُ رَجُلٌ کَانَ

---

(۱) دیکھیں: سنن ابی داؤد ۴۹۶۰ (۲) بخاری ۲۶۰۵، مسلم ۲۱۴۳

يُسَمّٰى ”مَلِكَ الْاَمْلَاكِ“ لَا مَلِكَ اِلَّا اللّٰهُ“ (۱)

قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے مبغوض اور سب سے خبیث وہ شخص ہوگا جو ملك الاملاك (شہنشاہ) نام رکھتا ہے، باشاہوں کا بادشاہ صرف اللہ ہی ہے۔

ایک اور صحیح حدیث میں حضرت سفیان بن عیینہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ”ملك الاملاك“ ایسے ہی ہے جیسے ”شاہان شاہ“

نوٹ : شیخ زکریا رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ”ملك الاملاك“ نام رکھنے کی حرمت ہی کی طرح ”اَحْكَمُ الحَاكِمِيْن“ یا ”سلطان السلاطین“ کہنا بھی حرام ہے، مگر ”اقضی القضاۃ“، یا ”قاضی القضاۃ“ کہنا اس تحریم میں شامل نہیں، اگرچہ قضاء، حکم ہی کے معنی میں ہے۔

(باب-۷)

زیرسرپرستی افراد کو نامناسب نام سے یاد کرنا :

کسی انسان کا اپنے زیرسایہ یا زیرتربیت وسرپرستی رہنے والوں کو خواہ وہ اپنا لڑکا ہو یا خادم وطالب علم، ادب سکھانے، ڈانٹنے، تنبیہ کرنے یا بری بات سے منع کرنے کے لئے نامناسب نام سے یاد کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

۸۱۲ - ابن سنی کی کتاب میں صحابی رسول حضرت عبداللہ بن یسر المازنیؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے مجھے کھجور کا ایک خوشہ لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا میں نے اسے آپ ﷺ تک پہونچانے سے پہلے راستہ میں، اس میں سے کچھ کھالیا، میں جب اسے لے کر آپ کے پاس پہنچا تو آپ نے میری گوش مالی کی (کان پکڑا) اور فرمایا ”یا غُدر“ اے بے وفا دھوکہ باز۔ (۱)

۸۱۳ - صحیح بخاری ومسلم نیں حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ایک طویل

---

(۱) دیکھیں: مسلم ۲۱۴۳

حدیث مروی ہے جس میں، حضرت ابو بکر صدیقؓ کے کھلے کرامات کا ذکر ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے ایک جماعت کی ضیافت فرمائی، انہیں اپنے گھر میں بٹھایا اور خود نکل کر رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے گئے، واپسی میں تاخیر ہوگئی، واپسی پر انہوں نے پوچھا کیا انہیں کھانا کھلا دیا؟ گھر والوں نے جواب دیا کہ نہیں پھر وہ اپنے صاحبزادے عبدالرحمٰن کی طرف متوجہ ہوئے اور بولے "یاغنثر" (اے کمینے) اور برا بھلا کہا (جیسے نک کٹے بے ہودے) (۲)

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: "غُنْثَرْ" غین کے پیش نون کے سکون، ثار کے زبر کے ساتھ ہے، اس کا معنی لئیم یا کمینہ ہے "جَدَّعَ" جیم اور دال سے باب تفعیل سے ہے یعنی ناک وغیرہ کٹنے کی بددعا دینا اسی سے "اجدع" کٹے ہوئے ناک والے کو کہا جاتا ہے۔

(باب-۸)

ایسے شخص کو پکارنا جس کا نام معلوم نہ ہو :

اگر کسی کو پکارنا مقصود ہو تو ایسے الفاظ سے پکارا جائے جس سے اسے تکلیف نہ ہو اور نہ ہی اس میں جھوٹ یا تملق و چاپلوسی ہو، مثلاً آپ کہیں اے بھائی صاحب، مفتی صاحب، جناب عالی، فلاں لباس یا کپڑے والے، فلاں جوتے والے، اونٹ والے، تلوار والے نیزہ والے، یا اسی طرح کے دیگر الفاظ سے جو پکارنے والے یا جسے پکارا جارہا ہے، اس کے حالات کے مطابق ہوں۔

۸۱۴ - سنن ابی داؤد، نسائی، وابن ماجہ میں بسند حسن حضرت بشر بن معبدؓ سے جنہیں ابن الخصاصیہ سے جانا جاتا ہے، مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ: اس دوران جبکہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: "يَاصَاحِبَ السِبْتِيَّتَيْنِ وَيْحَكَ أَلْقِ سِبْتِيَّتَكَ" (۳) اے چمڑے کی جوتی والے تیرا برا ہو، اپنا دونوں جوتا اتار دے (پھر پوری حدیث ذکر کی)

۸۱۵ - ابن سنی کی کتاب میں صحابی رسول حضرت جاریہ انصاریؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ

---

(۱) عمل الیوم لابن سنی: ۴۰۳، واسنادہ ضعیف (۲) بخاری ۶۰۲، مسلم ۲۰۵۷

(۳) دیکھیں: ابوداؤد: ۳۲۳۰، نسائی، ۲۰۴۸، ابن ماجہ ۱۵۶۸

میں نبی کریم ﷺ کے پاس تھا اور آپ ﷺ کو جس کا نام یاد نہ رہتا اسے ''یا عبداللہ'' کہتے تھے۔(۱)

نوٹ : ھیثمی نے اسے المجمع ۵۶/۸ میں اور طبرانی نے معجم صغیر و اوسط میں نقل کیا ہے، اور اس کی سند میں موجود ابو ایوب انماطی کے بارے میں کہا ہے کہ میں انہیں نہیں جانتا، البتہ اس کے باقی رجال ثقہ ہیں۔

(باب-۹)

والدین و اساتذہ کا نام لیکر پکارنے کی ممانعت:

لڑکوں، طالب علموں اور شاگردوں کا اپنے والد، معلم اور استاذ کا نام لیکر پکارنا ناشائستہ اور خلاف ادب بات ہے۔

۸۱۶ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جس کے ساتھ ایک لڑکا تھا، آپ نے لڑکے سے پوچھا ''من ھذا'' یہ کون ہیں؟ اس لڑکے نے جواب دیا ''ابی'' میرے والد ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''فَلَا تَمْشِ اَمَامَهٗ وَلَا تَسْتَسِبَّ لَهٗ وَلَاتَجْلِسْ قَبْلَهٗ وَلَا تَدْعُهٗ بِاسْمِهٖ'' (۲)

تم ان کے آگے مت چلو، انہیں گالی دیئے جانے کا سبب نہ بنو (کہ تم کسی کے باپ کو گالی دو جس کے جواب میں وہ تیرے والد کو گالی دے)

اور ان سے پہلے مت بیٹھو اور نہ ان کا نام لیکر انہیں پکارو۔

نوٹ : اس کی سند ضعیف ہے لیکن اس کی شاہد حضرت عائشہؓ کی وہ روایت ہے جسے طبرانی نے بسند ضعیف معجم اوسط میں روایت کیا ہے۔(۳)

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: کہ ''گالی دینے کا سبب نہ بنو'' سے مراد یہ ہے کہ کوئی ایسا کام مت کرو جس کی وجہ سے تیرے والد تمہیں ڈانٹ پلائیں اور تادیب و تنبیہ کے

---

(۱) عمل الیوم لابن سنی ۴۰۱ (۲) عمل الیوم لابن سنی: ۳۹۷ (۳) دیکھیں: المجمع ۱۳۷/۸

لئے تمہیں گالیاں دینے پر مجبور ہوں ـــــــ اور ایک مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انہیں دوسروں سے گالیاں دیں سنانے کا سبب نہ بنو کہ تمہارے فعل وعمل کی وجہ سے لوگ تیرے ساتھ تیرے والدین کو بھی گالیاں اور انہیں برا بھلا کہیں۔

۸۱۷ - جلیل القدر بزرگ جن کے صلاح وتقویٰ پر سب متفق ہیں یعنی عبید اللہ بن زحر رحمہ اللہ فرماتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ نافرمانی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ والدین کو ان کا نام لیکر پکارے اور راستہ میں ان سے آگے چلے۔(۱)

(باب-۱۰)

برا نام تبدیل کر کے اچھا نام رکھنا :

اس سے متعلق حضرت سہل بن سعد الساعدی سے مروی حدیث ہے جس کا ذکر (پہلے نمبر۸۰۴ پر) نومولود کا نام رکھنے کے بیان میں منذر بن ابی اسید کے واقعہ میں آچکا ہے۔

۸۱۸ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت زینب کا نام ''برہ'' تھا ان سے کہا گیا کہ خودستائی کرتی ہے، اس لئے رسول اللہ ﷺ نے انکا نام تبدیل کر کے زینب رکھا (۲)۔

۸۱۹ - صحیح مسلم میں حضرت زینب بنت ابی سلمہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میرا نام ''برۃ'' رکھا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سَمُّوهَا زَيْنَبْ'' اس کا نام زینب رکھدو، وہ فرماتی ہیں پھر آپ کے پاس زینب بنت جحش آئیں اور ان کا نام ''برہ'' تھا تو آپ ﷺ نے انکا نام بھی زینب رکھدیا۔(۳)

۸۲۰ - صحیح مسلم ہی میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ''جویریہ'' کا نام ''برۃ'' تھا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام تبدیل کر کے ''جویریہ'' رکھدیا اور رسول اللہ ﷺ ناپسند

---

(۱) عمل الیوم واللیلہ لابن سنی ۳۹۸ (۲) بخاری ۶۱۹۲، مسلم ۲۱۴۱
(۳) صحیح مسلم ۲۱۴۲

کرتے تھے کہ کہا جائے "خوج من عند برہ "(نیکی وبھلائی سے نکلا) مسلم ۲۱۴۰

۸۲۱ - صحیح بخاری میں حضرت سعد بن المسیب بن حزن اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا "ما اسمك" آپ کا نام کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا "حزن "(سخت) تو آپ نے انہیں کہا "انت سهل" (آپ سہل و آسان ہیں، انہوں نے کہا میں اپنے والد کا رکھا ہوا نام نہیں بدل سکتا، ابن میںّب فرماتے ہیں، چنانچہ اس کے بعد سے ہمیشہ ہمارے اندر سختی باقی رہی۔(۱)

۸۲۲ - صحیح مسلم میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے "عاصية" (نافرمان) کا نام تبدیل کر دیا اور فرمایا: "انت جميلة" تو جمیلہ ہے۔(۲)

مسلم ہی کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ کی ایک صاحبزادی کو "عاصیه" کہا جاتا تھا، تو آپ ﷺ نے اس کا نام "جمیله" رکھ دیا۔ مسلم ۲۱۳۹

۸۲۳ - سنن ابی داوٗد میں بسند حسن صحابی رسول حضرت اسامہ بن اخدریؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص کا نام "اصرم" تھا وہ اس وفد کا ایک فرد تھا جو، آپ ﷺ کی خدمت میں پہونچا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا "ما اسمك" تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا "اصرم" (کٹا ہوا) آپ ﷺ نے فرمایا: "بل انت زرعة" بلکہ تم زرعہ یعنی کھیتی و بیج ہو۔(۳)

۸۲۴ - سنن ابی داوٗد و نسائی وغیرہما میں صحابی رسول حضرت ابو شریح ہانی الحارثیؓ سے مروی ہے کہ وہ اپنی قوم کے وفد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے سنا کہ ان کی قوم کے لوگ انہیں "ابو الحكم" کی کنیت سے پکارتے ہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں بلایا اور ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْحَکَمُ ، وَاِلَیْہِ الْحُکْمُ فَلِمَ تُکَنّٰی اَبَا الْحَکَمِ ؟

فَقَالَ : اِنَّ قَوْمِیْ اِذَا اخْتَلَفُوْا فِیْ شَیْئٍ اَتَوْنِیْ فَحَکَمْتُ

---

(۱) بخاری ۶۱۹۰ (۲) مسلم ۲۱۳۹

(۳) سنن ابی داوٗد ۴۹۵۴

بَیْنَھُمْ فَرَضِیَ کِلَا الْفَرِیْقَیْنِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ – صلی اللّٰہ علیہ وسلم – مَا اَحْسَنَ ھٰذا فَمَالَكَ مِنَ الْوَلَدِ؟ قَالَ لِیْ شُرَیْحٌ وَمُسْلِمٌ وَعَبْدُاللّٰہِ قَالَ : فَمَنْ اَکْبَرُھُمْ؟ قُلْتُ شُرَیْحٌ قَالَ : فَاَنْتَ اَبُوْ شُرَیْحٍ" (۱)

حکم صرف اللہ ہے، اور حکم وفیصلہ اسی کی طرف راجع ہے تو پھر تم نے "ابوالحکم" کنیت کیوں اپنایا، اس نے کہا میری قوم میں جب کسی بات پہ اختلاف ہوتا تو وہ میرے پاس آتے ہیں، میں ان کے درمیان فیصلہ کردیتا ہوں، تو دونوں فریق پسند کرتے ہوئے قبول کرلیتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، یہ تو بہت اچھی بات ہے، تمہیں کوئی لڑکا ہے؟ انہوں نے جواب دیا شریح، مسلم اور عبداللہ میرے لڑکے ہیں، آپ نے فرمایا، ان میں بڑا کون ہے؟ میں نے جواب دیا کہ شریح، تو آپ ﷺ نے فرمایا پھر تو آپ "ابوشریح" ہوئے۔

۸۲۵ – حدیث (نمبر ۴۹۵۶) کے بعد امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے:

عاصی (نافرمان) عزیز (طاقتور ومغلوب نہ ہونیوالا) عتلہ سبل مٹی کھودنے کا آلہ، کھنتی) شیطان (شیطان) حکم (فیصلہ کرنے والا، جج) غراب (کوا) حباب (ایک قسم کا سانپ، بلبلہ) شھاب (آگ کی چمک) اوراس جیسے ناموں کو تبدیل فرمادیا اور

شہاب کا نام (ہاشم) حرب (جنگ) کا نام، سلیم (امن وسلامتی) مضطجع (لیٹا ہوا) کا نام منبعث (اٹھا ہوا) عفرۃ (ویران بانجھ وچٹیل زمین) کا نام خضرۃ (سرسبز وشاداب) شعب الضلالۃ (گمراہی کی گھاٹی) کا نام شعب الھدی (ہدایت کی گھاٹی) بنوزنیہ (آخری اولاد والے کی اولاد) کا نام بنورشدۃ (ہدایت یافتہ کی اولاد) تبدیل کرکے رکھا۔ (۲)

نوٹ: "عتلہ" لوہے کی ایسی چھڑی کو کہتے ہیں جس کا ایک سرا چوڑا دھاردار ہو اور جس سے کسی چیز کو ڈھایا یا اکھاڑا جاتا ہو، عتل کے معنی روکھاپن کے ہیں، اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے اسے

(۱) ابوداؤد ۴۹۹۵ نسائی ۵۳۸۷، حدیث صحیح

(۲) دیکھیں: سنن ابی داؤد ۴۹۵۶، امام ابوداؤد فرماتے ہیں، اختصار کے پیش نظر اس کے اسانید کو میں نے ترک کردیا ہے،

ناپسند فرمایا "حباب" سانپ کی ایک خاص قسم کا نام ہے، اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے اسے ناپسند فرمایا۔

"عفرۃ" عفر سے ماخوذ ہے اور عقر و عاقر بانجھ عورت کو یا ایسے درخت کو کہتے ہیں جو پھل دار نہ ہو، بعض روایتوں میں عقرہ کے بجائے عفرہ ہے اور عفرہ اس چٹیل زمین کو کہتے ہیں جس میں اُگانے کی صلاحیت نہ ہو بلکہ شور و مردہ ہو، اس اعتبار سے یہ بھی عقرہ ہی کے ہم معنی ہوگا، "شہاب" آگ کے اس شعلہ کو کہتے ہیں جو ہلاکت خیز اور جلا دینے والا ہو "زنیہ" مرد و عورت کے آخری بچہ کو کہتے ہیں جس کے بعد کوئی اولاد نہ ہو اسی وجہ سے بنو مالک کو بنو زنیہ کہا جاتا تھا، انہیں "بنو رشد" زنا کے وہم کی نفی کرنے کے لئے کہا گیا کیونکہ زنیہ میں زنا کا وہم ہو سکتا تھا، بنو مغویہ قبیلہ خثعم کی ایک پیڑھی ہے، مغویہ ہی وفد لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تھے تو آپ ﷺ نے ان کی کنیت ابو راشد رکھا تھا، یہ پورا باب استحباب پر مبنی ہے، کہ نام رکھنے میں اچھے معنی اور بہتر مفہوم والے الفاظ کا انتخاب کیا جائے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: عتلہ عین کے زیر اور تار کے سکون کے ساتھ ہے، ابن ماکولا "الاکمال ۶/۳۰۸ میں بحوالہ "المؤتلف والمختلف" ص: ۹۳ لعبد الغنی الازدی میں فرماتے ہیں کہ عتلہ تار کے زبر کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے، اور ان کا نام نبی کریم ﷺ نے تبدیل کر کے عتبہ رکھا اور یہی عتبہ بن عبد اللہ السلمی ہیں۔

(باب-۱۱)

اگر کسی کو ناگوار نہ ہو تو بگاڑ کر اس کا نام لیا جا سکتا ہے :

۸۲۶ - صحیح بخاری میں متعدد طرق سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کی جماعت کے ناموں کو ترخیم اور کاٹ کر ذکر کیا، اسی میں سے ایک یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہا "یا اباھر"(۱)

(۱) صحیح بخاری: ۶۲۰۱، ۶۲۰۲

۸۲۷ - اور حضرت عائشہ صدیقہ کو آپ ﷺ کا "یا عائش" اور حضرت نجش" کو "یا انجش" کہنا بھی ثابت ہے(۱)

۸۲۸ - ابن سنی کی کتاب میں مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت اسامہؓ سے کہا "یا اُسیم"

۸۲۹ - اور حضرت مقدام سے کہا "یا قُدیم"(۲)

نوٹ: ترخیم نحوی اصطلاح میں منادی کے آخری حرف کو حذف کر کے نرمی سے ادا کرنے کو کہتے ہیں، اسیم، یا قدیم، اصطلاحی ترخیم کے قبیل سے نہیں ہے، بلکہ حرف زائد کو حذف کر کے ان کی تصغیر بنانے کے قبیل سے ہے، مگر اسے بھی مشابہت کی وجہ سے ترخیم کہہ دیا گیا ہے۔

حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں "**افلحت یا قدیم ان مت ولم تکن امیرا ولا کاتبا ولا عریفا**" اے قدیم تو کامیاب رہا اگر اس حال میں مرا کہ تو نہ امیر تھا نہ کاتب نہ عریف وکھیا، عن المقدام بن معدیکرب۔

(باب-۱۲)

ناپسندیدہ القاب سے پکارنے کی ممانعت:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولا تنابزوا بالالقاب (الحجرات ۱۱) اور آپس میں ایک دوسرے کو برے لقب مت دو۔

کسی انسان کو ایسا لقب دینا جسے وہ ناپسند کرتا ہو اس کی تحریم پر تمام علماء کا اتفاق ہے خواہ وہ اس کی صفت ہو جیسے: **اعمش، اجلح اعمی، اعرج، احول، ابرص، اشج، اصفر، احدب، اصم، ازرق، افطس، اشتر، اثرم، اقطع، زمن، مقعد، اشل،** یا اس کے والدین میں سے کسی ایک کی ایسی صفت ہو جس کے ذکر کو وہ ناپسند کرتا ہو۔

البتہ جو اسی سے پہچانا جاتا ہو اسے اس لقب سے یاد کرنے کے جواز پر بھی تمام علماء کا اتفاق ہے اور اس کے جواز یا تحریم کی دلیلیں بے شمار و مشہور ہیں، اس کی شہرت اور اختصار کے پیش نظر اسے حذف

---

(۱) بخاری ۶۲۰۹، ۶۲۱۰، ۶۲۱۱ (۲) عمل الیوم لابن سنی: ۴۱۳، ۳۹۵

کر رہا ہوں۔

نوٹ : ''اعمش'' ایسے شخص کو کہتے ہیں جس کے آنکھ سے بکثرت پانی اور آنسو بہنے کی وجہ سے اس کی نگاہ کمزور ہوگئی ہو۔

''اجلح'' ایسے گنجے سر والے کو کہتے ہیں جس کے سر کے اگلے حصہ کے دونوں کنارے کا بال اڑ گیا ہو'' اعمی ''اندھا۔ ''اعرج ''لنگڑا۔''احول'' کانا، بھینگا۔ جس کے دونوں آنکھ کے محور میں اختلاف ہو۔ ''ابرص ''سفید داغ والا۔''اشج ''ایسا شخص جس کی پیشانی پر زخم کا داغ ہو۔ ''اصفر'' زرد۔''احدب''کبڑا، جھکی ہوئی پیٹھ والا۔''اصم'' بہرا۔ ''ازرق''نیلا۔ ''افطس'' جس کی ناک اوپر سے چپٹی اور نیچے سے پھیلی ہو۔ ''اشتر''جس کا نچلا ہونٹ کٹا ہوا ہو۔ یا جس کے آنکھ کی پلک الٹ گئی ہو۔''اثرم''جس کے آگے کا دونوں دانت ٹوٹ کر جڑ سے اکھڑ گیا ہو۔'' اقطع ''لولہا جس کا ہاتھ کٹا ہوا ہو۔''زمن'' جسے کوئی ایسی بیماری ہو جو اسے زمانہ دراز سے گھیرے ہوئی ہو۔ ''مقعد'' اپاہجی ۔''اشل''فالج زدہ۔

ان میں سے بعض ایسے بھی نام ہیں جو بعض معروف ومشہور عظیم ہستیوں کے القاب ہیں، اور انہیں اسی سے جانا جاتا ہے۔

(باب-۱۳)

پسندیدہ القاب اختیار کرنے کا جواز:

ان القاب کو پسند کرنے والوں میں سے ایک حضرت ابوبکر ہیں جن کا نام عبداللہ بن عثمان ہے اور لقب ''عتیق'' (آزاد کردہ) ہے، یہی جمہور علماء ومحدثین اور اہل سیر وتواریخ وغیرہم کی صحیح وصائب رائے ہے، بعض حضرات نے ان کا نام ''عتیق'' ذکر کیا ہے جیسا کہ حافظ ابوالقاسم ابن عساکر کی کتاب ''الاطراف'' میں مذکور ہے، مگر پہلا قول ہی صحیح ہے، البتہ ان کا لقب عتیق رکھے جانے کے سبب میں علماء کا اختلاف ہے (کہ کس سبب وعلت کی وجہ سے ان کا لقب عتیق پڑا)

۸۳۰ - ان کے مختلف وجوہات میں سے ایک وجہ وہ ہے جسے حضرت عائشہؓ نے بیان کیا ہے

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "أَبُوْبَكْرٍ عَتِيْقُ اللّٰهِ مِنَ النَّارِ" ابوبکر اللہ کی طرف سے عذاب جہنم سے آزاد کردہ ہیں۔(۱)

الغرض، اسی دن سے ابوبکر کا نام (لقب) عتیق پڑ گیا، مصعب بن زبیر اور دیگر ماہرین النساب فرماتے ہیں کہ ان کا نام عتیق اس لئے پڑا کہ ان کے نسب میں کبھی کوئی ایسی چیز نہیں رہی جس سے اس میں عیب نکالا جاسکے، اس کے علاوہ بھی بہت سی وجوہات بیان کی گئی ہیں۔

نوٹ : دارقطنی اپنی کتاب "المؤتلف ۳/۱۱/۱۶۱۱، میں ذکر کرتے ہیں کہ ان کا نام عتیق ان کی خوبصورتی کی وجہ سے پڑا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہیں عتیق اس لئے کہا جاتا کہ وہ نار جہنم سے من جانب اللہ آزاد کردہ ہیں۔

۸۳۱ - اسی میں سے ایک "ابوتراب" ہے، جو حضرت علیؓ بن ابی طالب کا لقب ہے، آپ کی کنیت حسن ہے، صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں مسجد میں اس طرح سویا ہوا پایا کہ ان پر گرد وغبار لگے ہوئے تھے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "قُمْ أَبَاتُرَابٍ، قُمْ أَبَاتُرب، ابوتراب! اٹھ جاؤ، ابوتراب! اٹھ جاؤ ـــــــ لہٰذا یہ خوبصورت وحسین لقب اس کے بعد آپ کے ساتھ منسلک ہوگیا۔(۲)

۸۳۲ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ سب سے محبوب نام جسے حضرت علی اپنے لئے پسند فرماتے اور جس سے پکارے جانے پر وہ خوش ہوتے وہ یہی لقب، ابوتراب تھا۔(۳)

۸۳۳ - اسی میں سے "ذوالیدین" ہے، ان کا نام "خرباق" تھا اور انکا دونوں ہاتھ کافی لمبا تھا، صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ انہیں "ذوالیدین" کہہ کر پکارتے تھے، جبکہ انکا نام خرباق تھا، یہ اس روایت کے الفاظ ہیں جسے امام بخاری نے کتاب البر والصلہ کے شروع میں نقل کیا ہے۔(۴)

(۱) سنن ترمذی ۳۶۷۹ (۲) بخاری ۶۲۰۴

(۳) بخاری ۳۷۰۳، مسلم ۲۴۰۹، یہ بخاری کی روایت کے الفاظ ہیں (۴) بخاری ۶۰۵۱

نوٹ: امام بخاری نے متعدد جگہوں پر اس کی تخریج کی ہے، مثلاً کتاب الادب "باب مایجوز من ذکر الناس ، نحو قولھم الطویل و القصیر" میں، البتہ بخاری میں "کتاب البر و الصله "سرے سے موجود ہی نہیں، اس لئے امام نووی کا کہنا کہ یہ اس جگہ ذکر کی گئی ہے، درست نہیں بلکہ یہ کتاب الادب کی روایت ہے۔

(باب-۱۴)

کنیت کا جواز اور اہل فضل کو کنیت سے مخاطب کرنے کا استحباب:

یہ باب اس قدر مشہور ہے، کہ اس میں منقولات نقل کرنے کی ضرورت نہیں اس کے دلائل عوام وخواص ہر ایک میں یکساں ومشترک طور پر مشہور ہیں، اور ادب یہ ہے کہ اہل فضل و صاحبِ کمال لوگوں کو ان کی کنیت سے مخاطب کیا جائے، اسی طرح اگر انہیں خط لکھا جائے، یا ان سے روایت بیان کی جائے تو ان کی کنیت ذکر کی جائے، مثلاً کہا جائے" حدثنا الشیخ او الامام ابو فلاں الخ" مجھ سے ابوفلاں شیخ یا امام نے بیان کیا ہے، اور یہ بھی ادب ہے کہ انسان اپنی کتاب وغیرہ میں صرف اپنی کنیت ہی ذکر نہ کرے (بلکہ اپنا پورا نام بھی ذکر) الا یہ کہ وہ صرف کیفیت ہی سے پہچانا جاتا ہو، یا یہ کہ اس کی کنیت نام کے بنسبت زیادہ مشہور ومعروف ہو۔

نحاس رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر کنیت زیادہ مشہور ہو تو اسی طرح کنیت ذکر کی جائے اور اس سے اوپر والوں کا نام لیا جائے، پھر جس سے وہ معروف ہو مثلاً ابوفلاں وغیرہ تو اس کے نام کے ساتھ اس کا بھی ذکر کیا جائے، واللہ اعلم۔

(باب-۱۵)

بڑے لڑکے کے نام کی کنیت رکھنا :

ہمارے نبی کریم ﷺ کی کنیت آپ کے صاحبزادے قاسم سے "ابوالقاسم" پڑی اور یہ آپ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے، اس باب میں ابوشریح والی حدیث بھی ہے جس کا ذکر (نمبر ۸۲۴ پر) آچکا ہے۔

(باب-۱۶)

اولاد رہنے کے باوجود کسی اور نام کی کنیت اختیار کرنا:

یہ باب بہت وسیع ہے، جن حضرات کی کنیت اس طرح کی ہے، ان کی تعداد بیشمار ہے، اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

(باب-۱۷)

بچوں یا ایسے لوگوں کی کنیت رکھنا جنہیں فی الحال کوئی اولاد نہ ہو:

۸۳۴ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نہایت اچھے اخلاق والے تھے، میرا ایک بھائی تھا جسے "ابو عمیر" کہا جاتا تھا، راوی کہتے ہیں، میرا خیال ہے، انہوں نے "عمیر" کے بجائے "فطیم" کہا اور نبی کریم ﷺ جب اس کے پاس آتے تو فرماتے: "یَا اَبَا عُمَیْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَیْرُ؟" اے ابوعمیر (تیرے) بلبل نے کیا کیا؟ اس کے پاس بلبل تھا جس سے وہ (پیار ومحبت کے ساتھ) کھیلا کرتا تھا۔(۱)

نوٹ: نُغَیر "نُغَر" کی تصغیر ہے بمعنی بلبل۔ اس حدیث سے بچوں کی کنیت رکھنے کا جواز، بچوں سے دلجوئی اور پرندوں سے کھیلنے کی اباحت معلوم ہوتی ہے، بشرطیکہ اسے تکلیف نہ دی جائے، نیز اس میں آپ کے حسن خلق، تواضع وانکساری اور اوصاف حمیدہ اور کریمانہ شمائل کا ذکر ہے۔

۸۳۵ - بسند صحیح سنن ابی داؤد وغیرہ میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میری تمام سہیلیوں، دیگر تمام ازواج مطہرات کی کنیت ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا، تو اپنی کنیت اپنے لڑکے عبداللہ پر رکھ لو "فکنتنی بابنك عبدالله" راوی کہتے ہیں، یعنی عبداللہ بن زبیر پر، اور عبداللہ ان کی بہن حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کے صاحبزادے تھے، اور حضرت عائشہؓ کی کنیت "ام عبداللہ" تھی۔ (۲)

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: کہ یہی صحیح ومشہور قول ہے (کہ حضرت عائشہؓ

---

(۱) بخاری ۶۲۰۳، مسلم ۲۱۵۰ (۱) دیکھیں: سنن ابی داؤد: ۴۹۷۰

کی کنیت ام عبداللہ، بہن کے لڑکے کی وجہ سے ہے)

۸۳۶ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت عائشہؓ کا یہ قول جو مروی ہے کہ "نبی کریم ﷺ سے مجھے ایک لڑکے کا اسقاط ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام عبداللہ اور میری کنیت "ام عبداللہ" رکھا، تو یہ حدیث ضعیف ہے (کیونکہ داؤد بن محسب محدثین کے نزدیک (ضعیف وغیر معتبر ہیں)(۱)

صحابہ کی متعدد جماعت ایسی ہے جن کی کنیت اولاد ہونے سے قبل ہی رکھی گئی، مثلاً ابو ہریرہؓ وابوحمزہ (انس) اس کے علاوہ صحابہ وتابعین اوران کے بعد والے ائمہ وعلماء کی اتنی بڑی جماعت اس طرح بغیر اولاد کے کنیت اختیار کرنے والوں کی ہے کہ ان کا شمار ممکن نہیں، اور ایسا کرنے میں کوئی کراہت بھی نہیں، بلکہ مذکورہ شرائط کے ساتھ محبوب وپسندیدہ ہے۔

(باب-۱۸)

ابوالقاسم کنیت رکھنے کی ممانعت :

۸۳۷ - صحیح بخاری ومسلم میں صحابہ کی ایک جماعت سے (جن میں حضرت جابر وابو ہریرہؓ بھی ہیں)مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

"سَمُّوا بِاسْمِيْ وَلَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِيْ"

میرا نام تو رکھو البتہ میری کنیت اختیار مت کرو۔(۲)

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: ابوالقاسم کنیت رکھنے کے بارے میں علماء تین مذاہب میں بٹے ہوئے ہیں:

(۱) امام شافعی اوران کے موافقین کا مذہب ہے کہ ابوالقاسم کنیت رکھنا کسی کے لئے جائز وحلال نہیں خواہ اس کا نام محمد ہو یا کچھ اور، ہمارے علماء میں جن حضرات نے امام شافعی سے یہ مذہب نقل کیا ہے وہ بلند پایہ فقیہ ومحدث اور قابل اعتماد وثقہ ہیں، مثلاً امام ابوبکر البیہقی (۹/۳۰۸) وابو محمد البغوی، وابوالقاسم بن عساکر۔(۳)

(۱)عمل الیوم واللیلہ لابن سنی: ۴۱۹ (۲)بخاری ۶۱۸۷، ۶۱۸۸، مسلم: ۲۱۳۳، ۲۱۳۴

(۳)دیکھیں: بیہقی ۹/۳۰۸، التہذیب، کتاب النکاح، تاریخ دمشق

(۲) دوسرا مذہب امام مالکؒ کا ہے کہ ابوالقاسم کی کنیت رکھنا جائز و درست ہے، خواہ اس کا نام محمد ہو یا کچھ اور نہی و ممانعت آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کے ساتھ مخصوص تھی (تا کہ اس کنیت سے بلاتے یا پکارتے وقت اشتباہ نہ ہو)

(۳) اور تیسرا مذہب یہ ہے کہ جس کا نام محمد ہو اس کے لئے یہ کنیت اختیار کرنا جائز نہیں البتہ دوسرے نام والے اختیار کر سکتے ہیں۔

ہمارے علمائے شوافع میں امام ابوالقاسم الرافعی فرماتے ہیں کہ یہ تیسرا قول صحت سے زیادہ قریب معلوم ہوتا ہے، کیونکہ لوگ ہمیشہ سے ہر ملک و مقام پر بغیر کسی نکیر کے یہ کنیت رکھتے چلے آرہے ہیں اور یہی قول ہمارے مذہب والوں کا ہے، اگرچہ یہ بظاہر حدیث کے خلاف ہے۔

لوگوں کا ایسا کرنے پر اجماع و اتفاق، جبکہ یہ کنیت رکھنے والے اور اسے اختیار کرنے والے بڑے بڑے ائمہ اعلام، اہل حل وعقد اور ایسی مقتدر شخصیات ہیں جن کی دینی امور میں اقتدار کی جاتی ہے، اس سے امام مالک کے مذہب کی تائید و تقویت ہوتی ہے، جو اس کے مطلق جواز کے قائل ہیں، گویا وہ ائمہ حضرات اس نہی و ممانعت کو آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کے ساتھ مخصوص و محدود سمجھتے ہیں، جیسا کہ اس ممانعت کی علت وسبب کے بارے میں مشہور ہے کہ کسی یہودی نے ''ابوالقاسم'' کنیت رکھی اور اسی کنیت کے ذریعہ سے ''یا ابا القاسم'' کہہ کر پکارتا اور آپ ﷺ کی ایذا رسانی اور تکلیف پہونچانے کا خبیثانہ عمل کیا کرتا تھا، اور یہ مفہوم و معنویت (آپ کی وفات کے بعد) اب دور ہو چکا ہے، واللہ اعلم۔

(باب-۱۹)

کافروں اور بد دینوں کی کنیت رکھنا :

اگر کوئی بدعتی یا کافر یا فاسق و فاجر کی کنیت سے پہچانا جاتا ہو، یا نام لینے سے فتنہ کا خطرہ ہو تو اس کی کنیت رکھنا جائز ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ'' (اللہب:۱) ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے۔

اس کا نام عبدالعزیٰ تھا، بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس کی کنیت اس لئے ذکر کی گئی کہ وہ اسی سے جانا جاتا تھا، اور کچھ لوگوں کی رائے ہے کہ اس کے نام کی کراہت وناپسندیدگی کی وجہ سے اس کی کنیت ذکر کی گئی، کیونکہ اس نے اپنا نام عبدالعزیٰ (عزیٰ نامی بت کا بندہ) رکھ رکھا تھا۔

۸۳۸ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت اسامہ بن زیدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سعد بن عبادہؓ کی عیادت کرنے کے لئے خچر پہ سوار ہوئے —— پھر حدیث ذکر کیا، اور عبداللہ بن ابی بن سلول منافق کے پاس سے گذرنے کا تذکرہ کیا، پھر اس کے بعد فرمایا: پھر نبی کریم ﷺ چل پڑے یہاں تک کہ سعد بن عبادہ کے گھر میں داخل ہوئے اور ارشاد فرمایا:

اَیْ سَعْدُ : اَلَمْ تَسْمَعْ اِلٰی مَاقَالَ اَبُوحُبَاب – یرید عبدالله بن اُبی – قال: کذا و کذا .(۱)

اے سعد کیا تم نے نہیں سنا جو ابوحباب نے کہا، اور ابوحباب سے عبداللہ بن ابی مراد لیا اور فرمایا اس نے اس اس طرح کہا۔ (پھر پوری حدیث ذکر کی)

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ حدیث میں بار بار ابوطالب کی کنیت کا ذکر آیا ہے جبکہ ان کا نام عبدمناف تھا۔

۸۳۹ - ابوداؤد کی صحیح حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "هذا قبر ابی رغال" یہ ابورغال کی قبر ہے۔ (۲)

یہ سب اس وقت ہے جبکہ اس میں وہ شرائط پائی جاتی ہوں جس کا ذکر ہم نے مقدمہ میں کیا ہے اور اگر وہ شرائط نہ پائی جائیں تو صرف نام لیا جائے، نام سے زیادہ کنیت وغیرہ ذکر نہ کی جائے۔

۸۴۰ - صحیح بخاری ومسلم میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خط لکھا: "مِنْ مُحَمَّد عَبدالله

---

(۱) بخاری ۵۶۶۳، مسلم ۱۷۹۸

(۲) دیکھیں: ابوداؤد ۳۰۸۸، اس کا ذکر پہلے بھی (مرے ہوئے لوگوں کو گالیاں دینے کی ممانعت کے بیان میں) آچکا ہے۔

ورَسُولہٖ الی هِرَقلَ'' اللہ کے بندے اوراس کے رسول محمد کی جانب سے ہرقل کے نام۔(۱)

آپ ﷺ نے اس خط میں اس کا نام لکھا اس کی کنیت نہیں لکھا اور نہ ہی شاہ روم کے لقب سے ملقب کیا، جبکہ اس کا لقب ''قیصر'' تھا——اس کی مثال بے شمار ہے، اور ہمیں ان کے ساتھ سختی برتنے کا حکم دیا گیا ہے، لہٰذا مناسب نہیں کہ ہم ان کے لئے کنیت رکھیں یا نرم زبان اور خوش کن عبارت استعمال کریں یا اظہار محبت اور انس ودلجوئی کا مظاہرہ کریں۔

(باب-۲۰)

بڑی بچیوں کے نام کی کنیت بھی بچوں ہی کی طرح جائز ہے:

یاد رکھیں کہ اس میں کوئی حرج یا اس کی کوئی ممانعت نہیں (یعنی بڑے لڑکے کی طرح بڑی لڑکی کے نام کی کنیت رکھنے میں کوئی حرج نہیں) صحابہ وتابعین اور ان کے بعد کے سلف صالحین کی جماعت کے افاضل واکابر نے ''ابوفلانۃ'' کنیت اختیار کیا ہے (یعنی لڑکی کے نام کی کنیت اختیار کیا ہے) ان میں سرفہرست یہ حضرات ہیں:

حضرت عثمان بن عفانؓ کی تین کنیت تھی، ابوعمرو، ابوعبداللہ، اور ابولیلی (لیلیٰ ان کی صاجبزادی کا نام ہے) اور ابودرداء اور ان کی اہلیہ درداء'' کبریٰ ہیں جو کہ صحابیہ ہیں اور ان کا نام ''خبرۃ'' ہے اور ان کی دوسری بیوی ''ام درداء'' صغریٰ ہیں اور ان کا نام ھجیمہ ہے اور یہ جلیل القدر، فقیہہ فاضلہ اور زبردست عقل ودانش اور فہم وفراست کی مالک تھیں، اور یہ تابعیہ ہیں۔

اور ایک ہیں ''ابولیلی'' عبدالرحمٰن بن ابی لیلی کے والد اور ان کی بیوی ام لیلی ہیں ابولیلی'' اور ان کی اہلیہ ام لیلیٰ یہ دونوں صحابی ہیں، اور ایک ہیں ابوامامہ۔ اسی طرح صحابہ کی بڑی جماعت اس طرح کی کنیت (یعنی صاجبزادیوں کے نام کی کنیت) کے حامل تھے، مثلاً ابوریحانہ، ابورمثہ، ابوریمہ، ابوعمر، بشیر بن عمرو، ابوفاطمہ اللیثی (ان کا نام عبداللہ بن انیس ذکر کیا گیا ہے) ابومریم الازدی، ابورقیہ تمیم داری، ابوکریمہ مقدام بن معدیکرب اور یہ سب کے سب صحابی ہیں۔

---

(۱) بخاری ۲۹۴۰، مسلم ۱۷۷۳

اور تابعی میں، ابو عائشہ مسروق بن اجدع اور ان جیسے بے شمار افراد ہیں۔

امام سمعانی اپنی کتاب ''الانساب ۱۲/۲۴۵'' میں فرماتے ہیں کہ ان کا نام مسروق اس لئے پڑا کہ بچپن میں انہیں چرالیا گیا تھا، پھر بعد میں یہ پائے گئے تھے۔

- صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی کنیت ''ابو ہریرہ'' رکھا۔(۱)

کتاب الاذکار المتفرقة

(متفرق اذکار کا بیان)

اس حصہ میں ہم انشاء اللہ اذکار و دعوات کے متفرق ابواب ذکر کریں گے، جس کا انشاء اللہ بڑا فائدہ ہوگا اس کا کوئی خاص ضابطہ بھی نہیں کہ جس کے سبب ہم کسی خاص ترتیب کا التزام رکھیں۔

(باب-۱)

خوشخبری کے وقت اللہ کا حمد و ثناء بیان کرنے کی فضیلت:

جسے کوئی ظاہری نعمت حاصل ہوتی ہو، یا اس سے کوئی ظاہری مصیبت دور ہوتی ہو، اس کے لئے مستحب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے سجدۂ شکر بجالائے، اور اللہ تعالیٰ جس حمد و ثناء کا اہل ہے اس کے مطابق اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرے، اس سے متعلق بے شمار احادیث و آثار ہیں۔

۸۴۲ - صحیح بخاری میں حضرت عمرو بن میمون سے حضرت عمر بن الخطاب کی شہادت کے بارے میں شوریٰ والی طویل حدیث میں مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے صاحبزادے عبداللہ کو حضرت عائشہؓ کی خدمت میں روانہ کیا کہ ان سے اپنے دونوں رفقاء، یعنی نبی کریم ﷺ اور حضرت

(۱) دیکھیں: المستدرک علی الصحیحین للحاکم ۳/۵۰۷-۵۰۶، ابن عساکر ۱۹/۱۰۹

ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ دفن کیے جانے کی اجازت چاہیں، جب عبداللہ واپس آئے تو حضرت عمرؓ نے دریافت کیا تیرے پاس کیا خبر ہے، یعنی کیا خبر لائے ہو انہوں نے جواب دیا وہی جو آپ پسند کرتے ہیں اے امیر المومنین، انہوں نے اجازت دیدی ہے تو حضرت عمر نے فرمایا:۔

"الحمد لِلّٰهِ ، مَاكَانَ شَيٌّ اَهَمُّ اِلَيَّ مِنْ ذٰلكَ"(۱)

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، اس سے زیادہ اہم میرے نزدیک اور کوئی چیز نہیں تھی۔

(باب-۲)

جب مرغ، گدھے، کتے کی آواز سنے تو کیا کہے :

۸۴۳ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اِذَا سَمِعْتُمْ نُهَاقَ الْحَمِيْرِ فَتعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنَ الشَيْطَانِ فَاِنَّهَا رأتْ شَيطَاناً ، واِذَا سَمِعْتُمْ صِيَاحَ الديكَةِ فَاسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهِ فَاِنَّهَا رأت مَلَكاً "(۲)

جب تم گدھے کی آواز سنو تو شیطان سے اللہ کی پناہ حاصل کرو کیونکہ اس نے شیطان کو دیکھا ہے اور جب تم مرغ کو بانگ دیتے ہوئے سنو تو اللہ سے اس کے فضل وانعام کا سوال کرو کیونکہ اس نے فرشتہ دیکھا ہے۔

۸۴۴ - سنن ابی داؤد میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اِذَا سَمِعْتُمْ نُبَاحَ الكِلَابِ وَنهِيقَ الْحِمَارِ بِاللَّيْلِ فَتعَوَّذُوا بِاللّٰهِ فَاِنَّهُنَّ يَرَيْنَ مَالَا تَرَوْنَ" (۳)

---

(۱) صحیح بخاری ۳۷۰۰ (۲) بخاری ۳۳۰۳، مسلم ۲۷۲۹

(۳) سنن ابی داؤد ۵۱۰۳، مسند امام احمد ۳/۳۰۶، الادب المفرد للبخاری ۱۲۳۳، حدیث صحیح

جب تم کتوں کو بھونکتے یا گدھوں کی آواز رات میں سنو تو اللہ کی پناہ لو، کیونکہ یہ اسے دیکھتے جسے تم نہیں دیکھتے ہو۔

(باب-۳)

جب آگ لگتا دیکھے تو کیا کہے :

۸۴۵ - ابن سنی کی کتاب میں عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ، مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

"اِذَا رَأَيْتُمُ الحرِيقَ فَكَبِّرُوا فَاِنَّ التكبير يُطْفِئُهُ" (۱)

جب آگ لگتے دیکھو تو اللہ کی تکبیر کہو، کیونکہ تکبیر (اللہ اکبر کہنا) اسے بجھا دیتا ہے۔

تکبیر کے ساتھ ساتھ مصیبت کے وقت کی دعار (جس کا ذکر نمبر: ۳۵۹ پر پہلے آچکا ہے) اور وہ دعائیں جو پیش آمدہ امور اور آفتوں اور بلاؤں کے وقت پڑھی جاتی ہے، پڑھنا مستحب ہے۔

(باب-۴)

مجلس سے اُٹھتے وقت کی دعار :

۸۴۶ - سنن ترمذی وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ جَلَسَ فِيْ مَجْلِسٍ كَثُرَ فِيهِ لَغَطُهُ، فَقَال : قَبْلَ اَن يَقُومَ مِنْ مَجْلِسِهِ ذٰلِكَ :(سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوبُ اِلَيْكَ اِلا غُفِرَلَهُ مَا كَانَ فِيْ مَجْلِسِهِ ذٰلِكَ)(۲)

---

(۱) عمل الیوم لابن سنی: ۲۶۵ حدیث ضعیف ولہ شاہد عند ابن عدی ۵/۶۵/۱۷، عن ابن عباس

(۲) سنن ترمذی ۳۴۲۹، وقال الترمذی: حدیث حسن صحیح

جو کسی مجلس میں بیٹھا اور وہاں خوب لایعنی باتیں ہوئیں، پھر اس نے
اپنی مجلس سے اٹھنے سے قبل کہہ لیا سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ الخ، اے اللہ میں
تیری پاکی بیان کرتا ہوں، تیری ہی تعریفوں کے ساتھ، میں گواہی دیتا
ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ ہی سے مغفرت طلب کرتا
ہوں اور تیرے سامنے توبہ کرتا ہوں، تو اس مجلس میں جو کچھ ہوا اللہ اسے
یقیناً معاف کر دیتا ہے۔

۸۴۷ - سنن ابی داؤد وغیرہ میں حضرت ابو برزہؓ سے (جن کا نام نضلہ ہے) مروی ہے، وہ
فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے عہد اخیر میں جب مجلس سے اٹھنے لگتے تو فرماتے:

"سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ
اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ"

اے اللہ میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں، تیری ہی تعریف کے ساتھ، میں
گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ ہی سے مغفرت
چاہتا ہوں اور تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں (توبہ کرتا ہوں)

ایک شخص نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول آپ اب ایسی بات کہتے ہیں جو پہلے نہیں کہا
کرتے تھے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"ذٰلِكَ كَفَّارَةٌ لِمَايَكُوْنُ فِى الْمَجْلِسِ"(۱)

مجلس میں جو کچھ ہو یہ اس کا کفارہ ہے۔

۸۴۸ - حلیۃ الاولیا میں حضرت علیؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جسے پسند ہو کہ اسے پورا
پورا تول کر، وزن کر کے دیا جائے تو اسے مجلس کے اخیر میں اٹھتے وقت یہ کہنا چاہئے:

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى
الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. (الصافات: ۱۸۰)

---

(۱) ابوداؤد ۴۸۵۹، والمستدرک للحاکم ۱/۲۴۱ عن عائشہ وقال: صحیح الاسناد

پاک ہے آپ کا رب جو بہت بڑی عزت والا ہے ہر اس چیز سے جو (مشرک) بیان کرتے ہیں، پیغمبروں پر سلام ہے اور سب طرح کی تعریف اللہ کے لئے ہے جو سارے جہاں کا رب ہے۔

نوٹ : یہ اثر ضعیف ہے، حلیہ میں یہ موجود نہیں، البتہ امام بغوی نے ''التفسیر ۴/۴۶'' میں حضرت علی سے موقوفاً اس کی روایت کی ہے، کنز العمال ۳۴۸۱، میں اسے دیلمی کے حوالہ سے اور سیوطی نے درمنثور ۵/۲۹۵ میں حمید بن زنجویہ سے ''ترغیب'' کے حوالہ سے نقل کیا اور اس میں یہ کلمات تین بار کہنے کا ذکر ہے۔

(باب-۵)

مجمع میں بیٹھنے والے کا اپنے لئے اور تمام شرکاء کے لئے دعا کرنا:

۸۴۹ - ترمذی میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بہت کم کسی مجلس سے اٹھتے تا آنکہ اپنے اصحاب کے لئے یہ دعا نہ کرلیتے:

اَللّٰھُمَّ اَقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْیَتِكَ مَایَحُوْلُ بَیْنَنَا وَبَیْنَ مَعَاصِیْنَا ، وَمِنَ طَاعَتِكَ مَاتُبَلِّغُنَابِهٖ جَنَّتَكَ ، وَمِنَ الْیَقِیْنِ مَاتُھَوِّنُ بِهٖ مَصَئِبَ الدینا، اللھم مَتِّعْنَا عَلَیْنَا بِاَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَقُوَّتِنَا مَا اَحْیَیْتَنَا ، وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا وَاجْعَلْ ثَارَنَا عَلٰی مَنْ ظَلَمَنَا وَانْصُرْنَا عَلٰی مَنْ عَادَانَا وَلَا تَجْعَلْ مُصِیْبَتَنَا فِیْ دِیْنِنَا ، وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْیَا اَکْبَرَ ھَمِّنَا وَلَامَبْلَغَ عِلْمِنَا وَلَاتُسَلِّطْ عَلَیْنَا مَن لَایَرْحَمُنَا.(۱)

اے اللہ تو ہمیں اپنے خوف کا اتنا حصہ دیدے جو ہمارے اور تیری نافرمانی کئے جانے کے درمیان حائل ہو جائے ، اور اپنی فرمانبرداری کا

(۱) سنن ترمذی ۳۵۰۲، وقال الترمذی: حدیث حسن

اتنا حصہ دیدے جوتو ہمیں تیری جنت میں پہنچادے اور یقین وایمان کا اتنا حصہ دیدے جوتو ہمارے اوپر دنیا کی مصیبتوں کو آسان کردے، اور جب تک تو ہمیں زندہ رکھے ہمارے کانوں، آنکھوں اور ہماری طاقت وقوت سے ہمیں نفع پہونچا اور اس نفع اور فائدہ کو ہمارا وارث (مرنے کے بعد یادگار) بنا اور جو ہم پر ظلم کرے تو اس سے ہمارا بدلہ لے اور جو ہم سے عداوت رکھے اس پر تو ہماری مدد فرما، اور تو ہمارے دین میں ہماری مصیبت مت تجویز کر اور تو دنیا کو ہمارا سب سے بڑا مقصد اور ہمارے علم کی منزل مقصود نہ بنا، اور نہ ان لوگوں کو ہم پر حکمران نہ بنا جو ہم پر ترس نہ کھائیں۔

(باب-٦)

اللہ کا ذکر کئے بغیر مجلس سے اٹھنے کی کراہت:

۸۵۰ - سنن ابی داؤد وغیرہ میں بسند صحیح حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَـامِـنْ قَوْمٍ يَقُومُوْنَ مِنْ مَجْلِسٍ لَايَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ تعالىٰ فِيْهِ، اِلَّاقَامُوا مِثْلَ جِيفَةِ حِمَارٍ، وَكَانَ لَهُمْ حَسْرَةً"

نہیں اٹھتی کوئی قوم ایسی مجلس سے کہ نہ کیا ہو اس میں اللہ کا ذکر مگر وہ اٹھتے ہیں گدھے کے بدبودار مردے جسم کی طرح اور ان کے لئے حسرت وندامت ہوتی۔(۱)

۸۵۱ - ابوداؤد ہی میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَـنْ قَـعَـدَ مَقْعَدًا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ تعالىٰ فِيهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ

(۱) سنن ابی داؤد: ۴۸۵۵

تِرَةٌ وَمَنِ اضْطَجَعَ مَضْجَعًا لَایَذْکُرُاللّٰہ تعالیٰ فِیْه کَانَتْ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ" (۱)

جوکسی ایسی مجلس میں بیٹھے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لئے نقص یا حسرت وندامت یا تاوان ہے اور کوئی اس طرح لیٹے کہ سونے سے قبل اللہ کا ذکر نہ کرے تو اس پر اللہ کی طرف سے تاوان یا نقص یا حسرت ہے۔

۸۵۲ - ترمذی میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَاجَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ یَذْکُرُوااللّٰہ تَعالیٰ فِیْه ، وَلَمْ یُصَلُّوا عَلٰی نَبِیِّهِمْ فِیْه اِلَّا کَانَ عَلَیْهِمْ تِرَةٌ فَاِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ وَاِنْ شَاءَ غَفَرَلَهُمْ " (۲)

نہیں بیٹھی کوئی قوم کسی ایسی مجلس میں کہ اس میں نہ انہوں نے اللہ کا ذکر کیا اور نہ اپنے نبی پر درود وسلام بھیجا مگر ان پر تاوان وحسرت ہے، اگر اللہ چاہے تو انہیں عذاب دے اور اگر چاہے تو انہیں بخش دے۔

(باب-۷)

راستہ چلتے ذکر الٰہی کرنا :

۸۵۳ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَامِنْ قَوْمٍ جَلَسُوا مَجْلِسًا لَمْ یَذْکُرُوا اللّٰه عَزَّوَجَلَّ فِیْهِ اِلَّا کَانَتْ عَلَیْهِمْ تِرَةٌ وَمَاسَلَكَ رَجُلٌ طَرِیْقاً لَمْ یَذْکُرِ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ فِیْهِ اِلَّا کَانَتْ عَلَیْهِ تِرَةٌ .(۳)

---

(۱) سنن ابی داوٗد: ۴۸۵۶، اس کی سند جید ہے۔

(۲) سنن ترمذی: ۳۳۸۰، قال ھذا حدیث حسن صحیح، وقد روی عن ابی ھریرہ عن النبی

(۳) عمل الیوم لابن سنی: ۱۷۸، عمل الیوم للنسائی ۴۰۶، اسنادہ مقبول

جب بھی کوئی قوم کسی ایسی مجلس میں بیٹھتی کہ اس میں اللہ کا ذکر نہ کرتی تو
ان کے لئے حسرت وندامت ہے اور جب بھی کوئی شخص کسی راستہ میں
چلتا اور اس میں اللہ کا ذکر نہ کرتا تو اس کے لئے اس میں حسرت و
ندامت ہے۔

۸۶۴ - ابن سنی کی کتاب اور بیہقی کی ''دلائل النبوۃ'' میں حضرت امام باہلیؓ سے مروی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس آئے جب کہ آپ ﷺ تبوک میں تھے حضرت جبریل نے فرمایا:

یامحمد : اِشهد جَنَازَةَ مُعاويةَ بن معاوية المزنی"

اے محمد، آپ معاویہ بن معاویہ کے جنازہ میں شرکت کریں۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ، جنازہ میں شرکت کے لئے نکل پڑے اور جبریل علیہ السلام ستر (۷۰۰۰۰)، ہزار فرشتوں کے ساتھ اترے، جبریل نے اپنا داہنہ بازو پہاڑوں پر ڈالا تو پست ہو گیا، اور بایاں بازو زمین پر ڈالا تو وہ بھی پست ہو کر برابر ہو گئی یہاں تک کہ مدینہ اور مکہ نظر آنے لگا، پھر آپ ﷺ نے اور حضرت جبریل وتمام فرشتوں نے نماز جنازہ ادا کیا، جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے حضرت جبریل سے فرمایا:

یاجِبرِیْلُ : بِمَ بَلَغَ مُعَاوِيَةُ هٰذِهِ المنزلَةَ ؟ قَالَ : بِقِرَائَتِهِ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد" قَائماً وَرَاكِبًا وماشِياً" (۱)

اے جبریل کس چیز کے سبب معاویہ اس مقام کو پہونچ گئے؟ حضرت جبریل نے فرمایا چلتے، کھڑے اور سوار ہر حال میں ''قل هو الله احد'' پڑھنے کی وجہ سے۔

(۱) عمل الیوم لابن سنی ۷۹ ادلائل النبوۃ للبیہقی ۲۴۶/۵، اس کی سند قوی نہیں۔

(باب-۸)

غصہ کے وقت کیا کہنا چاہئے :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس" (آل عمران:۱۳۴)

اور غصہ پینے والے اور لوگوں میں درگذر کرنے والے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۔ (الاعراف:۲۰۰)

اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو اللہ کی پناہ طلب کرو یقیناً وہ بہت ہی سننے والا جاننے والا ہے۔

۸۵۵ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرَعَةِ اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الغضبِ ۔(۱)

طاقتور (پہلوان) پچھاڑنے والا نہیں، طاقتور وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔

۸۵۶ - صحیح مسلم میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَاتَعُدُّوْنَ الصُّرَعَةَ فِیْکُمْ ؟ قُلْنَا ، الَّذِیْ لَا تَصْرَعُهُ الرِّجَالُ ، قَالَ : لَیْسَ بِذٰلِكَ وَلٰکِنَّهُ الَّذِیْ یَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ"

(۲)

(۱) بخاری ۶۱۱۴، مسلم ۲۶۰۹ (۲) صحیح مسلم ۲۶۰۸

تم اپنے میں پہلوان کسے شمار کرتے ہو؟ ہم نے عرض کیا جسے کوئی نہ پچھاڑ سکے، آپ ﷺ نے فرمایا: (پہلوان) وہ نہیں، بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔

۸۵۷ - سنن ابی داؤد و ترمذی و ابن ماجہ میں صحابی رسول حضرت معاذ بن انس جہنیؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ كَظَمَ غيظاً وَهُوَ قَادِرٌعَلَى اَن يُنفِذَهُ ، دَعَاهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ رُؤُسِ الخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُخَيِّرَهُ مِنَ الْحَقِّ مَاشَاءَ"(۱)

جس نے غصہ کی شدت کو پی لیا حالانکہ وہ اس کی تنفیذ پر قادر تھا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام مخلوق کے سامنے اسے بلائیں گے، یہاں تک کہ اسے اختیار دیں گے کہ جو اور جنتی حور چاہے وہ منتخب کرے۔

۸۵۸ - صحیح بخاری و مسلم میں صحابی رسول حضرت سلیمان بن صُردؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھا تھا اور دو شخص آپس میں گالی گلوچ کر رہے تھے، اس میں سے ایک کا چہرہ سرخ اور گردن کی رگیں پھولی ہوئی تھیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنِی لَاَعْلَمُ كَلِمَةً لَوْقَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ مَايَجِدُ ، لَوْقَالَ (اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم) ذَهَبَ مِنْهُ مَايَجِدُ"

میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر وہ اسے کہہ لے تو اس کا غصہ دور ہو جائے گا، اگر "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم" کہہ لے تو وہ دور ہو جائے گا جسے وہ اپنے اندر پا رہا ہے (یعنی غصہ)

تو لوگوں نے اس سے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "مردود شیطان سے اللہ کی پناہ حاصل کرو" تو اس نے جواب دیا کیا میرے اندر جنون و دیوانگی ہے؟ (۲)

---

(۱) ابوداؤد: ۴۷۷۷، ترمذی ۲۰۲۱، ابن ماجہ ۴۱۸۶، وقال الترمذی: حدیث حسن

(۲) بخاری ۶۱۱۵، مسلم ۲۶۱۰

۸۵۹ - ابوداؤد و ترمذی میں اسی مفہوم کی روایت حضرت معاذ بن جبلؓ سے بروایت عبدالرحمٰن ابن ابی لیلی آئی ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح ارشاد فرمایا:(۱)

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ روایت مرسل ہے، کیونکہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلی نے حضرت معاذ کو نہیں پایا ہے، مگر وہ روایت صحیحین کی روایت جیسی ہی ہے جو اس سے پہلے ذکر کی گئی۔

۸۶۰ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے جبکہ میں غصہ کی حالت میں تھی تو نبی کریم ﷺ نے میری ناک کے نتھنے کا ایک کنارہ پکڑ کر اسے رگڑ دیا پھر فرمایا:

يَاعُوَيْشُ : قُولِيْ : (اَللّٰهُمَّ اغفِرلي ذَنبِيَ وَاَذْهِبْ غَيظَ قَلْبِي ، وَاَجِرْنِي مِنَ الشَّيْطَانِ)(۲)

اے عائشہ کہو: اے اللہ تو میرے گناہ بخش دے اور میرے دل کے سخت غصہ کو دور فرما اور مجھے شیطان سے پناہ دے۔

نوٹ : اس دعاء کے پورے الفاظ اسطرح ہیں، اَللّٰهُمَّ رَبَّ مُحَمَّدٍ نِاغْفِرْلِي ذَنْبِي وَاَذْهِبْ غَيْظَ قَلْبِيْ وَاَجِرْنِي مِنْ مِظَلات الفتن ۔اے اللہ اے محمد کے رب، تو میرے گناہ بخش دے اور میرے دل کے غصہ کو دور فرما اور فتنوں کی گمراہیوں سے مجھے پناہ دے۔

۸۶۱ - سنن ابی داؤد میں صحابی رسول حضرت عطیہ بن عروہ السعدیؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ الغضب من الشيطان وَاِنَّ الشَّيْطَانَ خُلِقَ مِنَ النَّارِ وَاِنما تُطْفَاءُ النارُ بالماء، فَاِذَا غَضِبَ اَحَدُكُم فَلْيَتَوَضاءَ .(۳)

بے شک غصہ شیطان کی طرف سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ کو پانی سے بجھایا جاتا ہے، اس لئے جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے وضو کرنا چاہیے۔

---

(۱) ابوداؤد ۴۷۸۰، ترمذی ۳۴۵۲ (۲) عمل الیوم لابن سنی ۴۵۷، حدیث حسن

(۳) ابوداؤد ۴۷۸۴ حدیث حسن، امام احمد نے اپنی مسند ۴/۲۲۶ میں بھی اس کی تخریج کی ہے۔

(باب-۹)

محبوب کو اپنی محبت باور کرانا :

اگر کوئی شخص کسی سے للہ محبت کرتا ہو تو مستحب ہے کہ اسے اپنی محبت کی خبر کر دے، اور محبوب کو چاہئے کہ جواب میں وہ اسے دعا دے۔

۸۶۲ - سنن ابی داؤد و ترمذی میں حضرت مقدام بن معدیکرب ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اِذَا اَحَبَّ رَجُلٌ اَخَاهُ فَلْيُخْبِرْهُ اَنَّهُ يُحِبُّهُ" (۱)

اگر کوئی اپنے کسی دینی بھائی سے محبت کرتا ہو تو چاہئے کہ وہ اسے بتادے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے۔

۸۶۳ - سنن ابی داؤد میں حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس تھا کہ ایک شخص کا وہاں سے گذر ہوا تو اس نے کہا اے اللہ کے رسول! بے شک میں اس سے محبت کرتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: "اَعْلَمْتَهُ" تم نے اسے بتادیا ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا "اعلمه" اسے بتادو، تو وہ اس سے جا کر ملا اور اس سے کہا، میں اللہ کے واسطے تم سے محبت کرتا ہوں، اس نے جواب دیا "اَحَبَّكَ الَّذِىْ اَحْبَبْتَنِىْ لَهُ" جس کے واسطے تو نے مجھ سے محبت کیا وہ تم سے محبت کرے (یعنی اللہ تم سے محبت کرے) (۲)

۸۶۴ - سنن ابی داؤد و نسائی میں حضرت معاذ بن جبل ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انکا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا:

يَا مُعَاذُ ، وَاللّٰهِ اِنِّىْ لَاُحِبُّكَ اُوصِيكَ يَامُعَاذُ لَا تَدَعَنَّ فِىْ دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ اَنْ تَقُوْلَ: (اَللّٰهُمَّ اَعِنِّىْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَ شُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ) (۳)

---

(۱) سنن ابی داؤد ۵۱۲۴، سنن ترمذی ۲۳۹۲، وقال الترمذی حدیث حسن صحیح

(۲) دیکھیں: سنن ابی داؤد ۵۱۲۵ اسنادہ حسن

(۳) ابوداؤد ۱۵۲۲، نسائی ۱۳۰۳، واسنادہ صحیح

اے معاذ اللہ کی قسم میں یقیناً تم سے محبت کرتا ہو، اے معاذ میں تجھے ہدایت کرتا ہوں کہ تم کسی بھی نماز کے بعد یہ کہنا مت ترک کرو" اللھم اَعِنِّیْ عَلٰی الخ اے اللہ تو اپنے ذکر اپنے شکر اور اچھی طرح اپنی عبادت کرنے پر میری اعانت فرما۔

۸۶۵ - سنن ترمذی میں یزید بن نعامہ الضبی سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

اِذَا آخَی الرَّجُلُ الرَّجُلَ فَلْیَسْاَلْهُ عَنِ اسْمِهٖ وَاسْمِ اَبِیْهِ وَمِمَّنْ هُوَ فَاِنَّهٗ اَوْصَلُ لِلْمَحَبَّةِ"(۱)

جب کوئی شخص کسی کو بھائی بنائے تو اس سے اس کا اور اس کے والد کا نام دریافت کرے اور یہ کہ وہ کس قبیلہ سے ہے، کیونکہ یہ محبت کو زیادہ مضبوط کرتا ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے، اس سند کے علاوہ کسی اور طرق سے ہم اسے نہیں جانتے، نیز فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ سے یزید بن نعامہ کے سماع کا ہمیں علم نہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ اسی طرح کی ایک روایت حضرت ابن عمر کی بھی نبی کریم ﷺ سے ہے مگر اس کی سند صحیح نہیں۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: یزید بن نعامہ کی صحبت میں اختلاف ہے عبدالرحمن بن ابی حاتم "الجرح والتعدیل ۹/۲۹۲" میں فرماتے ہیں کہ انہیں نبی کریم ﷺ کی صحبت حاصل نہیں، پھر فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے ان کی صحبت نقل کیا ہے، مگر اسے غلط قرار دیا گیا ہے۔

---

(۱) سنن ترمذی ۲۳۹۲، حدیث غریب

(باب-۱۰)

کسی بیماری وغیرہ میں مبتلا شخص کو دیکھ کر کیا کہنا چاہئے:

۸۶۶ - سنن ترمذی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ رَآی مُبْتَلیٰ فَقَالَ" جس نے کسی مبتلا شخص کو دیکھا پھر کہا:

(اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلاَکَ بِہٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلاً) لَمْ یُصِبْہُ ذٰلِکَ الْبَلاَءُ" (۱)

ساری تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہے جس نے ہمیں اس (مرض) سے عافیت بخشا جس میں تمہیں مبتلا کیا اور ہمیں اپنی مخلوقات میں سے بہتوں پر فوقیت بخشا تو اسے وہ آزمائش (بیماری) لاحق نہ ہوگی۔

نوٹ: ترمذی کے نسخوں میں "حدیث حسن" کے بجائے حدیث غریب ہے، مگر فی الواقع یہ حدیث حسن درجہ کی ہے، امام مقدالی نے اور خود امام نووی نے بھی اسے حسن قرار دیا ہے، اور اس کی شاہد وہ حدیث ہے جو آگے آرہی ہے۔

۸۶۷ - سنن ترمذی میں حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ رَآی صَاحِبَ بَلاَءٍ فَقَالَ: (اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلاَکَ بِہٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلاً) اِلَّا عُوْفِیَ مِنْ ذٰلِکَ الْبَلاَءِ کَائِناً مَا کَانَ مَاعَاشَ" (۲)

جس نے کسی مبتلا شخص کو دیکھا پھر کہا: تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہے جس نے ہمیں اس (مرض) سے عافیت بخشا جس میں تجھے مبتلا کیا، اور مجھے اپنی مخلوق میں بہتوں پر فوقیت دیا تو یقیناً اسے اس آزمائش (بیماری)

---

(۱) سنن ترمذی ۳۴۳۲، وقال الترمذی: حدیث حسن

(۲) سنن ترمذی: ۳۴۳۱، حدیث ضعیف

سے عافیت بخش دی جائیگی، خواہ وہ آزمائش جس طرح کی بھی ہو، وہ جب تک زندہ رہے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: ہمارے علماء وغیرہ فرماتے ہیں کہ: بہتر ہے کہ یہ دعاء آہستہ سے اس طرح کہے کہ خود تو سن لے مگر مبتلا شخص اسے نہ سن سکے تاکہ اس کا دل مجروح نہ ہو، الا یہ کہ وہ ابتلا آزمائش کسی معصیت کی وجہ سے ہو تو اسے سنانے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اس میں کوئی فساد یا فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔

(باب-۱۱)

حالت دریافت کیئے جانے پر الحمدللہ کہنے کی فضیلت:

جس شخص سے اس کی یا اس کے کسی محبوب یا عزیز کی حالت دریافت کی جائے اس کے لئے مستحب ہے کہ حالت بہتر ہونے کی صورت میں الحمدللہ کہے۔

۸۶۸ - صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے اس تکلیف کے وقت باہر نکلے جس تکلیف میں آپ ﷺ کی وفات ہوئی تو لوگوں نے دریافت کیا "یَا اَبَا حَسَنٍ کَیْفَ اَصْبَحَ رَسُولُ اللّٰہ" اے ابوحسن کس حال میں رسول اللہ ﷺ کی صبح ہوئی؟ تو حضرت علی نے فرمایا: "اَصْبَحَ بِحَمْدِ اللّٰہِ تَعَالیٰ بَارِئًا" آپ ﷺ نے بحمداللہ صحت وسلامتی کے ساتھ صبح کی۔(۱)

(باب-۱۲)

بازار میں داخل ہوتے وقت کی دعاء:

۸۶۹ - سنن ترمذی وغیرہ میں حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ دَخَلَ السُّوقَ فَقَالَ: جو بازار میں داخل ہو اور کہے:

(لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہُ لَاشَرِیْکَ لَہُ، لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ

(۱) دیکھیں: صحیح بخاری ۴۴۴۷

يُحْيِى وَيُمِيْتُ ، وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٍ) كُتِبَ لَهُ اَلْفُ اَلْفِ حَسَنَةٍ وَمَحَاعَنْهُ اَلْفُ اَلْفِ سَيِّئَةٍ ، وَرَفَعَ لَهُ اَلْفُ اَلْفِ دَرَجَةٍ (۱)

لا اله ـ شيء قدير تک، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے بادشاہت اور اسی کے لئے حمد ہے، وہ زندہ کرتا اور مارتا ہے، وہ زندہ ہے اسے کبھی موت نہیں آسکتی، اسی کے ہاتھ میں ساری بھلائی ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے ایک ملین نیکی لکھ دیتا اور اس کی ایک ملین برائی مٹا دیتا اور اس کا ایک ملین درجہ بلند فرما دیتا ہے۔

نوٹ : امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے، اور دوسری روایت یعنی حدیث نمبر: ۳۴۲۹، کی سند میں عمر بن دینار ہیں، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ بعض محدثین کو ان کے بارے میں کلام ہے اور ابن معین انہیں ''لا شیء'' امام بخاری ابن علیہ کے حوالہ سے انہیں ''ضعیف'' اور ابوزرعہ انہیں ''واہی الحدیث'' قرار دیتے ہیں۔

امام ابوعبداللہ الحاکم نے ''المستدرك على الصحيحين (۵۳۸/۱) میں مذکورہ حدیث کی متعدد طرق سے روایت کی ہے، بعض میں ان الفاظ کا اضافہ ہے، ''وَبَنٰى لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ'' اور اللہ اس کے لئے جنت میں ایک گھر تعمیر کریگا، نیز اس میں کچھ اور بھی اضافہ ہے راوی کہتے ہیں: میں جب خراسان پہونچا تو قتیبہ بن مسلم کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ میں آپ کے لئے ایک ہدیہ وتحفہ لیکر آیا ہوں، پھر مذکورہ حدیث بیان کیا:

چنانچہ قتیبہ بن مسلم جماعت کے ساتھ سواری پر سوار ہو کر بازار پہونچتے اور یہ کلمات کہہ کر واپس آجایا کرتے تھے۔

نیز حاکم نے ''المستدرک'' (۵۳۹/۱) میں ابن عمرؓ کی روایت بھی نبی کریم ﷺ سے نقل

(۱) سنن ترمذی ۳۴۲۸-۳۴۲۹، حدیث غریب

کیا ہے حاکم فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت جابر، ابوہریرہ، بریدہ اسلمی، اورانس ﷺ کی بھی مرویات ہیں، پھر فرماتے ہیں: اس کتاب کی شرائط سے سب سے زیادہ قریب بریدہ اسلمی کی روایت بالفاظ دیگر ہے۔ جس کے الفاظ اس طرح ہیں:

۱/۸۶۹ حضرت بریدہ اسلمیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بازار میں داخل ہوتے تو فرماتے:

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَیْرَ هٰذِهِ السُّوْقِ وَخَیْرَ مَا فِیْهَا، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِیْهَا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اُصِیْبَ فِیْهَا یَمِیْناً فَاجِراً اَوْ صَفْقَةً خَاسِرَةً .(۱)

شروع اللہ کے نام سے اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں اس بازار کے خیر کا اور اس خیر کا جو اس کے اندر پنہا ہے، اور میں آپ کی پناہ لیتا ہوں اس کے شر سے اور اس شر سے جو اس کے اندر پنہا ہے، اے اللہ میں آپ کی پناہ لیتا ہوں یہاں کسی جھوٹی قسم یا گھاٹے کے سودے میں مبتلا ہونے سے۔

نـــوٹ : اس کی سند ضعیف ہے، اس کی سند میں موجود راوی ابوعمر واور محمد بن عیسیٰ المدائنی کے بارے میں امام ذہبی فرماتے ہیں کہ ابوعمر و غیر معروف اور مدائنی متروک ہیں، ابن سنی نے بھی اس کی روایت حضرت بریدہ اسلمی ہی سے کی ہے۔(۲)

(باب-۱۳)

اچھا عمل کرنے والوں کی تعریف وتحسین کرنا:

شادی کرنے والے، خریدنے والے، یا شرعاً کوئی بھی مستحسن عمل کرنے والے کو ''بہتر

(۱) دیکھیں: المستدرک علی الصحیحین للحاکم ۱/۵۳۹

(۲) دیکھیں: عمل الیوم لابن سنی: ۱۸۰

ہے ''اچھا کیا، بہت خوب'' وغیرہ کہنا مستحب ہے اور پسندیدہ ہے۔

۸۷۰ - صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: تَزَوَّجتَ یَا جَابِرُ؟ جابر تم نے شادی کرلیا؟ میں نے کہا جی ہاں، تو آپ نے فرمایا: ''بِكرا أم ثيبا'' کنواری سے یا شادی شدہ سے؟ میں نے عرض کیا شادی شدہ سے اے اللہ کے رسول، تو آپ ﷺ نے فرمایا: فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ'' کنواری لڑکی سے کیوں نہ کیا کہ تم اس سے کھیلتے اور وہ تم سے کھیلتی؟ یا یہ فرمایا'' تُضَاحِكُهَا وَتُضَاحِكُكَ'' تم اس سے ہنسی مزاق کرتے اور وہ تم سے ہنسی مزاق کرتی، میں نے عرض کیا کہ عبداللہ یعنی ان کے والد نو یا سات بچیاں اپنے پیچھے چھوڑ کر وفات پائے ہیں، (یعنی میری نو یا سات بہنیں ہیں) مجھے یہ بات ناگوار معلوم ہوئی کہ میں ان بچیوں کے پاس انہیں جیسی کنواری لڑکی شادی کر کے لاؤں، اس لئے میں نے ایسی عورت پسند کی جوان کی دیکھ بھال اور تربیت کر سکے، تو آپ ﷺ نے فرمایا''اصبت'' تم نے بالکل درست کیا پھر آگے پوری حدیث ذکر کی ہے۔(۱)

(باب-۱۴)

آئینہ دیکھنے کی دعاء:

۸۷۱ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب آئینہ دیکھتے تو فرماتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ،اَللّٰهُمَّ كَمَا حَسَّنْتَ خَلْقِي فَحَسِّنْ خُلُقِي'' (۲)

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، اے اللہ جس طرح تو نے میری خلقت (شکل صورت) کو حسین بنایا اسی طرح میری سیرت واخلاق کو بھی حسین بنا۔

نوٹ: اس کی سند اگر چہ ضعیف ہے، مگر امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک اس کے شواہد حضرت عائشہؓ

---

(۱) مسلم ۱۴۶۶ (۲) عمل الیوم واللیلہ لابن سنی: ۱۶۲

وعبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے بسند صحیح موجود ہیں، جس میں آئینہ کا ذکر نہیں۔(۱)

۸۷۱/۱ - ابن سنی ہی کی کتاب میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے جس میں کچھ اضافہ ہے۔

نوٹ : اوراس کے الفاظ یوں ہے :

”اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ حَسَّنَ خَلْقِیْ وَخُلُقِیْ وَزَانَ مِنِّیْ مَاشَانَ مِنْ غَیْرِیْ“(۲)

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے میری شکل وصورت اور میرے اخلاق کو حسین بنایا، اور دوسروں کے جو اعضاء عیب دار بنائے وہ میرے موزوں وخوبصورت بنائے۔

۸۷۲ - اسی میں حضرت انسؓ کی راویت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنی شکل آئینہ میں دیکھتے تو فرماتے :

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ سَوّٰی خَلْقِیْ فَعَدَّلَہٗ وَکَرَّمَ صُوْرَۃَ وَجْھِیْ فَحَسَّنَھَا، وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ“ (۳)

تمام شکر وتعریفیں اس اللہ کا جس نے میری خلقت کو بنایا تو بہت متناسب بنایا اور میرے چہرے کی صورت کو عزت بخشا تو اچھی شکل کا بنایا، اور مجھے مسلمانوں میں سے بنایا۔

(باب-۱۵)

حجامت کے وقت کی دعاء:

۸۷۳- ابن سنی کی کتاب میں حضرت علیؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

---

(۱) دیکھیں: مسند احمد ۱/۴۰۳-۶/۶۸

(۲) عمل الیوم لابن سنی ۱۶۳، اس کی سند میں عمرو بن حصین کو ہیثمی ۵/۱۷۱، نے متروک قرار دیا ہے

(۳) عمل الیوم لابن سنی ۱۶۴، حدیث ضعیف ہاشم بن عیسی لایعرف

"مَنْ قَرَأَ آيَةَ الْكُرْسِيِ عِنْدَ الْحِجَامَةِ كَانَتْ مَنْفَعَةَ حِجَامَتِهِ" (۱)

جس نے پچھنہ لگاتے وقت آیت الکرسی پڑھا تو یہ آیت اس کے پچھنہ کے لئے مفید ہوگی۔

نوٹ: ابن کثیر نے آیت الکرسی کی تفسیر میں اسے ذکر کرنے کے بعد اس کی تضعیف کی ہے اور اس کے الفاظ اس طرح ہیں: "وَأَنَّهَا تَقُومُ مَقَامَ حِجَامَتَيْن" کہ یہ دو پچھنوں کے قائم مقام ہوگا۔

(باب-۱۶)

کان جھنجھناتے وقت کی دعاء:

۸۷۴ - ابن سنی کی کتاب میں رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِذَا طَنَّتْ أُذُنُ أَحَدِكُمْ فَلْيَذْكُرْنِي وَلْيُصَلِّ عَلَيَّ وَلْيَقُلْ: (ذَكَرَ اللّٰهُ بِخَيْرٍ مَنْ ذَكَرَنِي)(۲)

جب تم میں سے کسی کا کان جھنجھنائے تو مجھے یاد کرے اور مجھ پر درود پڑھے اور کہے "ذکر الله بخير من ذكرني" جس نے مجھے یاد کیا، اللہ اسے بھی بھلائی کے ساتھ یاد کرے۔

نوٹ: طبرانی نے معجم کبیر واوسط وصغیر تینوں میں اس کی روایت کی ہے دیکھیں: کبیر ۹۵۸، اوسط ۴۴۵، مجمع البحرین ۱۱۰۴ اور بزار نے بھی معجم کبیر کی سند سے روایت کرنے کے بعد اسے حسن قرار دیا ہے (بزار ۳۱۲۵) ابن علان کہتے ہیں کہ امام سخاوی کی رائے میں اس کا ثبوت محل نظر ہے، ابو جعفر عقیلی (۱۶۶۳) فرماتے ہیں کہ یحییٰ کی رائے میں "ليس له اصل" اس کی کوئی اصل نہیں طبرانی کی سند کو ہیثمی کا حسن قرار دینا۔ اور ابن سنی کی سند بھی اسی جیسی ہے، محل نظر ہے کیونکہ اس کے راوی حبان بن علی اور محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع، محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں۔

---

(۱) عمل الیوم لابن سنی ۱۶۶، ضعیف (۲) عمل الیوم لابن سنی ۱۶۵، ضعیف

(باب-۱۷)

پاؤں سن ہونے کے وقت کی دعا:

۸۷۵ - ابن سنی کی کتاب میں ہیثم بن حنش سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس تھے کہ ان کا پاؤں سن ہو گیا ایک شخص نے ان سے کہا، اپنے سب سے محبوب شخص کو یاد کرو تو انہوں نے کہا، یا محمد ﷺ، تو گویا بندھن کھل گیا۔(۱)

۸۷۶ - ابن سنی ہی کی کتاب میں مجاہد سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کے پاس ایک شخص کا پاؤں بودہ ہو گیا تو ابن عباس نے فرمایا: اپنے سب سے محبوب شخص کو یاد کرو، اس شخص نے کہا محمد ﷺ تو اس کا بودہ پن دور ہو گیا۔(۲)

ابن سنی ہی کی کتاب میں ابراہیم بن منذر الحزامی، امام بخاری کے ان شیوخ میں سے ایک ہیں جن سے انہوں نے اپنی جامع صحیح میں روایت کیا ہے، سے مروی ہے کہ اہل مدینہ کو ابو العتاھیہ کا یہ شعر بہت پسند تھا جس اس نے کہا ہے:

وَتَخْدَرُ فِی بَعْضِ الْاَحَایِیْنِ رِجْلُهُ

فَاِنْ لَمْ یَقُلْ: یَاعَتْبُ، لَمْ یَذْهَبِ الْخَدَرُ

بسا اوقات اس کا پاؤں سن ہو جاتا ہے۔ اگر "یاعتب" (ہائے لنگراہٹ) نہ کہے تو اس کا سن ہونا دور نہیں ہوتا۔(۳)

(باب-۱۸)

مسلمانوں پر ظلم کرنے والوں کیلئے بددعا کرنے کی اجازت:

یاد رکھیں کہ یہ بات بہت وسیع ہے، اس کے جواز پر کتاب وسنت کی تصریحات بے شمار

---

(۱) عمل الیوم لابن سنی ۱۶۹ اس کی سند ضعیف ہے۔

(۲) عمل الیوم لابن سنی ۱۶۸، ضعیف جدا، غیاث بن ابراہیم کذاب خبیث

(۳) عمل الیوم لابن سنی ۱۷۲

ہیں، اور سلف صالحین کا عمل بھی اس پر رہا ہے، اللہ جل شانہ نے قرآن کریم کے اندر متعدد مقامات پر حضرات انبیاء علیہم السلام والتسلیم کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ انہوں نے کافروں کے لئے بددعائیں کی ہیں۔

۸۷۷ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے غزوہ خندق کے موقعہ پر فرمایا:

مَلَاءَ اللّٰهُ قُبُورَهُمْ وَبُيُوتَهُمْ نَاراً كَمَا شَغَلُونَا عَنِ الصَّلَاةِ الْوُسْطىٰ (۱)

اللہ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے جس طرح انہوں نے ہمیں نماز وسطی سے الجھا دیا۔

۸۷۸ - صحیح بخاری و مسلم ہی میں متعدد طرق سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے قراء صحابہ کے قاتلوں کے لئے بددعائیں کی اور مسلسل ایک ماہ تک ان کے لئے بددعائیں کرتے رہے، آپ اپنی بددعاء میں کہا کرتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ الْعَنْ رَعْلاً وَذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ" (۲)

اے اللہ تو قبیلہ رعل ذکوان اور عصیہ پر لعنت بھیج۔

نوٹ: یہ قراء حضرات بیرٔ معونہ (بنو سلیم کا چشمہ) کے سریہ میں گئے تھے، اور ان کی تعداد باختلاف روایات ستر (۷۰) یا چالیس (۴۰) انصاریوں پر مشتمل تھی ان کے امیر منذر بن عمرو تھے، رعل ذکوان اور عصیہ والوں نے کعب بن زید اور عمرو بن امیہ ضمیری کے علاوہ تمام صحابہ کو قتل کر کے شہید کر دیا تھا۔

۸۷۹ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابن مسعودؓ سے اس طویل حدیث کے ضمن میں مروی ہے کہ جس میں ابو جہل اور اس کے بعض قریشی ساتھیوں کی طرف سے آپ ﷺ کی پشت مبارک پر جانور کے اوجھ کی جھلی ڈالنے کا واقعہ ہے، کہ آپ ﷺ نے ان کے لئے بددعاء کیا، اور آپ جب

(۱) بخاری ۲۹۳۱، مسلم ۶۲۷ (۲) بخاری ۴۰۹۰، مسلم ۶۷۵

بددعا رکرتے تو تین بار کرتے تھے، آپ ﷺ نے اپنی بددعار میں فرمایا:

اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْش (تین بار کہا) پھر فرمایا: اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِاَبِیْ جَهْلٍ وعَتْبَتَ بِنْ رَبِيْعَة"(۱)

اے اللہ تو ہی قریش سے نمٹ پھر فرمایا: اے اللہ تو ہی ابو جہل اور عتبہ بن ربیعہ سے نمٹ اور ساتوں کا نام لیا اور پوری حدیث ذکر کی۔

نوٹ : سات میں سے بقیہ پانچ کفار جن کا نام لیکر آپ ﷺ نے بددعار کی تھی، یہ لوگ ہیں، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف، عقبہ بن ابی معیط، اور عمارۃ بن ولید۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں:

"اس ذات کی قسم جس نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ معبوث کیا، جس جس کا نام آپ ﷺ نے اپنی بددعار میں لیا تھا ان سبھوں کو ہم نے غزوہ بدر میں مقتول ڈھیر پایا پھر انہیں گھسیٹ کر گڑھے میں ڈال دیا گیا"۔

۸۸۰ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بددعار کرتے ہوئے فرماتے:

"اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلٰی مُضَرَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا سِنِيْنَ كَسِنِیْ يُوْسُفَ"(۲)

اے اللہ تو مضر (کفار قریش) کی سخت ترین گرفت فرما (انہیں روند دے) اور اس گرفت کو ان پر یوسف علیہ السلام کے سالوں (قحط سالی) کی طرح سالوں رکھ۔

۸۸۱ - صحیح مسلم میں حضرت سلمہؓ بن اکوع سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ علیہ السلام کے پاس بائیں ہاتھ سے کھانے لگا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "كُلْ بِيَمِيْنِكَ" اپنے داہنے ہاتھ سے کھا، اس نے جواب دیا کہ میں داہنے ہاتھ سے کھانے کی قدرت نہیں رکھتا، تو آپ ﷺ نے فرمایا "لَا

(۱) بخاری ۲۴۰، مسلم ۶۷۵ (۲) بخاری ۴۵۶۰، مسلم ۶۷۵

استطعتَ" تجھے قدرت نہ ہو سکے "مَامَنَعَهٗ اِلَّا الْکِبْرُ" اسے صرف اس کے تکبر نے اس سے باز رکھا ہے) راوی کہتے ہیں "فما رفعها الی فیه" پھر وہ اپنا داہنا ہاتھ اپنے منہ تک نہیں اٹھا سکا۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ: یہ شخص بسر بن راعی العیر الاشجعی ہیں، جو صحابی رسول ہیں، اس روایت کے اندر حکم شرعی کی مخالفت کرنے والوں پر بددعا کرنے کا جواز ہے۔(۱)

۸۸۲۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت جابر بن سمرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ کوفہ والوں نے حضرت عمرؓ سے سعد بن ابی وقاصؓ کی شکایت کی تو حضرت عمرؓ نے انہیں معزول کر دیا، اور ان کا نگراں مقرر کر دیا، پھر حدیث ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں: حضرت عمر نے ان کے ساتھ ایک یا کئی لوگوں کو ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے کوفہ بھیجا، کوئی مسجد ایسی نہ چھوٹی کہ ان کے بارے میں پوچھا نہ گیا ہو، اور لوگ ان کی تعریفیں کرتے، یہاں تک کہ بنوعبس کی ایک مسجد میں وہ (نقیب) داخل ہوئے، تو ان میں سے ایک شخص جسے اسامہ بن قتادہ کے نام اور ابوسعدہ کی کنیت سے جانا جاتا تھا کھڑا ہوا اور بولا، اگر آپ ہم سے پوچھ گچھ کر رہے ہیں تو بے شک سعد نہ سریہ میں جاتے (نہ جہاد کرتے) نہ برابر تقسیم کرتے، اور نہ ہی فیصلوں میں انصاف کرتے ہیں، تو حضرت سعد نے فرمایا، اللہ کی قسم ہم (اس کے لئے) تین چیزوں کی بددعا ضرور کریں گے۔

"اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ عَبْدُکَ ھٰذَا کَاذِبًا ، قَامَ رِیَاءً وَسُمْعَةً فَاَطِلْ عُمُرَهٗ ،وَاَطِلْ فَقْرَهٗ وَعَرِّضْهُ لِلْفِتَنِ"

اے اللہ، اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے، اور دکھانے اور شہرت کے لئے کھڑا ہوا ہے، تو تو اس کی زندگی طویل کر دے، اس کے فقر وفاقہ کو لمبا کر دے، اور اسے فتنوں میں مبتلا کر دے۔

تو وہ شخص اس کے بعد اپنے کو شیخ مفتون (مبتلاء فتنہ بوڑھا) کہتا، اور کہتا کہ مجھے سعد کی بددعا لگ گئی ——— حضرت جابر بن سمرہ سے روایت کرنے والے راوی عبدالملک بن عمیر کہتے

---

(۱) مسلم ۳۰۲۱

ہیں کہ میں نے اسے بعد میں دیکھا کہ بڑھاپے کی وجہ سے اس کی بھنویں اس کی آنکھوں پہ لٹک آئی تھی، اور وہ راستوں اور گذرگاہوں میں لڑکیوں سے چھیڑ خانی کرتا اور انہیں آنکھیں مارا کرتا تھا۔(۱)

۸۸۳ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت عروہ بن زبیرؓ سے مروی ہے کہ سعید بن زیدؓ پہ اَروَیٰ بنت قیس (بعضوں نے بنت اویس بھی کہا ہے)، نے مروان بن حکم کی عدالت میں مقدمہ کیا اور دعویٰ کیا کہ انہوں سعید بن زید) نے اس کی زمین کا کچھ حصہ ہڑپ لیا ہے، غصب کرلیا ہے، اس پر حضرت سعید نے فرمایا، کیا رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سن لینے کے بعد بھی میں زمین کا کچھ حصہ لے سکتا ہوں؟ مروان نے کہا، تم نے رسول اللہ ﷺ سے کیا سنا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا :

"مَنْ اَخَذَ شِبْراً مِنَ الاَرْضِ ظُلْمًا طُوِّقَهُ الی سَبْعِ اَرْضِیْنَ"

جس نے ایک بالشت زمین ظالمانہ طریقہ پر لیا تو ساتوں زمین کا اس کے گلے میں طوق ڈالا جائیگا۔

اس پر مروان نے کہا، اس کے بعد میں تمہیں دلیل پیش کرنے کے لئے نہیں کہونگا، پھر حضرت سعید نے فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَتْ کَاذِبَۃً فَاعْمِ بَصَرَھَا ، وَاقْتُلْھَا فِیْ اَرْضِھَا"

اے اللہ اگر وہ جھوٹی ہے تو تو اسے اندھا کردے اور سے اس کی زمین میں موت دے۔

راوی کہتے ہیں: چنانچہ وہ مرنے سے پہلے نابینہ ہوگئی اور وہ اپنی زمین میں چل رہی تھی کہ ایک گڑھے میں گر کر مرگئی۔(۲)

---

(۱) دیکھیں: بخاری ۷۵۵، مسلم ۴۵۳ (۲) بخاری ۲۴۵۲، مسلم ۱۶۱۰

(باب-۱۹)

اہل معصیت وبدعت سے اپنی برارت ظاہر کرنا :

۸۸۴ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابو بردہ بن ابوموسیٰ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ کوشدید تکلیف ہوئی جس سے ان پر بیہوشی طاری ہوگئی، جبکہ ان کا سران کی بیویوں میں سے کسی گود میں تھا، یہ دیکھ کروہ زور سے چیخ پڑی، مگر ابوموسیٰ (غشی کی وجہ سے) اس پر کچھ نکیر نہ کرسکے، جب انہیں ہوش آیا تو بولے میں اس سے بُری ہوں جس سے رسول اللہ ﷺ نے اپنی برارت کی ہے، بے شک رسول اللہ ﷺ نے چیخنے والی، سر منڈا لینے والی اور کپڑے پھاڑ لینے والی (صالقہ، حالقہ، اورشاقہ) سے اپنی برارت کی ہے۔(۱)

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: صالقہ وہ عورت ہے جوزورزور سے چیخ وپکار کرے اور حالقہ اس عورت کو کہتے ہیں جو مصیبت کے وقت اپنا سر منڈالے اورشاقہ اس عورت کو کہتے ہیں جومصیبت کے وقت اپنا کپڑا یا گریبان چاک کرے۔

۸۸۵ - صحیح مسلم میں یحیٰ بن یعمر سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر سے عرض کیا اے ابوعبدالرحمن ہماری طرف کچھ ایسے لوگ رونما ہوئے ہیں جو قرآن بھی پڑھتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ تقدیر کوئی چیز نہیں اور ہر کام خود بخود ہی ہوتا رہتا ہے، تو ابن عمر نے جواب دیا، جب تم ان سے ملو تو انہیں بتادو کہ میں ان سے اور وہ مجھ سے بری ہیں۔(۲)

(امام نووی فرماتے ہیں:) "الامـر اُنُفٌ" میں اُنف، ہمزہ اورنون دونوں کے پیش کے ساتھ ہے اور اس کا معنی ہے ازسرنو ہونا، ازخود ہونا کہ جس سے پہلے نہ اس کا علم ہو اور نہ اندازہ یا تقدیر ــــــ اہل ضلالت وگمراہی اس مسئلہ میں جھوٹے ہیں کیونکہ تمام مخلوقات میں اللہ کا علم پہلے سے ہے اور اس کی طرف سے مقدر ہے۔

---

(۱) بخاری ۱۲۸۶، مسلم ۱۶۴ (۲) صحیح مسلم ۸

(باب-۲۰)

کسی برائی کو دور کرتے ہوئے کیا کہنا چاہئے:

۸۸۶ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے موقعہ پر مکہ میں داخل ہوئے جبکہ کعبہ کے اطراف میں تین سو ساٹھ بت تھے، آپ ﷺ کے ہاتھ میں جو لکڑی (چھڑی) تھی، آپ اس سے ان بتوں کو مارتے اور کہتے جاتے تھے:

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (الاسراء: ۸۱)

جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ " (سبا: ۴۹)

حق آچکا اور ناحق نابود ہو گیا، یقیناً باطل تھا بھی نابود ہونے والا۔

حق آچکا باطل نہ پہلے کچھ کر سکا ہے اور نہ کر سکے گا۔

(باب-۲۱)

جس کی زبان میں فحش گوئی یا بدزبانی ہو اسے کیا کرنا چاہئے:

۸۸۷ - سنن ابن ماجہ اور ابن سنی کی کتاب میں حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی بدزبانی کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

أَيْنَ أَنْتَ مِنَ الْاِسْتِغْفَارِ ؟ إِنِّيْ لَاَ سْتَغْفِرُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ كُلَّ يَوْمٍ مِئَةَ مَرَّةٍ.(۱)

تو استغفار سے کہاں دور پڑا ہے؟ میں ہر روز اللہ عزوجل سے سو بار استغفار کرتا ہوں۔

نوٹ: امام نسائی نے بھی اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ میں ۴۴۸-۴۵۰-۴۵۱ پر اور ابن حبان نے الموارد: ۲۴۵۸ میں اس کی تخریج کی ہے، اس کی سند میں عبید بن مغیر نامی راوی مجہول ہیں کذا فی التقریب۔

---

(۱) ابن ماجہ: ۳۸۱۷، عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی: ۳۶۴

(باب-۲۲)

جب سواری کا جانور پھسل جائے تو کیا کہے:

۸۸۸ - سنن ابی داؤد میں مشہور تابعی ابوملیح ایک شخص صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نبی کریم کا ردیف، سواری پہ پیچھے سوار تھا کہ سواری پھسل گئی تو میں نے کہا:
تَعَسَ الشَّيْطَانُ، شیطان کا خانہ خراب ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تَقُلْ

تَعِسَ الشَّيْطَانُ فَإِنَّكَ إِذَا قُلْتَ ذٰلِكَ تَعَاظَمَ حَتّٰى يَكُوْنَ مِثْلَ الْبَيْتِ وَيَقُوْلُ بِقُوَّتِي وَلٰكِنْ قُلْ بِاسْمِ اللّٰهِ فَإِنَّكَ إِذَا قُلْتَ ذٰلِكَ تَصَاغَرَ حَتّٰى يَكُوْنَ مِثْلَ الذُّبَابِ. (۱)

"تعس الشطان" شیطان گرے یا ہلاک ہو مت کہو کیونکہ اگر تو یہ کہے گا تو وہ پھول جائے گا (اپنے کو بڑا تصور کریگا) یہاں تک کہ وہ پھول کر گھر کے مانند ہو جائیگا، اور کہے گا کہ یہ میری طاقت وقدرت سے ہوا البتہ "بسم اللہ" کہو کیونکہ اگر تو یہ کہے گا تو وہ حقیر وکمتر ہو جائیگا، یہاں تک کہ مکھی کے برابر ہو جائیگا۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: کہ ابوداؤد نے ابوملیح سے اسی طرح "عن رجل هو رديف النبي صلى الله عليه وسلم" روایت کیا۔

۸۸۹ - اور ابن سنی کی کتاب میں ابوملیح نے اپنے والد سے روایت کیا ہے اور ان کے والد صحابی ہیں، جن کا نام صحیح ومشہور قول کے مطابق اسامہ ہے۔ ان کے نام کے بارے میں کئی اور اقوال بھی ہیں، اور یہ دونوں روایتیں صحیح ومتصل ہیں، کیونکہ ابوداؤد کی روایت میں مجہول شخص صحابی ہیں، اور تمام صحابہ عدول ہیں، ان کے نام کی جہالت صحت حدیث کے لئے مضر نہیں۔

تعس کے معنی میں مختلف اقوال ہیں، بعض نے ہلاک ہونا، بعض نے گرنا کسی نے پھسلنا

---

(۱) ابوداؤد: ۴۹۸۲

اور کسی نے "لَزِمه الشر" یعنی برائی لگنا لکھا ہے، اور یہ عین کے زیر اور زبر دونوں طرح سے پڑھا جاسکتا ہے، مگر زبر کے ساتھ پڑھنا زیادہ مشہور ہے، امام لغت علامہ جوہری نے اپنی صحاح ۲/۷ ۹۰ میں اس کے علاوہ اور کوئی معنی ذکر نہیں کیا ہے۔

(باب-۲۲۳)

حکمراں کی موت پر خطبہ دینا :

مسلمان والی وحکمراں کی موت پر کسی معمر شخص کا خطبہ دینا اور لوگوں کو صبر وسکون کی تلقین کرنا مستحب ہے۔

۸۹۰ - بخاری کی مشہور صحیح حدیث میں رسول اللہ ﷺ کی وفات کے دن حضرت ابوبکر صدیقؓ کا خطبہ مروی ہے کہ جس میں حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا ہے:

مَنْ كَانَ يعبد محمدا فان محمدا قدمات ومن كان يعبد الله فان الله حي لايموت .(۱)

جو محمد کی عبادت کرتا تھا تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ محمد کی وفات ہو چکی ہے، اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ زندہ ہے، اسے کبھی موت نہیں آسکتی۔

۸۹۱ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت جریر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ جس دن حضرت مغیرہ بن شعبہ کی وفات ہوئی، جبکہ وہ بصرہ وکوفہ کے امیر تھے، تو حضرت جریر خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اللہ کی حمد وثنا بیان کیا اور فرمایا (لوگو) تم پر لازم ہے اللہ کا تقویٰ (اس سے ڈرتے رہنا) جو تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور تم پر لازم ہے سکون و وقار کا دامن تھامے رہنا، یہاں تک کہ تمہارا نیا امیر مقرر ہو جائے، اور وہ ابھی مقرر ہونے ہی والا ہے۔

---

(۱) بخاری ۳٦٦٨

(باب-۲۴)

حسن سلوک کرنے والے کو دعا دینا:

۸۹۲ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ قضاء حاجت کو گئے تو میں نے آپ کے لئے وضوء کا پانی لاکر رکھ دیا، آپ جب باہر آئے تو دریافت کیا "من وضع هذا" یہ کس نے رکھا ہے، لوگوں نے بتایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ" اے اللہ تو اسے خوب سمجھ عطا فرما۔ بخاری کی روایت ہے "اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ" اے اللہ تو اسے دین کی سمجھ عطا فرما۔(۱)

۸۹۳ - صحیح مسلم میں حضرت ابو قتادہ سے ایک طویل حدیث کے ضمن میں جس میں اللہ کے رسول ﷺ کے متعدد معجزات کا ذکر ہے، مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جبکہ سفر کے درمیان رواں دواں تھے، اور نصف شب گذر چکی تھی، میں آپ کے پہلو میں تھا کہ آپ ﷺ پر غنودگی طاری ہوگئی، آپ سواری سے جھک گئے، آپ کو جگائے بغیر میں نے آکر آپ کو سہارا دیا تو آپ سواری پر برابر ہوگئے، پھر چلتے رہے یہاں تک کہ رات کا اکثر حصہ گذر گیا، آپ پر پھر غنودگی طاری ہوئی اور آپ ﷺ سواری سے جھک گئے، آپ کو اٹھائے بغیر میں نے پھر آپ کو سہارا دیا تو آپ سواری پر برابر سیدھے ہوگئے پھر چلتے رہے، یہاں تک کہ جب سحر کا آخری وقت ہوگیا تو آپ پہلے سے زیادہ شدت کے ساتھ اس طرح جھک پڑے کہ گرنے کا خطرہ ہوگیا میں نے آکر آپ کو پھر سہارا دیا، تو آپ ﷺ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا "من هذا؟" یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا ابو قتادہ، آپ نے فرمایا: "متى كان هذا مسيرك مني" تیرا یہ سفر میرے ساتھ کب سے ہے؟ میں نے عرض کیا، آپ کے ساتھ میرا یہ سفر پوری رات سے ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "حَفِظَكَ اللّٰهُ بِمَا حَفِظْتَ بِهِ نَبِيَّكَ" جس طرح سے تو نے اپنے نبی کی حفاظت کی اللہ اسی طرح تیری حفاظت فرمائے۔ (آگے پوری حدیث مذکور ہے)(۲)

---

(۱) بخاری ۵۶ ۳۷، مسلم ۲۴۷۷ (۲) مسلم ۶۸۱

۸۹۴ - سنن ترمذی میں حضرت اسامہ بن زید رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صُنِعَ لَهُ مَعْرُوفٌ فَقَالَ لِفَاعِلِهِ (جزاكَ اللّٰهُ خيراً) فَقَدْ اَبْلَغَ فِي الثناءِ" (۱)

جس کے ساتھ کوئی بھلائی کی جائے اور وہ بھلائی کرنے والے کو "جزاک اللہ خیرا" اللہ تجھے بہتر بدلہ دے، کہے تو اس نے تعریف وشکر یہ کا حق ادا کردیا۔

۸۹۵ - سنن نسائی، ابن ماجہ اور ابن سنی کی کتاب میں صحابی رسول حضرت عبداللہ بن ربیعہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے چالیس ہزار قرض لیا اور جب مال آیا تو آپ نے مجھے ادا کردیا اور فرمایا:

بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ اِنَّمَا جزاءُ السَلَفِ الحَمْدُ والْاداءُ .(۲)

اللہ تیرے مال اور اہل وعیال میں برکت دے قرض کا بدلہ حمد وثنا اور ادائیگی ہی ہے۔

نوٹ : یہ حدیث حسن درجہ کی ہے، عبداللہ بن ربیعہ نے فتح مکہ کے وقت ایمان لایا تھا، اور آپ ﷺ نے ان سے یہ قرض غزوہ حنین کے موقعہ پر لیا تھا۔

۸۹۶ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت جریر بن عبداللہ البجلی سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں قبیلہ خثعم کا ایک گھر تھا جسے وہ "کعبہ یمان" کہتے تھے اس کا دوانام " ذوالخَلَصة" بھی تھا، رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: "هَلْ اَنْتَ مُرِيْحِيْ مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ" کیا تم مجھے "ذو الخلصہ" سے سکون پہونچا سکتے ہو؟ میں قبیلہ احمس کے ڈیڑھ سو سواروں کو لیکر وہاں پہونچا اور

---

(۱) سنن ترمذی ۲۰۳۵، وقال الترمذی حدیث حسن جید غریب

(۲) سنن نسائی ۴۶۸۳، ابن ماجہ ۲۴۲۴، عمل الیوم لا بن سنی ۲۷۸

اسے ڈھادیا اور جسے وہاں پایا اسے قتل کردیا، پھر آپ ﷺ کی خدمت میں واپس آکر اس کی اطلاع دی تو آپ ﷺ نے میرے لئے اور قبیلہ احمس کے لئے دعائیں دی۔

اور مسلم کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے احمس کے گھوڑسواروں اور احمس کے جوانوں کے لئے پانچ بار برکت کی دعاء دی۔(۱)

۸۹۷ - صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ زمزم کے پاس آئے تو لوگ اس کا پانی پلارہے تھے، اور اس کام میں لگے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا: "اِعْمَلُوْا فَاِنکم علیٰ عملٍ صالحٍ" کرتے رہو کیونکہ تو نیک کام کررہے ہو۔

(باب-۲۵)

ہدیہ لیتے وقت کی دعاء:

جب کوئی کسی کو کچھ ہدیہ دے اور ہدیہ قبول کرنے والا اسے دعاء دے تو ہدیہ دینے والے کو چاہئے کہ وہ اس کی دعاء کا جواب اسی طرح دے:

۸۹۸ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو کسی نے بکری بطور تحفہ پیش کیا، آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ اسے تقسیم کردو، حضرت عائشہؓ نے خادمہ کے ذریعہ اسے تقسیم کردیا، خادمہ جب تقسیم کرکے واپس آئی تو حضرت عائشہ نے دریافت کیا کہ ان لوگوں نے کیا کہا ہے، خادمہ نے جواب دیا کہ ان لوگوں نے "بارك الله فيكم" کہا کہ اللہ تم سبھوں میں برکت دے، تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا: "وفيهم بارك الله" اور ان سبھوں کو بھی اللہ برکت دے۔ ہم اسی طرح ان کی دعاء کا جواب دیں گے، جس طرح انہوں نے ہمیں دیا اور ہمارا ثواب ہمارے پاس برقرار رہے گا، (یعنی جس طرح انہوں نے ہمیں دعاء دی اسی دعائیہ جملہ کو ہم انہیں لوٹادیں گے، تو ہمارا ثواب ہمیں باقی رہے گا، اور ہمیں بھی اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا انہیں ملا ہے۔(۲)

---

(۱) بخاری ۲۳۵۶، مسلم ۲۳۷۶

(۲) دیکھیں: عمل الیوم لابن سنی ۲۷۹

نوٹ: یہ حدیث حسن ہے، اسے امام نسائی نے عمل الیوم واللیلہ ۳۰۳، میں روایت کیا ہے، اور ابن سنی نے اسی سے نقل کیا ہے، نرد علیھم مثل ما الخ نسائی کی کتاب میں تو ہے مگر ابن سنی کی کتاب میں نہیں ہے۔

(باب-۲۶)

کسی عذر شرعی کی وجہ سے ہدیہ قبول کرنے سے معذرت:

منصب قضا، یا کسی عہدہ پر فائز ہونے کی وجہ سے جہاں ہدیہ قبول کرنا ناپسندیدہ ہے اگر ہدیہ قبول کرنے سے قاصر ہو تو اظہار معذرت کرنا مستحب ہے۔

۸۹۹ - صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ صعب بن جثامہؓ نے نبی کریم ﷺ کو جنگلی گدھا بطور ہدیہ پیش کیا جبکہ آپ حالت احرام میں تھے، تو آپ ﷺ نے اسے واپس کر دیا، اور فرمایا:

"لَوْلا أَنَّا مُحْرِمُوْنَ لَقَبِلْنَاهُ مِنْكَ" (۱)

اگر ہم لوگ محرم نہ ہوتے تو تمہاری اس پیش کش کو ضرور قبول کر لیتے۔

(باب-۲۷)

تکلیف دور کرنے والے کے لئے دعاء:

۹۰۰ - ابن سنی کی کتاب میں سعید بن مسیّب حضرت ابوایوب انصاریؓ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی داڑھی مبارک سے کچھ تنکا وغیرہ نکالا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"مَسَحَ اللّٰهُ عَنْكَ يَا أَبَا أَيُّوبَ ، مَا تَكْرَهُ" اے ابوایوب اللہ تیری ہر ناگوار بات کو دور فرمائے۔ (۲)

۹۰۱ - ابن سنی کی ایک دوسری روایت سعید بن مسیّب ہی سے ہے کہ حضرت ابوایوب انصاریؓ نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ دور کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) صحیح مسلم، ۱۱۹۳ (۲) عمل الیوم لابن سنی ۲۸۲، حدیث ضعیف

"لَا يَكُنْ بِكَ السُّوْءِ يَا اَبَا اَيُّوبِ لَا يَكُنْ بِكَ السُّوءُ"(۱)

تمہیں کچھ ضرر نہ پہونچے اے ابوایوب تمہیں کچھ ضرر نہ پہونچے۔

نوٹ: یہ حدیث ضعیف ہے، الاذکار کے نسخوں میں سعید کے بجائے سعد ہے مگر ابن سنی کی کتاب میں سعید ہی ہے جو صحیح ہے، الاذکار میں غلط نقل ہو گیا ہے۔

۹۰۲ - ابن سنی ہی کی کتاب میں حضرت عبداللہ بن بکر الباھلی سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کے سر یا داڑھی سے کچھ لیکر دور کیا، تو اس نے بطور دعا حضرت عمر کو کہا، "صَرَفَ اللّٰهُ عَنْكَ السُّوءَ" اللہ آپ سے ہر مضرت رساں شئی کو دور کردے، تو حضرت عمرؓ نے اسے جواب دیا "صَرَفَ عَنَّا السُّوءَ مُنْذُ اَسْلَمْنَا" جب سے ہم نے اسلام قبول کیا تب ہی سے اللہ نے ہم سے مضرت و برائی (کفر) کو دور کر دیا، البتہ اگر تم سے کوئی چیز لیکر دور کی جائے تو یوں کہو: "اَخَذَتْ يَدَاكَ خَيْراً" تیرے ہاتھ نے خیر کا کام کیا۔(۲)

(باب-۲۸)

فصل کا پہلا پھل دیکھنے کے وقت کی دعا:

۹۰۳ - صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ فصل کا جب پہلا پھل نظر آتا تو لوگ اسے آپ ﷺ کے پاس لیکر آتے، آپ ﷺ اسے لیکر فرماتے:

"اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ ثَمَرِنَا وَ بَارِكْ لَنَا فِيْ مَدِيْنَتِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِيْ مُدِّنَا" (۳)

اے اللہ تو ہمارے پھلوں میں برکت دے تو ہمارے شہر میں برکت دے تو ہمارے اوزان صاع میں برکت دے اور تو ہمارے اوزان مد میں برکت دے پھر سب سے چھوٹے بچے کو بلاتے اور اسے وہ پھل دیدے۔

---

(۱) عمل الیوم لابن سنی: ۲۸۳ (۲) عمل الیوم لابن سنی: ۲۸۴، اسنادہ منقطع

(۳) مسلم ۱۳۷۳

مسلم کی دوسری روایت ۱۳۷۳، اور ۴۷۴ میں یہ اضافہ بھی ہے بسر کة مع بر کة، برکت کے ساتھ برکت دے۔ پھر موجود بچوں میں سب سے چھوٹے بچے کو دیدیتے۔

اور ترمذی کی روایت (حدیث نمبر: ۳۴۵۴) میں ہے کہ جو سب سے چھوٹا بچہ نظر آتا وہ اسے دیدیتے، اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے، ابن سنی کی روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب فصل کا نیا پھل آپ کے پاس لایا جاتا تو آپ اسے اپنی آنکھوں سے لگاتے پھر ہونٹوں پر رکھتے (چومتے) اور فرماتے:

"اَللّٰهُمَّ كَمَا اَرَيْتَنَا اَوَّلَهٗ فَاَرِنَا اٰخِرَهٗ "(۱)

اے اللہ جس طرح تو نے اس کا پہلا پھل دکھایا ہے، اس کا آخری پھل بھی دکھا۔

پھر جو بھی بچہ آپ کے پاس ہوتا وہ اسے دیدیتے۔

نوٹ: حدیث اگرچہ ضعیف ہے، مگر اس کے شواہد موجود ہیں، امام طبرانی نے "المعجم الکبیر ۱۱/۱۱۶ میں اور الصغیر ۷۱۹ میں اسے ابن عباس سے روایت کیا ہے، امام ہیثمی فرماتے ہیں کہ معجم صغیر کی روایت کے رجال بخاری کے رجال ہیں، اور اس کے الفاظ یوں ہیں:

كَانَ اِذَا اُتِيَ بِالْبَاكُورَةِ مِنَ الثَّمَرَةِ قَبَّلَهَا اَوْجَعَلَهَا عَلٰى عَيْنَيْهِ، ثُمَّ اَعْطَاهَا اَصْغَرَ مَنْ يَحْضُرُ مِنَ الْوِالْدَانِ .

جب آپ کے پاس فصل کا پہلا پھل لایا جاتا تو آپ اس کو چومتے یا اسے اپنی آنکھوں سے لگاتے پھر جو بچہ موجود ہوتا اسے دیدیتے تھے۔

(باب-۲۹)

تعلیم وموعظت میں میانہ روی:

یاد رکھیں کہ جب کوئی وعظ ونصیحت کرے، یا علم کی بات بتائے تو مستحب ہے کہ اس میں

(۱) عمل الیوم لابن سنی ۲۸۱، ضعیف

میانہ روی اختیار کرے، اکتا دینے کی حد تک اس میں طول نہ دے کہ لوگ اس سے دل برداشتہ ہو جائیں اور اس کی چاشنی وعظمت، لوگوں کے دلوں سے جاتی رہے، اور لوگ علم ومعرفت اور خیر کی بات سننے کو ناپسند کر کے ممنوع ومحرم شئی میں مبتلا ہو جائیں۔

۹۰۴ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت شقیق بن سلمہؒ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ ہمیں ہر پچاس دنوں پہ وعظ کیا کرتے تھے، ایک شخص نے ان سے عرض کیا، میری خواہش ہے کاش آپ ہمیں ہر روز نصیحت کرتے، تو حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: مجھے اس سے اس کے سوا اور کوئی مانع نہیں کہ میں تمہیں اکتا دینے اور بددل کر دینے کو پسند نہیں کرتا اور میں تو اسی طرح تمہیں وعظ ونصیحت کرتا ہوں جس طرح نبی کریم ﷺ ہمیں بددلی اندیشہ سے کبھی کبھی ہی کیا کرتے تھے۔(۱)

۹۰۵ - صحیح مسلم میں حضرت عمار بن یاسرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا:

اِنَّ طُولَ الصَّلَاةِ وَقِصَرَ خُطْبَتِهِ مَئِنَّةٌ مَنْ فِقْهِهٖ ، فَاَطِيْلُوا الصَّلَاةَ وَاقْصِرُوا الْخُطْبَةَ " (۲)

انسان کے نماز کی طوالت اور خطبہ کا اختصار اس کے فقہ اور سمجھداری کی علامت ہے، اس لئے نماز کو طول دو اور خطبہ میں اختصار کرو۔

ابن شہاب زہری سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب مجلس طویل ہوتی ہے تو اس میں شیطان کا کچھ حصہ نکل آتا ہے، یعنی طوالت کی وجہ سے شیطان کو وسوسہ پیدا کرنے کا موقع مل جاتا ہے، جس کی وجہ سے لوگ علم کی عظمت وجلالت کے تارک اور اس سے متنفر و بددل ہو جاتے ہیں، اور نہ پڑنے والی باتوں میں لوگ پڑ جاتے ہیں۔

---

(۱) بخاری ۷۰، مسلم ۲۸۲۱

(۲) صحیح مسلم ۸۶۹

(باب-۳۰)

خیر کی نشاندھی اوراس پر لوگوں کو اُبھارنا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:"وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى" (المائدہ:۲) اور آپس میں مدد کرو نیک کام پر اور بھلائی و پرہیز گاری پر۔

۹۰۶ - صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ دَعَا اِلٰى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا وَمَنْ دَعَا الٰى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ، لَايَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا. (۱)

جس نے کسی ہدایت کی دعوت دی تو اس کے لئے اتنا ہی اجر وثواب ہے جتنا اس کی پیروی کرنے والوں کے لئے، اور اس کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی، اور جس نے کسی گمراہی کی دعوت دی تو اس کے لئے اتنا ہی گناہ ہے جتنا اس کی پیروی کرنے والے کے لئے، اس کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

۹۰۷ - صحیح مسلم ہی کے اندر اصحاب بدریین میں سے حضرت ابو مسعود انصاریؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ دَلَّ عَلٰى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهِ" جس نے کسی خیر و بھلائی کی رہنمائی کی تو اس کے لئے اتنا ہی اجر ہے جتنا اس کے کرنے والے کے لئے۔ (۲)

۹۰۸ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا:

فَوَاللّٰهِ لَاَنْ يَهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ حُمْرِ

---

(۱) صحیح مسلم ۲۶۷۴ (۲) مسلم: ۱۸۹۳

النَعِمْ" (۱)

اللہ کی قسم اگر اللہ تیرے ذریعہ کسی ایک شخص کو ہدایت دیدے تو یہ تیرے لئے سرخ اونٹ سے بہتر ہے۔

۹۰۹ - صحیح مسلم میں نبی کریم ﷺ کا قول مروی ہے کہ:

"وَاللّٰهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ اَخِيْهِ" (۲)۔

اللہ بندے کی مدد و نصرت میں رہتا ہے، جب تک کہ بندہ اپنے بھائی کی مدد و نصرت میں رہتا ہے۔

یہ پوری حدیث کا ٹکڑا ہے اس سے پہلے کے الفاظ اس طرح ہیں:

مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا ، نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ القيامةِ.

جس نے کسی مؤمن کی دنیاوی مصیبتوں میں سے کسی مصیبت و تکلیف کو دور کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے قیامت کے دن کی مصیبتوں و مشقتوں میں سے کچھ مشقت کو دور کریگا۔

اس کے علاوہ بھی بے شمار صحیح و مشہور احادیث اس باب میں وارد ہوئی ہیں، جو کتب صحاح میں موجود ہیں۔

(باب-۳۱)

اگر خود کو علم نہ ہو تو اہل علم کی طرف محول کرے:

اگر کسی عالم سے علم کے باب میں کوئی مسئلہ دریافت کیا جائے، اور اسے اس کا علم نہ ہو، اور وہ جانتا ہو کہ اس کا علم کسے ہے اور کون یہ مسئلہ بتا سکتا ہے تو اسے چاہئے کہ سائل کو اس کی نشاندھی کرے کہ وہ اس کے پاس جا کر اپنی علمی تشنگی دور کر سکے ــــــ اس سے پہلے والے باب

(۱) بخاری ۳۷۰۱، مسلم ۲۴۰۶ (۲) مسلم: ۲۶۹۹

کی احادیث بھی اس باب میں ذکر کی جاسکتی ہیں۔

۹۱۰- صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ" دین درحقیقت اخلاص ونصیحت ہے، اور یہ بھی نصیحتوں میں سے ایک نصیحت وخیر خواہی ہے (نصیحت کا معنی اخلاص اور خیر وصلاح کی طرف بلانا اور شر وفساد سے روکنا ہے۔(۱)

۹۱۱ - صحیح مسلم میں حضرت شریح بن ہانی سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں خفین پر مسح کرنے سے متعلق کچھ دریافت کرنے کے لئے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا تم حضرت علی بن ابی طالبؓ کے پاس جاکر ان سے دریافت کرو، کیونکہ وہی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے، چنانچہ ہم نے ان سے دریافت کیا، پھر پوری حدیث ذکر کی ہے۔(۲)

نوٹ: حدیث کا بقیہ حصہ اس طرح ہے: **جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ لِلْمُسَافِرِ وَيَوْمًا وَلَيْلَةً لِلْمُقِيْمِ**" حضرت علی نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس (خفین پر مسح) کی مدت مسافر کے لئے تین دن اور تین رات اور مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات مقرر کیا ہے۔

اس حدیث کے اندر حضرت عائشہؓ کی منقبت بھی ہے کہ انہوں نے وہی طریقہ اپنایا جو کسی بڑے صاحب علم کو زیب دیتا ہے، کہ وہ اسے اپنانے کی کوشش کرے یعنی اگر اس سے کچھ دریافت کیا جائے اور اس کا علم نہ ہو تو خامہ فرسائی یا قیاس وتخمین کی باتیں کرنے کے بجائے اس کا علم رکھنے والے کے پاس اسے بھیج دے ــــــ اسی طرح اس کے اندر حضرت علی کرم اللہ وجہ کے علم وفضل کی برتری کا اقرار واعتراف بھی ہے۔

۹۱۲ - صحیح مسلم میں حضرت سعد بن ہشام بن عامر کے واقعہ میں ایک طویل حدیث کے ضمن میں مروی ہے کہ سعد کا رسول اللہ ﷺ کی وتر کی نماز کے بارے میں دریافت کرنے کا ارادہ ہوا تو وہ حضرت ابن عباسؓ کے پاس آئے اور ان سے اس کے بارے میں سوال کیا حضرت ابن عباس نے جواب دیا روئے زمین پر رسول اللہ ﷺ کی وتر کی نماز کا سب سے زیادہ علم رکھنے والی شخصیت

(۱) مسلم ۵۵ (۲) دیکھیں: مسلم: ۲۷۶

کے بارے میں کیا میں تمہیں نہ بتاؤں؟ انہوں نے استفسار کیا کہ وہ کون؟ تو ابن عباس نے جواب دیا عائشہؓ ان کے پاس جاؤ اور ان سے دریافت کرو، پھر پوری حدیث ذکر کی ہے۔ (۱)

۹۱۳ - صحیح بخاری میں حضرت عمران بن حطان سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے ریشم کے کپڑے کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا، ابن عباس کے پاس جاؤ اور ان سے معلوم کرو، میں نے ان سے معلوم کیا تو انہوں نے فرمایا: ابن عمر سے دریافت کرو میں نے ابن عمر سے دریافت کیا تو فرمایا مجھے ابو حفص (یعنی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم) نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

"اِنَّمَا یَلْبِسُ الْحَرِیْرَ فِی الدُّنْیَا مَنْ لَا خَلَاقَ لَهٗ فِی الْآخِرَةِ" (۲)

دنیا میں ریشم کا کپڑا وہی زیب تن کرتا ہے جس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

اس باب میں اس کے علاوہ بے شمار صحیح و مشہور احادیث منقول ہیں۔

(باب-۳۲)

اگر شرعی فیصلہ کرانے کی دعوت دی جائے تو کیا جواب ہونا چاہیئے:

جسے کہا جائے کہ میرے اور تیرے درمیان اللہ کی کتاب، یا رسول اللہ ﷺ کی سنت، یا علمائے اسلام کے اقوال سے حکم ہیں، یا اسی طرح کے جملے مثلاً "جھگڑا ختم کرانے کے لئے میرے ساتھ مسلمانوں کے حاکم یا مفتی کے پاس چلو" کہا جائے تو بہتر ہے کہ وہ اس کے جواب میں کہے "سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا" ہم نے سنا اور مانا۔ یا یہ کہے "سمعاً و طاعةً" برضا و رغبت و بخوشی، یا یہ کہے: "نَعَمْ وَ کَرَامَةً" ہاں ہاں عزت کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا قَوْلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْا اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِیَحْكُمَ بَیْنَهُمْ

(۱) دیکھیں: صحیح مسلم: ۶/۷۴۶ (۲) بخاری ۵۸۳۵

اَنْ یَقُوْلُوا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ، وَاُولٰئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (النور: ۵۱)
ایمان والوں کی بات یہ تھی کہ جب بلائیے ان کو اللہ اور رسول کی طرف فیصلہ کرنے کو انمیں تو کہیں ہم نے سن لیا اور حکم مان لیا، اور وہ لوگ کہ انہی کا بھلا ہے۔

(فصل)

جسے نصیحت کی جائے اسکا جواب کیا ہونا چاہیئے:

جس شخص کی کسی سے مخاصمت یا کسی معاملہ میں نزاع ہو اور اس سے کہا جائے کہ "اللہ سے ڈرو" یا "اللہ کا خوف کرو" یا "اللہ کو حاضر وناظر جانو" یا یہ کہے "یادرکھو کہ اللہ تجھ سے آگاہ ومطلع ہے" یا کہے "یادرکھو تو جو کچھ بولے گا اللہ کے نزدیک تیرے نامہ اعمال میں لکھ دیا جائے گا، اور اس کا حساب لیا جائے گا"، یا اس سے کہے "اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یَوْمَ تَجِدُ کُلُّ نَفْسٍ مَاعَمِلَتْ مِنْ خَیْرٍ مُحْضَراً " (آل عمران: ۳۰) جس دن موجود پائیگا ہر شخص جو کچھ کہ کیا ہے اس نے نیکی اپنے سامنے الخ۔
اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَاتَّقُوا یَوْماً تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَی اللّٰهِ " (البقرہ: ۲۸۱) اور ڈرتے رہو اس دن سے جس دن لوٹائے جاؤ گے اللہ کی طرف، یا اسی جیسی دوسری آیات قرآنی، یا کلمات کہے جائیں، تو مناسب ہے کہ سننے والا اسے باادب سنے اور جواب میں کہے: "ہم نے سنا اور مانا" یا "اللہ ہمیں اس کی توفیق دے" یا "اللہ کی مہربانی کے ہم طالب ہیں"، پھر مخاطب سے نرمی سے گفتگو کرے اور اپنے الفاظ کی ادائیگی میں ناشائستگی سے مکمل پرہیز واحتیاط کرے، اکثر لوگ ایسے موقعوں سے نامناسب جملے استعمال کر لیتے ہیں، اور کبھی تو ایسا جملہ بھی استعمال ہو جاتا ہے، جس سے کفر لازم آتا ہے۔
اسی طرح اگر اس کہا جائے کہ "تمہارا یہ عمل حدیث رسول ﷺ کے برخلاف ہے"، تو مناسب ہے کہ وہ یہ نہ کہے کہ "میں حدیث کو نہیں مانتا، یا اس کا التزام نہیں کرتا، یا اس پر عمل نہیں کرتا"۔ یا اس طرح کے بڑے الفاظ استعمال نہ کرے، اگر چہ وہ حدیث جس کا حوالہ دیا جارہا ہو کسی خصوصیت کی وجہ سے متروک الظاہر ہو، یا اس میں تاویل کی گئی ہو، بلکہ ایسی صورت میں وہ صرف یہ

کہے کہ مذکورہ حدیث مخصوص ہے یا مؤول یعنی اس میں تاویل کی گئی ہے یا وہ بالا جماع متروک الظاہر ہے، یعنی بالا جماع اس کے ظاہر پر عمل نہیں کیا جاتا۔

(باب-۳۴)

نادانوں سے پہلو تہی کرنا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ" (الاعراف:۱۹۹)

عادت کر در گذر کی، اور حکم کر نیک کام کرنے کا اور کنارہ کر جاہلوں سے۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

واذا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِيْنَ" (القصص-۵۵)

اور جب سنیں وہ نکمی باتیں، اس سے کنارہ کریں، اور کہیں ہم کو ہمارے کام اور تم کو تمہارے کام سلامت ہیں، ہمیں نہیں چاہئے بے سمجھ لوگ۔

نیز اللہ جل شانہ کا فرمان ہے:

فَاَعْرِضْ عَمَّنْ تَوَلّٰى عَنْ ذِكْرِنَا (النجم:۲۹)

سو تو دھیان نہ کر اس پر جو منہ موڑے ہماری یاد سے۔

نیز ارشاد ربانی ہے:

فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ" (الحجرات:۸۵)

سو کنارہ کر اچھی طرح کنارہ۔

۹۱۴ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے وہ فرماتے کہ غزوہ حنین کے دن نبی کریم ﷺ نے قریش کے چند اشراف عرب کو مال غنیمت کی تقسیم میں ترجیح دی، تو ایک شخص نے کہا، اللہ کی قسم اس تقسیم میں انصاف نہیں کیا گیا، اور اللہ کی خوشنودی نہیں چاہی گئی، میں

نے کہا ''اللہ کی قسم میں رسول اللہ ﷺ کو ضرور اس کی اطلاع دونگا'' پھر میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کی وہ بات آپ کو بتادی تو آپ کا چہرہ، غصہ سے رنگت سے سرخ ہوگیا پھر فرمایا، فَمَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ يَعْدِلِ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ'' اگر اللہ اور اللہ کا رسول انصاف نہ کرے تو اور کون کریگا؟ پھر فرمایا: ''يَرْحَمُ اللّٰهُ مُوْسٰى قَدْ أُوذِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ'' اللہ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائیں، انہیں اس سے بھی زیادہ قوم کی طرف سے اذیت دی گئی تو انہوں نے صبر کیا (یہ پوری حدیث نمبر: ۹۹۴ پر آئیگی) (۱)

۹۱۵ - صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ عیینہ بن حصن بن حذیفہ مدینہ آئے اور اپنے بھتیجے حر بن قیس کے پاس مہمان ٹھہرے وہ اس وفد میں تھے جنہیں حضرت عمرؓ نے اپنے سے بہت قریب کر رکھا تھا، اس وفد کے قرار حضرات خواہ نوجوان ہوں یا عمر دراز حضرت عمرؓ کے ہم نشین مجلس اور صاحب مشاورت تھے، عینہ نے ایک روز اپنے بھتیجے حر سے کہا کہ بھتیجے اس امیر کے پاس تیرا ایک مقام ہے، تم ان سے میری ملاقات کے لئے اجازت حاصل کرو اس نے اجازت طلب کی اور حضرت عمرؓ نے ملنے کی اجازت دیدی، جب عیینہ ان کے پاس پہونچے تو داخل ہوتے ہی انہوں نے کہا کہ بات دراصل یہ ہے کہ اے ابن خطاب اللہ کی قسم آپ نہ تو ہمیں پورا پورا دیتے ہیں، اور نہ ہی فیصلوں میں انصاف کرتے ہیں، حضرت عمرؓ یہ سنتے ہی، غضبناک ہوگئے اور چاہا کہ (اس کی ٹھکائی کردیں) کچھ کر بیٹھیں، تو حر نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا، اے امیر المؤمنین اللہ رب العزت نے اپنے نبی کریم سے کہا ہے ''خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ'' (الاعراف:۱۹۹) عادت کر درگذر کی، اور حکم کر نیک کام کرنے کا، اور کنارا کر جاہلوں سے، اور یہ جاہلوں میں سے ہے، جس وقت آپ کے سامنے اس کی تلاوت کی گئی، اللہ کی قسم عمر اس سے آگے نہ بڑھے (ان کا غصہ فرو ہوگیا) اور حضرت عمر کتاب اللہ کے سامنے حد درجہ سر تسلیم خم کردینے والے تھے۔ واللہ اعلم۔ (۲)

---

(۱) بخاری ۴۳۳۶، مسلم ۱۰۶۲ (۲) دیکھیں: بخاری: ۴۶۴۲

(باب-۳۴)

خود سے بڑے بزرگوں کو وعظ و نصیحت کرنا:

اس باب میں ایک حدیث تو وہی ہے جو ابھی اوپر بیان کی گئی جس میں ”حر“ نے اپنے سے برتر جلیل القدر شخصیت کو نصیحت و یاددھانی کرائی ــــ یاد رکھیں کہ یہ باب ایسا ہے کہ اس پر زیادہ سے زیادہ توجہ دینی چاہئے چھوٹے ہر بڑے انسان پر نصیحت کرنا یعنی اخلاص کے ساتھ نیکی کی دعوت دینا اور برائی سے روکنا اور وعظ و پند کرنا، واجب ہے، بشرطیکہ اپنی موعظت و نصیحت میں کسی فساد یا فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ. (النحل:۱۲۵)

بلا اپنے رب کی راہ پر پکی باتیں سمجھا کر اور نصیحت سنا کر بھلی طرح اور الزام دے انکو جس طرح بہتر ہو۔

وہ حدیث جو اس سے پہلے گذری اس جیسی بیشمار احادیث وارد ہوئی ہیں اور اکثر لوگ جو مرتبہ میں اپنے سے بڑوں کے سامنے اس خیال سے تساہل برتتے ہیں کہ یہی ادب یا حیا کا تقاضہ ہے تو یہ صریح غلطی اور بدترین نادانی ہے، یہ حیا کے قبیل سے نہیں، بلکہ ذلت، کمزوری، عاجزی، بے بسی، لاغری، اور پستی ہے، حیا تو سراپا خیر ہے اور اس سے خیر ہی برآمد ہوتا ہے، جبکہ اس تساہل سے شر برآمد ہوتا ہے، اس لئے یہ حیا نہیں ہوسکتا، حیا، علماء ربانیین اور محققین علماء کے نزدیک وہ عادت و اخلاق ہے جو قباحت و برائی کے ترک کرنے کا سبب بنے، اور حقدار کے حق میں کوتاہی سے باز رکھے اور یہی مفہوم اس روایت کا ہے جو حضرت جنیدؒ سے رسالہ قشیری ۲/ ۱۵۰ میں منقول ہے وہ فرماتے ہیں: کہ نعمتوں کے مظاہر اور کوتاہیوں اور خامیوں کے مظاہر کے درمیان ایک حالت ہوتی ہے اور اسی حالت کا نام حیا ہے، میں نے اس مسئلہ کو پوری تفصیل اور شرح وبسط سے صحیح مسلم کی شرح کے شروع میں ذکر کیا ہے وللہ الحمد، واللہ اعلم۔

(باب-۳۵)

وعدوں اور عہد و پیماں کی پاسداری کرنے کا حکم دینا :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

"وَاَوْفُوا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُم" (النحل:۹۱)

اور پورا کرو عہد اللہ کا جب آپس میں عہد کرو۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اَوْفُوْا بِالْعُقُودِ" (المائدہ:۱)

اے ایمان والو پورا کرو عہدوں کو۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"وَاَوْفُوا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْؤلًا" (الاسراء:۳۴)

اور پورا کرو عہد کو بے شک عہد کی پوچھ ہوگی۔

اس طرح کی اور بھی بہت سے آیتیں ہیں مگر سب سے سخت یہ آیت ہے:

"يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوا مَالَا تَفْعَلُوْن" (الصف:۲،۳)

اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو منہ سے جو نہیں کرتے؟ بڑی بے زاری کی بات ہے اللہ کے یہاں کہ کہو وہ چیز جو نہ کرو۔

۹۱۶ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اٰيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ ، اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ، وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ" (۱)

منافق کی علامتیں تین ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب

(۱) بخاری ۳۳، مسلم ۵۹۔

وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ اس میں خیانت کرے۔

مسلم کی روایت نمبر:۵۹،اور۱۰۹ میں یہ اضافہ بھی ہے: وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰی وَزَعِمَ اَنَّهٗ مُسْلِمٌ ''اگرچہ وہ روزہ رکھے نماز پڑھے اور گمان کرے کہ وہ مسلمان ہے ـــــ اس مفہوم کی احادیث بکثرت وارد ہوئی ہیں، میں اتنے ہی پر اکتفا کرتا ہوں۔

تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جب کوئی شخص کسی سے ایسی چیز کا وعدہ کرے جو شرعاً ممنوع نہ ہو تو اس کا پورا کرنا ضروری ہے پھر یہ پورا کرنا واجب ہے یا مستحب؟ اس میں ان کے درمیان اختلاف ہے۔

امام ابوحنیفہ، امام شافعی، اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ اس کا پورا کرنا مستحب ہے اگر اسے ترک کرتا ہے تو فضیلت کا تارک ہوگا اور مکروہ تنزیہی کا مرتکب ہوگا مگر گنہگار نہیں ہوگا۔

ایک جماعت کی رائے ہے کہ اس کا پورا کرنا واجب ہے، امام ابوبکر بن عربی فرماتے ہیں: جن کا یہ مسلک ہے اس کی عظیم ہستیوں میں سے ایک عمر بن عبدالعزیز ہیں، آگے فرماتے ہیں: کہ مالکیہ کی ایک تیسری رائے بھی ہے اور وہ یہ کہ وعدہ اگر کسی سبب کے ساتھ مربوط ہو مثلاً کہے کہ ''اگر تو شادی کریگا تو تیرے لئے یہ ہے'' یا کہے کہ ''قسم کھا کہ تو مجھے گالی نہ دیگا تو تیرے لئے یہ ہے'' یا اس طرح کے امور میں وعدہ کا پورا کرنا واجب ہے اور اگر وعدہ مطلق ہو کسی سبب سے مربوط نہ ہو تو اس کا پورا کرنا واجب نہیں۔

جن لوگوں نے عدم وجوب کا قول لیا ہے ان کا استدلال یہ ہے کہ یہ ہبہ کے مفہوم میں ہے، اور ہبہ جمہور کے نزدیک قبضہ کے بعد ہی لازم ہوتا ہے، البتہ مالکیہ کے نزدیک بغیر قبضہ کے بھی ہبہ لازم ہو جاتا ہے۔

(۱) بخاری ۳۷۸۱

(باب-۳۶)

مال وغیرہ دینے والے کو دعا دینا:

۹۱۷ - صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ مہاجرین جب مدینہ پہونچے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف حضرت سعد بن ربیع کے پاس ٹھہرے تو سعد بن ربیع نے فرمایا: میں تیرے ساتھ اپنا مال تقسیم کردیتا ہوں، اور اپنی بیویوں میں سے ایک سے تیرے حق میں دست بردار ہوجاتا ہوں، تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے جواب میں فرمایا:
"بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ فِی اَھْلِکَ وَمَالِکَ" اللہ تعالیٰ تیرے اہل وعیال اور مال واسباب میں برکت دے۔(۱)

(باب-۳۷)

بھلائی کرنے والے ذمی کو کیا کہنا چاہئے:

یادرکھیں کہ کافر کے لئے دعا، مغفرت کرنا یا اس طرح کی دعائیں جو کسی کافر کے لئے جائز نہیں، دینا جائز نہیں، البتہ اس کے لے ہدایت اور جسمانی صحت وعافیت کی دعائیں دینا جائز ہے۔

۹۱۸ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے پیاس بجھانے کے لئے پانی طلب کیا تو ایک یہودی نے آپ کو پانی پلایا، نبی کریم ﷺ نے اس سے کہا: "جَمَّلَکَ اللّٰہُ" اللہ تجھے حسین بنائے، چنانچہ اس نے مرنے تک بڑھاپا نہیں دیکھا۔(۱)

نوٹ: یہ حدیث ضعیف ہے اس حدیث کے اکثر رواۃ ضعیف ہیں اور بعض واضعین حدیث میں شمار کئے گئے ہیں۔

---

(۱) دیکھیں: عمل الیوم لابن سنی ۲۹۰ ضعیف

(باب-۳۸)

نظر بد سے حفاظت :

اپنی ذات یا اپنے مال اولاد میں کوئی ایسی چیز نظر آئے جس پر نظر لگنے کا خدشہ ہو تو انسان کو مندرجہ ذیل طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔

۹۱۹ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اَلْعَيْنُ حَقٌّ'' نظر لگنا برحق ہے(۱)

نوٹ : ابن علان اپنی کتاب (۲۶۴/۶) میں فرماتے ہیں کہ جمہور علماء نے اس حدیث کو اپنے ظاہر پہ محمول کیا ہے، کہ بلاشبہ نظر بد بقدرت خداوندی ہلاکت وفساد کا سبب بنتا ہے، اور یہ اس وجہ سے کہ اللہ نے گویا ایک شخص کی نظر کو دوسرے شخص کے لئے ضرر کا باعث بنا دیا ہے۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں: جب کسی کے بارے میں پتہ چلے کہ اس کی نظر لگتی ہے تو حتی الامکان اس سے اجتناب و پرہیز کرے، اور امام وقت کو چاہئے کہ اسے دفع ضرر کے خاطر لوگوں کے درمیان داخلے سے روک دے۔

۹۲۰ - حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے گھر میں ایک بچی کو دیکھا جس کا چہرہ زرد اور بدلا ہوا تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا، اسے جھاڑو اور دم کرو کیونکہ اسے نظر لگ گئی ہے، ''اِسْتَرْقُوْا لَهَا فَاِنَّ بِهَا نَظْرَةٌ''(۱)

۹۲۱- صحیح مسلم میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اَلْعَيْنُ حَقٌّ وَلَوْ كَانَ شَيْئٌ سَابَقَ الْقَدَرَ سَبَقَتْهُ الْعَيْنُ وَ اِذَا اسْتُغْسِلْتُمْ فَاغْسِلُوا.(۲)

---

(۱) بخاری ۵۹۴۴، مسلم ۲۱۸۷) (۳) بخاری ۵۷۳۹، مسلم ۲۱۹۷

(۳) مسلم: ۲۱۸۸

نظر بد برحق ہے، اگر کوئی چیز تقدیر پہ سبقت لے جانے والی ہوتی تو نظر بد سبقت لے جاتی، اور اگر تمہیں پانی سے دھلوایا جائے تو ضرور دھوؤ۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں: دھلوانا اس طرح ہے کہ جس نے بنظر پسندیدگی کو دیکھ کر نظر بد لگایا ہے اسے کہا جائے کہ اپنے تہبند کے اندرونی حصہ کو جو جسم سے لگا ہوا ہو پانی سے دھوئے پھر اس پانی کو مریض (جسے نظر لگی ہے) پر انڈیل دے۔ حضرت عائشہؓ سے ثابت ہے وہ فرماتی ہیں کہ نظر لگانے والے کو حکم دیا جاتا تھا کہ وہ وضو کرے پھر اس پانی سے مریض کو دھویا جاتا تھا۔ اسے ابوداؤد نے (حدیث نمبر ۳۸۸۰ پر) بسند صحیح بخاری و مسلم کی شرط پر روایت کیا ہے۔

۹۲۲ - سنن ترمذی، نسائی و ابن ماجہ میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ معوذتین نازل ہونے تک جنوں اور انسانوں کے نظر بد سے پناہ طلب کیا کرتے تھے، جب یہ دونوں سورتیں نازل ہوگئیں تو آپ نے ان دونوں کو لیکر بقیہ تعوذات کو ترک کر دیا۔(۱)

۹۲۳ - صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت حسنؓ و حسینؓ کو ان معوذات کے ذریعہ دم کیا کرتے تھے۔

أُعِيذُكُما بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ. (۲)

میں تم دونوں کو اللہ کے مکمل کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں ہر شیطان اور زہریلی بلا اور ہر لگنے والی نظر بد سے۔

اور فرماتے کہ تمہارے بابا، یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی کے ذریعہ اسماعیل و اسحاق علیہ السلام کو دم کیا کرتے تھے۔

---

(۱) ترمذی ۲۰۵۸ تحفہ ۲۳۲۷ بحوالہ سنن کبری للنسائی، ابن ماجہ ۳۵۱۱ وقال الترمذی ھذا حدیث حسن)

(۲) بخاری ۳۳۷۱

۹۲۴ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت سعید بن حکیمؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو جب نظر بد لگنے کا خدشہ ہوتا تو فرماتے :

''اَللّٰهُمَّ بَارِكْ فِيْهِ وَلَا تَضُرَّهُ''

اے اللہ تو اس میں برکت دے اور اسے نقصان مت پہونچا۔(۱)

نوٹ : اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کو کوئی چیز پسند آئے اور بھا جائے اور اس کی خوبی و حسن پہ نظر جمنے لگے تو یہ یا اس جیسی دوسری دعا پڑھ لے تا کہ اس کی نظر بدی میں تبدیل ہو کر دوسرے کو اپنا شکار نہ بنالے۔

۹۲۵ - ابن سنی ہی کتاب میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ رَأىٰ شَيْئاً فَأَعْجَبَهُ فَقَالَ: (مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰه) لَمْ يَضُرَّهُ''(۲)

کس نے کسی چیز کو دیکھا اور وہ چیز اسے بھلی لگی پھر، ''ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ'' (کیا ہی خوب ہے اللہ کی مشیت، ساری قوت وطاقت اللہ ہی سے ہے) کہہ لیا تو اسے کچھ نقصان نہ ہوگا۔

۹۲۶- ابن سنی کی کتاب میں حضرت سہل بن حنیفؓ سے مروی ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا رَأىٰ أَحَدُكُمْ مَا يُعْجِبُهُ فِيْ نَفْسِهِ أَوْمَالِهِ فَلْيُبَرِّكْ عَلَيْهِ، فَإِنَّ الْعَيْنَ حَقٌّ.(۳)

جب تم میں سے کوئی ایسی چیز دیکھے جسے وہ اپنے دل میں پسند کرتا ہو،

---

(۱) عمل الیوم لابن سنی ۲۰۷ حدیث معضل

(۲) عمل الیوم لابن سنی ۲۰۶ ضعیف

(۳) عمل الیوم لابن سنی ۲۰۴ صححہ الحاکم فی ۴/۲۱۶ ووافقہ الذہبی)

اس کی ذات میں یا اس کے مال میں، تو چاہئے کہ اسے برکت کی دعار
دے؛ کیونکہ نظر بد برحق ہے۔

۹۲۷ - ابن سنی ہی کی کتاب میں حضرت عامر بن ربیعہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِذَا رَأىٰ اَحَدُکُم فِیْ نَفْسِہٖ وَمَالِہٖ وَاَخِیْہِ مَایُعْجِبُہٗ فَلْیَدْعُ بِالْبَرَکَۃِ. (۱)

جب تم میں سے کوئی اپنی جان و مال اور بھائیوں میں کوئی ایسی چیز
دیکھے جو اسے بہت بھا جائے تو اسے چاہئے کہ برکت کی دعار کرے۔

علمار شوافع میں سے امام ابومحمد قاضی حسینؒ نے اپنی کتاب ''التعلیق'' میں ذکر کیا ہے کہ بعض انبیار علیہم الصلوات والتسلیم نے ایک دن جب اپنی قوم کو دیکھا تو ان کی کثرت پہ بہت خوش ہوئے اسی لمحے ان میں سے ستر ہزار افراد کی وفات ہوگئی، اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی نازل فرمایا کہ ''اِنَّکَ عِنْتَھُمْ'' تم نے انہیں نظر لگا دیا۔

وَلَوْ اَنَّکَ اِذَا اعِنْتَھُمْ حَصَّنْتَھُمْ لَمْ یَھْلَکُوا.

اگر تم نے انہیں دیکھتے وقت باندھ دیا ہوتا (ان کی حفاظت کر لیا ہوتا) تو
وہ ہلاک نہ ہوتے۔

اسی نبی نے عرض کیا:

وَبِأَیِّ شَیْئٍ اُحَصِّنُھُمْ؟ فَاَوْحیٰ اللّٰہ تعالی اِلَیْہِ.

کس چیز سے ان کی حفاظت کروں (یعنی باندھوں) تو اللہ تعالیٰ نے
وحی نازل کیا۔

---

(۱) عمل الیوم لابن سنی ۲۰۵ صححہ الحاکم ۴/۲۱۵ ووافقہ الذہبی۔

کہ تم اس طرح کہا کرو :

(حَصَّنْتُكُمْ بِالْحَيِّ الْقَيُّوْمِ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ اَبَداً وَدَفَعْتُ عَنْكُمُ السُّوْءَ بِلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ")

میں تمہاری حفاظت کرتا ہوں (باندھتا ہوں) اس حی وقیوم ذات کے ذریعہ جسے کبھی موت نہیں آسکتی اور میں دور کرتا ہوں تم سے ہر مضرت کو لاحول ولاقوۃ الخ کے ذریعہ۔

قاضی حسین کے اتالیق کہتے ہیں کہ قاضی صاحب علیہ الرحمہ کی عادت تھی کہ وہ جب احباب کو دیکھتے اور ان کا حسن حال وصفات انہیں پسند آتا تو وہ انہی مذکورہ کلمات کے ذریعہ ان کی حفاظت فرماتے (اور انہیں باندھ دیتے تھے) واللہ اعلم۔

نوٹ : ابن علان (۶/۷۰۲) فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حجر نے اپنی امالی میں حضرت صہیبؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ غزوہ حنین کے دن نماز فجر کے بعد اپنا ہونٹ ہلا رہے تھے، جب کہ اس سے قبل ایسا کرتے ہوئے ہم نے آپ کو نہیں دیکھا تھا، تو ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم آپ کو وہ چیز کرتے دیکھ رہے ہیں جو آپ پہلے کبھی نہیں کرتے تھے، آپ کے ہونٹ کی یہ حرکت کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے کے نبیوں میں سے کسی نبی کو اپنی امت کی کثرت بھا گئی تو انہوں نے کہا، کوئی چیز ان کا قصد نہیں کرسکتی، اللہ نے ان پر وحی نازل فرمایا اور کہا کہ اُمت کو تین باتوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کے لئے کہو : (۱) یا ہم ان پر کسی دوسرے دشمن کو مسلط کردیں جو انہیں کاٹ ڈالیں۔ (۲) یا ان پر ہم بھوک (پیاس) مسلط کردیں۔ (۳) یا ہم انہیں موت دیدیں۔

نبی نے ان تین چیزوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کے لئے اپنی اُمت سے مشورہ کیا، تو اُمت نے عرض کیا: دشمن کی ہم طاقت نہیں رکھتے، بھوک پہ ہم صبر نہیں کرسکتے، البتہ موت میں کوئی

حرج نہیں، چنانچہ اللہ نے ان پر موت نازل کردیا تو تین دِنوں میں ان کے ستر ہزار افراد جاں بحق ہوگئے، پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایے، میں اس وقت کہہ رہا ہوں، جبکہ اپنی کثرت میری نظروں کے سامنے ہے، اے اللہ میں تیرے ہی بل پہ طاقت رکھتا ہوں، تیرے ہی بل پہ حملہ آور ہوتا ہوں، اور تیرے ہی بل پہ جنگ کرتا ہوں، اَللّٰھُمَّ بِكَ اُحَاوِلُ وَبِكَ اُصَاوِلُ وَبِكَ اُقَاتِلُ)

یہ حدیث صحیح ہے، امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند (۳۳۳/۴) میں اس کی تخریج کی ہے، امام نسائی نے اس کا کچھ حصہ نقل کیا ہے، اور مسلم کی شرط پہ اسی سند سے امام ترمذی نے بھی اسے ذکر کیا ہے۔ قاضی حسین نے غالباً اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کسی اور واقعہ کی طرف اشارہ کرر ہے ہوں، کیونکہ ان کے قول میں ''بیك لمحه'' کا تذکرہ ہے، جبکہ صحیح حدیث میں تین دن کا تذکرہ ہے، کہ اتنے افراد تین دنوں میں جان بحق ہوئے۔ (نہ کہ بیک لمحہ)

(باب-۳۹)

پسندیدہ یا ناپسندیدہ چیز دیکھتے وقت کیا کہنا چاہئے:

۹۲۸ - ابن ماجہ وابن سنی کی کتاب میں بسند جید حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کوئی ایسی چیز دیکھتے جسے وہ پسند کرتے ہوں تو فرماتے :

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ"

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جن کی نعمتوں سے نیکیاں کمال کو پہونچتی ہیں۔

اور جب کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھتے تو فرماتے :

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ" ہر حال میں اللہ ہی کے لئے حمد وثنا ہے۔(۱)

(۱) سنن ابن ماجہ ۳۸۰۳، عمل الیوم لابن سنی ۳۸۰، وقال الحاکم ۴۹۹/۱، حدیث صحیح الاسناد)

(باب-۴۰)

جب آسمان کی طرف دیکھے تو کیا کہے :

آسمان کی طرف نظر کرتے وقت یہ پڑھنا مستحب ہے۔

رَبَّنَا مَاخَلَقْتَ هٰذا بَاطِلاً سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ.

(آل عمران:۱۹۱)

اے ہمارے رب تونے یہ عبث نہیں بنایا تو پاک ہے سب عیبوں سے سو ہم کو بچا دوزخ کے عذاب سے۔(اخیر سورت آیت ۲ تک)

کیونکہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت بخاری و مسلم میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اسی طرح کیا ہے، اس کا ذکر پہلے بھی (حدیث نمبر ۶۴ پہ) آچکا ہے۔(۱)

(باب-۴۱)

جب کسی چیز سے بدفالی خیال کرے تو کیا کہے

۹۲۹ - صحیح مسلم میں صحابی رسول ﷺ حضرت معاویہ بن حکم السلمیؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ہم میں سے بعض بدفالی لیتے ہیں، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ذٰلِكَ شَيْئٌ يَجِدُوْنَهٗ فِي صُدُوْرِهِمْ فَلَا يَصُدَّنَّهُمْ. (۲)

یہ ایسی چیز ہے کہ لوگ اسے اپنے دلوں میں پاتے ہیں چاہیئے کہ یہ خیال انہیں اس کام کے کرنے سے باز نہ رکھے۔

---

(۱) بخاری ۴۵۶۹، مسلم ۷۶۳-۲۵۶

(۲) مسلم ۵۳۷

۹۳۰ - ابن سنی وغیرہ کی کتاب میں حضرت عروہ بن عامر الجہنیؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ بدفالی کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا :

اَصْدَقُهَا الْفَالُ وَلَا تَرُدُّ مُسْلِماً وَاِذَا رَأَيْتُم الطِّيَرَةَ شَيْئاً تَكْرَهُونَهُ فَقُولُوا (اَللّٰهُمَّ لَا يَأتِي بِالْحَسَنَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا يَذْهَبُ بِالسَّيِّئَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ")(۱)

اس میں سب سے سچا فال نیک ہے اور یہ کسی مسلمان کو نہیں پھیرتا، اور جب تم کوئی ایسی بدفالی دیکھو جو تمہیں ناپسند ہو تو کہو: اے اللہ تیرے سوا کوئی اچھائیوں کو نہیں لاسکتا اور تیرے سوا کوئی برائیوں کو دور نہیں کرسکتا، اور کوئی طاقت وقوت تیرے بغیر میسر نہیں۔

(باب-۴۲)

حمام میں داخل ہوتے وقت کیا کہنا چاہئے :

بعض علماء کی رائے ہے کہ اس وقت "بسم اللہ" کہے، جنت کا سوال کرے اور جہنم سے پناہ مانگے۔

۹۱۳ - ابن سنی کی کتاب میں بسند ضعیف حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

نِعْمَ الْبَيْتُ الْحَمَّامُ يَدْخُلُهُ الْمُسْلِمُ دَخَلَهُ سَأَلَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ الْجَنَّةَ وَاسْتَعَاذَهُ مِنَ النَّارِ"(۲)

---

(۱) عمل الیوم لابن سنی ۲۹۴ سندہ ضعیف

(۲) عمل الیوم لابن سنی ۳۱۶ ضعیف

غسل خانہ کیا ہی بہتر مکان ہے جس میں مسلمان داخل ہوتا ہے، جب اس میں داخل ہو تو اللہ عزوجل سے جنت طلب کرے اور جہنم سے پناہ مانگے۔

نوٹ: تہبند کے بغیر حمام میں داخل ہونے کی ممانعت بسند صحیح ثابت ہے حاکم نے المستدرک ۴/۲۸۸ میں مسلم کی شرط پہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اِتَّقُوا بَيْتاً يُقَال لَهُ الْحَمَّام" (اس گھر سے بچو جسے حمام کہا جاتا ہے) صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول وہ تو گندگی کو دور کرتا اور مریض کو فائدہ پہونچاتا ہے، تو آپ نے ارشاد فرمایا: "فَمَنْ دَخَلَهُ فَلْيَسْتَتِرْ" تو جو اس میں داخل ہو اسے چاہئے کہ پردہ کرے (بدن ڈھکے)۔ حاکم ہی کی ایک اور روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلَا يَدْخُلِ الْحَمَّامَ اِلَّا بِمِئْزَرٍ" جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ حمام میں تہبند کے بغیر ہرگز داخل نہ ہو ـــــ ایک بات یہ بھی ہے کہ اس وقت سرزمین عرب میں نہ تو حمامات تھے اور نہ ہی نبی کریم ﷺ حمام میں داخل ہوئے۔

(باب-۴۳)

غلام یا لونڈی یا جانور وغیرہ خریدتے وقت کی دعاء:

ابتداءً مستحب ہے کہ اس کی پیشانی کو پکڑے اور کہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَسْئَلُكَ خَيْرَهٗ وَخَيْرَ مَاجُبِلَ عَلَيْهِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّ مَاجُبِلَ عَلَيْهِ"(۱)

اے اللہ میں تجھ سے اس کی اور اس کی فطرت کی خیر و برکت کا سوال

(۱) (ابوداؤد ۲۱۶۰) اس کا ذکر کتاب النکاح میں حدیث نمبر: ۷۸۸ پہ پہلے آچکا ہے)

کرتا ہوں اور اس کی اوراس کی فطرت کے شر سے تیری پناہ لیتا ہوں۔

اور قرض کی ادائیگی کے وقت یہ دعاء کہے :

"بَارَكَ اللّٰهُ فِيْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ " اللہ تعالیٰ تیرے اہل وعیال اور مال واسباب میں برکت دے۔ (اس کا ذکر پہلے حدیث نمبر:۸۹۵ پہ آچکا ہے اس کی سند حسن ہے)

یا یہ کہے :

"جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْراً" اللہ تجھے اچھا بدلہ دے۔

(اس کا ذکر بھی پہلے حدیث:۸۹۴ پہ آچکا ہے اوراس کی سند حسن صحیح ہے)

(باب-۴۴)

سواری پر نہ جمنے والے کے لئے دعاء :

۹۳۲ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت جریر بن عبداللہ البجلیؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کیا کہ میں گھوڑے پر جم نہیں پاتا ہوں، تو آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینہ پر مارا اور فرمایا:

"اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِياً مَهْدِيًا "(۱)

اے اللہ تو اسے جمادے، اسے ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنادے۔

(باب-۴۵)

مخاطب کو ایسی بات بتانے کی ممانعت جو اس کے سمجھ میں نہ آئے یا الٹا سمجھے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ. (ابراہیم:۴)

(۱) بخاری ۳۰۳۲ مسلم ۲۴۷۵

اور کوئی رسول نہیں بھیجا ہم نے مگر بولی بولنے والا اپنی قوم کی تا کہ ان کو سمجھائے۔

۹۳۴ - صحیح بخاری میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا "لوگوں کو وہی بات بتاؤ جو ان کی سمجھ میں آئے؛ کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ وہ اللہ اور اللہ کے رسول کو جھٹلائیں؟" (۱)

(باب-۴۶)

معلم یا واعظ کا حاضرین کو خاموش کرانا:

۹۳۵ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت جریر بن عبداللہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر مجھ سے فرمایا: "اِسْتَنْصِتِ النَّاسَ "لوگوں کو خاموش کرو، پھر فرمایا:

لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِی کُفَّاراً یَضْرِبُ بَعْضُکُمْ رِقَابَ بَعْضٍ" (۲)

میرے بعد کافروں کی سی حرکت نہ کرنے لگنا کہ آپس ہی میں ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔

(باب-۴۷)

جن کی پیروی کی جاتی ہو انہیں ایسا عمل نہیں کرنا چاہیے جو صحیح ہونے کے باوجود بظاہر خلاف شرع محسوس ہو۔

"عالم، معلم، قاضی، مفتی، مربی اور شیوخ و بزرگان دین، جن کی لوگ پیروی کرتے ہوں، اور انہیں اپنا مشعلِ راہ تصور کرتے ہوں، ان کے لئے مستحب ہے کہ اپنے اقوال وافعال اور

(۱) بخاری ۱۲۷ (۲) بخاری ۴۴۰۵ مسلم ۶۵

تصرفات سے اجتناب کریں جو درست اور حق ہونے کے باوجود بظاہر خلاف شرع یا صحت کے برعکس محسوس ہو، کیونکہ ایسا کرنے سے بہت سی برائیاں پیدا ہوسکتی ہیں، مثلاً لوگ یہ گمان کرنے لگیں گے کہ یہ ظاہر ہی کی طرح ہر حال میں جائز و درست ہے اور یہی شریعت اور ہمیشہ کے لئے معمول بہ حکم ہے،_____ یا اس کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں اس کی طرف سے نفرت اور تنقیض پیدا ہوگی، اور لوگ اس کے گھٹیا و حقیر ہونے کا اعتقاد کر بیٹھیں گے اور آپس میں اس کی چہ می گوئیاں کریں گے، پھر اس سے علم حاصل کرنا ترک کردیں گے اور اس کی ثقاہت مجروح ہوجائیگی، اور روایت و شہادت ساقط ہوجائیگی، اس کا فتوی لغو و باطل ہو جائے گا، اور علم کی جو بات وہ کیا کرتا تھا، لوگوں کے دلوں سے اس کی وقعت ختم ہو جائے گی، یہ اس کی چند ظاہری برائیاں ہیں، اس کے علاوہ بھی بہت سی خرابیاں وخامیاں پیدا ہوسکتی ہیں، اس لئے کسی ایک کو بھی ایسا عمل کرنے سے اجتناب کرنا چاہئے چہ جائے کہ سب کے سب علماء یہ عمل کریں _____ اگر اس طرح کے عمل کی ضرورت حد درجہ ضروری ہو جائے تو بھی اس کو ظاہر کر کے نہ کرے، اور کھلے عام کرنے سے پرہیز کرے _____ اور اگر ظاہر کرتا ہے، یا مصلحتاً اسے ظاہر کرنا مناسب سمجھتا ہے کہ لوگ اس کے جواز اور حکم شرعی سے آشنا ہو جائیں تو بہتر ہے کہ اپنے عمل کے ساتھ ہی یہ بھی کہے کہ میں نے جو یہ عمل کیا ہے حرام نہیں ہے، اور ایسا میں نے محض اس وجہ سے کیا ہے تاکہ تم لوگوں کو علم ہو جائے کہ جس طرح میں نے کیا ہے اس طرح کرنا شرعاً حرام و ممنوع نہیں ہے، اور اس کے کرنے کا طریقہ اس طرح ہے، اور اس کے یہ یہ دلائل ہیں۔

۹۳۶ - صحیح بخاری میں حضرت سہل بن سعد ابن عدیؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ منبر پر کھڑے ہوئے، آپ نے تکبیر کہا، تو لوگوں نے بھی پیچھے تکبیر کہی، پھر آپ نے قرارت کی اور رکوع کیا تو لوگوں نے بھی آپ کے پیچھے رکوع کیا، پھر

آپ اٹھے اور فوراً پیچھے ہٹے، اور زمین پر سجدہ کیا پھر واپس منبر پر لوٹ آئے، اور نماز سے فراغت تک منبر پر رہے پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا:

اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا صَنَعْتُ هٰذَا لِتَأْتَمُّوْا بِيْ وَلِتَعَلَّمُوا صَلَاتِيْ.

لوگو! میں نے ایسا اس لئے کیا کہ تم میری اقتدار کرو اور میری نماز کو سیکھ لو۔(۱)

۹۳۷ - اس باب میں بکثرت احادیث وارد ہوئی ہیں، مثلاً یہ حدیث کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اِنَّهَا صَفِيَّةُ" (یہ صفیہ ہے)(۲)

نوٹ: واقعہ اس طرح ہے کہ آپ ﷺ حضرت حفصہ کو ان کے گھر پہونچانے کے لئے اپنے ساتھ لیکر جارہے تھے، کہ انصار کے دو آدمیوں کا آپ کے پاس سے گذر ہوا، آپ کو خدشہ ہوا کہ کہیں شیطان ان کے دلوں میں غلط وسوسہ نہ ڈال دے کہ کسی اجنبی عورت کو ساتھ لیکر جارہے ہیں، اس لئے آپ نے پیدا ہونے والے اس وہم و وسوسہ کو دور کرنے کے لئے ان دونوں سے کہا "على رسلكما انها صفية" "تم دونوں ذرا ٹھہرو، یہ صفیہ ہے (یعنی میری زوجہ مطہرہ ہے کوئی اجنبی عورت نہیں ہے۔)

۹۳۸ - بخاری میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کھڑے کھڑے پانی پیا پھر فرمایا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے جس طرح تم نے ابھی مجھے کرتے دیکھا۔(۳)

اس مفہوم کی احادیث و آثار کتب صحاح میں بکثرت و شہرت موجود ہیں۔

---

(۱) بخاری ۹۱۷ مسلم ۹۴۴

(۲) بخاری ۵۶۱۵ مسلم ۲۱۷۵

(۳) بخاری ۵۶۱۵

(باب-۴۸)

رہبر ومقتدیٰ سے اگر خلاف معروف عمل سرزد ہوتو پیروکاروں کو کیا کرنا چاہئے:

اگر کوئی متبع یا پیروکار اپنے شیخ، استاذ یا جن کی پیروی کی جاتی ہے کو ایسا عمل کرتے دیکھے جو بظاہر نیک عمل اور عرف کے خلاف ہوتو وہ ان سے حصولِ علم و ہدایت کی نیت سے اس کا سبب دریافت کرے، اگر اس سے یہ عمل بھول کر یا غلطی سے سرزد ہوگئی ہوتو وہ اس کا تدارک کرے، اور اگر اس نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے، اور ایسا کرنا فی الواقع اس کے لئے درست بھی تھا تو وہ اس کی پوری وضاحت اس سے کردے۔

۹۳۹ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت اسامہ بن زیدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عرفہ سے روانہ ہوئے، جب گھاٹی میں پہونچے تو سواری سے اترے، پیشاب کیا، پھر وضو کیا، میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا نماز کا ارادہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: **''الصَّلَاةُ أَمَامَكَ''** نماز آگے ہے۔(۱)

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ! حضرت اسامہ نے اس وجہ سے سوال کیا کہ آپ بوقت مغرب گھاٹی میں داخل ہوئے تھے، اور مغرب کا وقت ختم ہونے ہی والا تھا۔

نوٹ : اس لئے انہیں شبہ ہوا کہ شاید اسی جگہ مغرب کی نماز ادا کرنے کا ارادہ ہے، آپ نے جواب میں بتادیا کہ آج کے دن میں حجاج کے لئے مغرب کی نماز کا وقت یہ نہیں ہے، بلکہ اس کا وقت عشاء کے وقت کے ساتھ شروع ہوگا، اور وہ آگے مزدلفہ میں عشاء کے ساتھ پڑھی جائے گی۔

---

(۱) بخاری ۱۳۹ مسلم ۱۲۸۰

۹۴۰ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا یہ قول مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: اے اللہ کے رسول آپ کو اس سے کیا لینا؟ میں تو اسے بخدا مؤمن سمجھتا ہوں۔(۱)

نوٹ : حضرت سعد کی یہ روایت مسلم میں اس طرح ہے:

''حضرت سعد فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول فلاں کو دیجئے اس لئے کہ وہ مؤمن ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا ''اَوَ مُسْلِمٌ'' کیا وہ مسلمان ہے؟ میں نے تین بار کہا اور آپ پھر اسی طرح تینوں بار مجھے جواب دیتے رہے، کہ کیا وہ مسلمان ہے؟ پھر فرمایا: ''اِنِّی لَاُعْطِی الرَّجُلَ وَغَیْرُہٗ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْهُ مَخَافَةَ اَنْ یَکُبَّهُ اللّٰهُ فِی النَّارِ'' اس کے علاوہ کسی اور شخص کو دینا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کیونکہ یہ خطرہ ہے کہ (وہ کمزور ایمان والا آدمی مال نہ پا کر کفر میں نہ لوٹ جائے اور) اللہ اسے جہنم میں نہ جھونک دے۔

۹۴۱ - صحیح مسلم میں حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے وقت چند نمازیں ایک ہی وضوء سے ادا کیں، حضرت عمرؓ نے عرض کیا: آج آپ نے وہ عمل کیا جو پہلے نہیں کرتے تھے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''عَمْداً صَنَعْتُهٗ یَا عُمَرُ'' اے عمر میں نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے۔

اور اس کی بے شمار نظیریں صحاح میں موجود ہیں جو مشہور و معروف ہیں۔(۱)

(باب-۴۹)

مشاورت کی ترغیب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

''وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ'' (آل عمران: ۱۵۹) اور ان سے مشورہ لیں کام میں۔

(۱) بخاری ۱۴۷۸ مسلم ۱۵۰ (۲) دیکھیں: مسلم ۲۷۷

اس کے بارے میں بے شمار صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں جو شہرت کی حامل ہیں، ورنہ تو یہی آیت کریمہ ہر ایک سے بے نیاز و مستغنی کرنے کے لئے کافی ہے، کیونکہ جب اللہ جل شانہ خود اپنی کتاب میں بنص جلی اپنے نبی کو مشاورت کا حکم دے رہا ہے جبکہ آپ ﷺ مخلوق میں سب سے اکمل وافضل ہیں تو پھر غیروں کا کیا؟

یاد رکھیں کہ جب کوئی کسی کام کا اردہ کرے تو اسے جس شخص کی پرہیزگاری و دینداری، تجربات ومہارت، نصیحت وشفقت وغیرہ پر اعتماد وبھروسہ ہو اس سے مشورہ کرے، اور اس وصف کے ساتھ اجتماعی مشاورت بھی مستحب ہے، اور بہتر ہے کہ خوب خوب مشورہ کیا جائے، اور جن سے مشورہ کیا جارہا ہو انہیں اپنا مقصد اور اس کے مصالح ومفاسد کا اگر علم ہو تو ان سے وہ مصالح ومفاسد بھی بیان کردے۔

حاکموں اور والیوں مثلاً بادشاہ، قاضی یا وزیر وغیرہ کے لئے مشورہ کرنے کی تاکید زیادہ ہے، صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت عمرؓ اپنے اصحاب سے ہمیشہ مشاورت کیا کرتے تھے، اور ان کے اقوال وآرار کی طرف ان کے رجوع ہونے اور قبول کرنے کے واقعات بے شمار اور مشہور ہیں۔

مشاورت کا فائدہ یہ ہے کہ جن سے مشورہ کیا جارہا ہے، اگر وہ شخص مذکورہ اوصاف کا حاصل ہو، اور اس میں بظاہر کوئی قباحت ومفاسد نہ ہو تو اس کے مشورہ کو قبول کیا جائے۔

جس سے مشورہ لیا جائے اس پر واجب ہے کہ اپنے مشورہ میں خیر خواہی کی پوری پوری کوشش کرے اور فکر کی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر مشورہ دے۔

۹۴۲ - صحیح مسلم میں حضرت تمیم داریؓ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "الدین النصیحة" دین درحقیقت نصیحت کا نام ہے، صحابہ نے عرض کیا: کس کے لئے اے اللہ کے رسول؟ آپ نے فرمایا "لِلّٰہِ و کتابه و رسوله وائمة المسلمين وعامتهم"

اللہ کے لئے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کے لئے اور مسلمانوں کے امام اور عام مسلمانوں کے لئے۔(۱)

۹۴۳ - سنن ابی داود، ترمذی، نسائی و ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ" جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہے۔(۲)

(باب-۵۰)

شیریں کلامی کی ترغیب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ" (الحجر: ۸۸) اور جھکا اپنے بازو ایمان والوں کے لئے۔

۹۴۴ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عدیؓ بن حاتم سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِتَّقُوْا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ" (۳)
نارِ جہنم سے بچو خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے ہی سے کیوں نہ ہو (یعنی صدقہ کر کے) اور جو یہ نہ پائے تو کلام شیریں کے ذریعہ۔

۹۴۵ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

---

(۱) مسلم: ۵۵

(۲) سنن ابی داود ۵۱۲۸ ترمذی ۲۸۲۲ تحفۃ ۱۴۹۷۷، بحوالہ سنن کبری للنسائی ابن ماجہ ۳۷۴۵ وقال الترمذی حدیث حسن)

(۳) بخاری ۶۰۲۳ و مسلم ۱۰۱۶

ارشادفرمایا:

كُلُّ سُلَامٰى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيْهِ الشَّمْسُ تَعْدِلُ بَيْنَ اِثْنَيْنِ صَدَقَةٌ وَيُعِيْنُ الرَّجُلَ فِيْ دَابَّتِهٖ فَتَحْمِلُهٗ عَلَيْهَا اَوْتَرْفَعُ لَهٗ عَلَيْهَا مَتَاعَهٗ صَدَقَةٌ قَالَ : وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ وَبِكُلِّ خُطْوَةٍ تَمْشِيْهَا اِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ ، وَتُمِيْطُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ" (۱)

انسان کا ہرعضو پرصدقہ ہے ہردن جس میں سورج طلوع ہو: دو کے درمیان انصاف کرنا صدقہ ہے،سواری پرانسان کی مدد کرے کہ اسے اٹھا کراس پر بیٹھائے یااس کا سامان اٹھا کراس پر رکھےصدقہ ہے،ار شادفرمایا: بھلی بات صدقہ ہےاور ہرقدم جونماز کی طرف بڑھتا ہے صدقہ ہے،اورراستہ سے تکلیف دہ چیزکوتو دورکرےصدقہ ہے۔

(اس حدیث کا کچھ حصہ کتاب کے شروع میں حدیث نمبر:۲۵ پرگذرچکا ہے)

۹۴۶ - صحیح مسلم میں حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا :

لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئاً وَلَوْ اَنْ تَلْقٰى اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلِقٍ (۲)

ادنیٰ درجہ کے خیر یا نیکی کوبھی معمولی مت سمجھوخواہ اپنے بھائی سے حشاش وبشاش چہرہ کے ساتھ ملنا ہی کیوں نہ ہو۔

---

(۱) بخاری ۹۸۹،مسلم ۱۰۰۹؛

(۲) مسلم:۲۶۲۶ یہ حدیث بھی پہلے نمبر:۳۰۷ پرگزرچکی ہے)

(باب-۵۱)

وضاحت سے بات کرنے کی تاکید :

۹۴۷ - سنن ابی داوٗد میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی گفتگو واضح ودوٹوک ہوتی تھی، جو بھی سنتا اسے سمجھ لیتا تھا۔(۱)

۹۴۸ - صحیح بخاری میں حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب کوئی بات کرتے تو اس کا اعادہ تین بار فرماتے، تاکہ اسے اچھی طرح سمجھ لیا جائے، اور جب کسی قوم کے پاس آتے تو انہیں سلام کرتے، اور تین بار کرتے۔(۲)

(باب-۵۲)

ہنسی مذاق کا بیان :

۹۴۹ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے چھوٹے سے بھائی (حفص بن ابی طلحہؓ) کو کہا کرتے تھے، ''یَااَبَا عُمَیْرٌ ، مَافَعَلَ النُّغَیر'' اے ابوعمیر بلبل نے کیا کیا۔(۳)

۹۵۰ - ابوداوٗد وترمذی میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے کہا، ''یَاذَا الْاُذُنَیْنِ'' اُو دو کان والے۔(۴)

---

(۱) ابوداوٗد: ۴۸۳۹ واسنادہ حسن)

(۲) بخاری ۹۴ اس کا ذکر بھی حدیث نمبر ۶۷۰ پہ آچکا ہے)

(۳) بخاری ۶۱۲۹، مسلم ۲۱۵۰، اس کا ذکر پہلے نمبر ۸۳۴ پہ آچکا ہے)

(۴) ابوداوٗد ۵۰۰۲ ترمذی ۱۹۹۳، وقال الترمذی: حدیث صحیح)

نوٹ : نبی کریم ﷺ نے انہیں ان کی ذہانت اور حسن استماع کی وجہ سے کان والا کہہ کر پکارا اور آپ مذاق میں بھی حق اور سچی بات ہی کہتے تھے۔

۹۵۱ - ابوداؤد و ترمذی میں حضرت انسؓ ہی سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا، مجھے سوار کرادیں، آپ نے فرمایا: "اِنِّیْ حَامِلُكَ عَلٰی وَلَدِ النَّاقَةِ" تجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کیے دیتا ہوں' اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول: اونٹنی کے بچے کو میں کیا کرونگا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "وَهَلْ تَلِدُ الِاِبِلَ اِلَّا النَّاقَةُ" کیا اونٹ کو اونٹنی کے علاوہ بھی کوئی چیز پیدا کرتی ہے؟ (۱)

۹۵۲ - ترمذی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول، آپ ہم سے دل لگی بھی کرتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اِنِّیْ لَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا" میں صرف حق بات ہی کہتا ہوں۔ (۲)

۹۵۳ - ترمذی میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

لَا تُمَارِ اَخَاكَ وَلَا تُمَازِحْهُ وَلَا تَعِدْهُ مَوْعِداً فَتُخْلِفَهُ. (۳)

اپنے بھائی سے نہ جھگڑو نہ مذاق کرو، اور نہ ایسا وعدہ کرو جسے پورا نہ کرسکو، (نہ وعدہ خلافی کرو)

نوٹ : امام ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے، مگر اس کے ایک راوی لیث بن ابی سلیم کی بقول عراقی جمہور نے تضعیف کی ہے، امام ذہبی فرماتے ہیں کہ ان کے حافظے کی وجہ سے ان میں ضعف ہے۔ علماء کی رائے میں جس مذاق و دل لگی سے منع کیا گیا ہے وہ مذاق ہے، جو حد سے متجاوز ہو اور

---

(۱) سنن ابی داؤد: ۴۹۹۸، ترمذی ۱۹۹۱ وقال الترمذی! حدیث حسن صحیح)

(۲) سنن ترمذی ۱۹۹۰ وقال الترمذی حدیث حسن)

(۳) سنن ترمذی ۱۹۹۵، وقال الترمذی، حدیث حسن غریب

ہمیشہ کیا جاتا ہو، کیونکہ اس سے دل میں سختی پیدا ہوتی، انسان ذکر الٰہی اور اہم دینی امور و تقاضوں سے غافل ہو جاتا ہے اور اکثر اوقات یہ ایذا رسانی اور بغض و عناد پر منتج ہوتا ہے، اور رعب وقار خاک میں مل جاتا ہے۔

ہاں جو ان مفاسد سے محفوظ رہے وہ جائز و درست ہے جیسا کہ خود نبی کریم ﷺ کیا کرتے تھے، آپ شاذ و نادر ہی مخصوص حالات میں کسی مصلحت کے پیش نظر ہنسی مذاق کیا کرتے تھے، جس کا مقصد مخاطب کی دل جوئی اور انس و محبت کو بڑھانا ہوتا تھا۔ اور اس میں قطعی کوئی ممانعت نہیں بلکہ ان اوصاف کے ساتھ ایسا کرنا افضل و مستحب ہے۔

علماء کی رائے جو ہم نے یہاں بیان کیا اور ان احادیث کی جو تحقیق و تشریح کی اور اس کے احکام بیان کیے، آپ اس پر اعتماد و بھروسہ کریں اور اس کا التزام کریں کیونکہ اس کی ضرورت بہت زیادہ پیش آتی ہے، واللہ اعلم۔

(باب-۵۴)

شفارش کا بیان

یاد رکھیں کہ حکام وقت یا کسی بھی مالکین حقوق وغیرہ سے شفارش کرنا بہتر عمل اور مستحب ہے، بشرطیکہ یہ شفارش حدود و قصاص یا ناجائز و غیر مشروع کام کے لئے نہ ہو، مثلاً بچوں، مجنونوں یا وقف وغیرہ کی جائداد کے ناظرین و نگران کار سے بعض حقوق سے دستبرداری کی شفارش کرنا، کیونکہ اس طرح کی شفارش، شفارش کرنے والے کے لئے حرام اور جس سے شفارش کی جارہی ہے اس کا اس شفارش کو قبول کرنا حرام ہے۔

اسی طرح شفارش کے بجائے ایسا عمل جس سے ان حقوق کی دستبرداری یا اس میں کچھ کمی کرنا لازم آتا ہو، یا اس کی تگ و دو کرنا اس کے نتائج سے باخبر ہونے کے باوجود حرام و ناجائز ہے۔ ان

مذکورہ باتوں کی دلیلیں علماء کے اقوال اور کتاب وسنت میں بے شمار ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُن لَّهُ نَصِيبٌ مِّنْهَا وَمَن يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُن لَّهُ كِفْلٌ مِّنْهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ مُّقِيْتًا. (النساء: ۸۵)

جو کوئی شفارش کرے نیک بات میں، اس کو بھی ملے گا اس میں سے ایک حصہ، اور جو کوئی شفارش کرے بری بات میں اس پر بھی ہے ایک بوجھ اس میں سے، اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

"اَلْمُقِيْتُ" کا معنیٰ "مقتدر" یعنی پوری قدرت رکھنے والا بھی ہے اور "مقدر" یعنی تقدیر بنانے والا بھی ہے، یہ اہل لغت کا قول ہے اور یہی قول حضرت ابن عباسؓ اور دیگر مفسرین کا بھی ہے۔ بعض علماء کے نزدیک "مقیت" بمعنیٰ "حفیظ" یعنی خوب حفاظت کرنے والا ہے، اور کچھ علماء کی رائے میں مقیت اس ذات کو کہتے ہیں جس پر ہر جاندار کی روزی عائد ہوتی ہو (اور اس وقت یہ قوت سے ماخوذ ہوگا)

امام کلبی کی رائے میں مقیت کا معنیٰ ہے "اچھائی یا برائی کا بدلہ دینے والا" بعض علماء کی رائے میں اس کا معنیٰ "شہید" یعنی گواہ و مطلع رہنے والا ہے، اس معنیٰ میں اس کا مفہوم حفیظ کا مفہوم ہوگا، اور کفیل کا معنیٰ بوجھ یا حصہ یا نصیب ہے اور آیت میں مذکور شفاعت جمہور کے نزدیک اپنے ظاہری معنیٰ یعنی شفارش ہی کے مفہوم میں ہے، یعنی انسانوں کا ایک دوسرے کے لئے شفارش کرنا، بعض حضرات نے شفاعت حسنہ کا مفہوم بیان کیا ہے، کہ اس کا ایمان کفار سے قتال وجہاد کرنے کی اس سے شفارش کرے، واللہ اعلم۔

۹۵۴ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس جب کوئی طالبِ حاجت آتا تو آپ حاضرین مجلس کی طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے:

اِشَفَعُوا تُوْجَرُوْا وَيَقْضِي اللّٰه عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ مَااَحَبَّ ، وَ فِي رِوَايَةٍ "مَاشَاءَ"(۱)

شفارش کرو اجر پاؤ گے، اور اللہ کو جو پسند ہوگا اپنے نبی کی زبان سے اسے پورا کریگا، ایک روایت میں ہے"اللہ جو چاہے گا"۔

۹۵۴/۱ - ابوداؤد کی روایت میں اس طرح ہے:

اِشَفَعُوا اِلَيَّ لِتُوْجَرُوْا ، وَلِيَقْضِ اللّٰهِ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ مَاشَاءَ.

مجھ سے شفارش کرو تا کہ تمہیں اجر دیا جائے، اور اللہ جو چاہے گا اپنے نبی کی زبان سے اسے پورا کریگا۔

یہ روایت صحیحین کی روایت کے مفہوم کی وضاحت کررہی ہے۔(۲)

۹۵۵ - صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے حضرت بریرہؓ اور ان کے شوہر کے واقعہ میں مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت بریرہؓ سے فرمایا"لَوْرَاجَعْتِهٖ" کاش تم اس سے رجوع کرلیتی، حضرت بریرہؓ نے عرض کیا"یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَأْمُرُنِيْ"؟ اے اللہ کے رسول کیا آپ حکم دے رہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا"اِنَّمَا اَشْفَعُ" میں محض شفارش کررہا ہوں، حضرت بریرہؓ نے عرض کیا"لَاحَاجَةَ لِيْ فِيْهِ" مجھے اس شخص کی کوئی ضرورت نہیں۔(۳)

۹۵٦ - صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر، جب مدینہ پہونچے تو اپنے بھتیجے حر بن قیس کے پاس ٹھہرے، یہ اس وفد میں سے تھے جنہیں حضرت عمر بن الخطابؓ نے اپنے بہت قریب کرر کھا تھا، عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا:

---

(۱) بخاری ٦٠٢٨ مسلم ۲٦۲۷

(۲) دیکھیں: سنن ابی داؤد: ۵۱۳۱

(۳) دیکھیں: بخاری: ۵۲۸۳

میرے بھتیجے، اس امیر کے پاس تیرا ایک مقام ہے تم ان سے میری ملاقات کے لئے اجازت حاصل کرو، انہوں نے اجازت طلب کیا اور حضرت عمرؓ نے ملنے کی اجازت دیدی، جب عیینہ ان کے پاس پہونچے تو بولے، بات دراصل یہ ہے اے ابن خطاب! کہ آپ نہ تو ہمیں پورا پورا دیتے اور نہ ہی ہمارے درمیان فیصلوں میں انصاف کرتے ہیں، حضرت عمرؓ غضبناک ہوگئے، اور قریب تھا کہ کچھ کر بیٹھتے، تو حر نے عرض کیا اے امیر المومنین اللہ جل شانہ نے اپنے نبی سے کہا ہے: **خذ العفو وامر بالمعروف واعرض عن الجاهلين**" (الاعراف:۱۹۹) عادت کر درگذر کی اور حکم کر نیک کام کرنے کا اور کنارہ کر جاہلوں سے۔ اور یہ جاہلوں میں سے ہے، اللہ کی قسم جس وقت انہوں نے اس آیت کی تلاوت کی حضرت عمرؓ اس سے آگے نہ بڑھ سکے اور حضرت عمر کتاب اللہ کے سامنے فوراً رک جانے والے تھے، (یعنی کتاب اللہ کے سامنے حد درجہ سر تسلیم خم کر دینے والے تھے، چاہے کتنے ہی غضب وطیش کی حالت میں ہوں)(۱)

(باب-۵۴)

خوشخبری ومبارکباد دینا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ إِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى "(آل عمران ۳۹)

پھر انہیں آواز دی فرشتوں نے جب وہ کھڑے تھے نماز میں حجرے کے اندر کہ اللہ تجھ کو خوشخبری دیتا ہے یحیٰ کی۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

---

(۱) دیکھیں: بخاری ۴۶۴۲، اس کا ذکر پہلے حدیث نمبر: ۹۱۵ پہ آچکا ہے)

وَلَمَّا جَاءَ تْ رُسُلُنَا اِبْرَاهِیمَ بِالْبُشْریٰ" (عنکبوت:۳۱)
اور جب پہونچے ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیم کے پاس خوشخبری لیکر۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

"فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيْمٍ" (الصفت : ۱۰۱) خوشخبری دی ہم نے اس کو ایک لڑکے کی جو ہوگا تحمل والا"

نیز ارشاد خداوندی ہے :

قَالُوا لَا تَخَفْ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلَامٍ عَلِيْمٍ (الذاریات:۲۸) "بولے تو مت ڈر اور خوشخبری دی اس کو ایک ہوشیار لڑکے کی"

نیز باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَالُوا لَا توجل اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ عَلِيْمٍ (الحجر:۵۳-۵۴) بولے مت ڈر ہم تجھ کو خوشخبری سناتے ہیں ایک ہوشیار لڑکے کی۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

وَامْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِاِسْحَاقَ وَمِنْ وراء اِسْحَاق یعقوبَ . (ہود:۷۱)

اور اس کی عورت کھڑی تھی تب وہ ہنس پڑی پھر ہم نے خوشخبری دی اس کو اسحاق کے پیدا ہونے کی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی۔

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

اذ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَامَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِنْهُ
(آل عمران:۴۵)

جب کہا فرشتوں نے اے مریم اللہ تجھ کو بشارت دیتا ہے ایک اپنے حکم کی"

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

ذٰلِكَ الَّذِىْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ''

(الشوریٰ:۲۳)

یہ ہے جو خوشخبری دیتا ہے اللہ اپنے ایمان دار بندوں کو جو کرتے ہیں بھلے کام۔

نیز اللہ جل شانہ فرماتے ہیں :

فَبَشِّرْ عِبَادِىَ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ''

(۔۔۱۷-۱۸)

سوتو خوشخبری سنادے میرے بندوں کو جو سنتے ہیں بات پھر چلتے ہیں اس پر جو اس میں اچھی باتیں ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَاَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِىْ كُنْتُم تُوْعَدُوْنَ'' (فصلت:۳۰) اور خوشخبری سنو اس بہشت کی جس کا تم سے وعدہ تھا۔

نیز ارشاد خداوندی ہے :

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ بِاَيْمَانِهِمْ بُشْرَاكُمُ الْيَوْمَ جَنَّاتٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ''

(الحدید: ۱۲)

جس دن تو دیکھے ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو کہ دوڑتی ہوئی چلتی ہے ان کی روشنی ان کے آگے اور ان کے داہنے، خوشخبری ہو تم کو آج کے دن ان باغوں کی کہ نیچے بہتی ہیں جن کے نہریں۔

نیز اللہ جل شانہ فرماتے ہیں:

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُقِيمٌ'' (التوبہ: ۲۱)

خوشخبری دیتا ہے ان کو پروردگاران کا اپنی طرف سے مہربانی کی اور رضامندی کی اور باغوں کی کہ جن میں ان کو آرام ہے ہمیشہ کا''

اور بشارت وخوشخبری سے متعلق بے شمار صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں جو مشہور معروف ہیں، ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

۹۵۷ - کعب بن مالکؓ کی اپنے توبہ کے واقعہ سے متعلق روایت جس میں وہ فرماتے ہیں کہ: میں نے کسی پکارنے والے کی آواز سنی جو خوب چیخ کر باآواز بلند کہہ رہا تھا

''يَا كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ ابشر'' اے کعب بن مالک مبارک ہو، تیرے لئے خوشخبری ہے، پھر لوگ مجھے مبارکباد اور خوشخبری دینے لگے اور میں رسول اللہ ﷺ سے قصد سے چل پڑا لوگ فوج درفوج مجھ سے مل رہے تھے اور توبہ قبول ہونے کی خوشخبری دے رہے تھے، اور کہہ رہے تھے، اللہ کی طرف سے تیری توبہ کی قبولیت تجھے مبارک ہو، یہاں تک کہ میں مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے اردگرد لوگ جمع ہیں، حضرت طلحہ بن عبید اللہ کھڑے ہوئے اور دوڑ کر مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے مبارکبادی، حضرت کعبؓ نے حضرت طلحہؓ کے اس طرز عمل (اور والہانہ محبت) کو کبھی نہیں بھلایا، پھر حضرت کعبؓ فرماتے ہیں: جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا، جبکہ آپ کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔

''اَبْشِرْ بِخَيْرِ يَوْمٍ مَرَّ عَلَيْكَ مُنْذُ وَلَدَتْكَ أُمُّكَ''(۱)

---

(۱) بخاری ۴۴۱۸، مسلم ۲۷۶۹

جب سے تیری والدہ نے تمہیں پیدا کیا ہے، تب سے جتنے دن تم پر گذرے ہیں اس میں سب سے بہترین دن کی خوشخبری تمہیں مبارک ہو۔

(باب-۵۵)

تسبیح وتہلیل کے الفاظ میں اظہار تعجب

۹۵۹ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ملاقات ان سے ہوئی جبکہ وہ جنبی تھے، وہ آپ کے پاس سے چپکے سے نکل گئے اور جا کر غسل کیا، ان کے نکل جانے کے بعد نبی کریم ﷺ نے انہیں تلاش کیا، جب وہ آئے تو آپ ﷺ نے ان سے دریافت کیا (اَیْـنَ کُـنْـتَ یَا اَبَاھُرَیْرَۃَ '' اے ابو ہریرہ تم کہاں تھے، انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ کی ملاقات مجھ سے ہوگئی جبکہ میں ناپاک تھا، اس لئے مجھے ناگوار معلوم ہوا کہ (اس حالت میں) میں آپ کی مجلس میں بیٹھوں تا آنکہ غسل کرلوں، تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''سُبْحَانَ اللّٰهِ اَنَّ الْمُوْمِنَ لَا یَنْجِسُ '' سبحان اللہ مومن ناپاک نہیں ہوتا۔(۱)

۹۶۰ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے حیض سے پاک ہوکر غسل کرنے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ نے اسے کیفیت بتاتے ہوئے فرمایا:

خُـذِیْ فِـرْصَةً مِنْ مِسْكٍ فَتَطَهَّرِیْ بِهَا ، قَالَتْ كَیْفَ اَتَطَهَّرُ بِهَـا ؟ قَـالَ تَـطَهَّرِیْ بِهَا ، قَالَتْ كَیْفَ ؟ قَالَ : سُبْحَانَ اللّٰه ، تَطَهَّرِیْ بِهَا ، فَاجْتَذَبْتُهَا اِلَیَّ وَقُلْتُ تَتَبِعِیْ اَثَرَ الدَّمِ ''

(مشک لگا ہوا کپڑا یا اس جیسی چیز کا) ایک ٹکڑا لو پھر اس سے پاکی حاصل

(۱) بخاری ۲۸۳ مسلم ۳۷۱

کرو، اس نے عرض کیا اس سے کس طرح پاکی حاصل کروں؟ آپ نے فرمایا، اس سے پاکی حاصل کرو، اس نے پھر عرض کیا، کس طرح؟ تو آپ نے فرمایا سبحان اللہ اس سے پاکی حاصل کرو، (حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب تین بار کے باوجود نہ سمجھ سکی تو میں نے اسے اپنی طرف کھینچا اور اس سے کہا خون کے اثرات کو دور کرو (خوشبودار کپڑا شرمگاہ پر رکھ کر) (۱)

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: یہ بخاری کی مختلف روایتوں میں سے ایک روایت کے الفاظ ہیں اور مسلم کی بقیہ روایتیں اسی مفہوم کی ہیں "فِـرصَة" کا معنی ٹکڑا ہے اور مسك بمعنی مشک ہے جو خوشبوؤں کی دنیا میں مشہور و معروف ہے، بعض حضرات نے "مسك" کے میم کو زبر کے ساتھ پڑھا ہے، اس وقت اس سے مراد "جـلـد" یعنی چمڑا ہوگا، نیز اس کے علاوہ بھی بہت سے اقوال منقول ہیں، مگر صحیح و مختار قول یہ ہے کہ عورت تھوڑا خوشبو کپڑا یا اون یا روئی وغیرہ کے ٹکڑے میں لگا کر فرج (شرمگاہ) میں رکھے تا کہ اس کی بدبو دور ہو کر خوشبودار ہو جائے۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس کا مقصد جلد حمل ٹھہرانا ہے اور علوق میں جلد بازی سے کام لینا ہے، مگر یہ بات ضعیف و بے وزن ہے، واللہ اعلم۔

۹۶۱ - صحیح مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ربیع کی بہن امِّ حارثہ نے کسی کو زخمی کر دیا، ان لوگوں نے اس کا مقدمہ نبی کریم ﷺ کے سامنے پیش کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا "الـقـصـاص، القصاص" یعنی قصاص لیا جائے گا، ام ربیع (یعنی ام حارثہ کی والدہ) نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول آپ ان سے قصاص لینگے؟ واللہ اس سے قصاص تو نہیں لیا جا سکتا ہے؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "سُبحَانَ اللّٰـه، يَا أُمَّ الرَّبِيعِ، اَلْقِصَاصُ كِتَابُ اللّٰه" سبحان اللہ، اے ام ربیع

(۱) بخاری ۳۱۴، ۱۴/۱ مسلم ۳۳۲

قصاص تو کتاب اللہ کا حکم ہے۔(۱)

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں : اصل حدیث تو صحیحین یعنی بخاری ومسلم دونوں میں ہے، مگر مذکورہ روایت مسلم کے الفاظ ہیں، اور یہی اس جگہ ہمارا مقصود ہے۔

۹۶۲ - صحیح مسلم میں حضرت عمران بن حصینؓ سے قید کی جانے والی عورت کے واقعہ سے متعلق طویل حدیث میں مروی ہے کہ وہ چھوٹ کر بھاگ نکلی، اور نبی کریم ﷺ کی اونٹنی پر سوار ہوگئی اور اس نے نذر مانا کہ اگر اللہ نے اسے نجات دیدیا اور وہ بچ نکلی تو وہ اس اونٹنی کو اللہ کے واسطے قربان کرڈالیگی، پھر وہ بچ کر آگئی تو لوگوں نے اس کا تذکرہ نبی کریم ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا "سُبْحَانَ اللّٰہِ بِئسَ مَاجَزَتْھَا" سبحان اللہ بڑا ہی برا بدلہ ہے جو اس نے اونٹنی کو دیا۔(۲)

۹۶۳ - صحیح مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعری کی استیذان والی حدیث میں مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عمر سے کہا ﷺ ﷺ الخ، اور اس کے اخیر میں ہے "یَاابْنَ الْخَطَّابِ لَاتَکُوْنَنَّ عَذَاباً عَلٰی اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ، قَالَ: سُبْحَانَ اللّٰہِ سَمِعْتُ شَیْئًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اَتَثَبَّتَ" اے ابن خطاب آپ اصحاب رسول اللہ ﷺ کے لئے عذاب نہ بنیں، تو حضرت عمرؓ نے جواب میں فرمایا: سبحان اللہ، میں نے تو ایک بات سنی تھی اس لئے میں نے چاہا کہ مہلت سے کام لوں، یا مشورہ کرلوں، یا تحقیق کرلوں۔(۳)

۹۶۴ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے ایک طویل حدیث کے ضمن میں مروی ہے کہ جب ان سے کہا گیا "اِنَّکَ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ" بے شک آپ جنتیوں میں سے ہیں، تو انہوں نے فرمایا: سبحان اللہ، مَایَنْبَغِی لِاَحَدٍ اَنْ یَقُوْلَ مَالَمْ یَعْلَمْ" سبحان اللہ کسی انسان کو زیب نہیں دیتا کہ ایسی بات کہے جس کا اسے علم نہیں۔ (پھر پوری حدیث ذکر کیا)(۴)

---

(۱) صحیح مسلم ۱۶۷۵ (۲) صحیح مسلم: ۱۶۴۱
(۳) صحیح مسلم ۲۱۵۴ (۴) بخاری ۳۸۱۳ مسلم ۲۴۸۴

(باب-۵۶)

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

یہ بات یا تو سب سے اہم ہے، یا اہم بابوں میں سے ایک ہے، کیونکہ اس عمل کی عظمت، اس پر توجہ دینے کی اشد ضرورت، اور عموماً لوگوں کا اس میں تساہل برتنے کی وجہ سے اس کے بارے میں بے شمار نصوص وارد ہوئی ہیں جس کا اس جگہ احاطہ کرنا ممکن نہیں، البتہ ہم اس جگہ اس کے اہم اصول کو بیان کررہے ہیں، کیونکہ اس سے صرف نظر مناسب نہیں ﷺ اس سلسلہ میں علماء کی مختلف ومتعدد تصنیفات ہیں، اس کا کچھ ٹکڑا میں نے صحیح مسلم کی شرح کے شروع میں ذکر کیا ہے اوران اہم امور پر متنبہ کیا ہے جس کی معرفت وواقفیت سے استغناء درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ اُمَّةٌ يَدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ" (آل عمران: ۱۰۴)

اور چاہیئے کہ رہے کہ میں ایک جماعت ایسی جو بلاتی رہے نیک کام کی طرف اور حکم کرتی رہے اچھے کاموں کا اور منع کریں برائی سے اور وہی پہونچے اپنی مراد کو۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ" (الأعراف: ۱۹۹) عادت کر درگذر کی اور حکم کر نیک کام کرنے کا۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ، يَاْمُرُوْنَ

بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ. (التوبہ : ۷۱)

اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کی مددگار ہیں، سکھلاتے ہیں نیک بات اور منع کرتے ہیں بری بات سے۔

نیز ارشاد خداوندی ہے :

كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوْهُ (المائدة:۷۹) آپس میں منع نہ کرتے برے کام سے جو وہ کر رہے تھے۔

اس مفہوم کی اور بھی بہت سی مشہور آیتیں ہیں :

۹۶۵ - صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا:

مَنْ رَاى مِنْكُمْ مُنْكِراً فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ وَاِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَاِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ" (۱)

تم میں سے جو کوئی کسی طرح کی برائی دیکھے تو اسے چاہئے کہ بزور بازو اسے بدل دے (روک دے) اور اگر اس کی قدرت نہ ہو تو زبان سے اور اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے (اسے برا جانے) اور یہ ایمان کا ادنی درجہ ہے۔

۹۶۶ - سنن ترمذی میں حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَتَامُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ اَوْلَيُوشِكَنَّ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَاباً مِنْهُ، ثُمَّ تَدْعُوْنَهُ فَلَا يُسْتَجَابَ لَكُمْ. (۲)

---

(۱) مسلم ۴۹

(۲) سنن ترمذی ۲۱۶۹، وقال الترمذی: حدیث حسن)

اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے یا تو تم ضرور بھلائی کا حکم دو اور برائی کے کام سے روکو (ورنہ) قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی طرف سے سزا وعتاب بھیج دے، پھر تم دعا کرو اور تمہاری دعا قبول نہ کی جائے۔

۹۶۷ - سنن ابی داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ میں بسند صحیح حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا لوگو: تم اس آیت کی تلاوت کرتے ہو۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْ عَلَيْكُمْ اَنْفُسُكُمْ لَايَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ"

اے ایمان والوں تم پر لازم ہے فکر اپنی جان کا تمہارا کچھ نہیں بگاڑتا جو کوئی گمراہ ہوا، جبکہ تم ہوئے راہ پر۔

حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا ہے:

اِنَّ النَّاسَ اِذَا رأوا الظَّالِمَ فَلَمْ يَاْخُذُوا على يَدَيْهِ اوشَكَ اَنْ يَعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ مِنْهُ (۱)

لوگ جب ظالم کو (ظلم کرتے) دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ روکیں (اسے ظلم سے باز نہ رکھیں) تو قریب ہے کہ اللہ اپنے عذاب میں ان سبھوں کو شامل کرلیں۔

۹۶۸ - سنن ابی داؤد و ترمذی اور دیگر کتابوں میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ. (۲)

---

(۱) ابوداؤد: ۴۳۳۸ ترمذی ۳۰۵۷ تحفہ ۶۶۱۵، بحوالہ سنن کبری للنسائی، ابن ماجہ ۴۰۰۵

(۲) ابواؤد: ۴۳۴۴، ترمذی ۲۱۷۴، وقال الترمذی: حدیث حسن

سب سے افضل جہاد ظالم بادشاہ کے پاس حق بات کہنا ہے۔

(امام نوویؒ فرماتے ہیں) اس باب کی احادیث اس حد تک مشہور ومعروف ہیں کہ ان سبھوں کا احاطہ اور تذکرہ دشوار ہے۔ ﷺ ﷺ مذکورہ آیت کریمہ ان چند آیتوں میں سے ایک ہے کے اندر بہت سے جاہل ونادان لوگ دھوکا کھائے بیٹھے ہیں اور اسے غلط مفہوم پہ محمول کر کے نامناسب مطلب اخذ کر رہے ہیں، حالانکہ اس کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ جس چیز کا تمہیں حکم دیا گیا ہے اگر تم اسے بجالاتے رہو اور اس پر عمل پیرا رہو تو دوسروں کی گمراہی تمہیں نقصان نہیں پہونچا سکتی، اور تمہیں جس چیز کا حکم دیا گیا ہے ان میں سے ایک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے اور مذکورہ آیت کریمہ مفہوم کے اعتبار سے اس دوسری آیت کے قریب ہے جس میں باری تعالیٰ نے اشادفرمایا ہے کہ :

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (عنکبوت: ۱۸) اور رسول کا ذمہ تو بس یہی ہے، کھول کر پیغام پہونچا دینا۔

یاد رکھیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی نیکی کے حکم دینے اور برائی کے کام سے روکنے کے لئے چند شرائط وضوابط اور چند جانی پہچانی صفات ہیں، یہ مقام اس کی تفصیل کا نہیں، اس کی بہترین منظر کشی امام غزالی کی ''احیاء علوم الدین'' میں کی گئی ہے اور ان میں سے اہم باتوں کی وضاحت میں نے مسلم کی شرح میں کردی ہے، واللہ اعلم۔

کتاب حفظ اللسان

(زبان کی حفاظت کا بیان)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"مَایَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ" (ق:۱۸)

نہیں بولتا کچھ بات جو نہیں ہوتا اس کے پاس ایک نگہبان (لکھنے کو تیار)

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ" (الفجر: ۱۴) بے شک تیرا رب لگا ہے گھات میں۔

مستحب اذکار کو بیان کرنے کی جس قدر اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی اور آسانی پیدا فرمایا، ما سبق میں اسے ذکر کر چکا ہوں، اب میرا ارادہ ان الفاظ یا باتوں کو ذکر کرنے کا ہے جو یا تو مکروہ ہیں یا حرام، ان میں سے چند ایسے مقاصد کا تذکرہ اس جگہ کر دینا میں مناسب سمجھتا ہوں جس کی واقفیت ہر دیندار کی ضرورت ہے، اور اس لئے کہ یہ کتاب الفاظ کے احکام اور اس کے اقسام کا احاطہ بھی کر لے۔

چونکہ اس کا بیشتر حصہ معروف و مشہور ہوگا اس لئے اکثر مقامات پر بیانِ دلائل سے پہلو تہی کرونگا، و باللہ التوفیق۔

(فصل) - بات کریں تو خیر کی:

ہر بالغ و مکلّف شخص کے لئے ضروری ہے کہ اپنی زبان کی حفاظت کرے اور ایسی ہی بات کرے جس میں خیر و بہتری اور مصلحت ہو۔ بات کرنے اور نہ کرنے کی مصلحت و اچھائی میں اگر ہر دو پہلو مساوی ہو تو خاموشی اختیار کرنا ہی بہتر، اور سنت کے موافق ہے، کیونکہ بسا اوقات جائز و

مباح بات بھی حرام یا مکروہ کے ارتکاب تک انسان کو پہونچا دیتی ہے، بلکہ عام طور پر عادتاً ایسا ہی ہوتا ہے، جبکہ کوئی شئی سلامتی کی برابری نہیں کرسکتی۔

۹۶۹ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْراً أَوْلِيَصْمُتْ.(۱)

جو بھی اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ بھلی بات کرے یا خاموش رہے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: یہ حدیث جس کی صحت متفق علیہ ہے اس بات میں نص صریح ہے کہ انسان کے لئے صرف ایسی ہی بات کرنا مناسب ہے جو بھلی اور خیر کی حامل ہو اور جس کی مصلحت اس کے سامنے واضح وعیاں ہو، اور اگر اس کی مصلحت میں اسے شک ہو تو بات نہ کرنا ہی بہتر ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں: کہ انسان جب بات کرنے کا ارادہ کرے، بات کرنے سے پہلے اچھی طرح سوچ لے، اگر مصلحت سمجھے تو بات کرے ورنہ خاموش رہے، تا آنکہ مصلحت اس کا متقاضی ہوجائے۔

۹۷۰ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابوموسی اشعریؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول کونسا مسلمان افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ ”جس کی زبان اور دست وبازو سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔(۲)

---

(۱) بخاری ۶۴۷۵، مسلم ۴۷

(۲) بخاری ۱۱، مسلم: ۴۲

۹۷۱ - صحیح بخاری میں حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ يَضْمَنْ لِي مَابَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَابَيْنَ رِجْلَيْهِ اَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ " (۱)

دونوں داڑھوں کے درمیان اور دونوں ٹانگوں کے درمیان کی چیز کی جو مجھ سے ضمانت دے دے میں اس کے لئے جنت کی ضمانت لیتا ہوں۔

نوٹ: یہ کنایہ ہے زبان اور شرم گاہ کی حفاظت سے کہ جو شخص زبان اور شرم گاہ کو قابو میں رکھنے کی مجھے سے گارنٹی دے دے اور بدکاریوں اور بدگوئیوں سے محفوظ رہے، میں اس کے لئے جنت کی گارنٹی لیتا ہوں۔

۹۷۲ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو کہتے سنا:

اِنَّ الْعَبْدَ يَتَكَلَّمُ بِكَلِمَةٍ مَايَتَبَيَّنُ فِيهَا ، يَزِلُّ بِهَا اِلَى النَّارِ ، اَبْعَدَ مِمَّا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ" (۲)

انسان کبھی ایسا جملہ بولتا ہے جسے وہ محسوس نہیں کرتا، جس سے وہ جہنم میں گر پڑتا ہے، وہ بات مشرق ومغرب کے درمیان کی مسافت سے زیادہ بعید (وزنی) ہوتی ہے۔

بخاری کی روایت میں لفظ "مغرب" کے بغیر صرف "اَبعد مابین المشرق" ہے "مایتبین" کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کبھی بے سوچے سمجھے بول لیتا ہے اس کی اچھائی یا برائی میں غور نہیں کرتا، اس کے انجام کا اندازہ نہیں لگاتا، اس کے نتائج وعواقب سے بے خبر رہتا ہے، حالانکہ اس کا انجام بڑا بھیانک اور اس حد تک خطرناک ہوتا ہے کہ اس کی وہ معمولی سی بات اسے جہنم میں پہونچا دیتی ہے۔

---

(۱) بخاری ۶۴۷۴

(۲) بخاری ۶۴۷۷، مسلم ۲۹۸۸

۹۷۳ - صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

اِنَّ العبدَ یَتکلَّمُ بِالکَلِمَۃِ مِنْ رِضوانِ اللّٰہ تعالیٰ مَایُلْقِی لَھَا بالاً یَرْفَعُ اللّٰہ بِھَا دَرَجَاتٍ ، وَاِنَّ العبدَ یَتکلم بِالکَلمۃِ مِنْ سَخَطِ اللّٰہِ تعالیٰ لایُلقِی لَھا بَالًا یَھْوِیْ بِھَا فِیْ جَھَنَّمَ " (۱)

بندہ کبھی رضاء الٰہی کی ایسی بات کہتا ہے جسے وہ محسوس تک نہیں کرتا، اللہ اس کی وجہ سے اس کے درجات بلند فرما دیتے ہیں اور بندہ کبھی غضب الٰہی کی ایسی بات کر لیتا ہے جسے وہ محسوس تک نہیں کرتا اور اس کی وجہ سے وہ جہنم میں گر پڑتا ہے۔

۹۷۴ - موطا امام مالک، ترمذی و ابن ماجہ میں حضرت بلال بن حارثؓ المزنی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

اِنَّ الرجلَ لیتکلمُ بالکلمۃِ من رضوانِ اللّٰہِ تعالیٰ، ما یَظُنُّ اَنْ تبلغَ ما بلغتْ یَکتب اللّٰہُ تعالیٰ لَہٗ بِھَا رِضوانَ اللّٰہِ اِلٰی یَومِ یَلْقَاہُ وَاَنَّ الرجلَ لَیَتکلمُ بالکمۃِ مِنْ سَخَطِ اللّٰہِ تَعَالیٰ مَاکَانَ یَظُنُّ اَنْ تَبْلُغَ مَابلغتْ، یَکْتُبُ اللّٰہُ تعالیٰ بھا سَخَطَہٗ اِلیٰ یومِ یَلْقَاہُ .(۲)

انسان کبھی اللہ کی رضاء کی بات کرتا ہے، جس انتہاء کو اس کی بات پہونچ جاتی وہ اس کا گمان تک نہیں کرتا، اللہ اس کی وجہ سے اس کے لئے اپنی رضاء اپنی ملاقات کے دن تک کے لئے لکھ لیتے ہیں، اور

(۱) بخاری ۶۴۷۸

(۲) موطا امام مالک ۹۵۸/۲، ترمذی ۲۳۱۹، ابن ماجہ ۳۹۶۹، وقال الترمذی حسن صحیح

انسان کبھی اللہ کی ناراضگی کی بات کرتا ہے، وہ بات جس انتہا کو پہونچ جاتی کہ وہ اس کا گمان تک نہیں کرتا، اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے لئے اپنی ناراضگی اپنی ملاقات کے دن تک کے لئے لکھ لیتے ہیں۔

۹۷۵ - ترمذی، نسائی وابن ماجہ میں حضرت سفیان بن عبداللہ رضی اللہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا:

اے اللہ کے رسول! آپ مجھے ایسی بات بتادیں جسے میں مضبوطی سے پکڑلوں، تو آپ نے فرمایا: "قُلْ رَبِّی یُلقیٰ اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقِمْ" تم کہو: اللہ ہی میرا پروردگار ہے، پھر اسی پر جمے رہو، میں نے عرض کیا، میرے اندر جس چیز کا خدشہ ہے اس میں سب سے خوفناک بات کیا ہے تو آپ ﷺ نے اپنی زبان پکڑ کر فرمایا: "هذا" یہ ہے۔(۱)

۹۷۶ - ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا تُكْثِرُوْا الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ فَإِنَّ كَثْرَةَ الْكَلَامِ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالىٰ قَسْوَةٌ لِلْقَلْبِ ، وَإِنَّ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللّٰهِ تَعَالىٰ الْقَلْبُ الْقَاسِيْ. (۲)

ذکر الٰہی کے ماسوا زیادہ باتیں مت کرو کیونکہ اللہ کے ذکر کے ماسوا زیادہ باتیں کرنا دل کی سختی ہے، اور لوگوں میں اللہ سے سب سے دور سخت دل والا ہے۔

---

(۱) ترمذی ۲۴۱۱، تحفہ ۴۴۷۸، بحوالہ سنن کبریٰ للنسائی، ابن ماجہ ۲۹۷۲، قال الترمذی: حسن صحیح)

(۲) سنن ترمذی ۲۴۱۱، وقال الترمذی: حدیث حسن غریب

۹۷۷ - ترمذی ہی میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:

مَنْ وَقَاهُ اللّٰهُ تعالیٰ شَرَّ مَابَیْنَ لَحْیَیْهِ وَشَرَّمَابَیْنَ رِجْلَیْهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ "(۱)

اللہ تعالیٰ نے جس شخص کی دونوں داڑھوں کے درمیان والی شئی (زبان) اور دونوں ٹانگوں کے درمیان والی شئی (شرمگاہ) کے شر سے حفاظت فرمادیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

۹۷۸ - ترمذی ہی میں حضرت عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! نجات کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

اَمْسِكْ عَلَیْكَ لِسَانَكَ وَلْیَسَعْكَ بَیْتُكَ ، وَابْكِ عَلٰی خَطِیْئَتِكَ (۲)

اپنی زبان کی حفاظت کرو، اپنے گھر ہی (میں سوتے رہو، یعنی بلا ضرورت گھر سے نہ نکلو) اور اپنی خطاؤں پہ گریہ کرو (آنسو بہاؤ)۔

۹۷۹ - ترمذی ہی میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اِذَا اَصْبَحَ ابْنُ آدَمَ فَاِنَّ الْاَعْضَاءَ کُلَّهَا تُکَفِّرُ اللِّسَانَ فَتَقُوْلُ: اِتَّقِ اللّٰهَ فِیْنَا فَاِنَّمَا نَحْنُ بِكَ فَاِنِ اسْتَقَمْتَ اِسْتَقَمْنَا، وَاِنِ اعْوَجَجْتَ اِعْوَجَجْنَا"(۳)

---

(۱) ترمذی ۲۴۰۹، وقال: حدیث حسن)

(۲) ترمذی ۲۴۰۶، وقال: حدیث حسن

(۳) ترمذی ۲۴۱۲، وقال: حدیث حسن غریب

انسان جب صبح کرتا ہے تو اس کے سارے اعضا زبان پہ ملامت کرتے اور کہتے ہیں کہ تو میرے واسطے اللہ سے ڈرتی رہنا، کیونکہ ہمارا دارو مدار تجھ ہی پر ہے تو اگر ٹھیک رہی تو ہم بھی ٹھیک رہے، اور اگر تو ٹیڑھی ہوئی تو ہم سب ٹیڑھے ہو جائیں گے۔

۹۸۰ - ترمذی وابن ماجہ میں حضرت ام حبیبہؓ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا:

كُلُّ كَلَامِ ابْنِ آدَمَ عَلَيْهِ لَا لَهُ إِلَّا أَمْرٌ بِمَعْرُوفٍ وَنَهْيٌ عَنْ مُنْكَرٍ وَذِكْرُ اللّٰهِ تعالىٰ . (۱)

اولادِ آدم کی ہر بات اس کے خلاف ہوتی نہ کہ اس کے موافق، سوائے کسی نیکی کا حکم دینے، برائی سے روکنے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے۔

۹۸۱ - ترمذی میں حضرت معاذؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول: مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت میں داخل اور جہنم سے دور کردے، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

لَقَدْ سَأَلْتَ عَنْ عَظِيمٍ وَإِنَّهُ لَيَسِيرٌ عَلَى مَنْ يَسَّرَهُ اللّٰهُ تعالىٰ عَلَيْهِ ، تَعْبُدُ اللّٰهَ تَعَالىٰ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئاً وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصُومُ رَمَضَانَ وَتَحُجُّ الْبَيْتَ ، ثُمَّ قَالَ : أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى أَبْوَابِ الْخَيْرِ ، اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ، وَصَلَاةُ الرَّجُلِ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ ، ثُمَّ تَلَا: تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ ، حَتَّى بَلَغَ "يَعْمَلُوْن" (السجدہ :۱۶-۱۷) ثُمَّ قَالَ أَلَا أُخْبِرُكَ بِرَأْسِ الْأَمْرِ

(۱) ترمذی ۲۴۱۲، ابن ماجہ ۳۹۷۴، وقال الترمذی: حسن غریب

وَعُمُودِهٖ وَذِرْوَةِ سَنَامِهٖ ؟ قُلْتُ : بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! قَالَ : رَأْسُ الْاَمْرِ الْاِسْلَامُ ، وَعُمُوْدُهُ الصَّلَاةُ ، وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ ، ثُمَّ قَالَ : اَلَا اُخْبِرُكَ بِمِلَاكِ ذٰلِكَ كُلِّهٖ ، قُلْتُ ، بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ، فَاَخَذَ بِلِسَانِهٖ ، ثُمَّ قَالَ : كُفَّ عَلَيْكَ هٰذَا ، قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَاِنَّا لَمُؤَاخَذُوْنَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهٖ ؟ فَقَالَ : ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ ، وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِهِمْ " (۱)

تم نے بہت بڑی چیز کے بارے میں پوچھا ہے، اور جس کے لئے اللہ اسے آسان کردے، وہ بہت آسان ہے اللہ کی اس طرح عبادت کرو کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک مت بناؤ، نماز قائم کرو، زکاۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو بیت اللہ کا حج کرو۔ پھر فرمایا: کیا میں تمہیں ابواب خیر کی رہنمائی نہ کردوں؟ روزہ ڈھال ہے، اور صدقہ خطاؤں کو اسی طرح مٹا دیتا جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، اور انسان کا درمیانِ شب نماز پڑھنا، پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی **تتجافی جنوبهم عن المضاجع** (جدا رہتی ہیں ان کی کروٹیں سونے کی جگہ سے) **يعملون** تک، پھر آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں عمل کی بنیاد اس کا ستون اور اس کی بلندی نہ بتادوں؟ میں نے عرض کیا بے شک اے اللہ کے رسول، آپ ضرور بتائیں، تو آپ نے فرمایا، اس کی بنیاد اسلام، اس کا ستون نماز اور اس کی چوٹی کی بلندی جہاد ہے، پھر آپ نے فرمایا:

(۱) سنن ترمذی ۲۶۱۶، وقال الترمذی : حدیث حسن صحیح

کیا میں تمہیں ان تمام باتوں کا سرمایہ ونچوڑ نہ بتادوں؟ میں نے عرض کیا بے شک اے اللہ کے رسول، آپ ضرور بتائیں، تو آپ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑا پھر فرمایا، اس کو قابو میں رکھو، میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہم جو بات کرتے ہیں کیا اس پر بھی ہمارا مواخذہ ہوگا؟

تو آپ نے ارشاد فرمایا: تیری ماں اولاد سے محروم ہو، کیا لوگوں کو جہنم میں اس کے سروں کے بل اس کی زبان کی کھیتی کے علاوہ بھی کوئی چیز ڈالے گی؟

۹۸۲ - ترمذی وابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْا تَرْكُهُ مَالَا يَعْنِيْهِ " (۱)

انسان کے اسلام کی خوبی اس کا لایعنی باتوں کو چھوڑنا ہے۔

۹۸۳ - ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، "مَنْ صَمَتَ نَجاً" جو خاموش رہا نجات پایا، اس کی سند ضعیف ہے، میں نے اس کے ضعف ہی کو اُجاگر وآشکارا کرنے کے لئے اس جگہ بیان کیا ہے، اس لئے کہ یہ لوگوں میں مشہور ومروج ہے۔

اوپر جن احادیث کا میں نے ذکر کیا ہے اس جیسی بے شمار صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں، جس قدر میں نے ذکر کردیا اہل توفیق کیلئے اتنا کافی ہے اس کا کچھ حصہ آگے انشاء اللہ غیبت کے بیان میں آئے گا، وباللہ التوفیق۔

سلف صالحین اور دیگر متقدمین کے آثار بھی اس باب میں بے شمار ہیں، مذکورہ احادیث کے بعد اس کی ضرورت نہیں، البتہ اس کے بعض عیوب کی نشاندہی کردینا اس جگہ میں مناسب سمجھتا ہوں۔

---

(۱) ترمذی ۲۳۱۷، ابن ماجہ ۳۹۷۶، وقال الترمذی: حدیث حسن

پتہ چلا ہے کہ قس بن ساعدہ اور اکثم بن صیفی ایک جگہ جمع ہوئے ایک نے دوسرے سے کہا، اولاد آدم کے اندر تم نے کتنے عیوب پائے؟ دوسرے نے جواب دیا یہ شمار سے باہر ہے، البتہ جتنے کو میں شمار کر سکا وہ آٹھ ہزار عیوب ہیں، اور میں نے ایسی عادت وخصلت بھی پائی کہ انسان اگر اسے استعمال میں لے آئے تو اس کے سارے عیوب کی پردہ پوشی ہو جاتی ہے، ایک نے سوال کیا کہ وہ کیا ہے؟ تو دوسرے نے جواب دیا: زبان کی حفاظت۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ جو اپنے عمل میں کلام کو شمار کرنا شروع کر دے تو لایعنی باتوں میں اس کی گفتگو کم ہو جاتی۔ ——— امام شافعیؒ نے اپنے شاگرد "ربیع" سے کہا: اے ربیع لایعنی اور بے سود باتیں مت کیا کرو کیونکہ اگر تو بات کرے گا تو بات تم پر حاوی ہو جائے گی، تم باتوں پر حاوی نہیں ہو سکتے۔ ——— حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ درازی قید و بند اور طول حبس کے لئے زبان سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں۔ دوسرے کچھ علماء فرماتے ہیں کہ زبان کی مثال اس درندے یا وحشی جانور جیسی ہے کہ اگر اسے نہ باندھا جائے تو وہ اس پر حملہ آور ہو جاتا ہے۔

استاد ابوالقاسم قشیریؒ اپنے مشہور رسالہ میں ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خاموشی ہی سلامتی ہے، اور یہی بنیادی شئی ہے، اور خاموشی کے وقت خاموش رہنا مردوں کا ایسا ہی وصف ہے، جس طرح بولنے کے مقام پر گویا ہونا اچھی خصلت ہے، پھر فرماتے ہیں "میں نے ابوعلی دقاق کو کہتے سنا، جو حق بات پر خاموش رہے وہ گونگا شیطان ہے، پھر فرماتے ہیں: مجاہدہ اور تزکیہ نفس کرنے والوں کا خاموشی کو ترجیح دینا اس وجہ سے ہے کہ اپنی زبان کی آفتوں اور مصیبت کا علم ہے، انہیں معلوم ہے کہ اس کی گفتگو میں نفس کا کتنا حصہ ہے، اور کس قدر صفات مدح سرائی کا اظہار ہے، اور حسن کلام وغیرہ کے ذریعہ امتیاز پانے کا رجحان وغیرہ جیسی آفات ہیں ——— یہ

اہل ریاضت کے صفات اور ان کی خوبیاں ہیں اور یہ ان کے تہذیب اخلاق اور دست کشی کا ایک رکن ہے۔ اس سلسلے میں کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے:

اِحْفَظْ لِسَانَكَ اَيُّهَا الْاِنْسَانُ ۔۔۔ لَا يَلْدَغَنَّكَ اِنَّهُ ثُعْبَانُ

اے انسان اپنی زبان کی حفاظت کر ۔۔۔ وہ سانپ ہے کہیں وہ تمہیں ڈس نہ لے

كَمْ فِي الْمُقَابِرِ مِنْ قَتِيْلِ لِسَانِهٖ ۔۔۔ كَانَتْ تَهَابُ لِقَائَهُ الشَّجْعَانُ

کتنے ہی اپنی زبان کے مارے (ڈسے ہوئے) قبر میں پڑے ہیں۔ ۔۔۔ جس کے مقابلے سے بڑے بڑے بہادر گھبراتے تھے۔

ریاش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَعَمْرُكَ اِنَّ فِيْ ذَنْبِيْ لَشُغْلاً ۔۔۔ لِنَفْسِيْ عَنْ ذُنُوبِ بَنِيْ اُمَيَّةَ

عَلٰى رَبِّيْ حِسَابُهُمْ اِلَيْهِ ۔۔۔ تَنَاهٰى عِلْمُ ذٰلِكَ لَا اِلَيَّهْ

وَلَيْسَ بِضَائِرِيْ مَاقَدْ اَتَوْهُ ۔۔۔ اِذَا مَا اللّٰهُ اَصْلَحَ مَالَدَيَّهْ

تجھے میری قسم، بلاشبہ میرے نفس کے گناہوں نے مجھے بنو اُمیہ کے گناہوں سے غافل کردیا۔ ان کا حساب میرے رب پہ ہے۔ اس کا علم اسی پر مختتم ہے نہ کہ مجھ پر۔ اس نے جو کچھ کیا وہ مجھے نقصان پہونچانے والی نہیں۔ بشرطیکہ اللہ اس کی اصلاح فرمادے جو میرے پاس ہے (یعنی زبان)

(باب-۱)

غیبت اور چغلخوری کی حرمت:

یادرکھیں کہ یہ دونوں خصلتیں انسان کی بدترین خصلتوں میں سے دو ہیں اور لوگوں کے درمیان یہی سب سے زیادہ عام ہے، حتیٰ کہ بہت کم لوگ ہی اس سے محفوظ رہتے ہیں، عموم حاجت

اور اس سے پرہیز واجتناب کی اہمیت کے پیش نظر میں اس کی ابتدا غیبت سے کرتا ہوں۔

غیبت : انسان کے اندر موجود عیوب وامور کا پیٹھ پیچھے ذکر کرنا جس کے ذکر کیے جانے کو وہ ناپسند کرے غیبت کہلاتا ہے، خواہ اُن عیب کا تعلق اس کے جسم، دین، دنیا، نفس، خلقت، اخلاق، مال واولاد، والدین وشریک حیات، خادم وغلام، عمامہ یا ٹوپی، کپڑا، چلنے پھرنے، حرکت کرنے، بشاشت وانبساط، بے حیائی وبے شرمی، ترش روئی یا خوش روئی سے ہو یا کسی اور چیز سے، اس کا ذکر زبان سے کیا جارہا ہو یا تحریر سے، سر، ہاتھ آنکھ کے اشارہ سے کیا جارہا ہو یا کسی اور طرح کے کنایہ سے۔

جسمانی عیوب ذکر: مثلاً اندھا، لنگڑا، چوندھا، گنجا، پستہ، لمبا، سیاہ، زرد، وغیرہ۔

دینی عیوب ذکر کرنا: مثلاً فاسق وفاجر، چور، خائن، ظالم، نماز میں سستی کرنے والا، نجاستوں سے لاپرواہی کرنے والا، والدین کا نافرمان، حقداروں کو زکاۃ نہ دینے والا، غیبت سے اجتناب نہ کرنے والا وغیرہ۔

دنیاوی عیوب : مثلاً بے ادب، لوگوں کی توہین کرنے والا، اپنے اوپر کسی کا حق نہ سمجھنے والا، بہت باتونی، بہت زیادہ کھانے یا سونے والا، بے وقت سونے والا، بے محل اٹھنے والا۔

والدین سے متعلق عیوب کا ذکر: مثلاً اس کا باپ فاسق ہے، جانور فروش ہے، بڑھئی ہے، لوہار ہے، دُھنیا ہے۔

اخلاقی عیوب کا ذکر: مثلاً بداخلاق ہے، متکبر ہے، جھگڑالو ہے، جلد باز ہے، سخت ہے، عاجز ہے، کمزوردل ہے، لاپرواہ ہے، ترش رو ہے، چڑچڑا ہے، بے شرم ہے وغیرہ۔

<u>کپڑوں کے عیوب کا ذکر: مثلاً چوڑی آستین والا، لمبے دامن والا، گندے کپڑے والا، وغیرہ علی</u> ہذا القیاس۔

اصل ضابطہ یہ ہے کہ اس کے بیان کرنے کو وہ ناپسند کرتا ہو، اگر ناپسند نہ کرے تو غیبت نہیں کہلائے گا۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ غیبت نام ہے ان عیوب کو ذکر کرنے کا جس کے ذکر کو وہ ناپسند کرے۔(۱) اس سے متعلق صریح احادیث آگے آ رہی ہے۔

چغلخوری : اور چغلی یہ ہے کہ ایک کی بات دوسرے کو فساد و بگاڑ پیدا کرنے کی غرض سے نقل کی جائے۔

یہ تو ان دونوں کی تعریف تھی ﷺ اس کا حکم یہ ہے کہ یہ دونوں باجماع امت حرام ہیں ۔اس کے حرام ہونے کی دلیلیں کتاب وسنت اور اجماع امت میں پڑی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

"**وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضاً**" (حجرات: ۱۲) اور برا نہ کہو پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کو۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

"**وَيْلٌ لِكُلِّ هُمَزَةٍ لُمَزَةٍ**" (الھمزۃ: ۱) خرابی ہے ہر طعنہ دینے والے عیب چننے والے کی۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"**هَمَّازٍ مَشَّاءٍ بِنَمِيمٍ**" (القلم: ۱۱) طعنے دے، چغلی کھاتا پھرے۔

۹۸۴ - بخاری و مسلم میں حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

"**لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَمَّامٌ**" (۲) چغلخور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

۹۸۵ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ دو قبروں کے پاس سے گذرے تو فرمایا:

---

(۱) دیکھیں: الاحیاء ۳/۱۴۳ (۲) بخاری ۶۰۵۵، مسلم ۱۰۵

اِنَّهُمَا يُعَذَّبَان ، وَمَايُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ، قَال : وَفِي رواية البخاری ، بلٰى اِنَّهُ كَبِيرٌ أَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ يَمْشِي بِالنميمة وأما الآخر فكان لَايَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ . (۱)

ان دونوں کوعذاب دیا جار ہا ہے، اورانہیں کسی بڑی چیز کے اندرعذاب نہیں دیا جار ہا ہے، اور بخاری کی روایت میں ہے کہ: ہاں وہ بلاشبہ (حقیر سمجھے جانے کے باوجود) بہت بڑی بات ہے، بہر حال ان میں سے ایک چغلخوری کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ: ''انہیں کسی بڑی چیز کے اندر عذاب نہیں دیا جار ہا ہے'' کا مفہوم یہ ہے کہ اس کے زعم وگمان میں اگر چہ وہ بڑی چیز نہ تھی، مگر فی الواقع اور اللہ کے نزدیک بہت بڑی چیز تھی، یا اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ کوئی اتنی بڑی چیز نہ تھی کہ اسے نہ چھوڑا جاسکتا تھا، بلکہ اسے چھوڑنا اور اس سے پرہیز کرنا بہت آسان تھا، مگر اس کے باوجود اسے نہ چھوڑ کر وہ بڑے عذاب کا مستحق بن گئے۔

۹۸۶ - مسلم ابوداود، ترمذی ونسائی میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَتَدْرُوْنَ مَاالْغِيْبَةُ ؟ قَالُوا : اَللّٰهُ وَرَسُولُهُ اَعْلَمُ ، قَالَ : ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَايَكْرَهُ ، قِيْلَ : اَفَرَاَيْتَ اِنْ كَانَ فِي اَخِي مَا اَقُوْلُ ، قَالَ : اِن كَانَ فِيْهِ مَاتَقُولُ فَقَدْ اغْتَبْتَهُ ، وَاِنْ لَمْ يَكُنْ فِيْهِ مَاتَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّهُ " (۱)

---

(۱) بخاری ۲۱۶، مسلم ۲۹۲

(۱) ابوداود ۴۸۷۴، ترمذی ۱۹۳۴، تحفہ ۱۳۹۸، بحوالہ سنن کبری للنسائی وقال الترمذی: حسن صحیح۔

کیا تمہیں پتہ ہے کہ غیبت کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا، اللہ اور اللہ کا رسول زیادہ جانتا ہے، آپ نے فرمایا: تمہارا اپنے بھائی کو ایسی بات سے یاد کرنا جسے وہ ناپسند کرتا ہو، عرض کیا گیا، آپ کیا فرماتے ہیں میرے بھائی کے اندر اگر وہ عیب موجود ہو جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: جو تم کہو اگر وہ اس کے اندر پائی جاتی ہے تو تم نے غیبت کی اور اگر اس کے اندر نہیں پائی جاتی تو تم نے اس پر بہتان باندھا۔

۹۸۷ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو بکرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں قربانی کے دن اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا:

إِنَّ دِمَائَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا اَلَاهَلْ بَلَّغْتُ. (۱)

تمہارا خون، تمہارا مال، تمہاری عزت وآبرو تم پر حرام ہے، تمہارے اس شہر میں اس ماہ کے اندر اس دن کی حرمت ہی کی طرح، آگاہ رہو کیا ہم نے پہونچا دیا یعنی بیشک ہم نے اللہ کا پیغام تم تک پہونچا دیا۔

۹۸۸ - سنن ابی داؤد و ترمذی میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے کہا:

حَسْبُكَ مِنْ صَفِيَّةَ كَذَا وَكَذَا قَالَ: بَعْضُ الرُّوَاةِ يعني قَصِيْرَة، فَقَالَ: لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْمُزِجَتْ بِمَاءِ الْبَحْرِ لَمَزَجَتْهُ.

(۱) بخاری ۱۰۵۲، مسلم ۱۶۷۹

صفیہ کا اس طرح ہونا آپ کے لئے کافی ہونا چاہئے، بعض رواۃ
فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ اس سے ان کا پستہ قد ہونا مراد لے رہی
تھیں، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم نے ایسا جملہ کہا ہے کہ اگر اسے سمندر
کے پانی میں ملا دیا جائے (تو اس کی بدبو سے) پورے سمندر کا مزہ
بدل جائے۔

نیز حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کے سامنے ایک شخص کا تذکرہ کیا تو
آپ ﷺ نے فرمایا:

"مَا اُحِبُّ اِنِّی حَکَیْتُ اِنْسَاناً وَان لی کذا و کذا "(۱)
مجھے پسند نہیں کہ میں کسی کے بارے میں کچھ بیان کروں اور میرے
لئے اس اس طرح برائی لکھی جائے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: "مَزَجَتهُ" کا معنی ملانا ہے، مگر یہاں اس میں
سے مراد یہ ہے کہ اس کی ملاوٹ اس طرح ہو کہ اسی سے اس کا مزہ اور اس کے بو میں تبدیلی وتغیر
پیدا ہو جائے، اور یہ اس وجہ سے کہ اس کلمہ کی شدتِ قباحت اور اس کے حد درجہ بدبودار ہونے کی
صلاحیت اس انتہا کو پہونچی ہوتی ہے کہ ایک جملہ پورے سمندر کے پانی کو گدلا و بدبودار بنا سکتا
ہے، اس سے اس کی شدت قباحت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے ــــــ غیبت سے روکنے اور اس کی
خطرنا کی بیان کرنے کے بارے میں یہ حدیث سب سے اہم اور عظیم ترین ہے، میں نہیں سمجھتا کہ
اس کی مذمت سے متعلق اس سے بڑھ کر اور کوئی حدیث ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ما ینطق عن
الھوی، ان ھو الا وحی یوحی " (النجم: ۳) اور وہ نہیں بولتے اپنے نفس کی خواہش سے یہ تو
بھیجا ہوا حکم (وحی) ہے۔

---

(۱) ابوداؤد: ۴۸۷۵، ترمذی ۲۵۰۲، وقال الترمذی: حسن صحیح)

ہم اللہ تعالیٰ سے اس کے لطف وکرم اور ہر نا گوار بات سے اس کی عافیت و پناہ کی درخواست کرتے ہیں۔

۹۸۹ - سنن ابی داؤد میں حضرت انسؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَمَّا عُرِجَ بِیْ مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَهُمْ اَظْفَارٌ مِنْ نُحَاسٍ یُخْمِشُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَصُدُورَهُمْ فَقُلْتُ: مَنْ هٰؤُلَاءِ یَاجِبْرِیْلُ ؟ قَالَ : هٰؤُلَاءِ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ لُحُوْمَ النَّاسِ وَیَقَعُوْنَ فِیْ اَعْرَاضِهِمْ"(۱)

جب مجھے معراج پر لے جایا گیا تو میرا گذر ایسی قوم کے پاس سے ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے، اور وہ اس سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے، میں نے کہا اے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا یہ وہ لوگ ہیں جو انسانی گوشت کھاتے اور ان کے ناموس کے درپے ہوتے تھے۔

۹۹۰ - ابوداؤد ہی میں حضرت سعید بن زیدؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ مِنْ اَرْبَی الربا الاِ سْتِطَالَةُ فِیْ عِرْضِ الْمُسْلِمِ بِغَیْرِ حَقٍ "(۲)

سب سے بڑا گناہ ناحق کسی مسلمان کے ناموس کے درپے ہونا اور اس کی تحقیر کرنا ہے۔

۹۹۱ - سنن ترمذی میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(۱) ابوداؤد ۴۸۷۸، حدیث حسن) (۲) ابوداؤد ۴۸۷۶ حدیث حسن

اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَخُوْنُهٗ وَلَا یَکْذِبُهٗ وَلَا یَخْذُلُهٗ، کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ عِرْضُهٗ، وَمَالُهٗ وَدَمُهٗ، اَلتَّقْوٰی هٰهُنَا بِحَسْبِ امْرِیٍٔ مِنَ الشَّرِّ اَنْ یَحْقِرَ اخاه الْمُسْلِمَ. (۱)

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ اس کے ساتھ نہ خیانت کر سکتا ہے، نہ جھوٹ بول سکتا ہے، نہ اسے رسوا کر سکتا ہے ہر ایک مسلمان کی عزت و آبرو مال و اسباب اور اس کا خون دوسرے مسلمان پر حرام ہے، تقویٰ اس جگہ (سینہ میں) ہے، انسان کی برائی و شر کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر و تذلیل کرے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: اس حدیث کے فوائد کس قدر عظیم اور اس کی افادیت کس قدر لامتناہی ہے اس کا شمار اور اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔

(باب-۳)

حدِ غیبت سے متعلق چند اہم امور:

سابقہ باب میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ غیبت نام ہے انسان کے ان اوصاف و خصال کو ذکر کرنے کا جسے وہ ناپسند کرتا ہو، خواہ اس کا ذکر الفاظ کے ذریعہ ہو رہا ہو یا تحریر کے ذریعہ، یا آنکھ، ہاتھ سر، یا دیگر اعضاء کے اشاروں کنایوں کے ذریعہ، اصل ضابطہ یہ ہے کہ جس کے ذریعہ آپ کسی مسلمان کی تنقیص و تحقیر کا اظہار و افہام کریں تو وہ حرام کردہ غیبت ہے، مثلاً آپ بیان کریں کہ فلاں لنگڑا کر، ڈول کر یا کسی اور انداز و اسلوب سے چلتا ہے اور اس حکایت و بیان سے آپ کا ارادہ اس کی تنقیص ہو تو یہ بلا خلاف حرام ہے، یا کوئی مصنف اپنی کتاب میں کسی شخص کا ذکر کرتے

(۱) سنن ترمذی ۱۹۲۷ و قال: حدیث حسن

ہوئے لکھے کہ فلاں شخص ایسا ہے اوراس کا ارادہ اس سے اس کی تنقیص وتحقیر یا برائی بیان کرنا ہوتو یہ بھی حرام ہے، اوراگراس کا ارادہ اس کی غلطی کی نشاندھی کرنا ہو کہ لوگ اس کی پیروی نہ کریں، یا اس کے قلت علم اور کمزوری کو بیان کرنا مقصود ہو کہ لوگ اس سے دھوکے میں مبتلا ہوکر اس کے قول کو قبول نہ کرلیں، تو یہ غیبت نہیں، بلکہ ضروری نصیحت وخیر خواہی ہے، اوراگراس کی یہی نیت ہو تو اس پر اسے اجر وثواب بھی ملے گا۔

یا اسی طرح اگر کوئی مصنف اپنی کتاب میں کہتا ہے کہ ایک قوم یا ایک جماعت کی یہ رائے ہے، اور یہ بے بنیاد وغلط ہے یا جہالت اور نادانی وغفلت ہے تو یہ بھی غیبت نہیں ہوگا، کیونکہ غیبت اس وقت شمار کیا جاتا ہے جبکہ کسی مخصوص ومتعین فرد کا یا متعین جماعت کا ذکر کیا جائے۔

غیبت محرمہ ہی میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کہیں "بعض لوگوں نے ایسا کیا" یا "بعض فقہاء نے ایسا کیا" یا "بعض علم کے دعویداروں نے ایسا کیا" یا "بعض زہد وبزرگی کا دعویٰ کرنے والوں نے ایسا کیا" یا "میرے پاس آنے والوں میں سے بعض نے ایسا کیا" یا "جن پر میری نظر پڑی ان میں سے بعض نے ایسا کیا" یا "اسی طرح کے جملے کہنا جس سے مخاطب فوراً متعین شخص کو سمجھ جائے کہ کس کے بارے میں کہا جارہا ہے"۔

اس غیبت محرمہ میں سے خود ساختہ فقیہ وعبادت گزاروں کا تعریض وکنایہ کے ذریعہ کسی کی تنقیص کرنا بھی ہے، یہ حضرات بطور تعریض ایسی غیبت کرتے ہیں کہ سمجھنے والا یا مخاطب اس کی مراد صریح الفاظ میں سمجھنے کی طرح فوراً سمجھ جاتا، مثلاً کسی سے کہے: "**كيف حال فلان** "فلاں کا کیسا حال ہے، پھر کہے "اَللّٰهُ يُصْلِحُنَا" اللہ ہم سب کی اصلاح فرمائے، یا "اَللّٰهُ يَغْفِرُلَنَا" اللہ ہم سب کی مغفرت فرمائے، یا "اَللّٰه يُصْلِحُهُ" اللہ اس کی اصلاح فرمائے، یا

"نَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَافِيَةَ" ہم تو اللہ ہی سے عافیت مانگتے ہیں، یا "نَحْمَدُ اللّٰهَ الَّذِي لَمْ يَبْتَلِنَا بِالدخول عَلَى الظلمة" اللہ کا حمد وشکر ہے کہ اس نے ظالموں کے پاس کی آمدورفت میں ہمیں

مبتلا نہ کیا، ''اَللّٰہُ یُعَافِیْنَا مِنْ قِلَّۃِ الحیاء'' اللہ ہمیں بے شرمی یا قلت حیا سے عافیت بخشے، یا ''نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّرِّ اللّٰہ یَتُوب عَلَیْنَا'' ہم تو ہر شر سے اللہ کی پناہ لیتے ہیں اللہ ہماری توبہ قبول کرے ــــــ یا اس جیسے الفاظ جس سے مطلوبہ شخص کی تنقیص و تحقیر مقصود ہو، یہ سب کے سب غیبت محرمہ ہیں۔

یا اسی طرح کہے کہ ''فلاں اسی میں مبتلا ہوا جس میں ہم سب مبتلا ہیں، یا کہے، ''اس سلسلہ میں اس کا مال اس کے لئے حیلہ ہے'' یا کہ ''ہم سب اس طرح کرتے ہیں'' (تو یہ بھی غیبت ہے) یہ تو چند موٹی موٹی مثالیں ہیں ورنہ غیبت کا اصل ضابطہ یہ ہے کہ مخاطب کو کسی متعین شخص کے نقائص باور کرائے جائیں جیسا کہ اس کی تفصیل پہلے آ چکی ہے۔

اور ان سب باتوں کا علم ہمیں اس حدیث کے منشاو مراد سے حاصل ہو رہا ہے، جس کا ذکر اس سے قبل (حدیث نمبر:۹۸۶ پر) بروایت مسلم وغیرہ حد غیبت کے بیان میں ہوا۔

(فصل) - غیبت کرنے اور سننے کی حرمت:

یاد رکھیں کہ غیبت جس طرح غیبت کرنے والے کے لئے حرام ہے اسی طرح سننے والے کے لئے اس کا سننا اور اس کی تصدیق کرنا بھی حرام ہے، لہٰذا جب کوئی کسی کو غیبت شروع کرتے ہوئے پائے تو اگر بظاہر کوئی ضرر و نقصان نہ ہو تو اس سے روکے، اور اگر ضرر کا خطرہ ہو تو دل سے انکار کرے، اور اگر اس مجلس سے الگ ہونا ممکن ہو تو اس سے الگ ہو جائے ــــــ اگر زبان سے غیبت کو روکنے کی قدرت ہو یا کسی اور طریقہ سے غیبت کی بات کاٹ سکتا ہو تو ایسا کرنا اس پر لازم ہے، اگر قدرت کے باوجود نہ کرے تو گنہگار ہوگا۔

اور اگر وہ زبان سے خاموش ہونے کی ہدایت تو کر رہا ہو، مگر دل میں اسے جاری رکھنے کی خواہش ہو تو ایسے شخص کے بارے میں امام غزالی اپنی کتاب (الاحیار ۳_۱۴۶) میں فرماتے ہیں کہ

اس کا یہ فعل نفاق ہے اور اس طرح وہ معصیت سے کنارہ کش نہیں ہوسکتا، بلکہ دل سے بھی اسے برا سمجھنا ضروری ہے، اور اگر ایسی مجلس میں بیٹھنے اور شریک رہنے پر انسان مجبور ہو جس میں غیبت ہو رہی ہو اور اسے روکنے یا نکیر کرنے سے وہ قاصر و عاجز ہو، یا انکار و نکیر تو کرے مگر اسے قبول نہ کیا جائے، اور وہ اس سے جدا بھی نہیں ہوسکتا ہو تو اس کا سننا اور غیبت کی باتوں پر کان لگانا اس کے لئے حرام ہوگا، اور اس سے دوری کا راستہ یہ ہے کہ وہ زبان و دل یا صرف دل سے اللہ کا ذکر کرے اور کسی دوسری باتوں میں غور و فکر شروع کردے، تاکہ غیبت کی ان باتوں سے اس کا ذہن مشغول ہو جائے، اور وہ ان باتوں کو نہ سن سکے، اس کے باوجود اگر اس کے کان میں غیبت کی باتیں پڑتی ہیں جبکہ اس نے اس کی طرف نہ کان لگایا نہ سننے کی کوشش کی تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

اس کے بعد جب بھی وہ اس سے علیحدہ ہونے پر قدرت رکھے اور غیبت جاری ہو تو قدرت حاصل ہوتے ہی اس مجلس سے علیحدہ ہو جائے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوضُونَ فِيْ آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهِ وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ" (انعام:۶۸)

اور جب تو دیکھے ان لوگوں کو کہ جھگڑتے ہیں ہماری آیتوں میں تو ان سے کنارہ کر یہاں تک کہ مشغول ہو جائیں کسی اور بات میں اور اگر بھلا دے تجھ کو شیطان تو مت بیٹھ یاد آجانے کے بعد ظالموں کے ساتھ۔

حضرت ابراہم بن ادھمؒ سے منقول ہے کہ انہیں کسی ولیمہ میں مدعو کیا گیا، وہ وہاں حاضر ہوئے، لوگوں نے ایک شخص کا تذکرہ کیا جو ہنوز نہیں پہونچا تھا تو کچھ لوگوں نے کہا "انہ لثقیل" وہ بوجھل ہے، اس پر حضرت ابراہیمؒ نے فرمایا:

''یہ جرم میں نے خود اپنے نفس کے ساتھ کیا کہ میں ایسی جگہ حاضر ہوا جہاں لوگوں کی غیبت کی جا رہی ہے، پھر وہ بغیر کھائے نکل آئے، اور تین دِنوں تک کچھ نہیں کھایا''۔

کچھ شاعروں نے بھی اس سے متعلق کہا ہے:

وَسَمْعَكَ صُنْ عَنْ سِمَاعِ القَبِيْحِ كَصَوْنِ اللسَانِ عن النُطْقِ بِهِ
فَإِنَّكَ عِنْدَ سِمَاعِ القَبِيْحِ شَرِيْكٌ لِقَائِلِهِ فَانْتَبِهِ

میری باتوں کو سننے سے اپنے کان کی حفاظت اس طرح کر جس طرح بری باتوں کے تلفظ سے زبان کی حفاظت کرتے ہو۔

کیونکہ بری باتیں سنتے وقت تو بری باتیں کرنے والوں کا شریک ہے، تو اس سے آگاہ و متنبہ رہ۔

(باب-۳)

دفع غیبت کا بیان :

یاد رکھیں کہ ایسا طریقہ جس کے ذریعہ انسان اپنے آپ سے غیبت کو دفع کر سکے کتاب و سنت میں بے شمار ہیں اور اس کی دلیلیں بھری پڑی ہیں، لیکن ہم اس جگہ ان کے بعض حصوں کے ذکر پر ہی اکتفار کر رہے ہیں، کیونکہ اہل توفیق اتنے ہی سے باز آجائیں گے، اور جو اس کے برخلاف ہیں ان کے لئے کتابوں کا انبار بھی ناکافی ہے۔

اس خصوص میں سب سے عمدہ بات یہ ہے کہ انسان اپنے نفس پر ان نصوص کو پیش کرے جو غیبت کی تحریم کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں، پھر کلام باری تعالیٰ میں غور و فکر کرے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

''مَايَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّالَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَقِيْدٌ'' (ق : ۱۸)

نہیں بولتا کچھ بات جو نہیں ہوتا اس کے پاس ایک نگران تیار (لکھنے کے لئے)

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّناً وَهُوَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمٌ" (النور: ۱۵)

اور تم سمجھتے ہو اس کو ہلکی بات اور یہ اللہ کے یہاں بہت بڑی ہے۔

اور اس حدیث کو سامنے رکھے، جس کا ذکر پہلے (نمبر: ۳۷۹ پر) آیا کہ بندہ کبھی غضب الٰہی کی ایسی بات کرتا جسے وہ محسوس تک نہیں کرتا اور اس کی وجہ سے وہ جہنم میں گر پڑتا ہے۔

ان کے علاوہ بھی بہت سی احادیث ہیں جس کا تذکرہ "حفظ لسان" اور غیبت کے بیان میں ہو چکا ہے۔ اس کے ساتھ ان جملوں کو بھی اس کے ساتھ شامل کر لے کہ "اللہ میرے ساتھ ہے، اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے، اللہ ہم پر مطلع ہے"۔

حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ان سے کہا "آپ میری غیبت کرتے ہیں" تو انہوں نے جواب دیا، تمہارا مرتبہ میرے نزدیک اتنا بلند نہیں ہوا کہ میں تجھ سے اپنے حسنات میں محاکمہ کروں" عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ اگر میں کسی کی غیبت کرتا تو اپنے والدین کی کرتا، کیونکہ وہی میرے حسنات کے زیادہ حقدار ہیں۔

(باب-۴)

مباح و حلال غیبت کا بیان:

یاد رکھیں کہ غیبت اگرچہ عام حالات میں حرام ہے، مگر مصلحتوں کے پیش نظر بعض حالتوں میں جائز و مباح ہے اور وہ شرعی و صحیح اغراض و مقاصد اسے حلال بنا دیتی ہیں، جس کا حصول اس کے بغیر ناممکن و دشوار ہو، اور یہ چھ اسباب و اغراض میں سے ایک ہو سکتی ہے۔

(۱) دفع ظلم کی وجہ سے مظلوم کے لئے جائز ہے کہ اپنی مظلومیت کا اظہار اقتدار اعلی یا قاضی وغیرہ، حکام وقت سے کرے، جنہیں ظلم سے انصاف دلانے پر قدرت ہو، الغرض اس کے لئے یہ کہنا جائز و مباح ہے کہ فلاں نے مجھ پر ظلم کیا یا اس اس طرح کیا یا میرا یہ حق چھین لیا، یا مجھ سے یہ لے لیا، وغیرہ۔

(۲) برائی دور کرنے میں مدد حاصل کرنے اور خطا کار کو راہِ راست پر لانے کے لئے، جس کے بارے میں توقع ہو کہ وہ برائی دور کرنے کی قدرت رکھتا ہے، اس سے یہ کہنا کہ فلاں شخص کا عمل ایسا ہے لہٰذا اسے تنبیہ کی جائے وغیرہ، اور اس کا مقصد اس سے منکر و برائی کو دور کرنا ہی ہو، اگر یہ مقصد نہ ہو تو حرام ہوگا۔

(۳) فتوی حاصل کرنے کے لئے: مثلاً مفتی سے کہے کہ میرے والد نے یا میرے بھائیوں نے یا فلاں شخص نے مجھ پر ظلم کیا ہے کیا ویسا کرنا ان کے لئے جائز ہے؟ اور میری خلاصی کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ اور میں کس طرح اپنا حق پا سکتا ہوں؟ اور کس طرح خود سے ظلم کو دفع کر سکتا ہوں؟ یا یوں کہے کہ میری بیوی میرے ساتھ اس طرح کرتی ہے، یا میرا شوہر میرے ساتھ اس طرح کا معاملہ کرتا ہے۔ الغرض: یہ تمام باتیں ضرورت و حاجت کی وجہ سے جائز و درست ہیں، مگر احتیاط اسی میں ہے کہ وہ نام لئے بغیر یوں کہے: اس شخص کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں جس کا معاملہ اس اس طرح کا ہے، یا کسی میاں بیوی کا معاملہ اس طرح ہے، اس طرح متعین کئے بغیر ہی مقصد حاصل ہو جائے گا، لیکن اس کے باوجود اگر ان کی صراحت کرنا چاہے تو ایسا کرنا اس کے لئے جائز ہے اور اس کی دلیل "ھندؓ بنت عتبہ" (ابو سفیانؓ کی شریک حیات اور حضرت معاویہؓ کی والدہ) کی حدیث ہے جس کا ذکر انشاء اللہ آگے (نمبر ۹۹۶ پر) آئیگا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول، ابو سفیان نہایت کنجوس انسان ہیں (الحدیث) اور نبی کریم ﷺ نے انہیں اس سے منع نہیں کیا۔

(۴) مسلمانوں کو کسی کے شر سے بچانے یا انہیں نصیحت کرنے کی غرض سے اور یہ کئی طرح سے ممکن ہے۔

۱ - مجروح مخدوش راوی حدیث یا معاملے کے گواہ کی جرح کرنا اور اس کے عیوب کو آشکارا کرنا، اور یہ بالاجماع جائز ہے، بلکہ ضرورت پڑنے پر واجب ہے۔

۲ - اگر کوئی کسی سے رشتہ نکاح قائم کرنے، شراکت داری کرنے یا امانت وودیعت رکھنے یا معاملہ کرنے وغیرہ کے بارے میں مشورہ طلب کرے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اپنی معلومات نصیحت کے طور پر اس کے سامنے رکھ دے، اگر مقصد صرف اتنا بتا دینے سے حاصل ہو جائے "کہ اس سے معاملہ کرنا ٹھیک نہیں" یا اس کے یہاں رشتہ کرنا مناسب نہیں" یا "اس کے ساتھ اس طرح کا معاملہ نہ کریں" تو اس سے زیادہ کھل کر اس کی برائی بیان کرنا جائز نہیں، اور اگر اس سے مقصد حاصل نہ ہو، بلکہ اس کی صراحت ووضاحت اور متعین عیوب و برائیاں بیان کرنا، ضروری ہو تو اس کی صراحت کی جا سکتی ہے۔

۳ - اگر آپ کسی کو ایسا غلام خریدتے دیکھیں جو چوری، زنا کاری، بدکاری، شراب نوشی وغیرہ میں مشہور و معروف ہو تو خریدار سے اگر وہ اس سے ناواقف ہو تو اس کا اظہار کر دینا اور اسے بتا دینا اس پر واجب ہے، اور یہ اسی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر کوئی جو قابلِ فروخت سامان میں کسی طرح کا کوئی عیب پائے، مشتری کو اس سے آگاہ کر دینا اس پر واجب ہے، بشرطیکہ مشتری کو اس کا علم نہ ہو۔

۴ - آپ اگر کسی فقیہ کو دیکھیں کہ وہ کسی فاسق و فاجر یا اہل بدعت کے پاس ہمیشہ آتا جاتا ہے، اور اس سے کسب علم کرتا ہے تو اس فقیہ کو اس کے بارے میں بتا دینا واجب ہے اور اس کے حالات سے متعلق اسے نصیحت کر دینا ضروری ہے، مگر ان تمام باتوں کے لئے شرط ہے کہ مقصود نصیحت ہو، اس کے اندر لوگ عام طور پر غلطی کرتے ہیں، اور بات کہنے والے کو بسا اوقات حسد پر محمول کر لیا جاتا ہے، یا کبھی شیطان ایسا ہی باور کرا دیتا ہے، جبکہ وہ نصیحت و شفقت کا خیال کئے بیٹھا ہوتا ہے،

لہٰذا اسے اچھی طرح سمجھ لیا جائے۔

۵ - کھلے عام فسق و فجور اور بدعات و منکرات کرنے والا ہو: مثلاً کھلے عام شراب نوشی کرنا، لوگوں کے درپے آزار ہونا، ظالمانہ طریقے پر لوگوں سے کمیشن یا مالی ٹیکس وصول کرنا اور باطل امور کی سرپرستی کرنا، غرض جسے وہ کھلے عام کرتا ہو اس کے ذریعہ اسے یاد کرنا جائز ہے، البتہ دیگر عیوب جس کا اظہار وہ کھلے عام نہیں کرتا اس کے ذریعہ یاد کرنا حرام ہے، الا اینکہ اسے بیان کرنے کے دیگر اسباب بھی پائے جاتے ہوں۔

۶ - اسی سے پہچانا جاتا ہو: یعنی اگر کوئی انسان کسی خاص لقب سے معروف و مشہور ہو مثلاً چوندھا، لنگڑا، بہرا اندھا، بھینگا، چپٹی ناک والا وغیرہ، تو پہچان کرانے کی نیت سے ان القاب کے ذریعہ اسے یاد کرسکتا ہے، مگر بطور تنقیص ان الفاظ کا استعمال قطعی ممنوع وحرام ہوگا۔

اگر ان اوصاف کے بجائے کسی اور طریقہ سے اس کی پہچان ہوسکتی ہو تو اس سے کرنا زیادہ بہتر و افضل ہے۔

یہ چھ اسباب تھے جس کی وجہ سے علماء نے غیبت کو حلال ومباح قرار دیا ہے، ——— اور جن لوگوں نے ان اسباب کی وجہ سے اس کے جواز کی تصریح کی ہے ان میں سے ایک امام غزالیؒ ہیں جنہوں نے اپنی کتاب (الاحیاء ۱۵۲-۱۵/۳) میں اسے تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ ان کے علاوہ بھی بے شمار علماء نے ان اسباب کی وجہ سے اسے مباح و حلال قرار دیا ہے، اس کی دلیلیں صحیح و مشہور احادیث میں بھری پڑی ہیں، ان اسباب کے اکثر حصہ پر علماء کا اجماع و اتفاق ہے کہ اس کی وجہ سے غیبت حلال ہے۔

۹۹۲ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے (داخلے کی) اجازت طلب کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اِئْذَنُوا لَهُ بِئْسَ اَخُو الْعَشِيْرَةِ" اسے

اجازت دیدو، یہ قبیلے کا بدترین فرد ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث سے اہل فساد و اہل شکوک کی غیبت کرنے کے جواز پر استدلال کیا ہے۔(۱)

۹۹۳ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تقسیم کا کام انجام دیا تو انصاریوں میں سے ایک شخص نے کہا اللہ کی قسم محمد نے اس تقسیم کے اندر اللہ کی رضا جوئی ملحوظ نہیں رکھا، میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کی اطلاع دی تو آپ ﷺ کا چہرہ بدل گیا اور آپ نے فرمایا:

رَحِمَ اللّٰهُ مُوْسٰی لَقَدْ اُوْذِیَ بِاَکْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ" (۲)

اللہ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائیں انہیں، اپنی قوم کی جانب سے، اس سے بھی زیادہ اذیتیں دی گئیں تو انہوں نے صبر کیا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: میں نے کہا کہ اس کے بعد میں کبھی اس سے کوئی حدیث بیان نہیں کرونگا۔

امام بخاری نے اس حدیث سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ لوگوں کا اپنے عزیز اور برادر کو اس بات سے باخبر کردینا جائز و مباح ہے جو اس کے بارے میں لوگ کہیں یا کہتے ہوں۔

۹۹۴ - صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَا اَظُنُّ فُلَانًا وَفُلَانًا يَعْرِفَانِ مِنْ دِيْنِنَا شَيْئًا" (۳)

میں نہیں سمجھتا کہ فلاں اور فلاں شخص ہمارے دین کا کچھ بھی علم رکھتے ہیں۔

---

(۱) بخاری ۶۰۵۴، مسلم ۲۵۹۱)

(۲) بخاری ۳۳۳۶، مسلم ۱۰۶۲، اس کا ذکر پہلے بھی نمبر ۹۱۴ پر آچکا ہے)

(۳) مسلم ۶۰۶۷

اس حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی حضرت لیث بن سعد فرماتے ہیں کہ وہ دونوں شخص منافق تھے۔

۹۹۵ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت زید بن ارقمؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نکلے اس سفر میں لوگوں کو سخت مشکلات سے دوچار ہونا پڑا تو عبداللہ بن اُبی (رأس المنافقین) نے کہا جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہیں ان پر بالکل مت خرچ کرو، تاکہ وہ اس سے علیحدہ ہو جائیں، اور اس نے یہ بھی کہا کہ اگر ہم لوگ لوٹ کر مدینہ پہونچے تو عزت دار لوگ (یعنی ہم لوگ) وہاں سے ذلیل وخوار لوگوں کو (یعنی اللہ کے رسول اور مومنین ومہاجرین کو) نکال باہر کریں گے۔

تو میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو اس کی اطلاع دی، تو آپ ﷺ نے عبداللہ بن ابی بن سلول کے پاس قاصد بھیجا (پھر پوری حدیث ذکر کیا ہے) اس پر اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے یہ آیت نازل فرمایا:

إِذَا جاءَ كَ المنافقون الخ. (المنافقون: ۱)(۱)

۹۹۶ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابوسفیانؓ کی شریک حیات ہندؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا، "ان ابا سفیان رجل شحیح" بلاشبہ ابوسفیانؓ نہایت کنجوس آدمی ہے۔ الخ(۲)

۹۹۷ - فاطمہ بنت قیسؓ کی حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا:

أَمَّا مُعَاوِيَةُ فَصُعْلُوكٌ وَأَمَّا أَبُو جَهْمٍ فَلَا يَضَعُ العَصَاعَنْ عاتِقِهِ.

---

(۱) بخاری ۴۹۰۰، مسلم ۲۷۷۲

(۲) بخاری ۵۳۵۹، مسلم ۱۷۱۴

جہاں تک بات معاویہ کی ہے تو وہ کمزور و محتاج ہے، البتہ ابوجہم اپنے لاٹھی اپنی کندھے سے جدا ہی نہیں کرتے، یعنی اپنی بیویوں کی ہمیشہ پٹائی کرتے رہتے ہیں۔ (۳)

(باب-۵)

اساتذہ یا بزرگوں کی غیبت سن کر اس کا جواب دینا:

یاد رکھیں کہ کسی بھی مسلمان کی غیبت سننے والوں کو چاہئے کہ فی الفور اس کی تردید کرے اور غیبت کرنے والوں کی سرزنش کرے، اور اگر اس پر بات کا اثر نہ ہو تو بزور بازو اس کی سرزنش کرے اور اگر نہ ہاتھ سے روک سکتا ہو اور نہ زبان سے تو وہ اس مجلس سے علیحدہ ہو جائے اور اگر کوئی اپنے شیوخ و اساتذہ یا جن کا اس پر حق بنتا ہے یا کسی صاحب فضل و کمال، علماء و صلحاء و بزرگانِ دین کی غیبت سنے تو اس کی سرزنش کی طرف زیادہ سختی سے توجہ دے اور ذرہ برابر اس میں تساہل نہ برتے۔

۹۹۸ - ترمذی میں حضرت ابودرداؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ اَخِيْهِ رَدَّاللّٰهُ عَنْ وَجْهِهِ النَّارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" (۲)

جس نے اپنے بھائی کے آبرو کی مدافعت کی اللہ اس کے چہرے سے قیامت کے دن جہنم کے آگ کو دور کر دیگا۔

۹۹۹ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عتبانؓ کی مشہور طویل حدیث ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو لوگوں نے کہا: مالک بن دُخشم کہاں ہیں؟ ایک شخص نے جواب دیا وہ منافق ہے، اللہ اور اللہ کے رسول سے محبت نہیں رکھتا، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) مسلم ۱۴۸۰ (۲) ترمذی ۱۹۳۱، وقال: حدیث حسن

"لَاتَقُلْ ذٰلِكَ اَلَا تَرَاه قَدْ قَالَ : لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ : يُرِيْدُ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰه" ۔(۱)

ایسا مت کہو کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس نے رضاء الٰہی کے ارادہ سے "لا اله الا الله" کہا ہے۔

۱۰۰۰ ۔ صحیح مسلم میں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ عائذ ابن عمرؓو جو کہ صحابہٗ رسول میں سے ہیں، عبید اللہ بن زیاد کے پاس آئے اور بولے اے بچے میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا ہے:

اِنَّ شَرَّ الرِّعَاء الْحُطَمَةُ فَاِيَّاكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ .

بدترین چرواہا شدت پسند سخت دل ہے، خبردار کہ تم ان میں سے ہو (یہ کنایہ ظالم حکمرانوں سے ہے)

تو ابن زیادہ نے ان سے کہا آپ بیٹھ جائیں، کیونکہ آپ اصحاب محمدؐ کے بچے کھچے بھوسیوں میں سے ہیں (اس نے بطور تحقیر یہ الفاظ ان کے گھٹیا ہونے کی طرف اشادہ کرتے ہوئے کہا کہ ایسے ردی شخص کی بات نا قابل التفات ہے) تو انہوں نے جواب دیا، کیا اس عہد میں بھوسیاں تھیں؟ (یعنی اس وقت سارے کے سارے صحابہ دانہ اور پر مغز تھے کوئی بھوسی نہیں تھا) بھوسیاں تو ان کے بعد دوسروں میں پیدا ہوئے (یعنی عہد صحابہ اور عہد رسول کے بعد) (۲)

۱۰۰۱ ۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت کعب بن مالکؓ سے ان کے توبہ کے واقعہ سے متعلق طویل حدیث میں مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جبکہ آپ تبوک میں قوم کے اندر جلوہ افروز تھے، "مَافَعَلَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ" کعب بن مالک نے کیا کیا؟ تو بنی سلمہ کے

---

(۱) بخاری ۴۲۵، مسلم ۳۳ ۔

(۲) دیکھیں: صحیح مسلم: ۱۸۳۰

ایک شخص نے کہا، اے اللہ کے رسول اسے اس کی خود پسندی (حب نفس) اور اس کے شب و روز یا صبح شام نے باز رکھا، (آنے سے روک دیا) تو حضرت معاذ بن جبلؓ نے فرمایا: ''بِئْسَ مَا قُلْتَ'' تم نے نہایت بری بات کہا، اللہ کی قسم، اے اللہ کے رسول ہم نے ان میں خیر کے سوا کچھ نہیں پایا، اس پر نبی کریم ﷺ خاموش رہے۔(۱)

۱۰۰۲۔ سنن ابی داؤد میں حضرت جابر بن عبداللہ اور ابوطلحہؓ سے مروی ہے، یہ دونوں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْ امْرِئٍ يَخْذُلُ امْرَأً مُسْلِماً فِي مَوْضِعٍ تُنْتَهَكُ فِيهِ حُرْمَتُهُ وَيُنْتَقَصُ فِيهِ مِنْ عِرْضِهِ إِلَّا خَذَلَهُ اللّٰهُ فِي مَوْطِنٍ يُحِبُّ فِيهِ نُصْرَتَهُ ، وَمَا مِنْ امْرِئٍ يَنْصُرُ مُسْلِماً فِي مَوْضِعٍ يُنْتَقَصُ فِيهِ مِنْ عِرْضِهِ وَيُنْتَهَكُ فِيهِ مِنْ حُرْمَتِهِ إِلَّا نَصَرَهُ اللّٰهُ فِي مَوْطِنٍ يُحِبُّ نُصْرَتَهُ''

جو کوئی شخص کسی مسلمان کو ایسے مقام پر رسوا کرتا ہے جہاں اس کی آبرو لوٹی جا رہی ہو اور ناموس تار تار کیا جا رہا ہو، تو یقیناً اللہ اس کو ایسے مقام پر رسوا کرتے جہاں اسے اللہ کی نصرت کی ضرورت اور امید ہوتی ہے اور جو کوئی مسلمان کی ایسے مقام پہ مدد کرتا ہے جہاں اس کا ناموس تار تار اور آبرو لوٹی جا رہی ہو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی ایسے مقام پہ مدد فرماتا جہاں اس کی نصرت و مدد کی ضرورت و خواہش ہوتی۔(۲)

۱۰۰۳ - سنن ابی داؤد میں حضرت معاذ بن انسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(۱) دیکھیں: بخاری ۴۴۱۸، مسلم ۲۷۶۹

(۲) ابوداؤد ۴۸۸۴ حدیث حسن

مَنْ حَمٰی مُؤمِنًا مِنْ مُنَافِقٍ - اَرَاهُ قَالَ - بَعَثَ اللّٰهُ تَعَالٰی مَلَكاً يَحْمِي لَحْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ وَمَنْ رَمٰی مُسْلِماً بِشَيْئٍ يُرِيْدُ شَيْنَهُ بِهٖ حَبَسَهُ اللّٰهُ عَلٰی جِسْرِ جَهَنَّمَ حَتّٰی يَخْرُجَ مِمَّا قَالَ "(۱)

جس نے کسی مسلمان کی حفاظت کسی منافق سے کیا تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ مبعوث کرتا ہے، جو قیامت کے دن اس کے گوشت کی نار جہنم سے حفاظت کرے گا، اور جس نے کسی مسلمان پہ کسی چیز کا الزام اس کی برائی کرنے کے ارادہ سے رکھا تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم کے پل پر روکے رکھیں گے، یہاں تک کہ وہ اپنے قول سے تائب ہو کر باہر نہ نکل آئے۔

(باب-٦)

دل سے غیبت کرنا :

یاد رکھیں کہ بدگوئی و بدکلامی ہی کی طرح بدظنی بھی حرام ہے، یعنی جس طرح لوگوں کی برائیاں دوسروں سے بیان کرنا حرام ہے، اسی طرح خود سے اس کی برائیاں کہنا اور بدگمانی رکھنا بھی حرام ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اجتنبوا کثیرا من الظن" بچتے رہو بہت تہمتیں کرنے سے۔

۱۰۰۴ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

"اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ ، فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ" (۲)

---

(۱) سنن ابی داؤد ۴۸۸۳، یہ حدیث ضعیف ہے مگر اس سے پہلے والی حدیث اس کی شاہد ہے)

(۲) بخاری ۶۰۶۴ مسلم ۲۵۶۳

خبردار کہ بدگمانی رکھو (کسی کو شک کی نظر سے دیکھو) کیونکہ بدگمانی سب سے بڑی جھوٹی بات ہے (یعنی بدگمانی کا گناہ جھوٹ سے زیادہ یا بدگمانی کی وجہ سے جھوٹ کا وقوع زیادہ ہوتا ہے)

اس مفہوم کی احادیث بے شمار ہیں، اور اس ظن و گمان سے مراد یہ ہے کہ دوسرے کی برائی پر دل کا آمادہ ہونا اور اس کا اپنے اندر فیصلہ کر لینا، البتہ دل میں کھٹکنے والی بات یا وسوسہ، اگر اس پر جماؤ یا استقرار نہ ہو تو بالاتفاق معاف ہے، کیونکہ دل میں ایسی باتوں کے پیدا ہونے پر اسے اختیار نہیں، اور نہ اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کا کوئی راستہ ہے، اس کا یہی صحیح مفہوم ہے۔

۱۰۰۵ - صحیح بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى تَجَاوَزَ لِاُمَّتِىْ مَاحَدَّثَتْ بِهٖ اَنْفُسُهَا مَالَمْ تَتَكَلَّمْ بِهٖ اَوْ تَعْمَلْ (۱)

اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کی ان باتوں کو معاف کر دیا ہے جو ان کے دل میں پیدا ہوں اجب تک کہ اس پر عمل نہ کرے یا زبان سے اس کا اظہار نہ کرے۔

علماء کی رائے ہے کہ اس حدیث نفس سے مراد دِل میں کھٹکنے والی بات ہے جبکہ اس کے اندر استقرار پیدا نہ ہوا ہو، خواہ دل میں کھٹکنے والی یہ بات غیبت ہو یا کفر ہو یا کچھ اور، سب معاف ہے۔ جس کے دل میں کفر کی کوئی بات کھٹکے جو محض کھٹکنے کی حد تک ہو اس کے حصول کا قصد و ارادہ نہ ہو، اور وہ فوراً اس خیال کو اپنے قلب و ذہن سے نکال دے تو وہ نہ کافر ہو گا اور نہ اس پر کچھ لازم آئے گا —— اور وساوس میں مبتلاء شخص کو کیا کرنا چاہئے اس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

---

(۱) بخاری ۵۲۶۹، مسلم ۱۲۷

۱۰۰۶ - صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے کہ صحابہ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ہم میں سے کوئی شخص اپنے اندر ایسی بات پاتا ہے جس کا زبان پر لانا بہت بھاری معلوم ہوتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "أَوَقَدْ وَجَدْتُمُوهُ"؟ قَالُوا: نَعَمْ: کیا وہ بات تم نے اپنے دلوں میں پایا ہے، صحابہ نے عرض کیا جی ہاں، تو آپ نے فرمایا: ذٰلِكَ صَرِيْحُ الْإِيمَانِ "یہ صریح ایمان ہے۔(۱)

اس کے علاوہ بھی اس مفہوم کی بہت سی احادیث ہیں جسے ہم نے وساوس کے بیان میں ذکر کیا ہے، اور اسے معاف کرنے یا درگذر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انسان کا اس سے اجتناب اور پرہیز کرنا دشوار ہے، البتہ اس پر قائم رہنے سے اجتناب دشوار نہیں، بلکہ ممکن ہے اسی لئے اس کا قصد کرنا یا اس پر قائم و برقرار رہنا حرام ہے۔

اور جب کبھی غیبت یا اس جیسی دیگر معصیتوں کے وسوسوں کا کھٹکا پیش آئے تو ضروری ہے کہ اس سے اعراض کر کے اسے دور کرے، ایسی تاویلات کرے کہ یہ اپنے ظاہر سے ہٹ کر صحیح مفاہیم کی عکاسی کرنے لگیں۔

امام غزالیؒ اپنی کتاب (الاحیاء ۳/۱۵۰-۱۵۱) میں فرماتے ہیں کہ: "جب تیرے دل میں بدگمانی وظن سوء پیدا ہو تو جان لو کہ یہ سیطانی وسوسہ ہے جسے وہ تیرے دل میں ڈال رہا ہے، اس لئے اسے جھٹلا دینا چاہئے کیونکہ شیطان سب سے بڑا فاسق ہے" اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاءٍ فتبينوا ان تصيبوا قوما بجهالةٍ فتصبحوا علىٰ مافعلتم نادمين. (الحجرات: ۸۷)

اگر آئے تمہارے پاس کوئی گنہگار خبر لیکر تو تحقیق کرلو کہیں جانہ پڑو کسی قوم پر نادانی سے، پھر کل کو اپنے کئے پر لگو پچھتانے۔

---

(۱) صحیح مسلم ۱۳۲

لہذا ابلیس کی تصدیق جائز نہیں، اگر وہاں کوئی ایسا قرینہ پایا جاتا ہو جو فساد پر دلالت کرتا ہو، اور اس کے برخلاف کا بھی احتمال ہو تو، بدگمانی کرنا جائز نہیں۔

اور بدگمانی کی علامتوں میں سے ہے کہ اس شخص کے ساتھ تمہارے دل کی حالت وکیفیت جس طرح پہلے تھی اس میں تبدیلی آجائے، تم اس سے نفرت کرنے لگو یا اس کی موجودگی بار محسوس ہونے لگے، عزت واحترام، تعظیم وتوقیر یا اس کا خیال رکھنے میں فتور پیدا ہو جائے، اور اس کی بڑائی کے تصور سے آپ مغموم ہو جائیں، کیونکہ شیطان کبھی لوگوں کے دلوں میں لوگوں کی برائی کا ایک نہایت معمولی ٹکڑا ڈالتا ہے اور یہ باور کراتا ہے کہ یہ تیری سمجھ داری، ذکاوت حس اور زیرکی ہے اور یہ کہ مومن بنظر نور الہی دیکھتا ہے، جبکہ فی الواقع وہ شیطانی دھوکے اور اس کی تاریک نظروں سے دیکھ رہا ہوتا ہے۔

اور اگر اس کی خبر کوئی عادل ومتوازن شخص دے تو اس کی نہ تصدیق کرو نہ تکذیب تاکہ کسی سے بدگمانی پیدا نہ ہو، اور جب کبھی کسی مسلمان کے بارے میں تیرے دل کے اندر کوئی برا خیال جو بدگمانی کے قبیل سے ہو پیدا ہو تو اس کے اعزاز واکرام اور احترام ورعایت میں اور زیادہ اضافہ کردو، کیونکہ اس سے شیطان خار ہوگا، اور ان وساوس کو تم سے دور کردے گا اور آئندہ اس طرح کی بات تیرے دل میں اس خیال سے نہیں ڈالیگا کہ تم اس کی وجہ سے اس کے لئے دعاؤں میں مشغول ہو جاؤ گے اور نیک عمل میں لگ جاؤ گے۔

اور جب تم کسی مسلمان کی غلطی کو کسی غیر مشکوک دلیل کی بنیاد پر جان لو تو اسے تنہائی میں نصیحت کرو تاکہ اس کی غیبت کرنے کی دعوت دیکر شیطان تمہیں دھوکہ نہ دینے پائے، اور جب تم اسے وعظ ونصیحت کرو تو اس طرح مت کرو کہ اس کے عیوب ونقائص سے واقفیت پر تمہارے اندر خوشی جیسی بات محسوس ہو، تاکہ وہ تمہیں تعظیم وتکریم کی نظر سے اور تم اسے حقارت وکمتری کی نظر سے دیکھو، بلکہ تمہارا ارادہ اسے گناہ سے نجات دلانا ہو، اور اس طرح اس کے لئے غمزدہ رہو جس طرح

اپنے اندر نقص وعیوب پیدا ہونے کی صورت میں غمگین ہوتے ہو، اور تمہیں یہ بات زیادہ پسند ہو کہ تیری نصیحت ووعظ کے بغیر وہ خود ہی ان نقائص کو ترک کر دے، اور تجھے نصیحت کرنے کا موقع نہ ملے''

یہ امام غزالی کے کلمات تھے۔ (امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: پہلے ہم ذکر کر چکے ہیں کہ جب بدگمانی کا عارضہ پیش آئے تو اسے فوراً دور کرے، اور یہ اس وقت ہے جبکہ اس میں غور وفکر کرنے سے متعلق کوئی شرعی مصلحت نہ ہو، البتہ اگر کوئی شرعی مصلحت ہو تو اس کے عیوب ونقائص میں غور وفکر کرنا اس کی کھوج پرکھ اور تہہ تک پہونچنے کی کوشش کرنا جائز ہے، مثلاً گواہوں و راویوں کی جرح کرنا اور دیگر امور جس کا ذکر مباح غیبت کے بیان میں آچکا ہے۔

(باب-۷)

غیبت کا کفارہ اور اس سے توبہ:

جو کوئی کسی گناہ کا ارتکاب کرے اس پر بعجلت تمام فوراً توبہ کرنا لازم ہے، وہ توبہ جو اللہ کے حقوق سے متعلق ہو اس کے اندر تین چیزوں کا ہونا شرط ہے:

(۱) فوراً اس معصیت سے دستبرداری وکنارہ کشی اختیار کرنا۔

(۲) کئے ہوئے عمل پر نادم وشرمسار ہونا۔

(۳) آئندہ اس کا اعادہ نہ کرنے کا عزم مصمم کرنا۔

اور وہ توبہ جو حقوق العباد سے تعلق رکھتا ہو اس کے اندر ان تینوں کے علاوہ ایک چوتھی شرط بھی ہے اور وہ یہ کہ: صاحب حق کو اس کا حق واپس کرنا یا اس سے معافی وبرارت حاصل کرنا۔

لہٰذا غیبت کرنے والوں پر ان چاروں چیزوں سے توبہ کرنا واجب ہے: کیونکہ غیبت کا تعلق حقوق العباد یا حقوق انسانی سے ہے، لہٰذا جس کی غیبت کی گئی ہے اس سے اسے حلال کرانا

ضروری ہے۔ اور صرف اتنا کہنا کافی ہوگا یا نہیں؟ کہ "میں نے آپ کی غیبت کی ہے، اس لئے آپ مجھے معاف کر کے حلال و آزاد کریں"، یا جس بات کی غیبت کی ہے اس کا بیان اور اس کی وضاحت کرنا ضروری ہوگا؟ اس میں علماء شوافع کی دو رائے ہے، ایک یہ کہ اس کی وضاحت ضروری ہے، اگر وضاحت و بیان کے بغیر ہی وہ بری کر دے تو یہ برارت درست نہیں ہوگی، جس طرح کہ مال مجہول سے اگر بری کر دے تو بری نہیں ہوتا (احناف کے نزدیک بری ہو جاتا ہے)

دوسرا قول یہ ہے کہ اس کی وضاحت شرط نہیں، کیونکہ یہ ان امور سے تعلق رکھتا ہے جس میں تسامح و درگذر سے کام لیا جاتا ہے، اس لئے اس کو مال کے برخلاف اس کا بتانا اور اس کی وضاحت کرنا ضروری نہیں، مگر پہلا قول ہی مشہور و مفتی بہ ہے، کیونکہ انسان کبھی کسی غیبت کو تو معاف کر دیتا ہے، مگر کسی دوسری بات کو معاف نہیں کرتا، اور جس کی غیبت کی گئی ہے اگر وہ غائب یا وفات پا چکا ہو تو اس سے برارت حاصل کرنا دشوار ہے، مگر بعض علماء کی رائے ہے کہ اسے اس کے لئے بکثرت دعاء مغفرت اور اس کے لئے حسنات کرتے رہنا چاہئے۔

جس کی غیبت کی گئی ہے اسے چاہئے کہ غیبت کرنے والے کو بری کر دے، مگر ایسا کرنا اس پر واجب نہیں، کیونکہ ایسا کرنا تبرع اور اپنے حق سے دستبردار ہونا ہے، اور اسے اس کا اختیار ہے کہ دستبردار ہو یا نہ ہو، مگر اس پر تاکیدی طور پر مستحب ہے کہ وہ اسے بری کر دے تاکہ دوسرا مسلمان بھائی معصیت کے وبال سے نجات پا سکے، اور خود اسے اللہ کی طرف سے عفو و درگذر پر ثواب عظیم اور اللہ کی محبت حاصل ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ، وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ. (آل عمران : ۱۳۴)

اور دبا لیتے ہیں غصہ اور معاف کرتے ہیں لوگوں کو اور اللہ چاہتا ہے نیکی کرنے والوں کو۔

اوراس کا طریقہ یہ ہے کہ معافی کے ساتھ وہ اپنے دل کو تسلی دے کہ بات تو پیدا ہو چکی ہے، اوراس کے ازالے کی اب صورت بھی نہیں، اس لئے مناسب نہیں کہ میں حصولِ ثواب کو نظر انداز کردوں جو مجھے اپنے مسلمان بھائی کی گلو خلاصی سے حاصل ہوگا، جبکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے :

"وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ"

(الشوری: ۴۳)

اورالبتہ جس نے سہا اور معاف کیا اور بے شک یہ کام ہمت کے ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

"خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ"

(اعراف: ۱۹۹)

عادت کر درگذر کی اور حکم کر نیک کام کرنے کا اور کنارہ کر جاہلوں سے۔

اوراس جیسی بے شمار آیات ہیں۔

۱۰۰۷ - حدیث صحیح میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

وَاللّٰهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ اَخِيْهِ " (۱)

اور اللہ اپنے بندے کی مدد میں رہتا ہے جب تک کہ بندہ اپنے بھائی (مسلمانوں) کی مدد میں لگا رہتا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں جسے راضی کیا جائے اور وہ راضی نہ ہو وہ شیطان ہے۔

متقدمین نے اسے شعر میں یوں کہا ہے :

قيل لی : قد اساءَ اليك فلانٌ ۔۔۔ ومقام الفتى على الذل عار

مجھ سے کہا گیا کہ فلاں نے تیری برائی کی ہے ۔۔۔ اور نوجوان کا ذلت پر برقرار رہنا عار ہے

(۱) صحیح مسلم: ۲۶۹۹

قلتُ : قد جاء نا و احدث عذراً　　دِيَةُ الذنب عندنا الاعتذار

میں نے کہا وہ میرے پاس آیا اور اس نے معذر خواہی کی　　اور میرے نزدیک گناہوں کی دیت (خون بہا) عذر پیش کر دینا ہی ہے

غیبت کرنے والوں کو غیبت کے گناہ سے بری کرنے کی تلقین وتحسین کے سلسلے میں جو کچھ میں نے اس جگہ بیان کیا یہی صحیح اور درست ہے، اور سعید بن مسیتب سے جو یہ منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا:

"لَا اُحَلِّلُ مَنْ ظَلَمَنِیْ" جس نے مجھ پر ظلم کیا میں اسے حلال نہیں کرتا۔ یا ابن سیرین سے جو یہ منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے: لِمَ اُحَرِّمُهَا عَلَيْهِ فَاُحَلِّلُهَا لَهُ ؟ "میں کیوں اسے اس پر حرام قرار نہیں دیا کہ اسے حلال کردوں۔ کیونکہ غیبت کو اس پر اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے، اور جسے اللہ نے حرام قرار دے دیا ہے اسے میں کبھی حلال نہیں کر سکتا ——— تو یہ قول ضعیف ہے، یا ان کی طرف غلط منسوب ہے، کیونکہ بری کرنے والا کسی حرام کو حلال نہیں قرار دیتا، بلکہ اپنے ثابت شدہ حق سے دستبردار ہوتا ہے، اور کتاب و سنت کی بے شمار نصوص عفوو درگذر کے استحباب پر دلالت کر رہی ہیں، اور اس بات کا ثبوت پیش کر رہی ہیں کہ وہ حقوق جو ساقط کرنے والے کی ذات کے ساتھ مختص ہو اس کے ساقط کرنے سے وہ ساقط ہو جاتی ہیں ——— ابن سیرین کی بات کو اس پر بھی محمول کیا جا سکتا ہے کہ "اِنِّی لَا ابیح غیبتی ابداً" میں اپنی غیبت کو کبھی بھی مباح نہیں سمجھتا ،یعنی غیبت حرام ہے، میں اس کے حرام ہونے کا ہی قائل ہوں، میں غیبت کو مباح وحلال نہ سمجھتا ہوں اور نہ سمجھ سکتا ہوں۔

اور یہ صحیح ہے کیونکہ اگر کوئی انسان یہ کہے کہ "أَبَحْتُ عِرْضِی لِمَنْ اِغْتَابَنِی" جو میری غیبت کرے میں اپنی آبرو اس کے لئے مباح کرتا ہوں، تو غیبت کرنے والا اس سے بری نہیں

ہوگا، اور اس کی غیبت ہر کرنے والے کے لئے حلال نہیں ہو جائیگی، بلکہ ہر شخص پر وہ اسی طرح حرام رہے گی، جس طرح دوسروں کی غیبت کرنا حرام ہے۔

۱۰۰۸ - ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اَیَعۡجِزُ اَحَدُکُمۡ اَنۡ یَّکُوۡنَ کَاَبِیۡ ضَمۡضَمٍ ؟ کَانَ اِذَا خَرَجَ مِنۡ بَیۡتِہٖ قَالَ : اِنِّیۡ تَصَدَّقۡتُ بِعِرۡضِیۡ عَلَی النَّاسِ " (۱)

کیا تم میں کا کوئی ابوضمضم کی طرح ہونے سے قاصر ہے، وہ جب اپنے گھر سے نکلتے تو کہتے: میں اپنی عزت نفس اور آبرو لوگوں پر صدقہ کر دے رہا ہوں۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو مجھ پر ظلم کرے میں اس سے اپنی مظلومیت اور حق ظلم کا مطالبہ نہیں کرونگا نہ دنیا میں نہ آخرت میں ــــــ اور یہ جملہ اس مظلومیت کے حقوق کو ساقط کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے جو بری کرنے سے پہلے موجود ہو، البتہ جو اس کے بعد رونما ہو تو اسے از سر نو بری کرنا اور معاف کرنا ضروری ہوگا، محض اس قول کی وجہ سے وہ بری نہیں ہوگا۔ وباللہ التوفیق۔

(باب-۸)

چغلخوری

چغلخوری کی حرمت، اس کے دلائل، اس پر وعیدیں اور اس کی حقیقت واصلیت کا ذکر کر چکا ہوں، جو اختصار کے ساتھ تھا، اب اس کی تشریح وتفصیل کا ارادہ ہے۔

امام غزالی اپنی کتاب (الاحیاء ۳/۱۶۵) میں فرماتے ہیں، چغلخوری کا اطلاق عموماً اس پر ہوتا ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کی بات اس شخص سے کہے جس کے بارے میں وہ بات کہی گئی ہو، مثلاً

(۱) ابوداؤد: ۴۸۸۶-۴۸۸۷، حدیث مرسل ضعیف

کوئی شخص کہے کہ ''فلاں شخص آپ کے بارے میں اس اس طرح کہہ رہا تھا، اور چغلخوری اس کے ساتھ مختص نہیں، بلکہ اس کی تعریف یہ ہوگی کہ ایسی بات کا انکشاف کرنا جس کے انکشاف کو متعلقہ شخص ناپسند کرے، خواہ یہ ناپسندیدگی بات کرنے والے کی طرف سے یا جس کے بارے میں بات کہی گئی ہے اس کی طرف سے یا کسی تیسرے کی طرف سے ہو، یہ نقل وانکشاف بات کے ذریعہ یا تحریر کے ذریعہ، یا اشارہ وکنایہ کے ذریعہ، یا کسی اور ذریعہ سے ہو، اور جو بات نقل کی جارہی ہے اس کا تعلق قول سے ہو یا عمل سے، معیوب ہو یا غیر معیوب۔

تو چغلی درحقیقت نام ہے راز کے افشار کا اور ایسے پردے کو تار تار کرنے کا جس کے انکشاف کو ناپسند کیا جارہا ہو۔ اس لئے لوگوں کے جن احوال پر بھی نظر پڑے انسان کو چاہئے کہ اس پر خاموشی اختیار کرے، الا اینکہ اسے بیان کرنے میں کسی مسلمان کا فائدہ یا کسی معصیت کا ازلہ ہو، اگر کسی کو دیکھے کہ وہ اپنا مال چھپا رہا ہے اور دیکھنے والا اس کا ذکر دوسروں سے کردے تو یہ بھی چغلی ہے ـــــ آگے امام غزالی فرماتے ہیں: ''ہر وہ شخص جس کے سامنے چغلی کی جائے اور دوسرے کی بات اس سے نقل کرتے ہوئے کہی جائے کہ ''فلاں شخص تیرے بارے میں اس اس طرح کہہ رہا تھا'' تو اس پر چھ باتوں کا التزام ضروری ہے:

(۱) اس کی تصدیق نہ کرے، کیونکہ چغلخور فاسق ہے، اور فاسق کی خبر مردود ونا قابل قبول ہے۔

(۲) اسے اس سے منع کرے، نصیحت کرے اور ایسا کرنے کی برائی بیان کرے۔

(۳) اللہ کے واسطے اس سے نفرت کرے، کیونکہ ایسا شخص اللہ کے نزدیک مبغوض و ناپسندیدہ ہے اور اللہ کے لئے کسی سے نفرت کرنا واجب ہے۔

(۴) جس کی طرف منسوب کرکے بات کہی جائے اس سے بدظن نہ ہو، کیونکہ اللہ

تعالیٰ کاارشاد ہے

"اجتنبوا کثیرا من الظن، بچتے رہو بہت تہمت کرنے سے"۔

(۵) نقل کردہ بات آپ کو تحقیق و تجسس پر آمادہ نہ کرے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "ولاتجسسوا" (اور تجسس مت کرو)

(۶) چغلخور کو جس بات سے منع کرے اسے خود اپنے لئے بھی پسند نہ کرے کہ اس کی نقل کردہ باتوں کو دوسروں سے بیان کرنے لگے۔

ذکر کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے سامنے کسی دوسرے شخص کی کوئی بات کی تو حضرت عمرؒ نے فرمایا، اگر چاہو تو تمہارے معاملہ میں ہم غور کریں، کیونکہ اگر تو جھوٹا ہے تو اس آیت والوں میں سے ہے، "اِنْ جَاءَکم فاسق بنبئا فتبینوا" (اگر آئے تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لیکر تو تحقیق کرلو) اور اگر سچا ہے تو اس آیت والوں میں سے ہے "ھَمَّازٍ مَشَّاءٍ بِنَمِیْم" (طعنے دے چغلی کھاتا پھرے) اور اگر چاہو تو تمہیں معاف کردیں ـــــ اس شخص نے عرض کیا اے امیرالمومنین، ہم معافی چاہتے ہیں، آئندہ مجھ سے اس کا اعادہ نہیں ہوگا۔

ایک شخص نے صائب بن عباد کو ایک تحریر پیش کیا جس میں اسے یتیم کا مال لینے اور غصب کرنے کی تلقین تھی، اور مال بہت زیادہ تھا، تو انہوں نے اس کے پشت پر تحریر کردیا) چغلی نہایت بری شئی ہے، اگرچہ بات درست ہو، اور وفات پانے والے (یتیم کے والد) پر اللہ رحم کرے، یتیم کو اللہ نعم البدل عطا فرمائے اور مال کو اللہ خوب بڑھائے اور درپے ہونے والے پر اللہ کی لعنت ہو۔

(باب-۹)

حکامِ وقت کو بلاضرورت بات پہونچانا :

۱۰۰۹ - سنن ابی داوٗد و ترمذی میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَایُبَلِّغُنِی اَحَدٌ مِنْ اَصْحَابِی عَنْ اَحَدٍ شَیْئًا فَاِنِّی اُحِبُّ اَنْ اَخْرُجَ اِلَیْکُمْ وَاَنَا سَلِیْمُ الصَّدْرِ" (۱)

میرے اصحاب میں سے کوئی کسی کے بارے میں مجھے کچھ نہ پہونچائے (میرے سامنے کسی کی بات نقل نہ کرے، کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ میں تمہارے پاس اس طرح آؤں کہ میرا دل (سب سے) مطمئن ہو۔

(باب-۱۰)

شرعی طور پہ ثابت شدہ نسب کو متہم کرنے کی ممانعت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَلَا تَقْفُ مَالَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا" (الاسراء: ۳۶)

اور نہ پیچھے پڑ جس بات کی خبر نہیں تجھ کو، بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب کی اس سے پوچھ ہوگی

۱۰۱۰ - صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِثْنَتَانِ فِی النَّاسِ هُمَا بِهِمْ کُفْرٌ اَلطَّعْنُ فِی النَّسَبِ وَالنِّیَاحَةُ عَلَی الْمَیِّتِ" (۲)

لوگوں کی دو خصلتیں ان کا کفر ہے، نسب کو متہم کرنا اور مردے پر بین کرنا۔

---

(۱) ابوداؤد ۴۸۶۰، ترمذی، اسنادہ ضعیف، اوقال الترمذی غریب من ہذا الوجہ)

(۲) صحیح مسلم: ۶۷

(باب-۱۱)

فخر ومباہات کی ممانعت :

”فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى“ (النجم :۳۲)

”سومت بیان کرو اپنی خوبی وہ خوب جانتا ہے اسکو جو بچ کر چلا“

۱۰۱۱ - صحیح مسلم وسنن ابی داؤد میں صحابی رسول حضرت عیاض بن حمارؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

اِنَّ اللّٰهَ تعالیٰ اَوْحٰى اِلَيَّ اَنْ تَوَاضَعُوا حَتّٰى لَا يَبْغِي اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ وَلَا يَفْخَرَ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ“ (۱)

اللہ نے مجھے وحی کیا ہے کہ لوگ تواضع اختیار کریں تا کہ کوئی دوسرے پر نہ زیادتی کرے، اور نہ ایک دوسرے پر بڑائی وفخر کرے۔

(باب-۱۲)

مسلمانوں کے مصائب پر اظہار مسرت کرنے کی ممانعت :

۱۰۱۲ - سنن ترمذی میں حضرت واثلہؓ بن اسقع سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِاَخِيكَ فَيَرْحَمُهُ وَيَبْتَلِيكَ“ (۲)

اپنے بھائی کی آزمائش پر مسرت کا اظہار مت کرو، (کہیں ایسا نہ ہو) کہ اللہ اس پر رحم کا معاملہ کرے اور تمہیں اس کے اندر مبتلا کر دے۔

(۱) مسلم ۶۵ ۲۸، ابوداؤد ۴۸۹۵

(۲) سنن ترمذی ۲۵۰۶، وقال الترمذی حدیث حسن

(باب-۱۳)

مسلمانوں کی تحقیر اور اس کا مذاق اڑانا حرام ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقَاتِ وَالَّذِیْنَ لَایَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَیَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ، سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ. (براء- توبہ ۷۹)

وہ لوگ جو طعن کرتے ہیں ان مسلمانوں پر جو دل کھول کر خیرات کرتے ہیں، اور ان پر جن کے پاس کچھ نہیں اپنی محنت کے سوا پھر ان پر ٹھٹھے کرتے ہیں، اللہ نے ان سے ٹھٹھا کیا ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَایَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسٰی اَنْ یَکُوْنُوْا خَیْرًا مِنْهُم، وَلَانِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَسٰی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِنْهُنَّ، وَلَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَکُمْ وَلَاتَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ" (حجرات: ۱۱)

اے ایمان والو ٹھٹھا نہ کریں ایک لوگ دوسرے سے شاید وہ بہتر ہوں ان سے اور نہ عورتیں دوسری عورتوں سے شاید وہ بہتر ہوں ان سے اور عیب نہ لگاؤ ایک دوسرے کو اور نام نہ ڈالو چڑانے کو ایک دوسرے کے۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَیْلٌ لِکُلِّ هُمَزَةٍ لُمَزَه" (الھمزۃ: ۱) خرابی ہے ہر طعنہ دینے والے عیب چننے والے کی۔

اس باب میں حد شمار سے متجاوز بکثرت صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں اور اس کی حرمت پر امت کا اجماع ہے۔

۱۰۱۳ - صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَنَاجَشُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوْا ، وَلَا يبعَ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَكُوْنُوا عِبَادَ اللّٰهِ ، اخواناً ، اَلْمُسْلِمُ اَخُوالْمُسْلِمِ لَايَظْلِمُهٗ ، وَلَايَخْذُلُهٗ وَلَايَحْقِرُهٗ - اَلتَّقْوىٰ هَاهُنَا - وَيُشِيْرُ اِلٰى صَدِرِهٖ ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. بِحَسْبِ اَمْرَاٍئ مِنَ الشَّرِّ اَنْ يَحْقِرَ اَخَاهُ المسلمَ ، كُل الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُه وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ. (۱)

نہ آپس میں حسد کرو، نہ بلا وجہ بولی لگاؤ (خریداری کی نیت کے بغیر) نہ آپس میں بغض وعناد رکھو، نہ ایک دوسرے سے قطع تعلق کرو، نہ دوسرے کی بیع پہ بیع کرو، (کہ کوئی کسی خریدار سے خرید رہا تھا کہ آپ وہی چیز اسے پیش کریں کہ مجھ سے لو) اور اللہ کے بندو آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ، ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے نہ اسے رسوا کرے، نہ اسے ذلیل کرے، تقویٰ اس جگہ ہے، آپ نے تین بار اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، انسان کے شر وفساد کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو ذلیل کرے، ہر مسلمان دوسرے مسلمان پر حرام ہے، اس کا خون بھی اور اس کا مال اور اس کی عزت وآبرو بھی۔

(۱) مسلم ۲۵۶۴

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: غور وفکر کرنے والوں کے لئے اس حدیث کی منفعت کس قدر عظیم اور اس کے فوائد کس قدر دور رس اور لامتناہی ہیں، اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

۱۰۱۴ - صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَایَدخُل الجنۃَ مَن کَانَ فِی قَلْبِہٖ مِثقالَ ذرۃ مِنْ کِبیرٍ، فقال رَجُلٌ اِن الرجل یُحب ان یَکون ثوبُہ حسناً ونعلُہٗ حسنا، قال: اِنَ اللّٰہَ جمیلٌ یُحِبّ الجمالَ، الکِبْرُ بَطَر الحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ" (۱)

ایسا شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا، جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا، ایک شخص نے عرض کیا انسان چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا اور اس کا جوتا عمدہ ہو، تو آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ جمیل وخوبصورت ہے اور جمال وزیبائش کو پسند کرتا ہے، تکبر اور بڑائی حق کا انکار اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔

(باب-۱۴)

جھوٹی گواہی کی مغلظ تحریم:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اِجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّوْرِ" (الحج: ۳۰) اور بچتے رہو جھوٹی بات سے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"وَلَا تَقْفُ مَالَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ، اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ

---

(۱) مسلم ۹۱

وَالفُؤَادَ كُلُّ أُوْلٰئِكَ عَنْهُ مَسْئُوْلاً ''(الاسراء: ۳۶)

اور نہ پیچھے پڑ جس بات کی خبر نہیں تجھ کو بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب کی اس سے پوچھ ہوگی۔

۱۰۱۶ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوبکر نفیع بن حارثؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلا اُنَبِّئُكُمْ ، بِاَكْبرِ الكَبَائِرِ ؟ ثلاثاً ، قُلْنَا : بَلٰى يَارَسُولَ اللّٰه ، قَالَ : اِلا شراكُ بِاللّٰهِ ، وعُقوقُ الوَالدينِ وكان متكئاً فجلس ، فقال : اَلَا وَقَوْلُ الزور أوشهادةُ الزور ، فمازال يكررها حتى قلنا ليتهٗ سكت'' (۱)

کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑے گناہ کے بارے میں نہ بتادوں؟ آپ نے اسے تین بار دہرایا، ہم لوگوں نے کہا بیشک ضرور بتادیں، اے اللہ کے رسول، آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، اور والدین کی نافرمانی کرنا، آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے، تو سنبھل کر بیٹھ گئے، پھر فرمایا، آگاہ ہوجاؤ، خبردار اور جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی، آپ اسے اسقدر بار بار دہراتے رہے کہ ہم نے دل ہی دل میں کہا کاش آپ اب خاموش ہوجاتے۔

(امام نووی فرماتے ہیں کہ) میں کہتا ہوں: اس باب میں اور بھی بے شمار احادیث وارد ہوئی ہیں، جس قدر میں نے ذکر کردیا ہے وہی کافی ہے اور اس پر اُمت کا اجماع ہے۔

---

(۱) بخاری ۲۶۵۴، مسلم ۸۷

(باب-۱۵)

احسان جتانے کی ممانعت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذیٰ" (البقرہ: ۲۶۴)

اے ایمان والو مت ضائع کرو اپنی خیرات احسان رکھ کر اور ایذا دے کر۔

مفسرین کی رائے ہے کہ خیرات ضائع کرنے اور اسے مٹانے سے مراد اس کے ثواب کو ضائع کرنا ہے۔

۱۰۱۶ - صحیح مسلم میں حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ثَلَاثٌ لَایُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَایَنْظُرُ اِلَیْھِمْ وَلَایُزَکِّیْھِمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ قَالَ: فَقَرَأَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ -صلی اللہ علیہ وسلم- ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، قَالَ اَبُوْذَرٍّ خَابُوْ وَخَسِرُوْا، مَنْ ھُمْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ: اَلْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ وَالْمُنْفِقُ سِلْعَتَہٗ بِالْحَلْفِ الْکَاذِبِ"(۱)

تین شخص ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ بات کریگا نہ ان کی طرف التفات کریگا اور نہ ان کی صفائی کریگا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے، راوی کہتے ہیں، آپ ﷺ نے اسے تین بار پڑھا، ابوذرؓ نے عرض کیا، ایسے لوگ نامراد و گھاٹے میں رہے، وہ کون لوگ ہیں اے اللہ

(۱) مسلم ۱۰۶

کے رسول؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ٹخنے سے نیچے لٹکا کر کپڑا پہننے والا اور احسان جتانے والا اور جھوٹی قسم کھا کر سامان بیچنے والا۔

(باب-۱۶)

لعنت وملامت کرنے کی ممانعت:

۱۰۱۷ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ثابت بن ضحاک (جو اصحاب شجرہ یعنی درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں سے ہیں) سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهٖ"

مؤمن پہ لعنت کرنا اسے قتل کرنے کے مرادف ہے۔(۱)

۱۰۱۸ - صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لَا ينبغى لِصِدِّيْقٍ اَنْ يَكُوْنَ لَعَّانًا"

صدّیق کو زیب نہیں دیتا کہ وہ لعنت کرنے والا ہو۔(۲)

۱۰۱۹ - صحیح مسلم میں حضرت ابو درداءؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا يَكُوْنُ اللَّعَّانُوْنَ شُفَعَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (۳)

بکثرت لعنت کرنے والا قیامت کے دن نہ اہل شفاعت میں سے ہوگا اور نہ ہی شہید۔

(۱) بخاری ۶۰۴۷ مسلم ۱۱۰
(۲) مسلم ۲۵۹۷
(۱) مسلم ۲۵۹۸

۱۰۲۰ - سنن ابی داؤد و ترمذی میں حضرت سمرہ بن جندبؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لَا تَلَاعَنُوا بِلَعْنَةِ اللّٰهِ وَلَا بِغَضَبِهِ وَلَا بِالنَّار" (۱)

آپس میں ایک دوسرے کو اللہ کی لعنت اس کے غضب اور نار جہنم کی لعنت مت کرو۔

۱۰۲۱ - ترمذی میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا اللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِيِّ" (۲)

مومن بکثرت طعنے دینے والا تہمت لگانے والا اور بدکار و بدگو نہیں ہوتا۔

۱۰۲۲ - ابوداؤد میں حضرت ابودرداءؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا لَعَنَ شَيْئًا صَعِدَتِ اللَّعْنَةُ اِلَى السَّمَاءِ، فَتُغْلَقُ اَبْوَابُ السَّمَاءِ دُوْنَهَا ثُمَّ تَهْبِطُ اِلَى الْاَرْضِ فَتُغْلَقُ اَبْوَابُهَا دُوْنَهَا ثُمَّ تَاْخُذُ يَمِيْنًا وَشِمَالًا، فَاِذَا لَمْ تَجِدْ مَسَاغًا رَجَعَتْ اِلَى الَّذِيْ لُعِنَ فَاِنْ كَانَ اَهْلًا لِذٰلِكَ، وَاِلَّا رَجَعَتْ اِلٰى قَائِلِهَا. (۳)

جب بندہ کسی شئی پر لعنت کرتا ہے تو لعنت آسمان کی طرف چڑھتی و بلند ہوتی ہے تو آسمان کے دروازے اس پر بند کر دیے جاتے ہیں،

---

(۱) ابوداؤد ۴۹۰۶، ترمذی ۱۹۷۶، وقال الترمذی: حدیث حسن صحیح

(۲) ترمذی ۱۹۷۷، وقال الترمذی: حدیث حسن

(۱) ابوداؤد ۴۹۰۵، مسند احمد ۶ ۲۸۷-۲۰۳۶، حدیث حسن

پھر وہ زمین کی طرف اترتی ہے تو اس کے دروازے اس کے اوپر بند کر دیئے جاتے ہیں، پھر وہ داہنے اور بائیں کا رخ کرتی ہے، پھر جب اسے کوئی راستہ نہیں ملتا تو جسے لعنت کیا گیا اس کی طرف لوٹتی ہے، اگر وہ اس کا اہل ہے تو ٹھیک ورنہ لعنت کرنے والے کی طرف لوٹ آتی ہے۔

۱۰۲۳ - ابوداؤد و ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ لَعَنَ شَيْئاً لَيْسَ لَهُ بِاَهْلٍ رَجَعَتِ اللَّعْنَةُ عَلَيْهِ" (۱)

جس نے کسی چیز پر لعنت کیا، اور وہ اس کا اہل نہیں تو لعنت کرنے والے پر لوٹ آتی ہے۔

۱۰۲۴ - صحیح مسلم میں حضرت عمران بن حصینؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جبکہ اپنے بعض اسفار میں تھے، اور انصار کی ایک عورت اونٹنی پر سوار تھی، اونٹنی بدک گئی تو اس عورت نے اسے لعنت کیا، تو نبی کریم ﷺ نے اس کی لعنت کو سن کر فرمایا:

خُذُوا مَاعَلَيْهَا وَدَعُوهَا فَاِنَّهَا مَلْعُونَةٌ" (۲)

اس اونٹنی پر جو کچھ ہے، اسے لے لو اور اسے چھوڑ دو کیونکہ یہ لعنت زدہ ہے۔

راوی حدیث حضرت عمران فرماتے ہیں ہم اس اونٹنی کو دیکھتے ہیں کہ وہ لوگوں کے درمیان سے گذرتی ہے اور چلتی ہے مگر لوگ اس سے کوئی تعرض نہیں کرتے۔ (امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: عمران کے والد حصین کے اسلام لانے یا رسول اللہ ﷺ کی صحبت پانے کے سلسلے میں محدثین کا اختلاف ہے، مگر صحیح قول ان کے اسلام وصحبت ہی کا ہے، کہ انہوں نے اسلام قبول کیا آپ کی صحبت پائی، اسی وجہ سے میں نے انہیں "رضی اللہ عنہما" کہا ہے۔

---

(۱) ابوداؤد ۴۹۰۸، ترمذی ۱۹۷۸، وقال الترمذی: حدیث حسن

(۲) صحیح مسلم ۲۵۹۵

۱۰۲۵ - صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: اسی دوران کہ ایک لڑکی اونٹ پر سوار تھی اور اس پر جماعت والوں کا کچھ سامان لدا ہوا تھا کہ لڑکی نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا اور پہاڑی انہیں تنگی پیدا کررہی تھی کہ اس لڑکی نے کہا ''حَلْ اَللّٰھُمَّ الْعَنْھَا'' دور ہو، تجھ پر اللہ کی لعنت، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''لَا تُصَاحِبْنَا نَاقَةٌ عَلَيْهَا لَعْنَةٌ''

میرے ساتھ وہ اونٹنی نہ رہے جس پر لعنت ہے۔

ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

''لَا تُصَاحِبْنَا رَاحِلَةٌ عَلَيْهَا لَعْنَةٌ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى''(۱)

میرے ساتھ وہ سواری نہ رہے جس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

(فصل) - تعیین کے بغیر گنہگاروں پر لعنت کرنا:

۱۰۲۶ - مشہور صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ''(۲)

بال دینے والی اور دوسروں کا بال لگانے والی پر اللہ کی لعنت ہے۔

۱۰۲۷ - آپ ﷺ نے فرمایا:

''لَعَنَ اللّٰهُ آكِلَ الرِّبَا'' سود خور پر اللہ کی لعنت ہے۔(۳)

۱۰۲۸- نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) صحیح مسلم ۲۵۹۶، حل: اونٹ کو جھڑکنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے

(۲) بخاری ۵۱۳۱، مسلم ۲۱۲۵

(۳) مسلم ۱۵۹۷

"لَعَنَ اللّٰهُ الْمُصَوِّرِ يْنَ "(۱) تصویر بنانے والوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

۱۰۲۹- نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

"لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ غَيَّرَ مَنَارَ الاَرْضِ "(۲)

اس پر اللہ کی لعنت جس نے زمین کی علامتوں کو بدلا۔

۱۰۳۰ - آپ ﷺ نے فرمایا:

"لَعَنَ اللّٰهُ السَّارِقَ يَسْرِقُ بَيْضَةً "(۳)

ایسے چور پر اللہ کی لعنت جو انڈا جیسی حقیر چیز) چراتا ہے۔

۱۰۳۱ - آپ ﷺ نے فرمایا :

"لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَيْهِ "(۲) اس پر اللہ کی لعنت جو والدین پر لعنت بھیجے۔

" لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ " اس پر اللہ کی لعنت جو غیر اللہ کے لئے ذبح کرے۔(۴)

۱۰۳۲ - آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ اَحْدَثَ فِيْنَا حَدَثًا اَوْ آوىٰ محدثا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰه وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ "(۵)

جس نے ہمارے درمیان نئی بات پیدا کی ، یا کسی نئی بات پیدا کرنے

---

(۱) بخاری ۲۲۳۸

(۲) مسلم ۱۹۷۸

(۳) مسلم ۱۶۸۷

(۴) مسلم ۱۹۷۸-۴۴

(۵) بخاری ۷۸۳، مسلم ۱۹۷۸

والے کو پناہ دیا تو اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔

۱۰۳۳ - نیز آپ ﷺ نے فرمایا :

اَللّٰهُمَّ الْعَنْ رَعْلًا وَذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ عَصَتِ اللّٰهِ وَرَسُولَهُ" (۱)

اے اللہ تو لعنت بھیج رعل ذکوان اور عصیہ پر جنہوں نے اللہ اور اللہ کے رسول کی نافرمانی کی۔

۱۰۳۴ - نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُودَ حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُومُ فَجَمَّلُوهَا وَبَاعُوهَا" (۲)

یہود پر اللہ کی لعنت ہو، ان پر چربی حرام کی گئی تو انہوں نے اسے پگھلایا پھر بیچنا شروع کر دیا۔

۱۰۳۶ - نیز آپ ﷺ سے مروی ہے :

لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ " (۳)

اللہ کے رسول کی لعنت ہے ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔

یہ تمام الفاظِ حدیث یا تو بخاری کے یا مسلم کے یا ان دونوں کے ہیں، اختصار کے پیش نظر اسانید وطرق سے صرف نظر کرتے ہوئے ان احادیث کو میں نے اشارۃً ذکر کرنے پر اکتفار کرنا مناسب سمجھا۔

---

(۱) بخاری ۴۰۹۰، مسلم ۶۷۵، اس کا ذکر پہلے ۸۷۸ پہ آ چکا ہے

(۲) بخاری ۲۲۲۳، مسلم ۵۳۰،

(۳) بخاری ۵۸۸۵،

۱۰۳۷ - صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک گدھے کو دیکھا کہ اس کے چہرہ پر داغ کر نشان لگایا گیا ہے، تو آپ نے فرمایا: "لَعَنَ اللّٰهُ الَّذِیْ وَسَمَهٗ" اس پر اللہ کی لعنت ہو جس نے اسے داغ کر نشان لگایا(۱)

۱۰۳۸ - صحیح بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ قریش کے چند بچوں کے پاس سے گذرے، جنہوں نے پرندے کو باندھ رکھا تھا، اور اسے ڈھیلوں سے مار رہے تھے، تو ابن عمر نے فرمایا: "لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ فَعَلَ هٰذا" جس نے ایسا کیا اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

"لَعَنَ اللّٰهُ مَنِ اتَّخَذَ شَيْئاً فِيْهِ الرُّوْحُ غَرَضاً" (۲)

اللہ کی لعنت ہو ایسے شخص پر جو ایسی چیز کو نشانہ بنائے جس میں جان ہو۔

(فصل) - مسلمانوں پر لعنت کرنے کی حرمت:

یاد رکھیں کہ متدین و پرہیزگار مسلمانوں پر لعنت کرنا باجماع اُمت حرام ہے، البتہ بُرے اوصاف و عادات والوں پر جائز ہے، مثلاً کہا جائے "ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو' کافروں پر اللہ کی لعنت ہو' یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو' فاسقوں پر اللہ کی لعنت ہو' تصویر بنانے والوں پر اللہ کی لعنت ہو' یا اس جیسے کلمات و الفاظ جس کا پچھلے فصل میں ذکر ہوا"

البتہ اوصاف معاصی میں سے کسی وصف کے ساتھ متصف کسی مخصوص و معین فرد پر لعنت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ مثلاً یہودی، نصرانی، ظالم، زانی، مصور، فاسق، چور، یا سود خور پر، تو ظاہر حدیث کا تقاضہ ہے کہ یہ حرام نہیں، مگر امام غزالیؒ نے اس کے حرام ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے،

---

(۱) مسلم ۹۱۶، جانور کے چہرہ پر داغنا ممنوع ہے، البتہ جسم کے بقیہ حصہ پر جائز ہے)

(۲) بخاری ۵۵۱۵ مسلم ۱۹۵۸

الا اینکہ ہمیں یقینی طور پر معلوم ہو کہ اس کی وفات حالت کفر پہ ہوئی ہو جیسے، ابولہب، ابوجہل، فرعون، ہامان یا اس جیسے لوگ کہ ان پر لعنت کرنا جائز ہے۔

امام غزالیؒ اس کی وجہ بتاتے ہیں: اور یہ اس وجہ سے کہ لعنت درحقیقت اسے اللہ کی رحمت سے دور کرنا ہے، اور اس فاسق و کافر کے بارے میں ہمیں یقینی طور پر معلوم نہیں کہ اس کا خاتمہ کس پر ہوا آگے فرماتے ہیں:

''اور وہ لوگ جن پر معین طور پر اللہ کے رسول نے لعنت کیا تو ممکن ہے کہ نبی کریم ﷺ کو علم ہو گیا ہو کہ اس کی موت حالتِ کفر پہ ہوئی ہے، پھر فرماتے ہیں: ''لعنت سے قریب تر کسی انسان پر شر و فساد کی بددعا کرنا ہے، حتی کہ ظالموں پر بھی بددعا کرنا مذموم ہے، کہ کوئی شخص کسی ظالم کے لئے کہے ''اللہ اسے صحت جسمانی سے محروم کر دے' اللہ اسے صحیح و سالم نہ رکھے'' یا اس جیسے کلمات۔ اسی طرح حیوانات و جمادات پر بھی لعنت کرنا مذموم و ناپسندیدہ ہے۔

(فصل)۔ جو لعنت کا مستحق نہیں اس پر لعنت کرنے کے بعد کیا کرے؟

ابوجعفر النحاس بعض علماء سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ہے، جب کوئی انسان کسی ایسی ذات پر لعنت بھیجے جو اس کا اہل نہ ہو تو اسے چاہئے کہ فوراً پیش قدمی کرے اور (بطور استثناء) کہے الا اینکہ وہ اس کا مستحق نہ ہو۔

(فصل) - مربیوں کے بعض تنبیہی کلمات :

بھلائی کا حکم دینے والے، برائی سے روکنے والے، لوگوں کی تربیت کرنے والے، اور ہر ادب کی تعلیم دینے والوں کے لئے اپنے مخاطب کو تیرا برا ہو، او ''ضعیف الحال'' او ''کوتاہ بین'' ''اے ظالم نفس'' یا اس جیسے الفاظ و کلمات کہنا جائز ہے، بشرطیکہ وہ حد سے متجاوز ہو کر جھوٹ کے حدود میں داخل نہ ہو جائے، یا اس کے اندر صریحاً یا کنائی، یا تعریضی اتہام و بہتان ہو خواہ وہ اپنی

بات میں سچا ہی کیوں نہ ہو، بہر حال یہ کلمات اس وقت جائز ہیں جبکہ جھوٹ یا بہتان تراشی نہ ہو اور اس کا مقصد، محض ڈانٹ ڈپٹ اور ادب سکھانا ہو، اور وہ سمجھتا ہو کہ اس طرح اس کی بات اس کے دل میں اچھی طرح بیٹھ جائے گی۔

۱۰۳۹ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو بدنہ (یعنی حج میں قربانی کے جانور کو) ہنکاتے وقت دیکھا تو اس سے فرمایا، "اِرْكَبْهَا" اس پر سوار ہو جا، اس نے عرض کیا، یہ بدنہ (یعنی حج میں قربانی کے لئے) ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اِرْكَبْهَا" اس پر سوار ہو جا، اس نے پھر عرض کیا کہ یہ بدنہ ہے، تو آپ نے تیسری بار فرمایا: "اِرْكَبْهَا وَيْلَكَ" اس پر سوار ہو جا تیرا برا ہو۔(۱)

نوٹ: بدنہ اس گائے یا اونٹ جیسے جانور کو کہتے ہیں جس کی قربانی حج میں مکہ کے اندر کی جائے، اور جسے قران کرنے والے اپنے ساتھ لے کر جائیں، اس جانور پر سواری کرنا عام حالتوں میں ممنوع ہے، کیونکہ صحیح مسلم کی روایت ہے "سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم عن ركوب الهدى، فقال: اركبها بالمعروف اذا لَجَأتَ اليها حتى تجد ظهراً. (۲)

یعنی نبی کریم ﷺ سے ہدی اور قربانی کے جانور پر سوار ہونے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اگر اس کے لئے مجبور و مضطر ہو تو ٹھیک طریقہ سے اس پر سوار ہو، مجبوراً ہی اس پر سواری کی جا سکتی ہے، غالباً آپ ﷺ اس کی مجبوری دیکھ کر ہی اسے سوار ہونے کا حکم دے رہے تھے، اور آپ کا اسے "تیرا برا ہو" کہنا بطور تنبیہ و تادیب تھا کہ بار بار حکم دینے کے باوجود وہ اسے ماننے کے بجائے عام حکم کے پیش نظر اپنی بات دہرا رہا تھا اور امتثال امر میں کوتاہی کا مرتکب ہو رہا تھا، یہ بددعا کے طور پر ہرگز نہیں تھا۔

---

(۱) بخاری ۱۶۸۹ مسلم ۱۳۲۷

(۲) مسلم ۱۳۲۴

۱۰۴۰ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: اس دوران جبکہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے، اور آپ مالِ غنیمت تقسیم فرمارہے تھے، کہ ذوالخویصرة، بنی تمیم کا ایک شخص وہاں پہونچا اور اس نے کہا، اے اللہ کے رسول آپ (تقسیم میں) انصاف سے کام لیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: وَيْلَكَ وَمَنْ يَعْدِلُ اذا لَمْ اَعْدِلْ ؟ تیرا برا ہو اگر میں انصاف نہ کروں تو کون کریگا؟۔

نوٹ: ذوالخویصرہ کا نام حرقوص تھا یہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کا کٹر دشمن اور بعد میں شدید ترین غالی خوارج میں سے ہوا، جنگ نہروان میں اس نے حضرت علی کو قتل کرنا چاہا، مگر حضرت علیؓ اس سے بچ گئے اور پلٹ کر اس کو قتل کردیا اور یہ حضرت علی کے ہاتھوں مارا گیا۔

۱۰۴۱ - صحیح مسلم میں حضرت علیؓ بن حاتم سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں خطبہ دیا اور اس نے خطبہ کے اندر کہا:

مَنْ يُطِعَ اللّٰهَ وَرَسُولَه فقد رشَد، ومن يعصهما فقد غوى، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: بِئسَ الخطيبُ انتَ، قل: ومن يعص الله و رسوله "(۱)

جس نے اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کی اس نے یقیناً ہدایت پالیا، اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی تو وہ گمراہ ہوا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو بڑا نالائق خطیب ہے کہو: اور جس نے اللہ اور اللہ کے رسول کی نافرمانی کی الخ (الگ الگ کرکے)

۱۰۴۲ - صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ حضرت حاطبؓ کے ایک غلام نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر حاطب کی شکایت کی اور بولا:

(۱) صحیح مسلم ۸۷۰، اس کی تفصیل کتاب النکاح میں حدیث: ۸۴۷ کے ضمن میں آچکی ہے)

یَا رَسُولَ اللّٰہَ لَیَدْ خُلَنَّ حَاطِبٌ النَّارَ ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ، کَذَبْتَ لَا یَدْ خُلَھَا فَاِنَّہٗ شَھِدَ بَدْراً وَالْحُدَیْبِیَۃَ" (۱)

اے اللہ کے رسول حاطب ضرور جہنم میں جائیگا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تم نے جھوٹ کہا، وہ جہنم میں نہیں جائیگا کیونکہ اس نے غزوہ بدرو حدیبیہ میں شرکت کی ہے۔

۱۰۴۳ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوبکرؓ صدیق کا قول مروی ہے کہ ان کے لڑکے حضرت عبدالرحمٰن نے مہمانوں کو رات کا کھانا کھلانے میں ان کی آمد تک تاخیر کردی تو انہوں نے اپنے لڑکے کو "یاغُنثَر" او کمینے کہا۔ (۲)

۱۰۴۴ - صحیح بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ حضرت جابرؓ نے اپنے ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھا جبکہ ان کا کپڑا ان کے پاس رکھا ہوا تھا، کسی کہنے والے نے کہا تم نے ایسا کیا؟ تو انہوں نے جواب دیا، ہاں میں نے ایسا اس لئے کیا کہ تمہارے جیسا جاہل مجھے دیکھ لے، اور ایک روایت میں ہے کہ "تمہارے جیسے احمق لوگ مجھے دیکھ لیں"۔ (۳)

(باب-۱۷)

یتیموں، سائلوں اور ضعیفوں کو جھڑکنے کی ممانعت اور تواضع کا حکم:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْھَرْ وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْھَرْ" (الضحیٰ: ۹)

(۱) صحیح مسلم ۲۱۹۵

(۲) بخاری ۶۰۲، مسلم ۲۰۵۷، اس کی تفصیل حدیث نمبر: ۸۱۳ پہ گذر چکی ہے۔

(۳) بخاری ۳۵۲، مسلم ۲۶۶

سو جو یتیم ہو اس کو مت دبا اور جو مانگتا ہو اس کو مت جھڑک۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

"وَلَاتَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ" (الانعام: ۵۲)

اور مت دور کر ان لوگوں کو جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام، چاہتے ہیں اسی کی رضا، تجھ پر نہیں ان کے حساب میں سے کچھ اور نہ تیرے حساب میں سے ان پر ہے، کہ تو ان کو دور کرنے لگے، پس ہوجائیگا تو بے انصافوں میں سے۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَاتَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ. (الکہف:۲۸)

اور روکے رکھ اپنے آپ کو ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح وشام، طالب ہیں اس کے منہ کے اور نہ دوڑیں تیری آنکھیں ان کو چھوڑ کر۔

نیز فرمان الٰہی ہے :

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ" اور جھکا اپنے بازو ایمان والوں کے واسطے۔

۱۰۴۵ - صحیح مسلم میں صحابی رسول حضرت عائذ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابوسفیانؓ صحابہ کی جماعت میں سے حضرات سلمان وصہیب وبلال رضی اللہ عنہم کی مجلس میں پہونچے تو ان تینوں نے حضرت سفیان سے کہا دشمنان خدا کی گردن پہ تم نے شمشیر خدا کا حق ادا نہیں کیا، تو حضرت ابوبکرؓ بولے، قریش کے شیخ اور قریش کے سردار کو اس طرح کی بات کہہ رہے ہو؟ پھر حضرت ابوبکر

نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو اس کی اطلاع دی تو آپ نے فرمایا:

يَا اَبَابَكرٍ لَعَلَّكَ اَغْضَبْتَهُمْ لَئِنْ كُنْتَ اَغْضَبْتَهُمْ لَقَدْ اَغْضَبْتَ رَبَّكَ"

اے ابوبکر! تم نے شاید ان تینوں کو ناراض کیا ہے، اگر تم نے انہیں ناراض کیا تو تم نے اپنے رب کو ناراض کیا۔

حضرت ابوبکر ان تینوں کے پاس آئے اور ان سے کہا اے میرے بھائیو: کیا میں نے تمہیں ناراض کیا ہے؟ ان حضرات نے جواب دیا نہیں۔(۱)

(باب-۱۸)

جن الفاظ کا استعمال مکروہ ہے:

۱۰۴۶ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت سہل بن سعد حضرت عائشہ صدیقہؓ کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

لَايَقُولَنَّ اَحَدُكُم خَبُثَتْ نَفْسِيْ وَلٰكِنْ لِيَقُلْ قَلِسَتْ نَفْسِيْ"(۲)

تم میں سے کوئی نہ کہے کہ میرا جی خبیث (پراگندہ) ہو گیا، بلکہ کہے میرا جی متلا رہا ہے۔

نوٹ: قَلِسَ کا معنی جی متلانا ہے خبث نفس اور اس کا مرادف ہے، سوء ہضم کی وجہ سے طبیعت پہ جو بار ہوتا اور جی متلاتا ہے اس کے لئے عرب خبث نفس کی تعبیر استعمال کرتے تھے، نبی کریم ﷺ نے اس مفہوم کی ادائیگی کے لئے اس کا مرادف دوسرا لفظ تجویز فرمایا اور بطور کراہت تنزیہی لفظ خبائث کے استعمال سے منع فرمایا، کیونکہ یہ شیاطین کی صفتوں میں سے ایک صفت ہے۔

(۱) صحیح مسلم ۲۵۰۴ (۲) بخاری ۹/۶۱۷، مسلم ۲۲۵۱

امام خطابی فرماتے ہیں کہ قَلِسَتْ اور خبثت دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے مگر نبی کریم ﷺ نے خبثت کو ناپسند فرمایا کیونکہ یہ لفظ شناعت وقباحت کا غماز تھا۔

اس کے اندر اس بات کی بھی تعلیم ہے کہ لفظ کے انتخاب میں ادب کا تقاضہ ہے کہ اچھائی پہ دلالت کرنے والے الفاظ کا انتخاب کیا جائے، اور قباحت و برائی کی غمازی کرنے والے الفاظ کے استعمال سے احتراز کیا جائے۔

(فصل) - انگور کا نام کرم رکھنا :

۱۰۴۸ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”يَقُوْلُوْنَ الْكَرْمَ اِنَّمَا الْكَرْمُ قَلْبُ الْمُؤمِنِ“ (۱)

لوگ (انگور کو) کرم کہتے ہیں، کرم (جو کہ تعظیم وتکریم کا مستحق ہے) وہ درحقیقت مومن کا دل ہے (کیونکہ اس کے اندر نورِ ایمانی موجود ہے)

مسلم کی روایت میں ہے:

”لَا تُسَمُّوا العِنَبَ الْكَرْمَ فَاِنَّ الْكَرْمَ الْمُسْلِمُ“

انگور کو کرم کا نام مت دو، کیونکہ کرم تو درحقیقت مسلمان کی ذات ہے

ایک اور روایت میں ہے:

”فَاِنَّ الْكَرْمَ قَلْبُ الْمُؤمِنِ“ (۲)

انگور کو کرم کا نام مت دو، کیونکہ کرم تو مؤمن کا دل ہے۔

---

(۱) صحیح بخاری ۶۱۸۳، مسلم ۲۲۴۶

(۲) مسلم ۲۲۴۷

۱۰۴۹ - صحیح مسلم میں حضرت وائل بن حجرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَا تَقُوْلُوا الْكَرْمَ، وَلٰكِنْ قُوْلُوا الْعِنَبَ وَالْحَبَلَةَ". (۱)

(انگور کو) کرم مت کہو، البتہ اسے عنب یا حبلہ کہو۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: اس حدیث کی مراد انگور کو کرم کا نام دینے کی ممانعت اور اس سے روکنا ہے، زمانہ جاہلیت میں انگور کو کرم کہا جاتا تھا، اور آج کل بھی بعض لوگ انام سے جانتے ہیں، حالانکہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

خطابی و دیگر علماء فرماتے ہیں، نبی کریم ﷺ کو خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں اس کے نام کی داعی نہ بن جائے، جسے انگور سے تیار کیا جاتا ہے، اسی وجہ سے آپ نے اس دوسرے نام سے یاد کرنے کا حکم دیا، واللہ اعلم۔ (۲)

ں-۲) عیب نکالنے کی کراہت:

ں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ں الرجلُ، هَلَكَ النَّاسُ فَهُوَ اَهْلَكُهُمْ" (۳)

دی کہے کہ "لوگ ہلاک ہوگئے" تو وہ خود سب سے بڑا ہلاک ہو نے والا ہے۔

ں کہتا ہوں، اَهْلَكُهُمْ "ک" کے پیش اور زبر دونوں طرح صحیح ہے، مگر مشہور پیش کے اور اس کی تائید (حلیۃ الاولیاء، ۷/۱۴۱) کے نص سے بھی ہوتی ہے، جس کے الفاظ ہیں ںْ اَهْلَكِهِمْ" کہ وہ سب سے زیادہ ہلاکت میں پڑنے والوں میں سے ہے۔

۲

۲۵۶/

لم: ۲۶۲۳۷

حافظ ابوعبداللہ الحمید "الجمع بین الصحیین" میں فرماتے ہیں: پہلی روایت کے اندر بعض راویوں نے کہا کہ مجھے پتہ نہیں کہ پیش کے ساتھ فرمایا یا زیر کے ساتھ، پھر حمید فرماتے ہیں :

"مگر مشہور پیش کے ساتھ ہے اور اس کا مفہوم "اشد هلاكاً" زیادہ شدید ترین ہلاکت میں پڑنے والا ہے، اور یہ اس وقت ہے جبکہ وہ لوگوں پر اپنی برتری اور بطور تحقیر انہیں معیوب کرنے کے لئے کہے، کیونکہ اسے خود پتہ نہیں کہ مخلوق کے اندر اللہ کا بھید کیا ہے، ہمارے علماء کی یہی رائے ہے" یہ حمید کا کلام تھا۔

امام خطابی (۲۶۰/۵) فرماتے ہیں: "انسان عام لوگوں کی عیب جوئی اور ان کی برائی کرتا رہتا ہے اور کہتا ہے کہ "لوگ بگڑ گئے" "ہلاکت میں پڑ گئے" یا اس جیسے الفاظ۔ اگر وہ اس طرح کہے تو وہ خود اُن سے زیادہ ہلاکت میں پڑنے والا ہے، یعنی اس کی حالت ان سے زیادہ بری ہے، کیونکہ اس کے ساتھ عیب جوئی اور لوگوں کے درپے ہونے کا گناہ بھی لگا ہوا ہے ـــــ اور یہ کلمات بسا اوقات اسے خود پسندی دکھاوا یا اظہار برتری اور اس احساس کے پیدا ہونے تک پہونچا سکتے ہیں کہ وہ لوگوں سے برتر و بہتر ہے، ایسی صورت میں وہ یقیناً ہلاکت میں پڑنے والا ہوگا" یہ خطابی کا قول ہے، جسے انہوں نے معالم السنن میں ذکر کیا ہے۔

۱۰۵۱ - امام ابوداؤد اپنی سنن میں فرماتے ہیں کہ قعنبی نے مجھ سے امام مالکؒ کے واسطہ سے عن معقل بن ابی صالح عن ابیه عن ابی هریرهؓ یہ حدیث نقل کیا، پھر فرمایا امام مالک فرماتے ہیں: لوگوں کے حالات دیکھ کر بطور اظہار رنج والم اگر اس طرح کہے یعنی ان کی دینی حالت کی ابتری پر تو میں اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا، اور اگر بطور خود پسندی یا لوگوں کو ہیچ و کمتر سمجھ کر کہتا ہے تو مکروہ ہوگا جس سے کہ نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: اس تفسیر کی سند انتہائی درجہ صحیح ہے، اور اس کی تشریح و توضیح میں جتنے اقوال ذکر کئے گئے ہیں یہ تشریح ان میں سب سے عمدہ اور سب سے مختصر و

جامع ہے اور خاص طور پر جبکہ یہ تفسیر خود امام مالکؒ سے منقول ہو۔

(فصل-۳) مشیت میں اللہ کے ساتھ مخلوق کو شریک کرنا:

۱۰۵۲ - سنن ابی داؤد میں بسند صحیح حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَا تَقُوْلُوا مَاشَاءَ اللّٰهُ وَمَاشاء فَلانٌ وَلٰكِنْ قُوْلُوا، مَاشَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ مَاشَاءَ فَلَانٌ "(۱)

مت کہو جو اللہ چاہے اور جو فلاں چاہے، مگر کہہ سکتے ہو جو اللہ چاہے پھر اس کے چاہنے کے بعد جو فلاں چاہے۔

امام خطابی (۴۹۵/۵) وغیرہ دیگر علماء فرماتے ہیں یہ ادب کی تعلیم ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ "و" جمع ومشارکت کے لئے ہوتا ہے اور "ثم" ترتیب وتراخی کے ساتھ عطف کے لئے، اسی وجہ سے اللہ کے نبی نے اللہ کی مشیت کو غیر اللہ کی مشیت پر مقدم رکھنے کی ہدایت کی۔

ابراہیم نخعیؒ سے منقول ہے کہ وہ "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَبِك " (کہ میں اللہ کی اور تیری پناہ لیتا ہوں) جیسے جملے ناپسند فرماتے تھے، البتہ "اعوذ بالله ثم بك " کہنا جائز ہے، (کہ میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں پھر اس کے بعد تیری)

علماء فرماتے ہیں کہ "اگر اللہ نہ ہوتا پھر فلاں نہ ہوتا تو میں ایسا کر گزرتا" کہنا جائز ہے، اور "اگر اللہ اور فلاں نہ ہوتا" الخ کہنا جائز نہیں۔

(فصل-۴) منعم صرف اللہ ہے:

"مُطِرْنَا بِنَوْءِ كذا" فلاں نچھتر کی وجہ سے بارش ہوئی کہنا مکروہ ہے، اگر یہ بات اس اعتقاد کے ساتھ کہے کہ نچھتر یا کوا کب ہی فاعل حقیقی ہے تو وہ کافر ہو جائیگا، اور اگر اس اعتقاد کے

(۱) ابوداؤد ۴۹۸۰

ساتھ کہے کہ فاعل حقیقی تو اللہ ہی ہے مگر مذکورہ نچھتر نزول بارش کی علامت اوراس کا سبب ہے تو وہ کافرنہیں ہوگا، مگراس طرح کہنے والا اس لفظ کے تلفظ کی وجہ سے جو کہ زمانۂ جاہلیت کے الفاظ ہیں، مکروہ کا ارتکاب کرنے والا ہوگا، جبکہ یہ لفظ ارادۂ کفراور غیرکفر میں مشترک بھی ہے۔

نزولِ بارش کے وقت کیا کہنا چاہئے اس کا ذکر پہلے (حدیث نمبر ۵۲۴ پر) آچکا ہے۔

(فصل-۵) اگر میں نے ایسا کیا تو میں یہودی ہوں، کہنے کا حکم:

اگر میں نے ایسا کیا تو میں یہودی ہوں یا نصاریٰ ہوں، یا اسلام سے بری ہوں یا اس جیسے الفاظ کہنا حرام ہے، اگر اس نے یہ کلمات کہے اوراس کا ارادہ اسلام سے خروج کو اس بات پر فی الواقع معلق کرنا تھا، تو وہ فوراً اسی وقت کافر ہو جائے گا (خواہ معلق شئی وجود میں آئے یا نہ آئے) اور اس پر مرتد کے احکام جاری ہونگے، اور اگر اس کا ارادہ اسلام سے خروج کا نہیں تھا تو اس کی تکفیر نہیں کی جائیگی، البتہ وہ حرام کا مرتکب ہوگا اوراس پر توبہ واجب ہوگا کہ فوراً وہ اس معصیت سے اپنے آپ کو دور کرے، اپنے کیے پر نادم ہو اور دوبارہ کبھی نہ کرنے کا پختہ عزم کرے، اللہ سے مغفرت کی دعا کرے اور کلمہ شہادت، 'لا اله الا الله محمد رسول الله' پڑھے۔

(فصل-۶) کسی مسلمان کو کافر کہنے کا حکم

کسی مسلمان کو ''او کافر'' کہنا حرام ہی نہیں بلکہ غلیظ ترین حرام ہے۔

۱۰۵۳ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذا قال الرجل لاخيه : يا كَافِرُ فَقَدْبَاء بِهَا اَحَدُهُمَا فَاِنْ كَانَ كَما قَالَ : وَاِلاَّ رجعتْ عَلَيْهِ ''(۲)

(۲) بخاری ۶۱۰۳، مسلم ۶۰

اگر کسی نے اپنے بھائی کو ''یا کافر'' کہا تو ان دونوں میں سے ایک پر
لوٹ کر آئیگا، اگر وہ ایسا ہی ہے جیسا اس نے کہا تو ٹھیک ہے، ورنہ وہ
کہنے والے پر لوٹ آئے گا۔

۱۰۵۴- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا:

مَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكُفْرِ اَوْقَالَ : عَدُوَّاللّٰهِ ، وَلَيْسَ كَذٰلِكَ ، اِلَّاحَارَعَلَيْهِ''

جس نے کسی شخص کو کفر کے الفاظ سے بلایا یا دشمن خدا کہا حالانکہ وہ
ایسا نہیں ہے تو اس کی وہ بات اس پر لوٹ آئیگی۔

(فصل-۷) ایمان سلب ہونے کی بددعار کرنے کی ممانعت :

اگر کسی مسلمان نے کسی دوسرے مسلمان پر بددعار کرتے ہوئے کہا، اے اللہ تو اس کا ایمان سلب کرلے'' تو بددعار کرنے والا گنہگار ہوگا ———— پھر بددعار کرنے والے کی تکفیر کی جائیگی، یا نہیں؟ اس میں علمار شوافع کا دو قول ہے، جسے قاضی حسین نے اپنے ''فتاویٰ'' میں نقل کیا ہے، اور صحیح قول یہ ہے کہ اس کی تکفیر نہیں کی جائیگی، اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا وہ قول ہے کہ جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول نقل کیا گیا ہے کہ :

رَبَّنَا اطمِسْ علیٰ اموالھم و اشدد علی قلوبھم ، فلا یؤمنوا ''

اے ہمارے رب مٹا دے ان کے مال اور سخت کر دے ان کے دل کو
کہ وہ نہ ایمان لائیں گے۔ الخ

باوجود اس کے کہ ماقبل کی شریعت ہماری شریعت ہے، یہ استدلال محل نظر ہے۔

(فصل-۸) کلمۂ کفر پر مجبور کیئے جانے والے کا حکم:

اگر کافروں نے کسی مسلمان کو کلمہ کفر کی ادائیگی پر مجبور کیا، اور اس نے وہ کلمات زبان سے ادا کر لئے، جبکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن و منشرح تھا تو بعض قرآنی آیات اور اجماع امت کی وجہ سے اس کی تکفیر نہیں کی جائیگی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: " اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ " مگر وہ نہیں جس پر زبردستی کی گئی اور اس کا دل برقرار ہے ایمان پر۔ (النحل : ۱۰۶)

اور اپنے جان کی حفاظت اور قتل سے بچنے کے لئے مجبوراً ان کلمات کفر کو زبان سے ادا کرنا افضل ہے یا ادا نہ کرنا؟ تو اس میں علماء شوافع کے پانچ اقوال ہیں:

(۱) صحیح و افضل یہ ہے کہ قتل ہو جانے پر صبر کرے، اور زبان سے کلمۂ کفر ادا نہ کرے، صحیح احادیث اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے افعال اس کی واضح دلیل ہیں، جو مشہور و معروف ہیں۔

(۲) جان کی حفاظت اور قتل سے بچنے کے لئے زبان سے ادا کر دینا ہی افضل ہے۔

(۳) اگر اس کے زندہ رہنے میں مسلمانوں کی مصلحت ہو مثلاً وہ دشمنوں پر شب خون کر کے غلبہ پانے کی امید کرتا ہو، یا شرعی احکام نافذ کرنے کا ارادہ ہو، تو زبان سے کلمۂ کفر کہہ لینا افضل ہے اور اگر اس طرح کی مصلحتیں نہ ہوں تو جان دیدینا اور کفریہ کلمہ ادا نہ کرنا افضل ہے۔

(۴) اگر علماء یا ایسی شخصیات میں سے ہو جس کی اقتدار و پیروی کی جاتی ہو تو جان قربان کر دینا افضل ہے تاکہ اس کے کلمۂ کفر ادا کرنے کی وجہ سے عوام الناس دھوکہ میں مبتلا نہ ہوں۔

~~(۵) جان بچانے کے لئے زبان سے کلمۂ کفر کہہ لینا اس آیت کریمہ کی وجہ سے واجب ہے،~~

وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ (البقرہ ۱۹۵) (اور نہ ڈالو اپنی جان کو ہلاکت میں) مگر

یہ آخری قول حددرجہ ضعیف ہے۔

(فصل-۹) اسلام پر مجبور کئے جانے والے کا حکم :

اگر کوئی مسلمان کافر کو اسلام لانے پر مجبور کرے اور وہ زور وزبردستی کے نتیجہ میں زبان سے کلمہ شہادت" لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ "پڑھ لے تو اگر وہ حربی (دارالحرب کا رہنے والا) ہے تو اس کا اسلام درست ہوگا، کیونکہ یہ اکراہ واجبار حق پر مبنی ہے اور اگر" ذمی" (مسلمانوں کے ملک میں جزیہ دیکر رہنے والا) ہے تو مسلمان نہیں ہوگا، کیونکہ ہم اس سے باز رہنے کا عہد کئے ہوئے ہیں، لہٰذا اسے مجبور کرنا ناحق ہوگا۔ اس کے مسلمان بن جانے کا بھی ایک ضعیف قول منقول ہے، کیونکہ اسلام کی دعوت برحق ہے۔

(فصل-۱۰) بطورِ حکایت کلمہ شہادت پڑھنے سے مسلمان نہیں بنتا:

اگر کوئی کافر اکراہ واجبار کے بغیر خود ہی کلمۂ شہادت پڑھتا ہے تو اس کا پڑھنا اگر بطورِ حکایت وبیان واقعہ ہے، مثلاً وہ کہے، میں نے زید کو "لا الہ لا اللہ محمد رسول اللہ" کہتے سنا تو اس پر اسلام کا حکم نہیں لگایا جائے گا، اور اگر اس نے یہ کلمات کسی مسلمان کی دعوت کے نتیجہ میں کہا مثلاً کسی مسلمان نے اسے "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کہنے کو کہا اور اس نے کہہ لیا، تو وہ مسلمان ہوجائے گا۔

اور اگر اس نے از خود اس کلمۂ توحید کو ادا کیا اس میں نہ کہلوانے کا دخل تھا، نہ بطور ہدایت، تو جمہور علماء کا صحیح ومشہور مذہب یہ ہے کہ وہ مسلمان ہوجائے گا ____ بعضوں کی رائے یہ بھی ہے کہ وہ مسلمان نہیں ہوگا کیونکہ اس میں حکایت وبیان واقعہ کا احتمال ہے۔

(فصل-۱۱) خلیفۃ اللہ سے موسوم کرنے کی ممانعت :

مسلمانوں کے امور انجام دینے والے حکام اور والیوں کو "خلفۃ اللہ" کہنا درست نہیں اسے صرف "خلیفہ" یا خلیفۂ رسول یا امیر المؤمنین" کہا جائے گا۔

امام بغوی اپنی کتاب "شرح السنۃ" میں فرماتے ہیں: مسلمانوں کے امور انجام دینے والے والیوں کو امیر المؤمنین یا خلیفہ کہنے میں کوئی حرج نہیں، اگرچہ اس کی سیرت عادل اور اماموں کی سیرت کے برعکس ہو، کیونکہ وہ مسلمانوں کے امور انجام دے رہا ہے، اور مسلمان اس کی بات سن رہے ہے اور اس کی اطاعت کر رہے ہیں۔۔۔۔۔۔ مزید فرماتے ہیں: "اور اس کا نام خلیفہ رکھا جا سکتا ہے کیونکہ وہ اپنے پہلے والوں کا جانشین وقائم مقام ہے"

آگے فرماتے ہیں: "حضرت آدم و داوٗ علیہا السلام کے بعد کسی اور کا نام خلفیہ اللہ ہرگز نہ رکھا جائے، حضرت آدم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً" (البقرہ: ۳۰) میں بنانے والا ہوں زمین میں ایک نائب۔ اور حضرت داوٗد علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ" (ص: ۲۶) اے داوٗد ہم نے بنایا تجھ کو نائب ملک میں۔

حضرت ابو ملیکہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو "یا خلیفۃ اللہ" کہا تو حضرت ابو بکر نے فرمایا میں رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ ہوں، اور اس سے راضی وخوش ہوں، ایک شخص نے حضرت عمر بن عبد العزیز سے کہا "یا خلیفۃ اللہ" تو حضرت عمر بن العزیز رحمۃ اللہ نے فرمایا: تیرا برا ہو، تو نے بہت بڑی بات کہہ دی، میری ماں نے میرا نام عمر رکھا، اگر تو مجھے اس نام سے یاد کرے تو قبول ہے، پھر میں بڑا ہوا تو میری کنیت "ابو حفص" پڑا، اگر تو مجھے اس کنیت سے پکارے تو منظور ہے، پھر تمہارے امور کی باگ دوڑ میرے ہاتھ میں دیدی گئی تو تم لوگوں نے میرا نام "امیر المؤمنین

''رکھ دیا، اگر تو مجھے اسی نام سے یاد کرے تو یہی کافی ہے۔

فقہ شافعی کے امام قاضی القضاۃ حضرت ماوردی بصری رحمہ اللہ اپنی کتاب (الاحکام السلطانیہ: ۱۵) میں فرماتے ہیں کہ امام کو خلیفہ کا نام دیا جانا چاہیئے، کیونکہ امت کے لئے وہ رسول اللہ ﷺ کا جانشین ہے، لہٰذا مطلق ''خلیفہ'' یا ''خلیفۂ رسول اللہ'' کہنا جائز ہے۔

''خلیفۃ اللہ'' کہنے کے جواز میں علماء کا اختلاف ہے، بعضوں نے اسے جائز قرار دیا ہے کیونکہ وہ مخلوق میں اللہ کے حقوق اور اس کے اوامر کو نافذ و قائم کرتا ہے، نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''هُوَ الَّذِىْ جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ فِى الْاَرْضِ'' (فاطر: ۳۹) وہی ہے جس نے کیا تم کو قائم مقام زمین میں۔

مگر جمہور علماء نے اسے ناجائز قرار دیا ہے۔ یہ ماوردی کا کلام تھا۔ (امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: امیر المؤمنین کا نام سب سے پہلے حضرت عمر بن الخطابؓ کو دیا گیا، اس میں کسی اہلِ علم کا کوئی اختلاف نہیں، اور مسیلمہ کے بارے میں بعض جاہلوں کا وہم صریح غلطی، بے بنیاد اور نہایت قبیح، جہالت و نادانی ہے، نیز اجماع اُمت اور اتفاق علماء کے بھی برخلاف ہے، ان حضرات کی کتابیں اس اجماع و اتفاق کو دوٹوک الفاظ میں نقل کرتی ہیں، کہ امیر المؤمنین کا لقب سب سے پہلے حضرت عمر بن الخطابؓ کو دیا گیا۔

حافظ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب ''الاستیعاب'' کے اندر اسماء صحابہ کے ضمن میں حضرت عمر بن الخطابؓ کو سب سے پہلے امیر المومنین کا نام دئے جانے اور اس کے اسباب کو بیان کیا ہے، اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ ان سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ''خلیفۂ رسول اللہ'' کہا جاتا تھا۔ (تفصیل دیکھیں الاستیعاب حاشیہ الاصابہ ۲/۴۶۶)

(فصل ۱۲) شہنشاہ نام رکھنے کی حرمت:

بادشاہ یا مخلوق میں سے کسی شخص کو شہنشاہ کہنا حراموں میں بدترین حرام ہے، کیونکہ اس کا

معنی، بادشاہوں کا بادشاہ ہے اور یہ صرف اللہ کا وصف ہے، غیر اللہ کو اس سے متصف نہیں کیا جا سکتا۔

۱۰۵۵ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”ان اخنع اسمٍ عند الله تعالیٰ رجل یسمی ملك الاملاك“ (۱)

اللہ کے نزدیک سب سے گھٹیا و ذلیل نام یہ ہے کہ کسی کا ملک الاملاک (بادشاہوں کا بادشاہ) نام رکھا جائے۔

سفیان بن عینہ فرماتے ہیں کہ ”ملک الاملاک“ ایسا ہی ہے جیسے ”شاہان شاہ“

(فصل-۱۴) لفظ ”سید“ کا استعمال:

لفظ سید کا اطلاق ایسی ہستی پر کیا جاتا ہے جس کا رتبہ اپنی قوم میں بلند ہو اور وہ قدر و منزلت رکھتا ہو، اس کا اطلاق زعیم و لیڈر اور عالم و فاضل پر بھی ہوتا ہے، اور بردبار شخص پر بھی، جس کا غصہ اسے آپے سے باہر نہیں کرتا، نیز، کریم، مالک اور شوہر وغیرہ کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ اصحاب فضل کے لئے لفظ سید کے استعمال میں بے شمار احادیث وارد ہوئی ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

۱۰۵۶ - صحیح بخاری میں حضرت ابو بکرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت حسن بن علیؓ کو لیکر منبر پر چڑھے اور فرمایا:

اِنَّ ابنِی ھٰذا لَسَیِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰه تعالیٰ اَنْ یُصلِحَ بِهِ بَیْنَ فِئتَینِ من المسلمِینِ“ (۲)

(۱) بخاری ۶۲۰۵، مسلم ۲۱۴۳، اسکا ذکر پہلے حدیث نمبر: ۸۱۱ پہ آچکا ہے)

(۲) بخاری ۳۷۴۶

میرا یہ بچہ سردار ہے، اور شاید اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو
گروہوں کے درمیان صلح فرمادیں۔

۱۰۵۷ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ جب حضرت سَعْد بن معاذؓ سامنے آئے تو آپ ﷺ نے حضراتِ انصار سے کہا: قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ ،اَوْخَیرِکُمْ'' اپنے سردار یا اپنے افضل شخص کا کھڑے ہو کر استقبال کرو۔

بعض روایتوں میں اسی طرح شک کے ساتھ ہے کہ ''سید کم'' کہا یا''خیر کم'' اور بعض دیگر روایتوں میں شک کے بغیر یقین کے ساتھ صرف ''سید کم'' کا لفظ آیا ہے۔(۱)

۱۰۵۸ - صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت سعد بن عبادہؓ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول: آپ کی کیا رائے ہے، کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی دوسرے شخص کو دیکھے تو کیا اسے قتل کردے؟ پھر پوری حدیث مذکور ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اُنظُروا الی مایقول سیدُکُم'' دیکھو تمہارا سردار کیا کہہ رہا ہے۔(۲) اور ممانعت میں وارد حدیث یہ ہے:

۱۰۵۹ - سنن ابی داؤد میں بسند صحیح حضرت بریدہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

لَا تَقُوْلُوا لِلْمُنَافِقِ سَیِّدٌ ، فَاِنَّهٗ اِنْ یَكُ سَیِّداً فَقَدْ اَسْخَطْتُّمْ رَبَّكُمْ عَزَّوَجَلَّ ''(۳)

کسی منافق کو سید (سردار) مت کہو کیونکہ اگر وہ سردار ہوا تو تم نے یقیناً اپنے رب عزوجل کو ناراض کیا۔

---

(۱) بخاری ۴۱۲۱، مسلم ۱۷۶۸

(۲) مسلم ۱۴۹۸

(۳) ابوداؤد ۴۹۷۷

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: ان احادیث کے درمیان جمع وتطبیق کی صورت بایں طور پر ممکن ہے کہ جسے سید کہا جارہا ہو اگر وہ علم وصلاح یا تقویٰ وپرہیزگاری کی وجہ سے افضل اور بلند مرتبہ والا ہے، تو ''یاسیدی''، ''فلاں سید صاحب'' یا اس جیسے الفاظ کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور اگر وہ فاسق وفاجر یا دینی اعتبار سے متہم ومشکوک ہو تو اسے سید کہنا مکروہ ہے، امام خطابی نے بھی اپنی کتاب معالم السنن میں اسی طرح تطبیق پیدا کی ہے۔

(فصل-۱۴) خادم ومخدوم کے درمیان مخاطبت کے آداب :

غلاموں کا اپنے آقا کو ”ربی“ (میرے رب یا میری پرورش کرنے والے) کہنا مکروہ ہے، بلکہ اسے ”سیدی“ (میرے سردار) کہنا چاہئے، اور چاہے تو ”مولای“ (میرے آقا) بھی کہہ سکتا ہے۔ اور آقا کا اپنے غلاموں یا باندیوں کو ”عبدی“ (میرے غلام) یا ”امتی“ (میری لونڈی) کہنا مکروہ ہے، اسے ”فَتَاتِیْ“ یا ”غُلَامِیْ“ (میرے جوان یا میرے بچے و بچی) کہنا چاہئے۔

۱۰۶۰ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

لَایَقُلْ اَحَدٌ اَطْعِمْ رَبَّكَ وَضیٔ رَبَّكَ اِسْقِ رَبَّكَ ، وَلْیَقُلْ سَیِّدِیْ وَمَوْلَایْ ، وَلَا یَقُلْ اَحَدُکُمْ عَبْدِیْ ، امتِیْ ، وَلْیَقُلْ فَتَایَ وَفتَاتِیْ وَغُلَامِیْ (۱)

تم میں سے کوئی نہ کہے، اپنے رب کو (پرورش کرنے والے کو) کھلاؤ اور اپنے رب کو وضو کراؤ، اپنے رب کو پلاؤ، بلکہ (لفظ رب کے بجائے) سیدی اور مولای (میرے سردار میرے آقا) کہے، اور تم میں سے کوئی آقا اپنے غلام کو میرا بندہ، میری بندی ولونڈی نہ کہے، بلکہ میرے جوان میری دوشیزہ یا میرے بچے کہے۔

مسلم کی ایک روایت کے الفاظ ہیں :

وَلَایَقُلْ اَحَدُکُمْ رَبِّیْ وَلْیَقُلْ سَیِّدِیْ وَمَوْلَایَ. (۲)

---

(۱) بخاری ۲۵۵۲، مسلم ۲۲۴۹

(۲) مسلم ۲۲۴۹۔

تم میں سے کوئی (اپنے آقا کو) ربی نہ کہے بلکہ سیدی (میرے سردار)
مولای (میرے آقا) کہے۔

مسلم ہی کی ایک روایت میں اس طرح ہے :

لَایَقُولَنَّ اَحَدُکُم عَبْدِیْ فَکُلُّکُمْ عَبِیْدُاللّٰهِ ، وَلٰکِنْ لِیَقُلْ : فَتَایَ ، وَلَا یَقُلِ الْعَبْدُ رَبِّیْ وَلکن لیقل سیدی . (۱)

تم میں سے کوئی اپنے غلام کو "عبدیؔ" میرا غلام و بندہ ہرگز نہ کہے، کیونکہ تم سب کے سب اللہ کے بندے ہو، البتہ "میرے جوان" کہو، اور کوئی غلام اپنے آقا کو "ربیؔ" نہ کہے، بلکہ سیدی کہے۔

مسلم کی ایک اور روایت میں ہے:

لَایَقُولَنَّ اَحَدُکُمْ عَبْدِیْ وَامتِیْ کُلُّکُمْ عَبِیْدُاللّٰهِ ، وَکُلُّ نِسَائِکُمْ اِمَاءُ اللّٰهِ وَلٰکِن لِیَقُلْ : غُلَامِیْ وَجَارِیَتِیْ وَفَتَایَ وَفَتَاتِیْ . (۲)

تم میں سے کوئی اپنے غلام کو عبدی وامتی (میرا بندہ و میری باندی) ہرگز نہ کہے، (کیونکہ) تم میں سے ہر کوئی اللہ کا بندہ ہے اور ہر عورت اللہ کی باندی ہے، البتہ میرے بچے، میری بچی، یا میرے جوان و میری دوشیزہ کہے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: "الرب" (معروف باللام کے ساتھ) کا اطلاق صرف اللہ ہی پر ہوتا ہے، البتہ اضافت کے ساتھ مثلاً "رب المال" "مالک مال"، "رب الدار" "مالک مکان وغیرہ کہنا جائز ہے۔

---

(۱) مسلم کی ایک اور روایت میں ہے (۲) مسلم

۱۰۶۱ - صحیح بخاری ومسلم کی صحیح حدیث میں گم شدہ اُونٹ کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا :

"دَعهَا حَتّٰی یَلْقَاهَا رَبُّهَا" اسے چھوڑ دو تا آنکہ اس کا مالک اسے پالے(۴)

۱۰۶۲ - بخاری ومسلم کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"حَتّٰی یُهِمّ رَبُّ المَالِ ، مَنْ یَقْبَل صَدَقَته" (۲)

تا آنکہ وہ مال کے مالک کو فکر میں ڈال دے کہ کون اس کا صدقہ قبول کریگا۔

۱۰۶۳ - صحیح بخاری میں حضرت عمر بن الخطابؓ کا قول مروی ہے :

"رَبُّ الصُّرَیْمَةِ وَالْغُنَیْمَةِ" (۳) تھوڑی بکریوں اور معمولی گلے کے مالک (کو چراگاہ میں داخل ہونے کی اجازت ہے)

اس کی نظیر حدیث میں بے شمار اور مشہور ومعروف ہے، اسی طرح حاملین شرع کا اسے استعمال کرنا بھی مشہور بات ہے، علماء فرماتے ہیں غلام کا اپنے آقا کو "ربی" کہنا اس لئے مکروہ ہے کہ اس لفظ کے اندر ربوبیت میں اللہ کے ساتھ لفظی مشارکت پیدا ہو جاتی ہے، اور حدیث میں جو آرہا ہے کہ "حتی یلقاها ربها" (تا آنکہ اس کا رب یعنی مالک اس کو پالے) یا حضرت عمر کا "رب الصریة" کہنا یا اسی طرح کے دوسرے کلمات (جس میں لفظ رب کا استعمال ہوا ہے) تو وہ اس وجہ سے کہ وہ جانور مکلف نہیں، اور عدم تعقل وتکلیف کی وجہ سے وہ بھی گھر یا مال کے ہم معنی ہوا، اور "رب الدار" یا "رب المال" کہنا بلا کراہت سب کے نزدیک جائز ودرست ہے،

---

(۱) بخاری ۹۱، مسلم ۱۷۲۲

(۲) بخاری ۱۴۱۲، مسلم ۱۰۱۲

(۳) بخاری ۳۰۵۹

اس میں شبہ کی گنجائش نہیں ــــــ البتہ یوسف علیہ السلام کے قول "اذکرنی عند ربك" (یوسف:۴۲)

اپنے رب یعنی آقا کے پاس ذکر کرو، کا دو جواب ہے :

(۱) انہوں نے اپنے مخاطب کو اسی بات کے ذریعہ مخاطب کیا جس کے بارے میں انہیں علم تھا کہ وہ اسے کس لفظ سے جانتا ہے، اور اس طرح ضرورتاً اس کا استعمال جائز ہے، جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے کہا: "وانظر الی الٰهك" (اپنے معبود کو دیکھ) یعنی جسے تم نے اپنا معبود واِلٰہ بنا رکھا ہے۔

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ : یہ ماقبل کی شریعت ہے اور ہماری شریعت اسلامی اگر اس کے برخلاف آئی ہو تو ماقبل کی شریعت ہماری شریعت نہیں بن سکتی، اور یہ بلا اختلاف تمام علماء کا متفقہ فیصلہ ہے ــــــ علماء اُصول کا اختلاف تو ماقبل کی اس شریعت کے بارے میں ہے جس کی مخالفت یا موافقت کے بارے میں ہماری شریعت کے اندر کچھ وارد نہ ہوا ہو، اور ہماری شریعت اس کے بارے میں خاموش ہو کہ وہ ہمارے لئے شریعت ہے یا نہیں؟

(فصل-۱۵) مَوْلَایَ کہنے کی کراہت :

امام ابوجعفر رحمۃ اللہ اپنی کتاب "صناعة الكتاب" میں فرماتے ہیں کہ لفظ "المولى" کے استعمال سے متعلق ہمیں علماء کے درمیان کسی اختلاف کا علم نہیں کہ کسی مخلوق کے لئے "مولای" کہنا جائز ہے یعنی تمام علماء اس کے عدم جواز پر متفق ہیں۔ (امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں : گذشتہ فصل میں (حدیث نمبر ۱۰۶۰ میں) گذر چکا ہے کہ "مولای" کہنا مطلقاً جائز ہے۔

نحاس کے قول اور مذکورہ حدیث کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کیونکہ نحاس جس کے عدم جواز کے قائل ہیں، وہ لفظ "المولى" (معرف باللام) ہے گویا آپ کی گفتگو "المولى"

کے بارے میں ہے نہ کہ "مولی" کے بارے میں، یہی وجہ ہے کہ وہ غیر فاسق کے لئے سید کہنے کو تو جائز قرار دیتے ہیں مگر " السید "کوغیر اللہ کے لئے جائز قرار نہیں دیتے۔

مگر میرے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ "المولی" اور "السید" الف لام کے ساتھ بھی سابقہ شرائط کے مطابق غیر اللہ کے لئے اسی طرح جائز ہے جس طرح بغیر الف ولام کے، واللہ اعلم۔

(فصل-۱۶) ہواؤں کو گالیاں دینے کی ممانعت:

اس باب کی حدیث ماسبق میں (نمبر:۵۱۲ اور ۵۱۴ پہ) گزر چکی ہے، کہ نبی کریم ﷺ نے ہواؤں کو گالیاں دینے سے منع فرمایا ہے، اس لئے کہ ہوائیں اللہ کے حکم سے چلتی ہیں، وہ کبھی رحمت لاتی اور کبھی عذاب، اس لئے جب اسے اٹھتے دیکھا جائے تو اسے گالیاں نہ دی جائیں، بلکہ اللہ سے اس کا خیر طلب کی جائے اور اس کے شر سے پناہ مانگی جائے۔

(فصل-۱۷) بخار کو گالیاں دینے کی ممانعت:

۱۰۶۴ - صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اُم صائب، یا اُم مسیب کے پاس آئے، اور فرمایا:

مَالَكِ يَا أُمَّ السَّائِبِ ، أَوْأُمَّ الْمُسَيَّبِ ، تُزَفْزِفِينَ ، قَالَتْ: اَلْحُمَّى لَا بَارَكَ اللّٰهُ فِيهَا ، فَقَالَ : لَا تَسُبِّي الْحُمَّى فَإِنَّهَا تُذْهِبُ خَطَايَا بَنِي آدَمَ كَمَا يُذْهِبُ الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ . (۱)

اے اُم سائب یا اے اُم مسیب، تمہیں کیا ہوا ہے کہ کپکپا رہی ہو،

(۱) مسلم ۲۵۷۵

انہوں نے جواب دیا کہ بخار ہے، اللہ اس میں برکت نہ دے، تو آپ ﷺ نے فرمایا، بخار کو گالی مت دو کیونکہ بخار اولادِ آدم کے گناہوں کو اسی طرح دور کر دیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: " تُزَفْزِفِیْن " کا معنی تیز حرکت کرنا، تھرتھرانا، کپکپانا، مرتعش ہونا، مضطرب ہونا ہے، اور یہ "تا" کے پیش اور دو "زا" کے ساتھ ہے، بعض روایتوں میں دونوں "زا" کے ساتھ "ترفرفین" بھی منقول ہے، مگر "زا" کے ساتھ ہی مشہور ہے، یہ تو ابن الاثیر کا قول ہے۔ (دیکھیں ۲/۲۴۳-۳۵۰)

صاحب مطالع نے "زا" کے ساتھ نیز "را" اور "قاف" کے ساتھ بھی نقل کیا ہے، یعنی "ترقرقین" (رقت سے ماخوذ یعنی آنسو بہانا، آنکھ کا ڈبڈبانا) لیکن مشہور فا ہی کے ساتھ ہے خواہ "را" ہو یا "زا"

(فصل-۱۸:) مرغ کو گالی دینے کی ممانعت:

۱۰۶۵ - سنن ابی داؤد میں بسند صحیح حضرت زید بن خالد الجہنیؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لَاتَسُبُّوْا الدِّیْكَ فَاِنَّهٗ یُوْقِظُ لِلصَّلَاةِ" (۱)

مرغ کو گالی مت دو کیونکہ یہ نماز کے لئے جگاتا ہے۔

(فصل-۱۹) زمانۂ جاہلیت کے دعائیہ کلمات کہنے کی ممانعت:

۱۰۶۶ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(۱) ابوداؤد ۵۱۰۱

لَیْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُیُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَی الْجَاهِلِیَّةِ.

وہ ہم میں سے نہیں جو (رنج والم کے وقت بین کرنے کے لئے) رخساروں پر مارے، گریبان چاک کرے اور جاہلیت کے دعائیہ کلمات کہے۔

ایک روایت میں "اَوْ شَقَّ"، "اَوْ دَعَا" واو کے بجائے اَوْ ہے یعنی رخسار پہ مارے یا گریبان چاک کرے، یا جاہلیت کے دعائیہ کلمات کہے۔(۱)

(فصل-۲۰) ماہِ محرم کو صفر کہنے کا حکم:

ماہ محرم کا نام صفر رکھنا مکروہ ہے، کیونکہ یہ زمانۂ جاہلیت کا طریقہ ہے۔

(فصل-۲۱) غیر مسلموں کے لئے دعاءِ مغفرت کرنے کا حکم

جس شخص کی موت حالتِ کفر پر ہوئی ہو، اس کے لئے رحمت و مغفرت وغیرہ کی دعاء کرنا حرام ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا اُولِيْ قُرْبٰى، مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحَابُ الْجَحِيْمِ. (التوبہ۱۱۳)

لائق نہیں نبی کو اور مسلمانوں کو کہ بخشش چاہیں مشرکوں کی اور اگرچہ وہ ہوں قرابت والے، جبکہ کھل چکا ان پر کہ ہیں وہ دوزخ والے۔

(۲) بخاری ۱۲۹۷، مسلم ۱۰۳

اس مفہوم کی احادیث بھی وارد ہوئی ہیں، اور تمام اُمت اسلامیہ کا اس پر اجماع واتفاق ہے۔

(فصل-۲۲) مسلمانوں کو گالیاں دینے کا حکم

ایسے شرعی اسباب کے بغیر کہ جس سے برا بھلا کہنا جائز ہوتا ہو کسی مسلمان کو گالی دینا حرام ہے۔

۱۰۶۷ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ" مسلمان کو گالی دینا فسق و بدکاری ہے۔ (۱)

۱۰۶۸ - صحیح مسلم، ابوداؤد و ترمذی میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اَلْمُسْتَبَّانِ مَا قَالَا ، فَعَلَى الْبَادِئِ مِنْهُمَا مَالَمْ يَعْتَدِ الْمَظْلُومِ. (۲)

دو آپس میں گالی گلوچ کرنے والے جو کچھ کہیں اس کا گناہ پہل کرنے والے پر ہے بشرطیکہ مظلوم حد سے تجاوز نہ کرے (اور اگر اس نے بھی گالی دی اور تجاوز کیا تو دونوں پر گناہ برابر ہوگا۔

(فصل-۲۳) بُرے الفاظ سے مخاطب کرنا مکروہ ہے:

مقدمات میں فریق مخالف کے لئے عام طور پر جو بُرے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں اور جس کا عام رواج ہے، ان میں سے چند اس طرح کے الفاظ ہیں: اے گدھے، اے بکرے،

(۱) بخاری ۶۰۷۶، مسلم ۶۴

(۲) مسلم: ۲۵۸۷، ابوداؤد ۴۸۹۴، ترمذی: ۱۹۸۱، وقال الترمذی: حدیث حسن صحیح۔

اے کتے وغیرہ، یہ الفاظ دو وجہ سے برے ہیں، ایک تو یہ کہ یہ سراسر جھوٹ ہے۔ دوسرا یہ کہ اس میں ایذار مسلم ہے اس کے برخلاف ''او ظالم'' جیسے الفاظ کہا جا سکتا ہے، اور ضرورت مخاصمت کی وجہ سے اس سے چشم پوشی کی جا سکتی ہے، جبکہ عموماً اس میں سچائی بھی ہے، کیونکہ شاید ہی کوئی انسان ایسا ہو جو اپنے نفس پر ظلم کرنے والا نہ ہو۔

(فصل-۲۴) میرے ساتھ کوئی مخلوق نہیں سوائے اللہ کے کہنا مکروہ ہے:

امام نحاسؒ فرماتے ہیں ''میرے ساتھ کوئی مخلوق نہ تھی سوائے اللہ کے'' کہنے کو علمار نے مکروہ قرار دیا ہے۔ (امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: کراہت کی وجہ الفاظ ترکیبی کی قباحت ہے، کیونکہ استثنار میں اصل یہ ہے کہ وہ متصل ہو اور اس جگہ وہ محال ہے، (کیونکہ اتصال کے وقت اللہ کا بھی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہونا لازم آئیگا) اس لئے اس جگہ استثنار منقطع ہی مراد ہوگا، اور اس کی تقدیر یوں ہوگی ''مگر اللہ میرے ساتھ تھا'' اور یہ اس آیت سے ماخوذ ہوگا، ''**وھو معکم اینما کنتم**'' (الحدید: ۴) (اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو) اس لئے مناسب ہے کہ اس کے بجائے یوں کہاں جائے ''میرے ساتھ کوئی نہ تھا سوائے اللہ تعالیٰ کے'' یا یہ کہے ''میرے ساتھ اللہ کے سوا کوئی نہ تھا'' امام نحاس فرماتے ہیں: علمار نے اسے بھی مکروہ قرار دیا ہے کہ کوئی کہے ''میں اللہ کے نام پر بیٹھتا ہوں'' بلکہ اسے یوں کہے ''اللہ کے نام سے یا اللہ کے نام کے سہارے، یا اللہ کے نام کے ساتھ میں بیٹھتا ہوں۔''

(فصل-۲۵) عبادت کی قسم کھانے کی کراہت:

امام نحاس نے بعض اسلاف سے نقل کیا ہے کہ روزہ دار کا اس طرح کہنا مکروہ ہے ''قسم اس مہر کی جو میرے منہ پر لگی ہوئی ہے'' اور اس کراہت کی دلیل یہ ہے کہ وہ تو صرف کفار کے منہ پر مہر لگانے کی خواہش رکھتا ہے، مگر یہ دلیل محل نظر ہے، بلکہ اس کراہت کی دلیل غیر اللہ کی قسم

کھانا ہے، اور اس سے ممانعت کی تفصیل انشاء اللہ عنقریب آئے گی، الغرض یہ غیر اللہ کی قسم ہونے یا بلا ضرورت اپنے روزہ کے اظہار و اعلان کرنے کی وجہ سے مکروہ ہے۔

(فصل-۲۶) عہد جاہلیت کے الفاظ استعمال کرنے کی کراہت:

۱۰۶۹ - سنن ابی داؤد میں عن عبد الرزاق عن معمر عن قتادہ او غیرہ کی سند سے، حضرت عمران بن حصینؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: ہم لوگ زمانۂ جاہلیت میں کہا کرتے تھے، ''اللہ تیری آنکھ ٹھنڈی کرے''، ''اللہ تیری وجہ سے دوسروں کی آنکھ ٹھنڈی کرے''، ''اللہ تیری صبح بہتر کرے'' پھر جب اسلام آیا تو ہمیں اس سے روک دیا گیا۔(۱)

منذری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ قتادہ کی سماع حضرت عمرانؓ سے ثابت نہیں۔ عبد الرزاق فرماتے ہیں: معمر نے فرمایا: ''اللہ تیری وجہ سے دوسروں کی آنکھ ٹھنڈا کرے'' کہنا مکروہ ہے اور ''اللہ تیری آنکھ ٹھنڈا کرے'' کہنے میں کوئی حرج نہیں، (امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: ابو داؤد نے اسی طرح ''عن قتادہ او غیرہ'' کے ذریعہ روایت کیا ہے، اور اس جیسی حدیث پر اہل علم کے نزدیک صحت کا فیصلہ نہیں کیا جاتا، کیونکہ قتادہ تو ثقہ ہیں مگر ''غیرہ'' مجہول ہے اور اس کا بھی احتمال ہے کہ وہ مجہول بھی کسی مجہول سے نقل کر رہا ہو، لہٰذا اس سے حکم شرعی ثابت نہیں ہوسکتا، مگر احتیاط اسی میں ہے کہ انسان اس جیسے الفاظ کے استعمال سے پرہیز کرے، کیونکہ اس کی صحت کا احتمال بہر حال موجود ہے، نیز بعض علماء مجہول کی روایت سے استدلال واحتجاج کرنے کو بھی جائز قرار دیتے ہیں۔

(فصل-۲۷) تیسرے شخص کی موجودگی میں دو کا سرگوشی کرنا مکروہ ہے:

۱۰۷۰ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

(۱) ابو داؤد ۵۲۲۷۔

نے فرمایا:

”اِذَا كُنْتُمْ ثَلَاثَةً فَلَا يَتَنَاجٰى اِثْنَانِ دُوْنَ الْاٰخَرِ حَتّٰى تَخْتَلِطُوْا بِالنَّاسِ، مِنْ اَجْلِ اَنَّ ذٰلِكَ يُحْزِنُهٗ“ (۱)

اگر تم تین ہو تو تیسرے کو چھوڑ کر دو شخص آپس میں سرگوشی نہ کریں، یہاں تک کہ وہ لوگوں میں گھل مل جائے، اور یہ اس وجہ سے کہ اس کی وجہ سے اس تیسرے کو تکلیف ہوگی۔

۱۰۷۱ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اذا كانوا ثلاثة فلا يتناجى اثنان دون الثالث“ (۲)

جب تین لوگ ہوں تو تیسرے کو الگ کر کے دو شخص آپس میں سرگوشی نہ کریں۔

ابوداؤد کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے، ”ابو عمر سے اس کے ایک راوی ابو صالح نے فرمایا کہ میں نے ابن عمر سے کہا“ اگر چار ہوں؟ تو انہوں نے جواب دیا: تو کوئی حرج نہیں۔ (۳)

(فصل-۲۸)

دوسری عورت کا حسن و جمال اپنے شوہر کے سامنے بلا ضرورت بیان کرے:

۱۰۷۲ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(۱) بخاری ۶۲۹۰، مسلم ۲۱، یہ نہی و ممانعت تحریم کے لئے ہے)
(۲) بخاری ۶۲۸۸، مسلم ۲۱۸۳
(۳) ابوداؤد ۴۸۵۲

"لَا تُبَاشِرُ الْمَرْأَةُ الْمرأَةَ، فَتصِفُهَا لِزَوْجِهَا كَأَنَّهُ يَنظُرُ إِلَيْهَا" (۱)

کوئی عورت کسی عورت کے ساتھ گھل مل کر جسم کو نہ ٹٹولے کہ اسے اپنے شوہر سے اس طرح بیان کرے کہ وہ یا اس کا شوہر اپنی نظروں سے اسے دیکھ رہا ہو۔

(فصل-۲۹) دولہا دلہن کو اولاد ہونے کی پیشگی مبارک باد دینا:

شادی کرنے والے دولہا دولہن کو آپس میں ہم جسم ہونے اور اس کے نتیجہ میں بچہ پیدا ہونے کی مبارک باد دینا مکروہ ہے، اس کے بجائے صرف یہ دعا دے "بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكَ" اللہ تجھے برکت دے اور تم پر برکت نازل فرمائے۔ (اس کا تذکرہ کتاب النکاح میں پہلے حدیث نمبر: ۷۸۷ پہ آچکا ہے)

(فصل-۳۰) غصہ میں مبتلا شخص کو اسے وعظ کرنا:

امام نحاسؒ نقل کرتے ہیں کہ بڑے فقیہ وعالم وادیب میں سے ایک ابوبکر محمد بن یحیی فرماتے ہیں کہ جب انسان حالتِ غیض وغضب میں ہو تو اسے اللہ کو یاد کرنے کے لئے کہنا مکروہ ہے، کیونکہ اس کا غصہ مبادا اسے کفر پہ آمادہ نہ کردے، اسی طرح اسے درود وسلام بھیجنے کے لئے بھی اسی خطرہ کے پیش نظر نہ کہا جائے۔

(فصل-۳۱) اللہ جانتا ہے کہ ایسا تھا یا ایسا نہ تھا، کہنا مکروہ ہے:

نہایت قبیح و مذموم الفاظ جس کے بہت سے لوگ عادی ہیں کہ جب کسی چیز کے بارے

(۱) بخاری ۵۲۴۰، مسلم میں یہ روایت نہیں مل سکی۔

میں قسم کھانے کا ارادہ ہوتا، اور حانث ہونے کے ڈر سے یا اللہ کی عظمت وجلالت، یا قسم کی حفاظت کے پیش نظر ''واللہ'' یا کہے قسم کھانے سے احتراز کرنا چاہتے ہیں تو یوں کہتے ہیں: ''اللہ جانتا ہے کہ ایسا نہیں تھا'' ''اللہ جانتا ہے کہ اسی طرح تھا'' وغیرہ، یہ الفاظ نہایت خطرناک ہیں۔

کہنے والے کو اگر مکمل یقین ہو کہ بات واقعتاً اسی طرح ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اگر اس میں ذرہ برابر شک ہو تو یہ حد درجہ قبیح و برا فعل ہے، کیونکہ وہ اس طرح گویا اللہ کو جھٹلا رہا ہے، کیونکہ وہ بتا رہا ہے کہ اللہ کو اس چیز کا اس طرح ہونے کا علم ہے، جبکہ اسے اس طرح ہونے کا یقین نہیں، اور وہ یہ کہ اس نے اللہ کو اس وصف کے ساتھ متصف کیا کہ اللہ تعالیٰ ایک چیز کو خلاف واقعہ جانتا ہے، اور اگر اس کا تحقق ہو جائے اور یقینی طور پر اس کے کہنے کے برعکس ہو تو یہ کفر ہوگا، اس لئے انسان کو اس طرح کے الفاظ استعمال کرنے سے اجتناب کرنا چاہئے۔

(فصل-۳۲) مشیت ایزدی پر دعا کو معلق کرنا مکروہ ہے:

اس طرح دعا کرنا مکروہ ہے:

اَللّٰهُمَّ اغفرلی اِنْ شئت اَللّٰهُمَّ اغْفرلی اِنْ اردت.

اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے اے اللہ اگر تیرا ارادہ ہو تو مجھے بخش دے۔

بلکہ پورے عزم و یقین کے ساتھ درخواست و التماس کرے۔

۱۰۷۳- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا یَقُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرلِی اِن شِئْتَ اَللّٰهُمَّ ارحمنی اِنْ شِئْتَ لیعزمِ المَسْئلَةَ فَاِنَّهٗ لَامُکْرِهَ لَهٗ'' (۱)

---

(۱) بخاری ۶۳۳۹، مسلم ۲۶۷۹

تم میں سے کوئی ہرگز نہ کہے، اے اللہ تو اگر چاہے تو مجھے بخش دے، اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم فرما، بلکہ پرعزم سوال کرے، کیونکہ اللہ کو کوئی چیز مجبور کرنے والی نہیں۔

مسلم کی ایک روایت میں ہے:

''وَلٰکِنْ لِیَعْزِمْ وَلْیُعَظِّمِ الرَّغْبَۃَ فَاِنَّ اللّٰہَ لَایَتَعَاظَمُہٗ شَیْئٌ اَعْطَاہُ ''(۱)

لیکن عزم کے ساتھ کہے اور اپنی رغبت وخواہش کو بڑھا کر پیش کرے کیونکہ اللہ پر کوئی چیز بڑی نہیں جسے وہ دے۔

۱۰۷۴۔ صحیح بخاری ومسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِذَا دَعَا اَحَدُکُمْ فَلْیَعْزِمِ الْمَسْئَلَۃَ وَلَایَقُوْلَنَّ : اَللّٰھُمَّ اِنْ شِئْتَ فَاَعْطِنِیْ فَاِنَّہٗ لَا مُکْرِہَ لَہٗ . (۲)

تم میں سے کوئی جب دعا کرے تو پورے عزم کے ساتھ مانگے اور یہ نہ کہے کہ ''اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے دے'' کیونکہ اللہ کو کوئی چیز مجبور کرنے والی نہیں۔

(فصل ۳۳۔) غیر اللہ کی قسم کھانے کا حکم:

اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے علاوہ کسی اور چیز کی قسم کھانا مکروہ ہے، خواہ نبی کی یا کعبہ کی یا امانت کی یا جان ومال کی یا جسم وروح وغیرہ کی، اور کیوں نہ ہو اور اس میں بھی بدترین قسم امانت کی قسم کھانا ہے۔

---

(۱) مسلم ۲۶۷۹ (۲) بخاری ۶۳۳۸ مسلم ۲۶۷۸

۱۰۷۵ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اِنَّ اللّٰہَ یَنْھَاکُمْ اَنْ تَحْلِفُوْا بِآبَائِکُمْ فَمَنْ کَانَ حَالِفاً فَلْیَحْلِفْ بِاللّٰہِ اَوْ لِیَصْمُتْ" (۱)

اللہ تعالیٰ تمہیں آباء واجداد کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے، اس لئے اگر کسی کو قسم کھانی ہی ہے تو اللہ کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔

بخاری کی ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں:

"فَمَنْ کَانَ حَالِفًا فَلَا یَحْلِفْ اِلَّا بِاللّٰہِ اَوْ لِیَسْکُتْ"

تو جسے قسم کھانا ہے تو وہ اللہ ہی کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔

امانت کی قسم کھانے کی ممانعت شدید ترین ہے اور متعدد روایتوں میں اس کی کراہت وارد ہوئی ہے، اس میں سے ایک یہ ہے:

۱۰۷۶ - سنن ابی داؤد میں بسند صحیح حضرت بریدہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مَنْ حَلَفَ بِالْاَمَانَةِ فَلَیْسَ مِنَّا" جس نے امانت کی قسم کھائی وہ ہم میں سے نہیں (یعنی ملت اسلامیہ سے خارج ہے)(۲)

(فصل-۳۴)　خرید و فروخت میں قسم کھانے کی ممانعت:

بیع و شراء یا اس جیسے معاملات میں بکثرت قسمیں کھانا سچائی کے باوجود مکروہ ہے، کیونکہ قسم عموماً غیر مستحسن اوقات و حالات ہی میں کھائی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تُطِعْ کُلَّ حَلَّافٍ مَّهِیْنٍ. (القلم)

---

(۱) بخاری ۶۶۴۶، مسلم ۱۶۴۶

(۲) سنن ابی داؤد: ۳۲۵۳ ط

اورتو کہا مت مان کسی قسم کھانے والے بے قدر کا۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ (البقرۃ)

مت بنا اللہ کو ڈھال اپنی قسموں کے لئے۔

۱۰۷۷ - صحیح بخاری مسلم میں حضرت ابوقتادہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا:

"اِيَّاكُمْ وَكَثْرَةَ الْحَلِفِ فِي الْبَيْعِ فَاِنَّهُ يُنَفِّقُ ثُمَّ يَمْحَقُ" (۱)

خبردار کہ خرید وفروخت میں زیاد قسمیں کھاؤ، کیونکہ یہ مال تو بکا دیتا ہے

پر اس کی برکت کو مٹا دیتا ہے۔

(فصل-۳۵)

آسمان پر اُبھرنے والے رنگین کمان کو قوسِ قزح کہنے کی ممانعت:

۱۰۷۸ - حلیۃ الاولیاء میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَا تَقُولُوا قَوْسُ قُزَحَ، فَاِنَّ قُزَحَ شَيْطَانٌ، وَلٰكِنْ قُولُوا قَوْسُ اللّٰهِ عزوجل، فَهُوَ اَمَانٌ لِاَهْلِ الْاَرْضِ "(۲)

قوس قزح مت کہو، کیونکہ قزح شیطان کا نام ہے، بلکہ اللہ عزوجل کا قوس (کمان) کہو پھر وہ زمین والوں کے لئے غرق ہونے سے امان ہے۔

(۱) مسلم: ۱۶۰۷

(۲) حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ۲/۳۰۹، یہ حدیث ضعیف ہے

(فصل-۳۶) دوسروں سے اپنی معصیت کا چرچہ کرنے کی ممانعت:

جب کوئی انسان کسی معصیت وغیرہ میں مبتلا ہوجائے، یا اس کا ارتکاب ہوجائے، تو دوسروں سے اس کا چرچہ کرنا مکروہ ہے، اس کے لئے مناسب ہے کہ اللہ کے سامنے توبہ کرے اور اسی وقت اس سے دستبردار ہوکر اپنے کئے پر نادم وپشیماں ہواور آئندہ نہ کرنے کا عزم کرے۔

الغرض توبہ کے یہ تین ارکان ہیں: ان تینوں کے ساتھ ہی توبہ صحیح ہے، اگر اپنے استادیا شیخ ومرشد کو اس کی اطلاع اس امید کے ساتھ دیتا ہے کہ وہ اس سے خلاصی ونجات حاصل کرنے میں اس کی رہنمائی کریں گے، یا کسی کو اس مقصد سے اس کی خبر دیتا ہے کہ دوسرا اس جیسی معصیت میں پڑنے سے باز رہے، یا اس معصیت میں پڑنے کے اسباب بتائے یا اس سے دعا کی درخواست کرنے کے لئے اس کی اطلاع دیتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں، بلکہ مستحسن اقدام ہوگا، مکروہ اسی وقت ہوگا جبکہ ان مقاصد کا فقدان ہو۔

۱۰۷۹ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا:

كُلُّ أُمَّتِي مُعَافَىً إِلَّا الْمُجَاهِرِيْنَ ، وَإِنَّ مِنَ الْمُجَاهَرَةِ ، أَنْ يَعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ عَمَلاً ثُمَّ يُصْبِحُ وَقَدْ سَتَرَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ فَيَقُوْلُ : يَافُلَانُ عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا ، وَقَدْ بَاتَ يَسْتُرُهُ رَبُّهُ ، وَيُصْبِحُ يَكْشِفُ سِتْرَ اللّٰهِ عَلَيْهِ " (۱)

میری اُمت کے ہر فرد کا گناہ معاف ہے سوائے بے شرمی سے کھلے عام گناہ کرنے والوں کے، اور کھلے عام کرنے کی ایک شکل یہ ہے کہ

(۱) بخاری، ۶۰۶۹، مسلم ۲۹۹۰

انسان رات میں کوئی گناہ کرے اور اس کی صبح اس طرح ہو کہ اللہ نے اس پر پردہ پوشی کر دی تھی، پھر وہ دوسروں سے کہے کہ میں نے گذشتہ شب یہ یہ گناہ کیا، حالانکہ اس کی رات اس طرح گذری تھی کہ اس کا رب اس پر پردہ ڈالے ہوا تھا، اور وہ صبح ہوتے ہی اللہ کے پردے کو چاک کر ڈالتا ہے۔

(فصل-۴۷) گھر والوں کے درمیان بگاڑ پیدا کرنا حرام ہے:

ہر عاقل و بالغ مکلف انسان پر حرام ہے کہ کسی انسان کے غلام، اس کی بیوی، یا اس کے خادم سے اس شخص کے بارے میں ایسی بات کہے جس سے ان کے درمیان بگاڑ پیدا ہوتا ہو، الا اینکہ وہ بات امر بالمعروف یا نہی عن المنکر کے قبیل سے ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ" (المائدۃ: ۲)

اور آپس میں مدد کرو نیک کام اور پرہیزگاری پر اور مدد نہ کرو گناہ پر اور ظلم پر۔

نیز باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ" (ق: ۱۸)

نہیں بولتا کچھ بات جو نہیں ہوتا اس کے پاس ایک نگہبان تیار۔

۱۰۸۰- ابوداؤد و نسائی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''مَنْ خَبَّبَ زَوْجَةَ اِمْرِئٍ اَوْ مَمْلُوكَهُ فَلَيْسَ مِنَّا'' (۱)

جس نے کسی شخص کی بیوی یا اس کے مملوک کے درمیان دھوکہ دیکر بگاڑ پیدا کیا وہ ہم میں سے نہیں۔

(فصل-۳۸)

خیر کے کام میں ''خرچ کیا'' کہے ''نقصان اٹھایا'' نہ کہے:

وہ مال جو رطاعت وبندگی میں یا اللہ کی رضا رجوئی کے لئے خرچ کیا گیا ہو اس کے لئے ''خرچ کیا'' جیسے الفاظ استعمال کرے مثلاً کہے، ''میں نے حج میں ایک ہزار خرچ کیا''، ''جہاد میں دو ہزار خرچ کیا''، ''مہمانوں کی ضیافت میں، بچوں کے ختنے میں، یا نکاح وغیرہ میں اتنا خرچ کیا۔''

عوام کی اکثریت جو عام طور پر کہتی ہے کہ ضیافت میں اتنا نقصان اٹھانا پڑا' حج میں اتنے مال کا خسارہ ہوا' اس سفر میں اتنا برباد ہوا'' یہ مناسب نہیں ایسے جملے ہرگز استعمال نہ کرے۔

خلاصہ یہ کہ طاعت وخیر کے راہ میں خرچ ہونے والے مال کے لئے خرچ کرنا، صرف کرنا وغیرہ الفاظ استعمال کرے، خسارہ، نقصان یا برباد وضائع ہونے کا لفظ معاصی ومکروہات کے لئے ہے، اُسے عمل خیر کے لئے استعمال نہ کرے۔

(فصل-۳۹)

امام کی تلاوت کو مقتدی کا دہرانا ممنوع ہے:

بہت سے لوگ جو امام کی تلاوت کردہ آیتوں کو دہراتے ہیں، اُس سے منع کیا گیا ہے، مثلاً جب امام، ''اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ'' کہے تو مقتدی بھی اسے دہراتے ہوئے

(۱) دیکھیں: ابوداؤد ۵۱۷۰، تحفۃ بحوالہ سنن کبری للنسائی ۱۴۱۲۷

"ایاك نعبد و ایاك نستعین" کہے، اس عادت کو ترک کرنا اور اس سے احتراز کرنا چاہیے، علماء شوافع میں صاحب بیان کا قول ہے کہ اگر مقصود تلاوت نہ ہو تو اس سے نماز باطل ہو جائیگی، ان کا یہ قول اگرچہ محل نظر ہے، اور بظاہر اس سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا ہے، تاہم اس سے اجتناب، ضروری ہے، کیونکہ اس سے نماز، اگرچہ باطل نہیں ہوگی، لیکن اس جگہ ایسا کرنا مکروہ ضرور ہوگا۔ واللہ اعلم۔

(فصل۔۴۰)

ٹیکس یا چنگی کو برحق کہنے کی ممانعت :

خریداروں یا بیوپاریوں سے جو ٹیکس یا چنگی وغیرہ وصول کی جاتی ہے، اس کے بارے میں عوام الناس اور جاہلوں کا یہ کہنا کہ "یہ سلطان کا حق ہے، یا تم پر سلطان کا حق بنتا ہے" یا تم پر سلطان کا واجب حق ہے" یا اس جیسے کلمات جس میں ان ٹیکسوں کے ساتھ اس کے حق ہونے کا اقرار ہو، نہایت نامناسب اور ممنوع ہے، اس طرح کے جملے استعمال کرنے سے بہر صورت اجتناب کرنا چاہیے، کیونکہ یہ شدید منکر اور بدترین بدعت ہے، حتی کہ بعض علماء اس کی وجہ سے تکفیر کے قائل ہیں۔ علماء فرماتے ہیں: "جس نے ان ٹیکسوں کو حقانیت کا نام دیا، وہ کافر اور ملت اسلامیہ سے خارج ہے"۔

مگر صحیح قول یہ ہے کہ اس سے اس کی تکفیر نہیں کی جائیگی الا اینکہ وہ اس کے ظلم ہونے کے باوجود اس کے برحق ہونے کا اعتقاد رکھے، الغرض: درست بات یہ ہے کہ اسے ٹیکس، چنگی، ضریبہ وغیرہ کے نام سے موسوم کیا جائے، اس کے ساتھ "حق" کو شامل نہ کیا جائے، وباللہ التوفیق۔

(فصل-۴۱)

بوجہ اللہ کہہ کرسوال کرنا:

جنت کے سوا کسی اور چیز کو بوجہ اللہ کہہ کر مانگنا مکروہ ہے۔

۱۰۸۱ - سنن ابی داؤد میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لَایُسْئَلُ بِوَجْہِ اللّٰہِ اِلا الجنۃُ"

وجہ اللہ کے وسیلہ سے صرف جنت ہی مانگا جاسکتا ہے۔(۱)

(فصل-۴۲) اللہ کے نام پر مانگنے کا حکم:

۱۰۸۲ - سنن ابی داؤد ونسائی میں صحیحین کی سند سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَن استعاذ باللّٰہ فَاَعِیذُوْہُ ، وَمَنْ سَأَلَ بِاللّٰہِ تَعالیٰ فَاَعْطُوہُ ،
وَمَنْ دَعَاکُمْ فَاَجِیبُوْہُ ، وَمَنْ صَنَعَ اِلَیْکُمْ مَعْرُوفًا فَکَافِئُوہُ ،
فَاِنْ لَمْ تَجِدُوْا مَاتُکَا فِئُونَہٗ فَادْعُولَہٗ حَتّٰی تَرَوا اَنَّکُمْ قَدْکَافَاْ
تُموہُ .(۲)

جو اللہ کے واسطے پناہ طلب کرے اسے پناہ دو، اور جو اللہ کا واسطہ دے کر سوال کرے اسے عطا کرو، اور جو تمہیں دعوت دے اس کی دعوت قبول کرو، اور جو تمہارے ساتھ بھلائی کرے اسے اچھا بدلہ دو، اور اگر تم بدلہ

---

(۱) سنن ابی داؤد، ۱۶۷۱، یہ حدیث ضعیف ہے
(۱) سنن ابی داؤد: ۱۶۷۲، نسائی ۲۵۶۷

دینے کے لئے کچھ نہ پاؤ تو اس کے لئے اس وقت تک دعا کرتے رہو، تا آنکہ تمہیں یقین ہو جائے کہ تم نے بدلہ چکا دیا ہے۔

(فصل-۴۳) "اَطَالَ اللّٰهُ بَقَاءَكَ" کہنا مکروہ ہے:

"اَطَالَ اللّٰهُ بَقَاءَكَ" یعنی اللہ تیری بقاء طویل کرے، یا دوام بخشے کہنا مشہور قول کے مطابق مکروہ ہے، ابو جعفر النحاس اپنی کتاب "صناعة الكتاب" میں فرماتے ہیں: بعض علماء نے "اطال الله بقاءك" کہنے کو مکروہ قرار دیا ہے، جبکہ بعضوں نے اس کی اجازت دی ہے۔۔۔۔ اسماعیل بن اسحاق فرماتے ہیں: "اطال الله بقاءك" کا جملہ سب سے پہلے زندیقوں نے اپنی مراسلت میں لکھنا شروع کیا۔

حضرت حماد بن سلمہؒ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کی مراسلت پہلے اس طرح ہوتی تھی، فلاں کی جانب سے فلاں کے نام اما بعد: تم پر سلامتی ہو، میں تیرے سامنے اللہ کا حمد بیان کرتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور نبی کریم ﷺ اور آل محمد پر صلاۃ اور رحمت نازل کرنے کی اس سے درخواست کرتا ہوں، پھر بعد میں اس مضمون کے شروع میں زندیقوں نے سلام کے بعد "اطال الله بقاءك" کا جملہ ایجاد کیا۔

(فصل-۴۴)

میرے ماں باپ آپ پر قربان کہنے کا جواز

کسی انسان کا دوسرے کو "میرے ماں باپ آپ پر قربان" یا "اللہ مجھے آپ کا جانثار بنائے" جیسے کلمات کہنا صحیح و راجح قول کے مطابق بے کراہت جائز و درست ہے، صحیحین وغیرہما کی مشہور احادیث اس پر دال ہیں، والدین خواہ مسلمان ہوں یا کافر ایسا کہنا درست ہے۔

بعض علماء نے والدین کے مسلمان ہونے کی صورت میں مکروہ قرار دیا ہے، نحاس فرماتے ہیں: ''اللہ مجھے آپ کا فدائی بنائے'' کہنے کو امام مالک بن انسؒ نے مکروہ قرار دیا ہے، اور بعضوں نے اس کی اجازت دی ہے ـــــ قاضی عیاض فرماتے ہیں: جمہور علماء اس کے جواز کے قائل ہیں، خواہ وہ شخص جس پر قربان ہونے کی بات کہی جارہی ہو مسلمان ہو یا کافر:

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: اس کے جواز پر اس قدر بیشمار احادیث وارد ہوئی ہیں کہ ان کا حصر واستقصار دشوار ہے، صحیح مسلم کی شرح میں اس کے کچھ حصوں کو میں نے تفصیل سے ذکر کردیا ہے۔

(فصل-۴۵) بعض الفاظ کا حکم:

جن الفاظ کی مذمت آتی ہے ان میں سے مراء بمعنی جھگڑا، جدال بمعنی بحث وتکرار اور خصومت بمعنی نزاع ومقدمہ بازی ہے، (یہ تینوں الفاظ جھگڑا کرنے، ایک دوسرے کے درپے آزار ہونے کے معنی میں مترادف وہم معنی ہیں)۔

امام غزالی فرماتے ہیں: دوسروں کی بات کو ہدف ملامت بناکر اس کے جھول کو قائل کی تحقیر اور اپنی برتری جتانے کے مقصد سے ظاہر کرنے کا نام مراء ہے ـــــ اور جدال نام ہے ان امور کے اندر جھگڑنے کا جس کا تعلق مذہب کے اظہار اور اس کے اثبات سے ہو ـــــ اور خصومت نام ہے مطلب کے حصول یعنی مال واسباب وغیرہ کے حصول کے لئے اپنے کلام پر اصرار وضد کرنے کا، اور یہ خصومت ابتداء بھی ہوسکتی ہے اور درمیان میں بھی، جبکہ ''مراء'' درمیان ہی میں ممکن ہے ـــــ یہ امام غزالی کا قول تھا۔

یادرکھیں کہ ''جدال'' کبھی حق کے لئے ہوتا ہے اور کبھی باطل کے لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''وَلَاتُجَادِلُوا اَهْلَ الْكِتَابِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ'' (عنکبوت: ۴۶)

اور جھگڑا نہ کرو، اہل کتاب سے مگر اس طرح پر جو بہتر ہو۔

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ" (النحل: ۱۲۵) اور الزام دے ان کو جس طرح بہتر ہو۔

نیز اللہ تعالیٰ کا کلام ہے:

"وَمَا يُجَادِلُ فِيْ آيَاتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" (غافر-المومن: ۴)

وہی جھگڑتے ہیں اللہ کی باتوں میں جو منکر ہیں۔

جدال اگر حق کی واقفیت حاصل کرنے یا حق ثابت کرنے کے لئے ہے تو قابلِ تحسین ہے اور اگر یہ حق کو ختم کرنے یا حق ثابت کرنے یا حق کا علم نہ ہونے کے باوجود اس میں ٹانگ اڑانے کے لئے ہے تو قابل مذمت ہے۔

اس کی اباحت و مذمت میں وارد نصوص کو انہی دو پہلوؤں پر محمول کیا جائیگا، مجادلہ اور جدال ہم معنی ہے، اس کی وضاحت بسط و تفصیل سے میں نے اپنی کتاب "تہذیب الاسماء واللغات ۴۸/۳" میں کی ہے۔

بعض حضرات کا قول ہے: دین کو سلب کرنے، مروت میں فتور پیدا کرنے، لذت ایمانی کو برباد کرنے اور دلوں کو مشغول کر دینے میں خصومت سے بڑھکر اور کوئی چیز نہیں اگر آپ کو اعتراض ہو کہ حقوق کی بقاء کے لئے انسان کو خصومت و مقدمہ بازی سے مفر نہیں؟ تو اس کا جواب وہی ہے جو امام غزالی نے تحریر کیا ہے، کہ مذموم مخاصمت وہ ہے جو باطل کے لئے اور علم کے بغیر ہو، جیسے وکیلِ قاضی کہ حق کی معرفت کے بغیر ہی حضومات میں وکالت کرتا ہے، جبکہ اسے پتہ نہیں کہ فریقین میں سے حق کس کی جانب ہے۔

اسی مذموم خصومت میں سے ایک یہ ہے کہ صاحبِ حق اپنا حق طلب کرنے میں، بقدر

حاجت پر اکتفا نہ کرے بلکہ اپنے فریق مخالف پر تسلط وغلبہ پانے اور اسے ایذا پہونچانے (یا مزا چکھانے) کے لئے جھگڑنے میں شدت اختیار کرے اور کذب بیانی سے کام لے۔

یا وہ شخص جو مخاصمت میں بلاضرورت اذیت دینے والے کلمات کا استعمال کرے، جبکہ حصول حق کے لئے اس کی ضرورت نہ تھی۔ اسی طرح وہ خصومت جو محض فریق مخالف کو دبانے اور شکست وریخت سے دوچار کرنے کے لئے عناد پر مبنی ہو مذموم اور ناجائز ہے۔

وہ مظلوم شخص جو عناد وایذا رسانی کے بغیر ضرورت سے زیادہ سختی برتنے یا اصرار کرنے سے پرہیز کرتے ہوئے شرعی طور پر اپنی دلیل اور ثبوت کو تقویت دیتے ہوئے مخاصمت کرے تو یہ حرام ومذموم نہیں، مگر بہتر یہ ہے کہ اگر کوئی دوسرا راستہ موجود ہو تو اس سے پرہیز کرے، کیونکہ خصومت کے وقت اعتدال کے ساتھ زبان پر کنٹرول رکھنا دشوار ہوتا ہے ـــــــ خصومت دل کو جلاتا اور غیض وغضب کو بھڑکاتا ہے اور غصہ کے بھڑک جانے کے بعد فریقین کے درمیان دشمنی پیدا ہوتی اور ایک دوسرے کی تکلیف سے خوشی اور خوشی سے تکلیف محسوس کرتا ہے، اور زبان دوسرے کی عزت وآبرو کے درپے ہوجاتی ہے، الغرض جس نے مقدمہ کیا وہ یقیناً ان آفتوں میں گرفتار ہوا، اور اس کا اقل ترین درجہ یہ ہے کہ دل مکمل طور پر اس میں مشغول ہوجاتا ہے، حتی کہ وہ جب نماز میں ہوتا تو بھی اس کا ذہن اپنی خصومت، دلائل اور جوڑتوڑ میں مشغول رہتا ہے، اس کی حالت میں ٹھہراؤ اور استقامت باقی نہیں رہتا۔

خصومت شر کی ابتدا ہے جدال ومراء بھی اسی طرح شر کی بنیاد اور اس کا دروازہ ہے، اس لئے مناسب ہے کہ انسان بلاضرورت اپنے اوپر شر کا دروازہ نہ کھولے، اور اس طرح وہ اپنی زبان اور اپنے دل کو خصومت کی آفتوں سے محفوظ کرسکتا ہے۔

۱۰۸۳ - سنن ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا:

"كَفٰى بِكَ اِثْمًا أَلَّا تَزَالَ مُخَاصِمًا"

تیرے گنہگار ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ تو ہمیشہ جھگڑتا اور مقدمہ کرتا رہے۔(۱)

حضرت علیؓ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ خصومتوں میں ہلاکت ہے۔

(فصل-۴۶) چبا چبا کر باتیں کرنے کی ممانعت:

چبا کر حلق سے الفاظ کی ادائیگی کرنا، یا الفاظ کی سجاوٹ اور خود ساختہ ادیبوں کی روش اختیار کرتے ہوئے، فصاحت و بلاغت کا تصنع یا مقفّی کلام کا تکلف کرنا مکروہ و مذموم ہے۔ عوام کو مخاطب کرتے وقت مقفی کلام کا تکلف، اعراب کی باریکی کی کھوج، اور غیر مانوس الفاظ کا استعمال مکروہ اور ناپسندیدہ ہے، عوام کو مخاطب کرتے ہوئے ایسے الفاظ استعمال کرنا چاہئے جسے لوگ واضح طور پر سمجھ لیں اور اس کا جملہ بوجھ نہ بنے۔

۱۰۸۴ - سنن ابی داؤد و ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَللّٰهُ يُبْغِضُ الْبَلِيغَ مِنَ الرِّجَالِ، الَّذِي يَتَخَلَّلُ بِلِسَانِهِ كَمَا تَتَخَلَّلُ الْبَقَرَةُ" (۲)

اللہ تعالیٰ بتکلف بلاغت جتانے والوں کو جو اپنی زبان گائے کے جگالی کرنے کی طرح چباتا اور موڑتا ہے ناپسند فرماتے ہیں۔

---

(۱) سنن ترمذی ۱۹۹۴، اسنادہ ضعیف، وقال الترمذی غریب)

(۲) سنن ابی داؤد ۵۰۰۵، سنن ترمذی ۲۸۵۳ وقال الترمذی حدیث حسن

۱۰۸۵ - صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تین بار ارشاد فرمایا :"هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ " باتوں میں غلو کرنے والے غارت ہوئے۔(۱)

۱۰۸۶ - سنن ترمذی میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

اِنَّ مِنْ اَحَبِّكُمْ اِلَيَّ وَاَقْرَبِكُمْ مِنِّيْ مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَحَاسِنَكُمْ اَخْلَاقًا وَاِنَّ مِنْ اَبْغَضِكُمْ اِلَيَّ وَاَبْعَدِكُمْ مِنِّيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الثَّرْثَارُوْنَ وَالْمُتَشَدِّقُوْنَ وَالْمُتَفَيْهِقُوْنَ "

میرے نزدیک سب سے محبوب لوگوں میں اور قیامت کے دن سب سے قریب وہ ہوگا جو اچھے اخلاق والا ہو، اور میرے نزدیک سب سے مبغوض و ناپسندیدہ اور قیامت کے دن مجھ سے سب سے دور واہی تباہی بک بک کرنے والا، چبا چبا کر باتیں کرنے والا اور مغرور شخص ہوگا۔

صحابہ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ثرثارون (خواہ مخواہ بک بک کرنے والے) اور متشدقون (چبا کر اور بتکلف حلق سے نکال کر تصنع سے باتیں کرنے والے) کا مطلب تو ہم سمجھ گئے مگر یہ "متفیہقون " کا مفہوم کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا، "المتکبرون "مغرور و متکبر۔(۲)

یاد رکھیں کہ خطبات و مواعظ کو اچھے الفاظ اور عمدہ اسالیب سے مزین کرنا اس مذمت میں داخل نہیں، بشرطیکہ اس میں حد سے زیادہ مبالغہ آرائی یا غریب و نامانوس الفاظ کا استعمال نہ کیا گیا ہو کیونکہ اس کا مقصد دلوں کو اللہ کی طاعت و بندگی پر آمادہ کرنا اور ابھارنا ہے، اور اس کے لئے عمدہ الفاظ اور بہتر تعبیر کی تاثیر سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

---

(۱) صحیح مسلم ۲۶۷۰

(۲) سنن ترمذی ۲۰۱۸، وقال الترمذی: حدیث حسن

(فصل-۴۷) عشاء کے بعد امور خیر کے علاوہ عام گفتگو مکروہ ہے:

ایسی باتیں کرنا جو عام حالات و اوقات میں مباح ہیں، عشاء کی نماز پڑھ لینے کے بعد مکروہ ہیں، (اور مباح کا مفہوم یہ ہے کہ اس کا کرنا یا نہ کرنا برابر ہو)۔ اور ایسی باتیں کرنا جو عام حالات میں مکروہ یا حرام ہیں، عشاء کے بعد اس میں مشغول ہونا کہیں زیادہ مکروہ یا حرام ہے۔

البتہ خیر کی باتوں میں کوئی کراہت نہیں بلکہ ایسا کرنا مستحب و مستحسن ہے، مثلاً علمی مذاکرہ کرنا، صالحین و بزرگان دین کے واقعات بیان کرنا، مکارم اخلاق کا تذکرہ کرنا، مہمانوں سے باتیں کرنا وغیرہ۔ اس کے جواز پہ بے شمار احادیث وارد ہوئی ہیں، اسی طرح کسی عذر یا ناگہانی صورتحال پیش آجانے کی وجہ سے باتوں میں مشغول ہونے میں کوئی حرج نہیں، اس کے جواز سے متعلق احادیث مشہور و معروف ہیں، ان میں سے چند کی طرف اختصار کے ساتھ ہم اشارہ کر رہے ہیں۔

۱۰۸۷ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز سے پہلے سونے اور اس کے بعد گپ کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔(۱)

وہ احادیث جس میں ضرورت کے پیش نظر اس کی اجازت ہے بے شمار ہیں مثلاً:

۱۰۸۸ - صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں عشاء کی نماز ادا کیا، پھر سلام پھیرنے کے بعد آپ نے فرمایا:

اَرَاَیْتَکُمْ لَیْلَتَکُمْ هٰذِهٖ فَاِنَّ عَلٰى رَاْسِ مِئَةِ سَنَةٍ لَا یَبْقٰى مِمَّنْ هُوَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ الْیَوْمَ اَحَدٌ۔ (۲)

کیا تم اپنی یہ رات دیکھ رہے ہو اس وقت روئے زمین پر جو بھی انسان ہے سو سال کے اختتام پر اس میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہیگا۔

---

(۱) بخاری ۵۶۸، مسلم ۶۴۷ (۲) بخاری ۵۶۴ مسلم ۲۵۳۷

۱۰۸۹ - صحیحین میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز کو نصف شب تک مؤخر کیا، پھر آپ نکل کر آئے، اور لوگوں کو نماز پڑھائی، نماز سے فراغت کے بعد آپ نے حاضرین سے فرمایا:

عَلٰی رِسْلِکُمْ اُعْلِمُکُمْ وَابْشِرُوا اَنَّ مِنْ نِعْمَۃِ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اَنَّہٗ لَیْسَ مِنَ النَّاسِ اَحَدٌ یُصَلِّیْ ھٰذِہِ السَّاعَۃَ غَیْرُکُمْ، او قال: مَاصَلّٰی اَحَدٌ ھٰذِہِ السَّاعَۃَ غَیْرُکُمْ" (۱)

آپ لوگ ذرا ٹھہریں، میں آپ کو بتاتا ہوں، آپ لوگوں کو خوشخبری ہو کہ تم پر اللہ کے انعامات میں سے ہے کہ تمہارے علاوہ کوئی بھی انسان اس وقت نماز ادا نہیں کر رہا ہے، یا یہ کہا کہ تمہارے علاوہ کسی نے بھی اس وقت نماز ادا نہیں کیا۔

۱۰۹۰ - صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ لوگ نبی کریم ﷺ کا (نماز عشاء کے لئے مسجد میں) انتظار کرتے رہے، آپ ﷺ نصف شب کے قریب آئے، لوگوں کو نماز پڑھایا، پھر آپ نے خطبہ دیا اور فرمایا:

اَلَا اِنَّ النَّاسَ قَدْصَلُّوْا وَرَقَدُوا وَاِنَّکُمْ لَنْ تَزَالُوْا فِی صَلَاۃٍ مَا انْتَظَرْتُمُ الصَّلَاۃَ (۲)

لوگ نماز پڑھ کر سو گئے، مگر آپ لوگ جب تک نماز کا انتظار کرتے رہے مسلسل نماز میں رہے۔

---

(۱) بخاری ۵۶۷، مسلم ۶۴۱

(۲) بخاری ۵۷۲

۱۰۹۱ - صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اپنی خالہ ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کے گھر رات گذارنے والی حدیث میں مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عشاء کی نماز ادا کیا پھر گھر میں داخل ہوئے، اور اپنی اہل خانہ سے باتیں کیا، اور فرمایا: "نام الغليم ؟" بچوا سو گیا؟ (غلیم علام کی تصغیر ہے پیار و محبت اور شفقت و اُلفت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، اور اس بچے سے مراد ابن عباس تھے جو اپنی خالہ کے پاس تھے)۔(۱)

۱۰۹۱/۱ - صحیحین میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ضیافت والی حدیث مروی ہے، جس میں مذکور ہے کہ عشاء کی نماز تک حضرت ابوبکر گھر سے باہر رہے، پھر وہ آئے اور مہمانوں اور اپنی بیوی بچوں سے باتیں کیں۔ (اس کا ذکر پہلے : حدیث نمبر: ۸۱۳ پر) آچکا ہے۔(۲)

اس طرح کی حدیثیں اور اس کی نظیریں بیشار ہیں جس کا حصر و استقصاء ممکن نہیں، جس قدر ذکر ہو گیا ثبوت کے لئے اتنا ہی کافی ہے، وللہ الحمد۔

(فصل-۴۸) عشاء کا نام عتمہ رکھنا :

مشہور صحیح احادیث کے پیش نظر عشاء کا نام "عتمہ" (اندھیرا) رکھنا مکروہ ہے۔

۱۰۹۲ - صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مغفلؓ مزنی سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لَا تَغْلِبَنَّكُمُ الْاَعْرَابُ عَلٰى اسْمِ صَلَاتِكُمُ المغرِبِ" تمہاری نماز مغرب کے نام پر بدویت غالب نہ آئے، پھر فرمایا، کہ اعرابی (دیہاتی بدو لوگ) اسے عتمہ کہتے ہیں۔

---

(۱) بخاری ۱۱۷، مسلم ۷۶۳

(۲) دیکھیں: بخاری ۶۰۲، مسلم: ۲۰۵۷

البتہ وہ احادیث جن میں عشاء کا نام "عتمہ" (اندھیرے کی نماز) ذکر کیا گیا ہے، اس کا دو جواب ہے۔ (۱) بیان جواز کے لئے، کہ یہ ممانعت تحریم کے لئے نہیں بلکہ کراہت تنزیہ کے لئے ہے۔ (۲) اس لفظ کے ذریعہ ان لوگوں کو مخاطب فرمایا، جن کے بارے میں یہ شک تھا کہ اگر عشاء کا لفظ استعمال کریں گے تو انہیں التباس پیدا ہوگا، کہ اس سے مراد عشاء ہے یا مغرب۔ (اور وہ احادیث جن میں عتمہ کا ذکر آیا ہے یہ ہے :

۱۰۹۳- "لو يَعْلَمُوْنَ مَافِي الصُّبْحِ وَالْعَتَمَةِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْحَبْوًا"

نماز فجر وعشاء کے فضائل وبرکات کا اگر انہیں علم ہو جائے تو گھٹنے کے بل چل کر ہی کیوں نہ آنا پڑے وہ اس کے لئے ضرور آئیں۔ (۱)

البتہ نماز فجر کو "صلاۃ الغداۃ" کہنے میں صحیح مذہب کے مطابق کوئی کراہت نہیں، بیشتر علماء شوافع نے اسے بھی مکروہ قرار دیا ہے، مگر وہ قول لغو اور ناقابل التفات ہے، مغرب وعشاء کو "عشائین" کہنے میں کوئی حرج نہیں، اسی طرح عشاء کو "عشاء اخیر" کہنا بھی درست ہے۔ اصمعی سے جو منقول ہے کہ "عشاء اخیر" نہ کہا جائے تو ان کی یہ رائے واضح طور پر غلط ہے کیونکہ :

۱۰۹۴ - صحیح مسلم میں مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

أَيُّمَا امْرَأَةٍ أَصَابَتْ بُخُوراً فَلَا تَشْهَدْ مَعَنَا الْعِشَاءَ الْآخِيرِ. (۲)

جس عورت کو خوشبو لگا ہو وہ ہمارے ساتھ عشاء اخیر میں شریک نہ ہو۔

اسی طرح صحیحین میں صحابہ کرام کی ایک جم غفیر جماعت سے اس طرح استعمال کرنا ثابت ہے، میں نے شواہد کے ساتھ اس کی وضاحت "تہذیب الاسماء واللغات" میں کی ہے وباللہ التوفیق

---

(۱) بخاری ۶۵۳، مسلم ۴۳۷

(۲) مسلم ۴۴۴

(موجودہ تہذیب کے نسخوں میں یہ موجود نہیں، ممکن ہے اسے حذف کردیا گیا ہو یا امام نووی سے سہو ہو رہا ہو)۔

(فصل-۴۹) راز افشار کرنے کی حرمت

کسی کا راز افشار کرنا ممنوع ہے اس کے بارے میں بکثرت احادیث وارد ہوئی ہیں اگر اس میں نقصان یا ایذار پہونچانے کا پہلو ہو تو حرام ہے۔

۱۰۹۵ - سنن ابی داؤد و ترمذی میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اِذَا حَدَّثَ الرَّجُلُ بِالْحَدِيْثِ ثُمَّ الْتَفَتَ فَهِيَ اَمَانَةٌ" (۱)

جب کوئی شخص کوئی بات کہے، پھر ادھر ادھر دیکھے، تو (اس کی بات تیرے پاس) امانت ہے۔

(یعنی بات کرنے والا کسی طرح کی کوئی بات کرنے کے بعد اگر اپنا رخ دوسری طرف پھیرتا ہے، پھر اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے یا بات کرتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھتا ہے تو سننے والے کے پاس اس کی یہ بات امانت ہے، افشار کرکے اسے ضائع یا اس میں خیانت نہ کرے، اور یہ حکم جب اس کی موجودگی کا ہے تو عدم موجودگی میں اس کا حکم کس قدر شدید ہوگا اندازہ کیا جاسکتا ہے)۔

(فصل-۵۰) بیوی کو مارنے کا سبب دریافت نہ کیا جائے:

کسی شخص سے اس طرح سوال کرنا کہ "بلاضرورت اس نے اپنی بیوی کو آخر کن وجوہ سے مارا، مکروہ ہے۔ زبان کی حفاظت کے باب میں صحیح احادیث ہم ذکر کرچکے ہیں کہ جس بات میں مصلحت نہ ہو اس سے خاموش رہنا ہی بہتر ہے۔

(۱) سنن ابی داؤد ۴۸۶۸، سنن ترمذی ۱۹۵۹، وقال الترمذی حدیث حسن

۱/۱۰۹۵ - سنن ترمذی کی حدیث (نمبر ۹۸۲/۲ پر) گذر چکی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

"مِنْ حُسنِ اِسْلامِ المرأ ترکه مَالَا يعنيه " (۱)

انسان کے اسلام کی خوبی لایعنی اور بے مقصد باتوں کو ترک کرنا ہے۔

۱۰۹۶ - سنن ابی داؤد، نسائی، وابن ماجہ میں حضرت عمر بن الخطاب ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لَا يُسْئَالُ الرجلُ فِيمَ ضَرَبَ امْرَأَتَهُ" (۲)

کسی شخص سے یہ نہ پوچھا جائے کہ کس بات کی وجہ سے اس نے اپنی بیوی کو زدوکوب کیا۔

(فصل-۵۱) شعرگوئی کا حکم :

۱۰۹۷ - مسند ابویعلی لموصلی میں بسند حسن حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے اشعار کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا :

"هُوَ كَلَامٌ حَسَنُهُ حَسَنٌ وَقَبِيحُهُ قَبِيحٌ " (۳)

وہ کلام ہے اچھا کلام اچھا اور برا کلام برا ہے۔

علماء کی رائے ہے کہ اشعار نثر ہی کی طرح ہے البتہ اس سے چپکے رہنا مذموم ہے، بہت سی صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے اشعار سنا اور حضرت حسان بن ثابت ؓ کو کفار کے ہجو میں اشعار کہنے کا حکم دیا۔

---

(۱) سنن ترمذی ۲۳۱۷

(۲) ابوداؤد ۲۱۴۷، تحفہ ۱۴۰۷، بحوالہ سنن کبری للنسائی ابن ماجہ ۱۹۸۶، حدیث صحیح

(۳) مسند ابویعلی ۴۷۶۰/۸

۱۰۹۸ - نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا "اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِکْمَۃً " بلاشبہ بعض اشعار حکمت لئے ہوتے ہیں۔(۱)

۱۰۹۹ - نبی کریم ﷺ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا :

لَاَنْ یَمْتَلِیْ جَوْفُ اَحَدِکُمْ قَیْحاً خَیْرٌلَہٗ مِنْ اَنْ یَمْتَلِیْ شِعْراً. (۲)

تم میں سے کسی کے پیٹ کا پیپ اور فاسد مادوں سے بھرنا، شعر سے بھرنے سے بہتر ہے۔

یہ دونوں اسی طرح ہے جس کا پہلے ذکر ہوا کہ اچھا کلام اچھا اور برا کلام برا ہے۔

(فصل-۵۲) فحش و بدگوئی کی ممانعت :

ممنوعاتِ شرعیہ میں سے ایک فحش کلامی اور بدزبانی ہے اس سے متعلق بے شمار صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں، جو مشہور معروف ہیں، اور اس کا مفہوم ہے قبیح و بری باتوں کو اگرچہ وہ صحیح ہوں اور بولنے والا سچا ہو، صریح الفاظ میں زبان سے ادا کرنا۔ واقعات وصورتحال کے بیان میں عام طور پر ایسا ہوتا ہے، اس کے لئے اشاروں کنایوں کا استعمال اور خوبصورت تعبیر کا اس طرح استعمال کرنا مناسب ہے کہ مفہوم و مطلوب سمجھ میں آجائے، قرآن وسنت مطہرہ کا یہی اسلوب ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

اُحِلَّ لَکُمْ لَیْلَۃَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَائِکُمْ (النساء : ۱۸۷)

حلال ہوا تم کو روزہ کی رات میں بے حجاب ہونا اپنی عورتوں سے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

(۱) بخاری ۶۱۴۵، ابوداؤد ۵۰۱۰
(۲) بخاری ۶۱۵۵، مسلم ۲۲۵۷

وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ (النساء: ۲۱)

اور کیوں کر اسکو لے سکتے ہو اور پہنچ چکا ہے تم میں کا ایک دوسرے تک۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ (البقرہ : ۲۳۷)

اور اگر طلاق دو ان کو ہاتھ لگانے سے پہلے۔

اس کے علاوہ بھی بے شمار آیاتِ قرآنی اور صحیح احادیث نبویہ اس طرح کی موجود ہیں، حضراتِ علماء فرماتے ہیں کہ اس طرح کے اُمور میں جہاں صریح نام کے ذریعہ اسے ذکر کرنا حیا کے تقاضوں کے منافی ہو مناسب ہے کہ ایسے اشارات و کنایات استعمال کئے جائیں، جو سمجھ سے قریب تر ہوں ـــــ لہٰذا عورت سے جماع کرنے کی تعبیر کنایۃً ملنے، دخول کرنے، ہم بستر ہونے وغیرہ سے کی جائے، اس کے لئے جماع کرنا، وطی کرنا وغیرہ صریح الفاظ استعمال نہ کئے جائیں۔

اسی طرح پیشاب و پاخانہ کو الفاظ کنائی میں تعبیر کرتے ہوئے قضاء حاجت، آب دست، بیت الخلاء، طہارت وغیرہ کہا جائے، اسے صریح الفاظ میں پاخانہ کرنا، پیشاب کرنا وغیرہ نہ کہا جائے۔ دیگر تمام اشیاء جو اس قبیل کی ہیں، اسی طرح صریح الفاظ کے بجائے کنایوں میں ذکر کی جائیں۔

یاد رکھیں کہ یہ اس وقت ہے جبکہ صریح الفاظ کے استعمال کی ضرورت نہ ہو، البتہ اگر تعلیم یا توضیح و تشریح کے لئے اس کی ضرورت محسوس ہو اور اندیشہ ہو کہ مخاطب کنائی یا مجازی الفاظ کو نہیں سمجھے گا، یا غلط سمجھے گا، تو پھر صریح الفاظ کا ہی استعمال کرنا بہتر ہے، تاکہ مخاطب واقعہ کے مطابق اسے اچھی طرح سمجھ لے۔

احادیث میں جہاں کہیں صریح الفاظ استعمال ہوئے ہیں، اسے اسی گذشتہ حاجت پہ محمول کیا جائے گا، کیونکہ حصول فہم اور مقصود کا ادراک ادب کی رعایت سے کہیں زیادہ بہتر و مقدم ہے، وباللہ التوفیق۔

۱۱۰۰ - سنن ترمذی میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا اللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِيِّ "(۱)

مومن بہت زیادہ طعنے دینے والا، بہت زیادہ لعنت کرنے والا، بدزبان اور بدکردار نہیں ہوتا۔

۱۱۰۱ - سنن ترمذی وابن ماجہ میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا كَانَ الْفُحْشُ فِيْ شَيْئٍ اِلَّا شَانَهُ، وَمَا كَانَ الْحَيَاءُ فِيْ شَيْئٍ اِلَّا زَانَهُ " (۲)

کسی بھی چیز میں بے حیائی اسے معیوب بنادیتا، اور کسی بھی چیز میں حیاء سے مستحسن بنادیتا ہے۔

(فصل-۵۳) برالوالدین :

والدین یا ان کے ہم مرتبہ بزرگوں کو ڈانٹنا یا جھڑکنا مغلظ ترین حرام ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا،

---

(۱) سنن ترمذی ۱۹۷۷، وقال الترمذی: حدیث حسن

(۲) سنن ترمذی ۱۹۷۴، ابن ماجہ ۴۱۸۵، وقال الترمذی: حدیث حسن

اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا، وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّیَانِی صَغِیْرًا " (الاسراء : ۲۳-۲۵)

اور حکم کر چکا تیرا رب کہ نہ پوجو اُس کے سوا، اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو، اگر پہونچ جائے، تیرے سامنے بڑھاپے کو ایک اُن میں سے یا دونوں، تو نہ کہہ ان کو ہوں اور نہ جھڑک ان کو، اور کہہ اُن سے بات ادب کی اور جھکا دے ان کے آگے کندھے عاجزی کر کے نیاز مندی سے اور کہہ، اے رب ان دونوں پر اپنا رحم کر جیسا پالا انہوں نے مجھ کو چھوٹا سا۔

۱۱۰۲ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مِنَ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَیْهِ قَالُوا : یَارَسُولَ اللّٰهِ وَهَلْ یَشْتُمُ الرَّجُلُ وَالِدَیْهِ؟ قَالَ نَعَمْ یَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ فَیَسُبُّ اَبَاهُ وَیَسُبُّ اُمَّهُ فَیَسُبُّ اُمَّهُ. (۱)

کبیرہ گناہوں میں سے ہے، انسان کا اپنے والدین کو گالی دینا، صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا کوئی اپنے والدین کو گالی بھی دے سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، وہ کسی کے باپ کو گالی دیگا تو وہ اس کے باپ کو گالی دیگا، وہ کسی کی ماں کو گالی دیگا تو وہ اس کی ماں کو گالی دیگا۔

(۱) صحیح بخاری ۵۹۷۳، مسلم ۹۰

۱۱۰۳ - سنن ابی داؤد و ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میرے نکاح میں ایک عورت تھی، میں اس سے محبت کرتا تھا اور (میرے والد) عمر اسے ناپسند کرتے تھے، انہوں نے (میرے والد حضرت عمرؓ نے) مجھ سے کہا کہ میں اسے طلاق دے دوں، میں نے انکار کیا، تو حضرت عمرؓ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کا ذکر کیا، تو نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: "طلقها" اسے طلاق دیدو۔(۱)

(باب-۱۹)

جھوٹ کے اقسام اور اس کی ممانعت :

اجمالی طور پر جھوٹ کی حرمت پر کتاب وسنت کی نصوص بھری پڑی ہیں، جھوٹ گناہوں میں سب سے قبیح اور عیب میں سب سے بدتر ہے، ظاہری نصوص کے علاوہ اس کی حرمت پہ اُمت کا اجماع واتفاق ہے، اس لئے قائلین تحریم کے اقوال نقل کرنے کی ضرورت نہیں، اہم چیز اس جھوٹ کا بیان ہے جو اس تحریم سے مستثنیٰ ہے اور جس کی باریکی پر متنبہ کرنا ضروری ہے، جھوٹ سے نفور کے لئے صرف یہ ایک حدیث کافی ہے جس کی صحت پر سبھوں کا اتفاق ہے۔

۱۱۰۴ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

آيَةُ الـمـنـافـقِ ثـلاثٌ اذا حَـدَّثَ كَذَبَ وإذا وَعَدَ أَخلَفَ وَإذَا أُوتُمِنَ خانَ " (۲)

منافق کی علامتیں تین ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھا جائے تو اس میں خیانت کرے۔

---

(۱) دیکھیں: سنن ابی داؤد ۵۱۳۸، ترمذی ۱۱۸۹، وقال الترمذی: حدیث حسن صحیح۔
(۱) صحیح بخاری ۳۳، مسلم ۵۹

۱۱۰۵ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصاً وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْ نِفَاقٍ حَتّٰى يَدَعَهَا اِذَا أُوْتُمِنَ خَانَ ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ "(۱)

چار باتیں جس کے اندر بھی ہوں وہ پکا منافق ہے، اور جس کے اندر اُن چار میں سے کوئی ایک خصلت ہو تو اس کے اندر نفاق کی ایک خصلت ہے، تا آنکہ وہ اسے ترک کردے، (اور وہ چار یہ ہیں) جب امانت رکھا جائے تو وہ اس میں خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب عہد کرے تو اسے توڑے، اور جب جھگڑے تو گالی گلوج کرے۔

مسلم کی روایت میں " اِذَا اُوْتُمِنَ خَانَ " کی جگہ "اذا وعدا خلف " ہے کہ جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے۔

وہ جھوٹ جو اس سے مستثنٰی ہے:

۱۱۰۶ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت اُم کلثومؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا:

لَيْسَ الكَذَّابُ الذى يُصلِحُ بَيْنَ النَّاسِ فَيَنْمِيْ خَيراً اَوْيَقُوْلُ خيراً"(۱)

(۱) صحیح بخاری ۳۴، صحیح مسلم ۵۸ (۲) صحیح بخاری ۲۶۹۲، مسلم ۲۶۰۵

وہ شخص جھوٹا نہیں جو دو آدمیوں کے درمیان صلح کرائے اور خیر و بھلائی
کی بات پہونچائے، یا یہ کہا کہ: خیر کی بات کہے۔

حدیث کی اتنی مقدار صحیحین میں ہے، البتہ مسلم کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے:

قَـالَـتْ اُم کـلـثـوم وَلَمْ اَسْمَعْهُ یرخص فی شیئٍ مما یقولُ
الـنـاس الا فی ثلاثٍ یعنی الحربَ والاِ صْلَاحَ بَیْنَ النَّاسِ ،
وحدیث الرجلِ لِامرأته والمرأۃ لزوجھا"

حضرت ام کلثوم فرماتی ہیں: میں نے آپ ﷺ کو کسی ایسے جھوٹ کی
اجازت دیتے نہیں سنا جو لوگ بولتے ہوں، سوائے تین موقعوں کے
یعنی جنگ میں، دو شخص کے درمیان صلح کرانے میں، اور شوہر کا بیوی
سے یا بیوی کا شوہر سے۔

الغرض مصلحت کے پیش نظر بعض جھوٹ کی اباحت کے بارے میں یہ صریح حدیث واضح دلیل ہے، علماء نے ان تمام مباح جھوٹوں کو شمار کیا ہے اور سب سے بہتر حصر و شمار وہ جسے امام غزالی نے اپنی کتاب الاحیاء (۳/۱۳۷) میں کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

"کلام مقاصد تک پہونچنے کا وسیلہ ہے اور بہتر مقصد تک جھوٹ کے ذریعہ ہو یا سچ کے ذریعہ پہونچا جا سکتا ہے، گفتگو میں بلا ضرورت جھوٹ حرام ہے، کیونکہ اس کی ضرورت نہیں، اور اگر اچھے مقصد تک رسائی جھوٹ ہی سے ممکن ہو، سچ کے ذریعہ ممکن نہ ہو تو جھوٹ بولنا مقصد کے مباح ہونے کی صورت میں مباح، اور واجب ہونے کی صورت میں واجب ہے۔

اگر کوئی مسلمان کسی ظالم سے چھپا ہو اور اس کے بارے میں دریافت کیا جائے تو اس کو چھپانے کے لئے جھوٹ بولنا واجب ہے، اسی طرح اگر کسی کے پاس امانت و ودیعت ہو اور کوئی ظالم اسے لینے کے لئے اس کے بارے میں دریافت کرے تو اسے چھپاتے ہوئے جھوٹ بولنا

واجب ہے، اگر اس نے اس کے سامنے اس کا تذکرہ کردیا، اور اس نے اس سے زبردستی لے لیا تو اس پر تاوان واجب ہوگا ـــــ اگر بتانے کے لئے اس سے قسم لیا جائے تو وہ چھپانے کے لئے قسم کھالے اور اپنی قسم میں توریہ کرلے، (اصل بات چھپا کر دوسری بات ظاہر کرنے کو توریہ کہتے ہیں) اور اگر اس نے توریہ نہ کیا اور جھوٹی قسم کھالیا، تو اس کا یہ عمل ممدوح و مستحسن ہوگا، مگر وہ حانث ہوجائیگا، ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ حانث نہیں ہوگا۔

اسی طرح اگر جنگی مقاصد، یا دو آدمیوں کے درمیان صلح کرانا یا جنایت معاف کرانے کے لئے زیادتی سے دوچار ہونے والے شخص کے دل کو اس کے لئے آمادہ کرنا مقصود ہو، اور یہ مقصد جھوٹ ہی سے حاصل ہوسکتی ہو تو اس وقت جھوٹ بولنا حرام نہیں۔

یہ اس وقت ہے جبکہ مقصد کا حصول جھوٹ کے علاوہ کسی اور طریقہ سے ممکن نہ رہے۔
ان تمام صورتوں میں احتیاط اسی کے اندر ہے کہ جھوٹ بولتے وقت توریہ کرے، اور توریہ کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے الفاظ میں کسی ایسے صحیح مقصد کا رادہ کرے جو اس کے خیال و ارادے میں جھوٹ نہ ہو، خواہ اس کی ظاہری صورت جھوٹ کی ہو۔

اور اگر اس نے اس صحیح مقصد کا ارادہ نہ کیا اور جھوٹے الفاظ ادا کئے تو اس مقام پر یہ جھوٹ حرام نہیں ہوگا، امام غزالی مزید فرماتے ہیں: "اسی طرح ہر وہ غرض جس سے کوئی صحیح مقصد متعلق ہو، خواہ اس کا تعلق اس کی ذات سے ہو یا کسی اور کی ذات سے ـــــ وہ غرض جو اس کی ذات سے متعلق ہے، اس کی مثال یوں ہے کہ کوئی ظالم اسے پکڑ لے اور اس کا مال چھیننے کے لئے اس سے مال کے بارے میں دریافت کرے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اس کا انکار کردے، یا کوئی حاکم وقت ایسی برائی کے ارتکاب کے بارے میں دریافت کرے جو اس کے اور اللہ کے درمیان ہے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اس کا انکار کردے، مثلاً کہہ دے کہ میں نے زنا نہیں کیا،

میں نے شراب نوشی نہیں کی وغیرہ۔ اپنے اقرار سے رجوع کرنے کی تلقین کے بارے میں متعدد احادیث معروف و مشہور ہیں کہ جس نے ایسے جرم کا اقرار کیا جس پر حد جاری ہوتا ہے تو آپ ﷺ نے اس اقرار سے رجوع کر لینے کی تلقین کی۔

وہ غرض جو دوسرے کی ذات سے متعلق ہو اس کی مثال یوں ہے کہ کسی سے اس کے بھائی یا دوست احباب وغیرہ کا کوئی راز دریافت کیا جائے، جس کے بتانے سے اسے نقصان پہونچنے کا خطرہ ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اس کا انکار کرے۔

انسان کو چاہئے کہ ان حالات میں جھوٹ کی برائی اور سچ بولنے پر مرتب ہونے والی برائی کے درمیان موازنہ کرے، اگر سچ کی برائی زیادہ ہو تو ایسی صورت میں اسے جھوٹ بولنا چاہئے، اور اگر اسی کے برعکس ہو یا شک ہو تو سچ ہی بولے، جھوٹ بولنا حرام ہوگا۔ اور جس جگہ جھوٹ بولنا جائز ہے اس کا تعلق اگر اس کی ذات سے ہے تو مستحب یہ ہے کہ جھوٹ نہ بولے اور اگر اس کا تعلق دوسروں سے ہے تو دوسروں کے حق میں چشم پوشی جائز نہیں، (یعنی اس کے لئے جھوٹ بولنا ہی بہتر ہے)

اور جس جگہ جھوٹ بولنا جائز ہے وہاں احتیاط اسی میں ہے کہ جھوٹ نہ بولے، البتہ جہاں واجب ہے وہاں جھوٹ بولنا ہی متعین ہے ـــــ یاد رکھیں کہ اہل سنت والجماعت کے مذہب میں جھوٹ نام ہے خلاف واقعہ بات کی خبر دینے کا، خواہ یہ خبر بالقصد دی جائے، یا نادانی وجہالت میں، ہاں نادانی وغفلت کی صورت میں گنہگار نہیں ہوگا، جبکہ قصد وعمد کی صورت میں گنہگار ہوگا۔ صرف جان بوجھ کر ہی بولنے میں گنہگار ہونے اور جہالت و نادانانی کی صورت میں گنہگار نہ ہونے کی دلیل نبی کریم ﷺ کا کذب کو تعمد کے ساتھ مقید کرنا ہے۔

۱۱۰۷- صحیح بخاری میں مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَه مِنَ النَّارِ" (۱)

جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ گڑھا اسے چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

(باب-۲۰)

سنی سنائی باتوں کو نقل کرنے کی ممانعت :

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْؤُلًا . (الاسراء:۳۶)

اور نہ پیچھے پڑ جس بات کی خبر نہیں تجھ کو بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب کی ان سے پوچھ ہوگی۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيد " (قٓ : ۱۸)

نہیں بولتا کچھ بات جو نہیں ہوتا اس کے پاس ایک نگہبان تیار (لکھنے کے لئے)۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

"إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَاد" (الفجر : ۱۴) بیشک تیرا رب لگا ہے گھات میں۔

۱۱۰۸ - صحیح مسلم میں جلیل القدر تابعی حضرت حفص بن عاصم حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

---

(۱) بخاری ۱۲۹۱، مسلم ۳

"كَفٰى بِالْمُرِ أَكَذِبًا اَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَاسَمِعَ" (۱)

انسان کے جھوٹے ہونے کے لئے کافی ہے کہ وہ ہر اس بات کو نقل کرے جو اس کے کان میں پڑے۔

امام مسلم نے دو سندوں سے اس کی روایت کی ہے، ایک موصولاً اور ایک مرسلاً، موصولاً جیسا کہ اوپر آیا: عن حفص بن عاصم، عن ابی هريرة عن النبی ﷺ، قال: اور مرسلاً یوں ہے، عن حفص عن عاصم بن النبی ﷺ، قال: اس میں ابو ہریرہؓ کا ذکر نہیں ہے اس لئے وہ روایت جس میں صحابی کا ذکر ہے، مقدم رہے گا، کیونکہ ثقہ کی زیادتی مقبول ہوا کرتی ہے، یہی صحیح وراجح مذہب ہے، جس کے قائل تمام ائمہ فقہ وحدیث اور علماء اصول ومحققین ہیں، یعنی جب کوئی حدیث دو سندوں سے مروی ہو اور ایک مرسل اور دوسری متصل ہو تو اتصال والی کو ترجیح دیجاتی اور اس کی صحت کا فیصلہ کیا جاتا ہے اور احکام وغیر احکام تمام امور میں اس سے احتجاج کیا جاتا ہے، واللہ اعلم۔

۱۱۰۹ - صحیح مسلم میں حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں:

بِحَسْبِ الْمَرْءِ مِنَ الْكَذِبِ اَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَاسَمِعَ" (۲)

انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے کافی ہے کہ وہ جو سنے تمام باتوں کو بیان کردے۔

صحیح مسلم ہی میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے، جہاں تک آثار صحابہ کی بات ہے وہ بھی بے شمار ہیں۔

۱۱۱۰ - سنن ابی داؤد میں بسند صحیح حضرت ابو مسعود یا حذیفہ بن الیمانؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا: بِئْسَ مَطِيَّةُ الرَّجُلِ "زَعَمُوا" انسان کی

(۱) صحیح مسلم: ۵ (۲) صحیح مسلم ۵، حدیث موقوف علی عمر لکنہ بمعنی المرفوع

بدترین سواری ''گمان کرتے ہیں'' کہنا ہے۔(۱)

امام خطابی اپنی کتاب معالم السنن (۵/۴۶) میں فرماتے ہیں: اس حدیث کی اصل یہ ہے کہ انسان جب کسی ضرورت سے کوچ کرنے اور کسی شہر کو جانے کا ارادہ کرتا ہے تو سواری پہ سوار ہوتا پھر روانہ ہوتا ہے یہاں تک کہ اپنی حاجت کو جا ملتا اور منزل مقصود کو پہنچ جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے نبی نے اسی سے تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا کہ جو انسان اپنی بات سے پہلے پوری بات نقل کرنے کی کوشش کرتا ہے، اس نے گویا بدترین سواری کا انتخاب کیا، اس کے اندر، ''زعموا'' (لوگ گمان کرتے ہیں) کو ''مطیہ'' (سواری) سے تشبیہ دی گئی ہے اور ''لوگ گمان کرتے ہیں'' ایسی بات کے لئے کہا جاتا ہے جو بلا سند اور غیر محقق ہو، یوں ہی بات پہونچانے اور نقل کرنے کے لئے اس کا استعمال کیا جاتا ہے۔

الغرض نبی کریم ﷺ نے اس طرح کی باتیں بیان کرنے اور نقل کرنے کی مذمت فرمایا، اور حکم دیا کہ جو بات نقل کی جائے اس کی صحت وصداقت کی توثیق پہلے کرلی جائے، اور جب تک وہ بات پائے ثبوت کو نہ پہونچ جائے اسے نقل کرنے سے پرہیز کیا جائے، اور ''لوگوں کے گمان'' کا سہارا لیکر دوسروں سے وہ بات نقل نہ کی جائے۔ (یہ امام خطابی کا قول ہے) واللہ اعلم''

(باب-۲۱)

تعریض وتوریہ :

یادرکھیں کہ یہ باب اہم بابوں میں سے ایک ہے، کیونکہ اس کا استعمال بہت زیادہ ہوتا اور عام طور پر لوگ اس میں مبتلا رہتے ہیں، اس لئے اس جگہ اس کی تحقیق ووضاحت کردینا مناسب ہے۔ اس سے واقفیت حاصل کرلینے کے بعد لوگوں کو چاہئے کہ اس پر غور کریں

---

(۱) ابوداؤد ۴۹۷۲ حدیث مرسل

اوراس کے مطابق عمل کریں، جھوٹ کے مغلظ ترین حرام ہونے اور زبان کی آفتوں سے متعلق امور کا بیان پہلے آچکا ہے، یہ باب اس سے تحفظ کی کڑی اور بچاؤ کا ایک راستہ ہے۔

یادرکھیں کہ تعریض وتوریہ کا مفہوم یہ ہے کہ ایسا لفظ بولا جائے جس کا مفہوم ظاہر وواضح ہو مگر اس سے ایک دوسرا مفہوم جو اس کے اندر مخفی ہو مراد لیا جائے، اور وہ مخفی مفہوم ظاہری مفہوم کے برخلاف ہو، اور یہ التباس پیدا کرنے اور دھوکہ میں مبتلا رکھنے کی ایک قسم ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ مخاطب کو دھوکا دینے میں اگر کوئی راجح شرعی مصلحت ہو یا کوئی ایسی ضرورت ہو جہاں جھوٹ سے مفر نہیں تو مکروہ ہے حرام نہیں، الا اینکہ باطل کا حصول یا حق کی پامالی پائی جائے، تو ایسی صورت میں حرام ہوگا، یہی اس باب کا خلاصہ ہے۔

اس سے متعلق مختلف احکام ماثور ہیں، بعض آثار اس کی اجازت دیتی اور بعض اس کی ممانعت کرتی ہیں، مگر وہ اسی مفہوم پہ محمول ہیں، جس کی وضاحت میں نے ابھی کی۔ وہ آثار جو ممانعت میں وارد ہوئی ہیں، یہ ہیں :

۱۱۱۱ - سنن ابی داؤد میں بسندِ ضعیف حضرت سفیان بن اسیدؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا :

كُبُرَتْ خِيَانَةً اَنْ تُحَدِّثَ اَخَاكَ حَدِيْثًا هُوَلَكَ بِهٖ مُصَدِّقٌ وَاَنْتَ بِهٖ كَاذِبٌ "(۱)

باعتبار خیانت کے بڑی بات ہے کہ تم اپنے بھائی سے ایسی بات کہو جس میں وہ تو تمہاری تصدیق کرے اور تم اس بات میں جھوٹے ہو۔

نوٹ : امام ابوداؤد نے اس حدیث کی تضعیف نہیں کی ہے، اس لئے ممکن ہے یہ حدیث ان کے نزدیک حسن درجہ کی ہو، مگر فی الواقع یہ حدیث ضعیف ہے)

---

(۱) ابوداؤد ۴۹۷۱

حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ سے ان کا یہ قول منقول ہے: ''کلام اس سے وسیع ہے کہ کوئی ذی عقل جھوٹ بولے'' یعنی بات کے طریقے بہت وسیع ہیں اور توریہ، کنایہ وتعریض کے رہتے ہوئے انسان کے لئے جھوٹ سے بچنے کی گنجائش موجود ہے۔

مباح تعریض کی مثال امام نخعیؒ کے بقول اس طرح ہے: ''جب کسی انسان کو تیرے بارے میں کوئی ایسی بات معلوم ہو جس کا اظہار تم سے ہوا ہو تو کہو ''اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَاقُلْتُ مِنْ ذٰلِكَ مِنْ شَيْئٍ'' اللہ جانتا ہے جو میں نے اس طرح کی باتیں کہیں، یا اللہ جانتا ہے کہ میں نے اس طرح کی باتیں نہیں کی، ''ماقلت'' میں ''ما'' کا معنیٰ ''جو'' بھی ہوسکتا ہے اور ''نہیں'' بھی (یعنی ما موصولہ بھی ہوسکتا ہے اور نافیہ بھی) اس جملہ سے سننے والے کو ''نہیں'' کا وہم ہوگا، جبکہ آپ کی مراد یہ ہوگی کہ جو بات میں نے کہا ہے اللہ اسے جانتا ہے۔''

امام نخعی فرماتے ہیں: ''اپنے لڑکے سے مت کہو ''کیا تیرے لئے شکر (مٹھائی) خرید لوں'' بلکہ کہو ''کیا خیال ہے اگر میں تیرے لئے شکر (مٹھائی) خریدلوں''۔۔۔۔ امام نخعی سے جب کوئی صاحبِ طلب کچھ طلب کرتا تو آپ بچے سے کہتے ''اسے کہہ دو، وہ چیز مسجد میں مانگے''

کسی شخص کا قول ہے کہ اس کے والد سے پہلے کسی وقت گھر سے نکلے تو دیکھا کہ امام شعبی دائرہ بنارہے ہیں، اور بچی سے کہہ رہے ہیں اس دائرہ میں انگلی رکھ کر کہو ''وہ اس جگہ نہیں ہیں'' اسی طرح جسے کھانے کی دعوت ہو اس کا عام طور پر یہ کہنا بھی ہے کہ ''میں نیت کئے ہوا ہوں'' اور اس سے وہ دوسروں کو وہم میں مبتلا کررہا کہ گویا وہ روزے کی نیت کئے ہوا ہے، حالانکہ اس کی مراد اس سے یہ ہوتی ہے کہ وہ کھانا نہ کھانے کی نیت کئے ہوا ہے۔

اسی طرح اگر کوئی کہے: ''ابصرت فلانا؟'' کیا تم نے فلاں کو دیکھا ہے؟ تو آپ جواب میں کہیں ''مارأيته'' اس کا دو معنی ہے ایک یہ کہ میں نے اسے نہیں دیکھا، اور دوسرا یہ کہ میں نے اس

کے پھیپھڑے پر نہیں مارا"

اسی طرح اس کی اور بھی نظیریں ہر زبان میں بے شمار ہیں، اگر ان باتوں میں سے کسی میں توریہ کرتے ہوئے قسم کھائے تو حانث نہیں ہوگا، خواہ اللہ کی قسم کھائے یا طلاق کی یا کسی اور چیز کی، اگر طلاق کی ہے تو طلاق واقع نہیں ہوگی ــــــ یہ اس وقت ہے جبکہ مقدمات میں قاضی اس سے قسم نہ لے رہا ہو، اور اگر مقدمات میں قاضی اس سے حلف لے تو قسم میں قاضی کی نیت کا اعتبار ہوگا، اور طلاق میں قسم کھانے والے کی نیت کا، کیونکہ طلاق کی قسم لینا قاضی کے لئے جائز نہیں، لہٰذا اس میں اس کی حیثیت عام لوگوں جیسی ہوگی۔

امام غزالی اپنی کتاب الاحیار (۱۴۰۳) میں فرماتے ہیں: "حرام جھوٹ جس سے فسق لازم آتا ہے، اس میں سے ایک وہ قول ہے جس کی عام طور پر لوگوں کو عادت ہے کہ مبالغہ کے لئے کہتے ہیں "میں نے سو بار تم سے کہا"، "میں سو بار تم سے مانگ چکا ہوں" اس سے تعداد بتانا مقصود نہیں ہوتا، بلکہ مبالغہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اگر اس نے ایک بار ہی طلب کیا تھا تو وہ جھوٹا ہے اور اگر اس نے ایک سے زائد کئی بار طلب کیا تو عرف عام میں اگر اس کا اطلاق بہت زیادہ طلب کرنے پر ہوتا اور عام طور پر لوگ اتنا زیادہ طلب نہیں کرتے تو وہ گنہگار نہیں ہوگا، اگرچہ اس کی تعداد و تکرار سو کو نہ پہونچی ہو۔

پھر اس کے درمیان کئی درجات و مراتب ہیں، جس کے اندر مبالغہ کرنے والا بسا اوقات جھوٹ میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ (امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں:

مبالغہ کے جواز کی دلیل، اور یہ کہ اس کا شمار جھوٹ میں نہیں ہوسکتا یہ ہے۔

۱۱۲ - صحیح مسلم میں مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَمَّـا اَبُـو الْـجَهْمِ فَلَا يَضَعُ الْعَصَاعَنْ عَاتِقِهِ، وَاَما مُعَاوِيَةُ فَلَا

مَالَ لَهٗ. (۱)

رہی بات ابوجہم کی تو وہ اپنی چھڑی کندھے سے جدا نہیں کرتا، (یعنی اپنی بیوی کی ہمیشہ پٹائی کرتا رہتا ہے) البتہ معاویہ کے پاس مال نہیں (وہ مسکین ہے)

(باب-۲۴۳)

بدگوئی کرنے والوں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :

"وَاِما ینزغَنَّكَ مِن الشیطانِ نزغٌ فاستعذ باللہ".

(فصلت : ۳۹)

اور جو کبھی چوک لگے تجھ کو شیطان کے چوک لگانے سے تو پناہ پکڑ اللہ کی۔

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِنَ الشیطانِ تَذَكَّرُوا ، فَاِذَاهُم مُبْصِرُوْنَ " (اعراف ۲۰۱)

جن کے دل میں ڈر ہے جہاں پڑ گیا ان پر شیطان کا گذر چونک گئے پھر اسی وقت ان کو سوجھ آجاتی ہے۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ، ذَكَرُوا اللّٰهَ، فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ، وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ، وَلَمْ

---

(۱) صحیح مسلم ۱۴۸۰، یہ حدیث پہلے نمبر: ۹۹۷ پہ آچکی ہے

يُصِرُّوا عَلٰى مَافَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ اُولٰئِكَ جَزَاءُ هُمْ مغفرةٌ مِن رَّبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِيْنَ۔ (آل عمران:۱۳۶-۱۳۵)

اور وہ لوگ کہ جب کر بیٹھیں کچھ گناہ یا برا کام کریں اپنے حق میں تو یاد کریں اللہ کو اور بخشش مانگیں اپنے گناہوں کی، اور کون ہے بخشنے والا سوا اللہ کے اور اڑتے نہیں اپنے کئے پر اور وہ جانتے ہیں، انہی کی جزا ہے بخشش ان کے رب کی اور باغ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ رہیں گے وہ لوگ ان باغوں میں، اور کیا خوب مزدوری ہے کام کرنے والوں کی۔

۱۱۱۴۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِي حَلِفِهٖ بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰى، فَلْيَقُلْ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهٖ تَعَالَ، اُقَامِرُكَ: فَلْيَتَصَدَّقْ."(۱)

جس نے قسم کھایا اور اپنی قسم میں لات وعزیٰ کا نام لیا تو اسے "لا الٰہ الا اللہ" کہنا چاہئے، اور جس نے اپنے ساتھی سے کہا، آجوا کھیلیں تو اسے صدقہ کرنا چاہئے۔

یاد رکھیں کہ جس نے زبان سے ایسی بات ادا کی جس کا ادا کرنا حرام تھا، یا کوئی حرام کام کیا تو اس پر بعجلت توبہ کرنا واجب ہے، اور توبہ کے تین ارکان ہیں: ایک یہ کہ فوراً اس معصیت سے دست بردار ہو۔ دوسرا یہ کہ اپنے کئے پر نادم وپشیماں ہو، اور تیسرا یہ کہ آئندہ نہ کرنے کا پختہ

(۱) بخاری ۶۰۴۸۶، مسلم، ۱۶۴۷

ادارہ وعزم ہو، اگر اس معصیت کا تعلق حقوق العباد سے ہو تو اس کے ساتھ ایک چوتھی شرط بھی ہوگی اور وہ یہ کہ اس کا حق اسے واپس کرے، یا اس سے اپنی برارت حاصل کرے۔ اور اس کا بیان پہلے آچکا ہے۔

اگر وہ کسی گناہ سے توبہ کر رہا ہے تو اسے چاہئے کہ تمام گناہوں سے توبہ کرے اور اگر وہ کسی مخصوص گناہ سے توبہ پر اکتفار کرتا ہے تو اس کی توبہ درست ہے، اگر اس نے کسی گناہ سے سچی توبہ کرلی پھر دوبارہ وہی گناہ سرزد ہوا تو وہ دوبارہ گنہگار ہوگا اور دوبارہ اس سے توبہ کرنا اس پر واجب ہوگا، اور پہلا توبہ باطل نہیں ہوگا، یہ اہل سنت والجماعہ کا مذہب ہے، ان دونوں مسئلوں میں فرقۂ معتزلہ کا اختلاف ہے۔ واللہ اعلم

(باب-۲۴)

بعض ایسے کلمات جس کی کراہت علمار کی ایک جماعت سے منقول ہے، حالانکہ وہ مکروہ نہیں ہے:

اس بات کو ذکر کرنے کی ضرورت محض اس وجہ سے پڑی کہ لوگ باطل اقوال سے دھوکہ میں مبتلا ہو کر اس پر اعتماد نہ کریں۔ یاد رکھیں کہ شریعت کے پانچوں احکام یعنی واجب (بمعنی فرض) مستحب، حرام، کراہت واباحت، صرف دلیل ہی سے ثابت ہوسکتی ہے، اور شریعت کے دلائل معروف ہیں (یعنی، قرآن، حدیث، اجماع، قیاس اور استصحاب)

تو جس کی کوئی دلیل نہ ہو وہ نہ قابلِ التفات ہے، اور نہ اس کا جواب دینے کی کوئی ضرورت ہے، کیونکہ وہ حجت نہیں، اور نہ ہی اس کے جواب میں اپنے آپ کو مشغول کیا جائے۔ مگر اس کے باوجود بعض علمار رحمہ اللہ نے بطور اتباع واحسان اس کے بطلان پر دلیلیں پیش کی ہیں

اس تمہید سے میرا مقصد یہ ہے کہ میں نے جو اوپر ذکر کیا کہ کچھ لوگوں نے اسے مکروہ قرار دیا ہے، پھر میں نے کہا کہ وہ مکروہ نہیں، یا یہ کہ وہ قول باطل ہے، تو اس کے بطلان کی دلیل پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور اگر میں اس کی دلیل پیش کروں تو یہ میری طرف سے تبرع ہوگا۔

یہ باب میں نے صحیح کو غلط سے اور حق کو باطل سے الگ وممتاز کرنے کے لئے باندھا ہے تاکہ یہ باطل اقوال جن لوگوں کی طرف منسوب ہے ان کی جلالت شان اور بلندی مقام سے لوگ دھوکے میں نہ پڑیں ـــــ ان الفاظ کی کراہت کے قائلین کا نام میں ذکر نہیں کروں گا، تاکہ ان کی عظمت پہ دھبہ نہ آئے اور ان سے بدظنی پیدا نہ ہو، میرا مقصد انہیں مجروح کرنا یا تنقیص نہیں، مقصد تو صرف اُن باطل اقوال سے لوگوں کو متنبہ کرنا ہے، خواہ اس کی نسبت ان جلیل القدر حضرات کی طرف صحیح ہو یا نہ ہو، اگر صحیح ہے تو اس میں ان کی جلالتِ شان کی تنقیص وتوہین نہیں۔

ان میں سے بعض الفاظ کی نسبت ان کی طرف صحیح اغراض ومقاصد کے لئے تھیں، مثلاً ان کا قول ذومعنی یا ایسا مفہوم رکھتا ہے جس میں دوسرا احتمال بھی موجود ہے اس لئے ان اقوال میں دوسرے علماء بھی غور کریں۔ ممکن ہے ان کا نظریہ میرے نظریہ سے مختلف ہو، اور اس طرح ان جلیل القدر شخصیات کے اقوال کی تائید اس سے ہو جاتی ہو، وباللہ التوفیق۔

انہیں اقوال میں سے ایک وہ قول ہے جسے امام ابوجعفر النحاس نے اپنی کتاب "شرح اسماء اللہ تعالیٰ سبحانہ" میں بعض علماء کی طرف سے نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک "تصدق اللہ علیك" اللہ تم پر صدقہ کرے۔ کہنا مکروہ ہے، کیونکہ صدقہ کرنے والا اجروثواب کی امید رکھتا ہے اور یہ اللہ کی ذات میں ممکن نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ : یہ حکم صریح طور پر غلط اور بدترین جہالت ہے اور اس کی دلیل اس سے زیادہ قبیح وباطل ہے۔

۱۱۱۴ ۔صحیح مسلم میں رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے نماز میں قصر کرنے کے بارے

میں فرمایا:

صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللّٰهُ بِهَا عَلَيْكُمْ فاقبلوا صَدَقته" (۱)

یہ وہ صدقہ ہے جسے اللہ نے تم پر کیا ہے اس لئے تم اس صدقہ کو قبول کرو۔

(فصل-۵۴) مکروہات سے متعلق باطل اقوال:

اسی میں سے ایک وہ قول ہے جسے نحاس نے مذکورہ شخص ہی سے نقل کیا ہے وہ 'اَللّٰهُمَّ اعتقنی من النار" (اے اللہ تو مجھے نار جہنم سے آزاد کردے) کہنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں، کیونکہ آزاد وہی کرتا ہے جو ثواب کی امید کرتا ہے۔

ان کا یہ دعویٰ اور استدلال پہلے سے بھی زیادہ بدترین غلطی اور احکام شریعت سے ذلت آمیز جہالت ہے۔ اگر میں ان احادیث صحیحہ کو تلاش کر کے جمع کرنے لگوں جو اس بات میں صریح اور دوٹوک ہیں کہ اللہ اپنے بندوں اور اپنی مخلوق میں سے جسے چاہیں جہنم سے آزادی دیں گے، تو یہ کتاب اُکتا دینے کی حد تک طویل و ضخیم ہو جائیگی، اس میں سے ایک یہ ہے۔

۱۱۱۵ - مَنْ اعتقَ رقبةً اعتقَ اللّٰهُ تعالىٰ بكُلِّ عضوٍ منها عضوا من النار" (۲)

جس نے کسی غلام کو آزاد کیا تو اللہ تعالیٰ اس غلام کے ایک ایک عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کے ایک ایک عضو کو جہنم کی آگ سے آزاد فرما دیں گے۔

۱۱۱۶ - نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

(۱) صحیح مسلم ۶۸۶

(۲) بخاری ۶۷۱۵، مسلم ۱۵۰۹

مَامِنْ يَوْمٍ اَكْثَرَ اَنْ يُعْتِقَ اللّٰهُ تَعَالىٰ فِيْهِ عَبْداً مِنَ النَّارِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ" (۱)

یوم عرفہ سے زیادہ اور کسی دن اللہ تعالیٰ بندے کو نار جہنم سے آزاد نہیں کرتے (یعنی سب سے زیادہ آزادی عرفہ کے دن ملتی ہے)

(فصل-۵۵)

اسی باطل اقوال میں سے بعضوں کا یہ کہنا ہے کہ "اللہ کے نام پر ایسا کرو" کہنا مکروہ ہے، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا نام ہر چیز پر پہلے سے موجود ہے، قاضی عیاض رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: مکروہ قرار دینے والے کا یہ قول غلط ہے۔

۱۱۱۷ - صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: "اذبحوا علی اسم اللّٰه" اللہ کے نام پر ذبح کرو، یعنی اللہ کا نام لیتے ہوئے۔ (۲)

(فصل-۵۶)

نحاس نے ابو بکر محمد بن یحیٰ سے نقل کیا ہے (ابو بکر بڑے فقیہ ادیب اور مقتدر علماء میں سے ہیں) وہ کہتے ہیں کہ یہ نہ کہا جائے۔ "جمع الله بيننا فى مستقر رحمته" "اللہ ہم سبھوں کو اپنی رحمت کے مستقر میں یکجا کرے کیونکہ اللہ کی رحمت کسی جگہ مستقر ہونے یا محدود ہو کر ٹھہرنے سے کہیں زیادہ وسیع اور ہر جگہ پھیلی ہوئی ہے ــــ انہوں نے یہ بھی کہا کہ یہ بھی نہ کہا جائے "ارحمنا برحمتك" "ہم پر اپنی رحمت کے ذریعہ رحم فرما۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: ان دونوں جملوں کے ممانعت کی کوئی دلیل

---

(۱) صحیح مسلم ۱۳۴۸

(۲) مسلم ۱۹۶۰

نہیں، کیونکہ مستقر رحمت سے اس کے کہنے والے کی مراد جنت ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ ہمیں اس جنت میں یکجا کرے جو کہ دار قرار اور دار اقامت اور استقرار و برقراری کا مقام ہے، اور اس میں داخل ہونے والے اللہ کی رحمت ہی سے داخل ہونگے، پھر جو اس میں داخل ہوگا اس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مستقر ہو جائیگا، اور ہر حوادث و کدورت سے محفوظ ہو جائیگا اور یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی کے سہارے اسے حاصل ہوگا، گویا وہ کہتا ہے کہ اللہ ہمیں ایسے مستقر میں یکجا کرے جسے ہم اللہ کی رحمت ہی سے پاتے اور حاصل کر سکتے ہیں۔

(فصل-۵۷)

امام نحاس مذکورہ امام ابوبکر ہی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ہے کہ "اَللّٰھُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ" اے اللہ تو ہمیں نار جہنم سے پناہ دے یا "اَللّٰھُمَّ اَرْزُقْنَا شَفَاعَةَ النبی صلی اللہ علیہ وسلم" اے اللہ تو ہمیں نبی کریم ﷺ کی شفاعت عطا فرما، نہ کہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کی شفاعت ان لوگوں کے لئے ہوگی جو مستحق عذاب بن چکا ہے، میں کہتا ہوں: ان کا یہ قول بہت بڑی غلطی اور واضح جہالت و نادانی ہے، اگر لوگوں کے دھوکہ میں پڑنے کا خطرہ یا کتابوں میں اس کا تذکرہ نہ ہوتا تو میں اس غلط و باطل قول کو نقل کرنے کی جسارت بھی نہیں کرتا، صحیحین میں بے شمار احادیث ایسی وارد ہوئی ہیں جس میں مومنین کاملین کے لئے نبی کریم ﷺ کی شفاعت کا وعدہ کیا گیا ہے۔

۱۱۱۸ - نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

مَنْ قَالَ مِثلَ مایقولُ المؤذنُ حَلَّتْ لَهُ شفاعَتِي "(۱)

جس نے اسی طرح کہا جس طرح مؤذن کہتا ہے، (یعنی مؤذن کے کلمات اذان کو دہرائے) تو اس کے لئے میری شفاعت لازم ہوگی۔

---

(۱) صحیح مسلم ۳۸۴

قاضی عیاض رحمۃ اللہ نے کیا ہی خوب کہا ہے: سلف صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہمارے نبی کریم ﷺ کی شفاعت کا سوال کرنا، اور اس کی رغبت وتمنا رکھنے کا علم ہمیں نقل متواتر سے حاصل ہے، اس لئے ان لوگوں کے قول کی طرف التفات نہیں کیا جا سکتا جو اسے محض اس وجہ سے ناپسند ومکروہ قرار دیتے ہیں کہ یہ گنہگاروں کے لئے ہے ـــــ کیونکہ صحیح مسلم وغیرہ کی متعدد احادیث سے ان لوگوں کے لئے شفاعت ثابت ہے جو بغیر کسی حساب وکتاب کے جنت میں داخل ہونگے یا اسی طرح جنت میں بلندی درجات کے لئے بہت سی جماعت کے حق میں بھی یہ ثابت ہے ـــــ پھر فرماتے ہیں: "ہر عاقل اور اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کرنے والا عفوودرگذر کا محتاج اور اس بات سے خائف ہے کہ وہ ہلاک ہونے والوں میں سے نہ ہو"۔ اس کی کراہت کے قائل پر لازم ہے کہ وہ رحمت ومغفرت کی بھی دعا نہ کرے کیونکہ یہ بھی گنہگاروں کے لئے ہے، اور یہ ساری باتیں سلف صالحین سے ماثور ومنقول دعاؤں کے برخلاف ہے۔

(فصل-۵۸)

اسی میں سے ایک وہ قول ہے جسے امام نحاس نے مذکورہ شخص ہی سے نقل کیا ہے کہ " تَوَكَّلْتُ عَلٰى رَبِّي الرَّبِّ الْكَرِيْم" میں نے اپنے رب ربِّ کریم پر بھروسہ کیا، نہ کہا جائے بلکہ اس طرح کہا جائے: "تَوَكَّلْتُ عَلٰى رَبِي الكريم"، میں نے اپنے رب کریم پر بھروسہ کیا، میں کہتا ہوں کہ ان کے اس قول کی کوئی اصل نہیں، یہ بے بنیاد بات ہے۔

(فصل-۵۹)

اسی میں س ایک وہ قول ہے جو علماء کی ایک جماعت سے منقول ہے، کہ طواف کعبہ کو "شوط" یا "دور" (چکر لگانا) نہ کہا جائے، ان لوگوں کا خیال ہے کہ ایک طواف کو "طوفۃ" اور دو کو "طوفتان" اور تین کو "ثلاث طوفات" "سبع طوفات" کہا جائے۔

میں کہتا ہوں: اُن کے اس قول کی اصلیت کا ہمیں علم نہیں ہوسکا کہ آخر اس طرح کیوں کہا جائے؟ شاید ان حضرات نے شوط یا دور (چکر لگانا، پھیری لگانا) کے لفظ کو اس لئے ناپسند و مکروہ قرار دیا کہ یہ زمانہ جاہلیت کے الفاظ ہیں، مگر صحیح اور راجح قول یہ ہے کہ اس میں کوئی کراہت نہیں۔

۱۱۱۹ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں:

اَمَرَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلی اللّٰه علیه وسلم اَنْ یَرْمُلُوا ثلاثَةَ اشواطٍ، وَلَمْ یَمْنَعْهُ اَنْ یَاْمُرَهم اَنْ یَرْمُلُوا الْاَشواط کُلَّهاَ اِلا اِلا بقاء عَلَیْهِمْ.

رسول اللہ ﷺ نے انہیں تین چکروں میں رمل کرنے کا حکم دیا، اور تمام چکروں میں لوگوں کو رمل کرنے کا حکم دینے سے اس کے علاوہ اور کوئی مانع نہیں تھا کہ ان پر نرمی و مہربانی کی جائے۔

(فصل - ٦٠)

انہی اقوال میں سے یہ ہیں: رمضان کا روزہ رکھا، رمضان آیا یا اس کے مشابہ دیگر الفاظ، جبکہ اس سے رمضان کا مہینہ مراد ہو — متقدمین کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ صرف رمضان کہنا، ماہ کی طرف اضافت کے بغیر مکروہ ہے، اور یہ قول حسن بصری و مجاہد کی طرف منسوب ہے، امام بیہقی فرماتے ہیں، اس قول کی نسبت ان کی طرف ضعیف ہے۔

علماء شوافع کا مذہب ہے کہ، رمضان آگیا، رمضان داخل ہوگیا، رمضان آپہونچا، یا اس طرح کے جملے کہنا، اگر اس جگہ مہینہ پر دلالت کرنے والا کوئی قرینہ نہ ہو تو مکروہ ہے، اور اگر اس کے ساتھ کوئی ایسا قرینہ موجود ہو جو "ماہ" پر دلالت کرتا ہو تو مکروہ نہیں، مثلاً کہا جائے، "میں نے

رمضان کا روزہ رکھا"، "میں نے رمضان میں قیام لیل کیا"، "رمضان کا روزہ واجب ہے"، "مبارک مہینہ رمضان آ گیا" وغیرہ۔

ہمارے علماء شوافع کا یہی قول ہے، اسے ہمارے دو امام قاضی القضاۃ امام ماوردی نے اپنی کتاب "الحاوی" میں اور ابونصر الصباغ نے اپنی کتاب "الشامل" میں علماء شوافع سے نقل کیا ہے، دیگر علماء نے بھی نام لئے بغیر مطلق اسے ذکر کیا ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

۱۱۳۰ - سنن بیہقی میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لَا تَقُوْلُوْا رَمَضَان ، فَإِنَّ رَمَضَانَ اِسْمٌ مِنْ اسماءِ اللّٰه تعالىٰ ولكن قولوا : شهر رمضان" (۱)

رمضان مت کہو، کیونکہ رمضان اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، البتہ ماہ رمضان کہو۔

یہ حدیث ضعیف ہے، امام بیہقی نے اس کی تضعیف کی ہے، اور اس کا ضعف ظاہر و واضح ہے، کیونکہ اس کی سند میں ابومعشر ہیں جسے اکثر محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے، اللہ تعالیٰ کے اسماء سے متعلق بیشمار تصانیف کے باوجود کسی نے بھی "رمضان" کو اللہ کے ناموں میں سے شمار نہیں کیا۔

اور صحیح وصائب قول: واللہ اعلم۔ وہ ہے جسے امام بخاری اور بہت سے محققین علماء نے ذکر کیا ہے کہ اسے جس طرح بھی مطلقاً استعمال کیا جائے، اس میں کوئی کراہت نہیں، کیونکہ کراہت ورودِ شرع ہی سے ثابت ہو سکتی ہے، اور اس کی کراہت کے بارے میں کچھ ثابت نہیں، بلکہ اس کے برعکس احادیث سے اس کا جواز ثابت ہے، اور یہ حدیثیں صحیحین کی ہیں اور بے شمار

(۱) سنن کبری بیہقی ۴ر۲۰۱

ہیں۔ اگر مجھا سے جمع کرنے کی فرصت ملے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ دوسو سے متجاوز ہو جائیں گی، مگر مقصود اس وقت ایک ہی سے حاصل ہو جائیگا اور یہی اس کے جواز کے لئے کافی ہے۔

۱۱۲۱ - صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النار فصُفِّدَتِ الشياطينُ "

جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھولدئے جاتے اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے اور شیاطین کو قید کردیا جاتا ہے۔

صحیحین کی بعض روایتوں میں "اِذَا جَاءَ رمضان" کے بجائے "اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ" ہے۔(۱)

اور مسلم کی روایت میں "اِذَا کان رمضان" ہے۔(۲) مسلم ۱۰۷۹

۱۱۲۲ - بخاری کے متعلق روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "لا تقدموا رمضان"، رمضان سے پہلے (روزے) مت رکھو۔(۳)

۱۱۲۳ - صحیح بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ وَمِنْهَا صَومُ رَمَضَانَ"(۴)

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اور ان میں سے ایک رمضان کا روزہ ہے۔

---

(۱) صحیح بخاری ۱۸۹۸

(۲) مسلم ۱۰۷۹

(۳) بخاری ۴-۱۱۴

(۴) بخاری ۸ مسلم ۱۶

(فصل)

انہی الفاظ میں سے متقدمین کا یہ کہنا ہے کہ "سورۂ بقرۃ" "سورۃ دخان" "سورۃ عنکبوت" "سورۃ روم" "سورۃ احزاب" یعنی گائے کی سورت، دھویں کی سورت "مکڑی کی سورت" "روم کی سورت" "گروہ کی سورت" وغیرہ کہنا مکروہ ہے یہ لوگ فرماتے ہیں کہ اسے یوں کہا جائے بقرہ والی سورت، یعنی وہ سورت جس میں گائے کا تذکرہ ہے، دخان والی سورت، یعنی وہ سورت جس میں دھواں کا ذکر ہے؟ عنکبوت والی سورت یعنی وہ جس میں مکڑی کا ذکر ہے، نساء والی سورت: یعنی وہ سورت جس میں عورتوں کا ذکر ہے۔

میں کہتا ہوں، ان کا یہ قول غلط اور سنت مطہرہ کے خلاف ہے کیونکہ بے شمار احادیث میں اس طرح استعمال کرنا ثابت ہے۔

۱۱۲۴- نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"الآیتان من سورۃ البقرۃ مَنْ قَرأھما فِی لیلۃٍ کَفَتَاہُ" (۱)

سورۃ بقرہ کی دو آیتیں (آخر کی) جس نے اسے رات میں پڑھ لیا وہ اس کے لئے کفایت کریں گی۔

اس جیسی اور بھی بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔

(فصل-۶۱)

انہی اقوال میں سے حضرت مطرف رحمۃ اللہ کا کہنا یہ ہے کہ "ان اللہ تعالیٰ یقول" (یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں) کہنا مکروہ ہے بلکہ اسے یوں کہا جائے "ان اللہ تعالیٰ قال" (اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے) گویا وہ مضارع کا صیغہ "یقول" کے استعمال کو ناجائز و مکروہ قرار دے رہے

(۱) بخاری: ۵۰۴۰ مسلم ۸۰۷

ہیں، کیونکہ اللہ کا کلام قدیم وازلی ہے، میں کہتا ہوں: ان کی یہ بات نا قابل قبول ہے کیونکہ بے شمار صحیح احادیث میں مختلف طریقوں سے اس کا استعمال نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے، میں نے مسلم کی شرح اور کتاب ''آداب القراء'' میں اس پر متنبہ کیا ہے، خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''واللہ یَفْعَلُ الْحَق'' (الاحزاب:۴) اور اللہ ٹھیک بات کہتا ہے۔

۱۱۲۵ - صحیح مسلم میں حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''یقول عزوجل : مَن جاء بالحسنة فله عشر امثاله ، (انعام:۱۶۰)(۱)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو کوئی لاتا ہے ایک نیکی تو اس کے لئے اس کا دس گنا ہے۔

۱۱۲۶ - صحیح بخاری میں ''لن تنالوا البر حتی تنفقوا '' کی تفسیر میں مروی ہے کہ ابوطلحہؓ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول:

ان الله تعالیٰ یقول : لن تنا لُوا البر حتی تنفقوا مماتحبون ''

(آل عمران:۹۲)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہرگز نہ حاصل کرسکو گے نیکی میں کمال جب تک نہ خرچ کرو اپنی پیاری چیز سے کچھ۔(۲)

کتاب جامع الدعوات :

جامع ومتفرق دعاؤں کا بیان

اس حصہ کو علاحدہ مستقل ذکر نے کا مقصد ان مستحب اور اہم دعاؤں کو ذکر کرنا ہے جو کسی خاص وقت، خاص سبب یا مخصوص حالات سے مربوط نہیں، یہ بھی ذہن میں رہے کہ یہ باب حد درجہ وسیع ہے جس کا حصہ یا اس کے کسی بھی حصہ کا احاطہ ممکن نہیں، البتہ ہم اس کے چشمۂ فیض کے کچھ اہم

(۱) مسلم ۲۶۸۷ (۲) بخاری ۴۵۵۴

حصوں کی طرف اشارہ کریں گے۔

اس میں سب سے مقدم وہ دعائیں ہیں جو قرآن میں مذکور ہیں، جس کی اطلاع خود اللہ رب العزت نے انبیاء علیہم الصلوات والتسلیم اور اخیار وصالحین کی طرف منسوب کرتے ہوئے دی ہے، اور یہ بھی بے شمار ہیں، انہیں میں سے کچھ وہ ہیں جس کے بارے میں صحیح طور پر ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اسے کہا یا کیا، یا دوسروں کو اس پر عمل کرنے کی تعلیم دی، اس قسم کی دعائیں بھی بہت ہیں، اس کا کچھ حصہ سابقہ ابواب میں گذر چکا ہے، ہم اس جگہ اس کے صحیح وثابت اجزاء کو ذکر کر رہے ہیں، جو ماسبق کے ساتھ ساتھ قرآنی دعاؤں پر مشتمل ہے، وباللہ التوفیق۔

۱۱۲۷ - سنن ابی داؤد، ترمذی، نسائی وابن ماجہ میں بسند صحیح حضرت نعمان بن بشیرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "الدعاءُ هُوَ العبادةُ" دعا ہی عبادت ہے۔(۱)

(۱) ابوداود: ۱۴۷۹، ترمذی: ۲۹۶۹، ۳۲۴۷، تحفہ: ۱۱۶۴۳، بحوالہ سنن کبری للنسائی، ابن ماجہ ۳۸۲۸، وقال الترمذی حسن صحیح

۱۱۲۸ - سنن ابی داؤد میں بسند جید حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ:

كان رسولُ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يَستَحِبُّ الجوامِعَ مِنَ الدُّعاءِ وَيَدَعُ ماسِوىٰ ذلك " (۱)

رسول اللہ ﷺ جامع دعاؤں کو پسند فرماتے اور اس کے ماسوا کو ترک کردیتے تھے۔

۱۱۲۹ - سنن ترمذی وابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَيسَ شَيئٌ اكرَمُ عَلَى اللّٰهِ تعالىٰ مِنَ الدعاءِ " (۲)

(۲) ترمذی ۳۳۷۰، ابن ماجہ ۳۸۲۹، امام بخاری نے اسے غریب اور حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔(۱/۴۹۰)

(۱) ابوداؤد ۱۴۸۲

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے زیادہ اور کسی چیز کی وقعت نہیں۔

۱۱۳۰ - سنن ترمذی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ سَرَّهُ ان يستجيب الله تعالىٰ لَهُ عند الشدائدِ والكُرَبِ فليكثر الدعاءَ في الرخاءِ۔ (۱)

جس شخص کو پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کی دعا مصیبتوں اور سختیوں کے وقت قبول فرمائیں تو اسے چاہئے کہ فراخی میں بکثرت دعا مانگا کرے۔

۱۱۳۱ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں:

كان اكثر دعاء النبی صلی الله عليه وسلم "اَللّٰهُمَّ اٰتِنَا في الدنيا حسنةً وفي الآخِرَةِ حسنةً وقنا عذابَ النارِ" (۲)

نبی کریم ﷺ کی زیادہ تر دعا یہ ہوتی تھی، "اے اللہ تو ہمیں دنیا میں بھی اچھی نعمتیں عطا فرما اور آخرت میں بھی اچھی نعمتیں عطا فرما اور مجھے جہنم کے عذاب سے بچالے۔

اور مسلم کی ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ حضرت انسؓ جب کوئی دعا کرتے تو اس کی ابتدا اسی سے کرتے، اور اپنی دعاؤں میں اسے ضرور شامل کرتے۔

۱۱۳۲ - صحیح مسلم میں حضرت انس ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کہا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَسْئَلُكَ الْهُدىٰ وَالتُّقىٰ وَالْعَفَافَ

---

(۱) ترمذی ۳۳۸۲، سخاوی نے اسے حسن اور حاکم نے صحیح قرار دیا ہے، حاکم ۱؍۵۴۴

(۲) بخاری ۶۳۸۹ مسلم ۲۶۹۰

وَالْغِنَاءَ" (۱)

اے اللہ ہم آپ سے ہدایت پرہیز گاری، پاکدامنی، اور بے نیازی مانگتے ہیں۔

۱۱۳۳ - صحیح مسلم میں صحابی رسول اللہ ﷺ طارق بن اشیم اشجعیؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں، کہ جب کوئی اسلام قبول کرتا تو آپ ﷺ اسے نماز سکھاتے، اور ان کلمات کے ذریعہ دعا کرنے کا حکم دیتے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ واهْدِنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ" (۲)

اے اللہ تو مجھے بخش دے... مجھ پر رحم فرما، مجھے سیدھی راہ دکھا مجھے عافیت بخش اور مجھے روزی دے۔

مسلم کی ایک دوسری روایت حضرت طارق ہی سے ہی مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا، جبکہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول، میں جب اپنے رب سے سوال کروں تو کس طرح کروں؟ تو آپ نے فرمایا کہو:

(اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ فَاِنَّ ذٰلكَ تَجْمَعُ لَكَ دینَاكَ وَآخِرتَكَ.

"اے اللہ تو مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، مجھے عافیت بخش، اور مجھے روزی دے" اس لئے کہ یہ کلمات تیری دنیا و آخرت کی بھلائی کو تیرے لئے یکجا کر دے گی۔

۱۱۳۴ - اسی میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) مسلم ۲۷۲۱، اس کا ذکر پہلے حدیث نمبر: ۱۸۳، پہ آچکا ہے۔ (۲) مسلم: ۲۶۹۷

اَللّٰھُمَّ یَامُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قلوبنا عَلٰی طاعَتِكَ" (۱)

اے اللہ اے دلوں کو پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنی طاعت پر مائل کردے۔

۱۱۳۵ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

تعوَّذوا باللّٰہ مِنْ جِھْدِ البَلَاء ودَرَكِ الشقاء وسُوْءِ القضاءِ وشماتَةِ الْاَعْدَاءِ" (۲)

اللہ کی پناہ طلب کرو ہر بلا ومصیبت کی سختی، ہر بدبختی کے گھیر لینے، بُری تقدیر (بدنصیبی) اور اپنی مصیبت پر دشمنوں کے خوش ہونے سے۔

نوٹ : دُعا کرتے ہوئے یوں کہا جائے :

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ جھد البلاء ودرك الشقاء وسوء القضاء وشمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ"

حضرت سفیان کی ایک روایت ہے وہ فرماتے ہیں: کہ حدیث میں تین باتوں کا ذکر ہے، اور چوتھی کا اضافہ میری طرف سے ہے، اور مجھے پتہ نہیں کہ وہ چوتھی بات کونسی ہے، (یعنی مجھے یاد نہیں کہ حدیث کے تین الفاظ کون سے اور میرا اضافہ کردہ کونسا لفظ ہے، وہ آپس میں مختلف ہو گئے ہیں) انہی کی ایک روایت ہے کہ مجھے شک ہے کہ میں نے اس کے اندر ایک کا اضافہ کیا ہے۔

۱۱۳۶ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کہا کرتے تھے:

---

(۱) مسلم ۲۶۵۴،

(۲) بخاری ۶۶۱۶، مسلم ۲۷۰۷

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسْلِ وَالْجُبْنِ وَالْھَرَمِ وَالْبُخْلِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ " (۱)

اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں، عاجزی، کاہلی، بزدلی، حد سے زیادہ بڑھاپے اور بخل سے، اور تیری پناہ لیتا ہوں قبر کے عذاب سے اور تیری پناہ لیتا ہوں زندگی اور موت کے فتنہ سے۔

اور ایک روایت میں یہ اضافہ ہے:

"وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ" قرض کے بوجھ اور لوگوں کے غلبہ ودباؤ سے۔

۱۱۳۷۔ صحیح بخاری ومسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، آپ مجھے ایسی دعا بتادیں جسے میں اپنی نماز میں کہا کروں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی ظَلَمْتُ نَفْسِی ظُلْماً كَثِيْراً وَّلَايَغْفِرُ الذُّنُوبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِی مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِی اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ"(۲)

اے اللہ میں نے اپنی جان پہ بہت زیادہ ظلم (یعنی گناہ) کئے ہیں، اور تیرے سوا کوئی دوسرا گناہوں کو نہیں بخش سکتا، تو اپنی خاص مغفرت کے ذریعہ میرے سارے گناہ بخش دے اور مجھ پر رحم فرما، بے شک تو ہی بہت مغفرت کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

---

(۱) بخاری ۶۳۶۷، مسلم ۲۷۰۶

(۲) بخاری ۸۳۴، مسلم ۲۷۰۵

میں کہتا ہوں ''کثیراً'' اور ''کبیراً'' دونوں طرح سے وارد ہوا ہے، اس کی تفصیل نماز کے اذکار میں گذر چکی ہے اس لئے مناسب ہے کہ دعا کرنے والا دونوں کو ملا کر ''ظلماً کبیراً کثیراً'' کہے، یہ دعا اگرچہ نماز کے بارے میں وارد ہوئی ہے، مگر یہ اپنی نفاست وحسن اور جامعیت کے پیش نظر کسی بھی وقت یا مقام کے لئے موزوں ہے اور یہ اس لئے بھی کہ ایک روایت میں ''وفی بیتی'' کا لفظ بھی آیا ہے کہ ''میں اپنی نماز اور اپنے گھر میں'' اسے کہا کروں۔

۱۱۳۸- صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابوموسی اشعریؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ خَطِيْئَتِیْ وَجَهْلِیْ وَاِسْرَافِیْ فِیْ اَمْرِیْ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ جِدِّیْ وَهَزْلِیْ وَخَطَئِیْ وَعَمَدِیْ، وَكُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِیْ ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ مَاقَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ ، وَمَااَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلٰی كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ'' (۱)

اے اللہ تو معاف فرمادے میری خطاؤں کو، مری نادانیوں کو اور میرے اپنے کام میں بے اعتدالیوں کو اور ان تمام باتوں کو جنہیں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے، اے اللہ تو معاف فرمادے میرے سچ مچ کئے ہوئے اور ہنسی دل لگی میں کئے ہوئے بلاقصد وارادہ کئے ہوئے اور بالقصد اور جان بوجھ کر کئے ہوئے تمام گناہوں کو، اور سب کچھ مجھ سے سرزد ہوئے اور اے اللہ تو معاف فرمادے میرے اگلے کئے ہوئے اور پچھلے

(۱) بخاری ۶۳۹۸، مسلم ۲۷۱۹

کئے ہوئے، چھپا کر کئے ہوئے، اور علانیہ کئے ہوئے تمام گناہوں کو، اوران گناہوں کو بھی جن کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے، تو ہی (اپنی توفیق رحمت میں) آگے کرنے والا اور تو ہی پیچھے ڈالنے والا ہے، اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔

۱۱۳۹ - صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی دعاؤں میں کہا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّمَا عَمِلْتُ وَمِنْ شَرِّمَالَمْ اَعْمَلْ" (۱)

اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں، اب تک میں نے جو کچھ کیا اس کے شر سے اور جو نہیں کیا اس کے شر سے۔

۱۱۴۰ - صحیح مسلم میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں میں سے ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَفَجْأَةِ نَقْمَتِكَ وَجَمِيْعِ سُخْطِكَ" (۲)

اے اللہ بیشک میں تیری پناہ لیتا ہوں تیری عطا کردہ نعمتوں کے زوال، تیری عطا کردہ صحت و عافیت کی تبدیلی، تیری ناگہانی پکڑ اور تیری تمام تر ناراضگیوں سے۔

---

(۱) مسلم ۲۷۱۶

(۲) مسلم ۲۷۳۹

۱۱۴۱ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت زید بن ارقمؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا؟ میں ٹھیک ٹھیک اسی طرح کہہ رہا ہوں جس طرح رسول اللہ ﷺ کہا کرتے تھے، آپ فرماتے تھے :

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسْلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَالْهَرَمِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ، اَللّٰهُمَّ اٰتِ نَفْسِیْ تَقْوَاهَا، وَزَكِّهَا اَنْتَ خَیْرُ مَنْ زَكَّاهَا، اَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَایَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَایَخْشَعُ، وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَمِنْ دَعْوَةٍ لَایُسْتَجَابُ لَهَا" (۱)

اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں، بے بسی، کاہلی، بزدلی، کنجوسی، برے بڑھاپے اور قبر کے عذاب سے، اے اللہ تو میرے نفس کو پرہیز گاری عطا فرما اور اسے پاک وصاف کردے، تو ہی اس کو بہتر طور پر پاک وصاف کرنے والا ہے، تو ہی اس کا مالک وآقا ہے، اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں اس علم سے جو نفع نہ دے اور بارآور نہ ہو، اور اس دل سے جو تجھ سے نہ ڈرتا ہو، اور اس حریص نفس سے جو سیر نہ ہو، اور اس دعا سے جو قبول نہ کی جائے۔

۱۱۴۲ - صحیح مسلم میں حضرت علیؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہو:

"اَللّٰھُمَّ اهْدِنِیْ وَسَدِّدْنِیْ" اے اللہ تو مجھے ہدایت دے اور مجھے اس پر ثابت قدم رکھ،

ایک دوسری روایت میں ہے :

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْهُدٰی وَالسَّدَادَ" اے اللہ میں تجھ سے ہدایت اور دینوی

(۱) مسلم: ۲۷۲۲

امور میں کفایت مانگتا ہوں۔(۱)

۱۱۴۳ - صحیح مسلم میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی (دیہاتی بدوا) نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول مجھے کوئی ایسی بات بتائیں جسے میں بطور دعا، کروں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہو:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْراً وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْراً وَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ"

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اللہ سب سے بڑا ہے بہت بڑا ہے، اللہ ہی کے لئے سب تعریفیں ہیں بہت بہت تعریفیں اور تمام جہانوں کا پروردگار، اللہ ہر برائی سے پاک ہے کوئی طاقت اور کوئی قوت غلبہ والے اور حکمت والے اللہ کے بغیر میسر نہیں۔

اس شخص نے عرض کیا، یہ تو میرے رب کے لئے ہوا، پھر میرے لئے کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہو:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَاهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ وَعَافِنِيْ" (۲)

اے اللہ تو مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، مجھے ہدایت دے، مجھے رزقِ حلال عطا فرما، اور مجھے عافیت بخش۔

(۱) مسلم ۲۷۲۵
(۲) مسلم ۲۶۹۶

(لفظ "عافنی" (مجھے عافیت بخش) کے اندر راوی کو شک ہے۔)

۱۱۴۴ - صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کہا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ لِیْ دِیْنِی الَّذِیْ ھُوَ عِصْمَۃُ اَمْرِیْ ، وَاَصْلِحْ لِیْ دُنْیَایَ الَّتِیْ فِیْھَا مَعَاشِیْ ، وَاَصْلِحْ لِیْ اٰخِرَتِی الَّتِیْ فِیْھَا مَعَادِیْ وَاجْعَلِ الْحَیَاۃَ زِیَادَۃً لِیْ فِیْ کُلِّ خَیْرٍ ، وَاجْعَلِ الموتَ رَاحَۃً لِیْ مِنْ کُلِّ شَرٍّ"(۱)

اے اللہ تو میرے دین کو درست فرمادے جو میرے ہر اُمور کی حفاظت کا ذریعہ ہے، اور میری دنیا کو درست فرمادے جس میں مجھے زندگی بسر کرنا ہے، اور میری آخرت کو سنوار دے جہاں مجھے لوٹ کر جانا ہے اور میری زندگی کو ہر اچھے کام میں زیادتی کا ذریعہ بنادے، اور موت کو میرے لئے ہر شر سے نجات کا ذریعہ بنادے۔

۱۱۴۵ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کہا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ لَکَ اَسْلَمْتُ وَبِکَ آمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ ، وَاِلَیْکَ اَنَبْتُ وَبِکَ خَاصَمْتُ ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِعِزَّتِکَ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَنْ تُضِلَّنِیْ ، اَنْتَ الْحَیُّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ یَمُوْتُوْنَ"(۲)

---

(۱) مسلم ۲۷۲۰

(۲) بخاری ۷۳۸۳، مسلم ۲۷۱۷

اے اللہ میں اپنے آپ کو تیرے ہی سپرد کرتا ہوں، تجھ ہی پر ایمان رکھتا ہوں، تجھ ہی پر بھروسہ کرتا ہوں، تیرے ہی طرف توبہ کے ذریعہ رجوع ہوتا ہوں، تجھ ہی سے فیصلہ چاہتا ہوں، اے اللہ میں تیری عزت کی پناہ لیتا ہوں کہ تو مجھے بے راہ کر کے بھٹکا دے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ایسی زندگی کے ساتھ باحیات ہے جسے کبھی موت نہیں آسکتی جبکہ جن وانس سب کے سب مرنے والے ہیں۔

۱۱۴۶ - سنن ابی داود، ترمذی، نسائی وابن ماجہ میں حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو کہتے سنا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ بِاَنِّیْ اَشْهَدُ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ"

اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کیونکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو ہی اللہ و معبود ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو یکتا و بے نیاز ہے، جس کی نہ کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس کا کوئی ہمسر (جوڑ) ہے۔

تو آپ ﷺ نے اس سے کہا:

لَقَدْ سَأَلْتَ اللّٰهَ تَعَالٰی بِالْاِسْمِ الَّذِیْ اِذَا سُئِلَ بِهٖ اَعْطٰی وَاِذَا دُعِیَ بِهٖ اَجَابَ.

تو نے اللہ تعالیٰ سے اس کے ایسے نام کے ذریعہ سوال کیا ہے کہ جب اس کے وسیلہ سے سوال کیا جاتا تو ضرور عطا کرتا، اور جب دعا کی جاتی

تو اللہ اسے قبول کرتا ہے۔

ایک روایت میں ہے :

''لَقَدْ سَأَلْتَ تَعَالیٰ بِالْاسْمِ الْاَعْظَم'' تو نے اللہ تعالیٰ سے اس کے اسم اعظم کے وسیلہ سے سوال کیا ہے۔(۳)

(۳) ابوداود ۱۴۹۳، ترمذی ۳۴۷۵، تحفہ، ۱۹۹۸، بحوالہ سنن کبری للنسائی، ابن ماجہ، ۳۸۵۷، وقال الترمذی: حسن

۱۱۴۷ - سنن ابی داوُد ونسائی میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا، نماز کے بعد اس نے دعا کرتے ہوئے کہا :

''اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْأَلُكَ بِاَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْمَنَّانُ، بَدِيْعُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ، يَاذَالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ، يَاحَيُّ يَاقَيُّوْمُ.

اے اللہ، میں تجھ ہی سے سوال کرتا ہوں، کیونکہ ساری تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو بڑا احسان کرنے والا، آسمان وزمین کو بغیر مثال کے پیدا کرنے والا ہے عظمت وشرف والے، اے ہمیشہ زندہ رہنے والے اور سب کو قائم رکھنے والے اور سنبھالنے والے۔

تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَقَدْ دَعَااللّٰهَ تَعالیٰ بِاِسْمِهِ الْعَظِيْمِ الَّذِیْ اِذَا دُعِیَ بِهِ اَجَابَ وَاِذَا سُئِلَ بِهِ اَعْطٰی (۱)

(۱) ابوداود ۱۴۹۵، نسائی ۱۳۰۰، قال السخاوی: حدیث حسن، وقال الحاکم: صحیح المستدرک ۱/۵۰۳

بلاشبہ اس نے اللہ سے اس کے اسمِ اعظم کے سہارے دعا کیا ہے کہ جب اس کے وسیلہ سے دعا کی جاتی ہے تو اللہ اسے قبول فرماتا اور جب اس کے وسیلہ سے سوال کیا جاتا ہے تو اللہ عطا کرتا ہے۔

۱۱۴۸ - سنن ابی داود، ترمذی، نسائی و ابن ماجہ میں بسند صحیح حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ان کلمات کے ذریعہ دعا فرماتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ النَّارِ وَعَذَابِ النَّارِ وَمِنْ شَرِّ الْغِنٰى وَالْفَقْرِ .(۱)

اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں نارِ جہنم کے فتنہ اور نارِ جہنم کے عذاب سے اور تونگری و تنگدستی کے شر سے۔

۱۱۴۹ - ترمذی میں زیاد بن علاقہ، اپنے چچا قطبہ بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: کہ نبی کریم ﷺ کہا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ مُنْكَرَاتِ الْاَخْلَاقِ وَالْاَعْمَالِ وَالْاَهْوَاءِ (۲)

اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں، برے اخلاق، برے اعمال اور بری خواہشات سے۔

۱۱۵۰ - سنن ابی داود، ترمذی و نسائی میں شکل بن حمیدؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول، آپ مجھے کوئی دعا بتا دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہو:

---

(۱) ابوداود ۸۸، ترمذی ۳۴۹۵، نسائی ۵۵۱۹، وابن ماجہ ۳۸۳۸، یہ ابوداود کی روایت کے الفاظ ہیں، قال الترمذی: ہذا حدیث حسن صحیح۔

(۲) سنن ترمذی: ۳۵۹۱، وقال الترمذی، حدیث حسن

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ سَمْعِيْ وَمِنْ شَرِّ بَصَرِیْ ، وَمِنْ شَرِّ لِسَانِیْ وَمِنْ شَرِّ قَلْبِیْ وَمِنْ شَرِّ مَنِيِّ" (۱)

اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں ، اپنے کانوں کے شر سے اپنی آنکھوں کے شر سے ، اپنی زبان کے شر سے اپنے دل کے شر سے اور اپنی منی (جنسی خواہشات) کے شر سے۔

۱۱۵۱ - ابوداؤد ونسائی میں صحیحین کی سند سے حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کہا کرتے تھے :

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبَرَصِ وَالْجُنُوْنِ وَالْجُذَامِ وَسَيِّئِ الْاَسْقَامِ" (۲)

اے اللہ تو مجھے اپنی پناہ دے برص یعنی سفید داغ کی بیماری سے ، دیوانگی سے ، جذام (کوڑھ) سے اور تمام بری وموذی بیماریوں سے۔

۱۱۵۲ - سنن ابی داؤد ونسائی میں صحابی رسول حضرت ابولیسرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس طرح دعا کیا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَدَمِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ التَّرَدِّیْ ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْغَرَقِ وَالْحَرَقِ وَالْهَرَمِ وَاَعُوْذُبِكَ اَنْ يَتَخَبَّطَنِیَ الشَّيْطَانُ عِنْدَالْمَوْتِ وَاَعُوْذُبِكَ اَنْ اَمُوْتَ فِیْ سَبِيْلِكَ مُدْبِراً وَاَعُوْذُبِكَ اَنْ اَمُوْتَ لَدِيْغًا"

---

(۱) ابوداؤد ۱۵۵۱، ترمذی ۳۴۹۲، نسائی ۵۴۵۵، وقال الترمذی حدیث حسن

(۲) ابوداؤد ۱۵۵۴، نسائی ۵۴۹۳

اے اللہ میں بے شک تیری پناہ لیتا ہوں، دب کر مرنے سے اور تیری پناہ لیتا ہوں گر کر مرنے سے، اور تیری پناہ لیتا ہوں ڈوب کر مرنے، جل کر مرنے اور حد سے زیادہ بڑھاپے سے، اور تیری پناہ لیتا ہوں کہ شیطان موت کے وقت مجھے اُچک لے، (میرے ہوش وحواس ضبط کر دے) اور میں تیری پناہ لیتا ہوں تیری راہ میں (جنگ کے اندر) پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہوا مرنے سے، اور تیری پناہ لیتا ہوں کہ زہریلے جانور کے ڈسنے سے مروں۔

یہ ابوداؤد کی روایت کے الفاظ ہیں، اور انہی کی ایک روایت میں ''والغم'' کا اضافہ بھی ہے (یعنی الھرم کے بعد والغم بھی ہے) (۱)

۱۱۵۳ - سنن ابی داؤد ونسائی میں بسند صحیح حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کہا کرتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُوْعِ فَاِنَّهٗ بِئْسَ الضَّجِیْعِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخِیَانَةِ، فَاِنَّهَابِئْسَ الْبِطَانَةِ" (۲)

اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں بھوک (پیاس) سے اس لئے کہ یہ بہت میرا ساتھی ہے، اور اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں خیانت سے کیونکہ یہ چھپا ہوا بدترین ساتھی اور مشیر ہے۔

۱۱۵۴ - سنن ترمذی میں حضرت علی کرم اللہ وجہ سے مروی ہے کہ ایک مکاتب غلام نے ان کے پاس آکر عرض کیا میں آزادی کی قیمت ادا کرنے سے قاصر اور بے بس ہو رہا ہوں، آپ میری مدد فرمائیں، تو حضرت علیؓ نے فرمایا:

(۱) ابوداؤد ۱۵۵۲، نسائی ۵۵۳۱ (۲) سنن ابی دوٗد ۱۵۴۷، نسائی: ۵۴۶۸

میں وہ کلمات تجھے بتادے رہا ہوں جسے نبی کریم ﷺ نے مجھے سکھایا ہے اگر تمہارے اوپر جبل صیر (یا جبل ثبیر) کے مانند بھی قرض ہو تو اللہ تیری طرف سے ادا فرمادیں گے، کہو:

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ. (۱)

اے اللہ تو مجھے اپنا حلال رزق دے کر حرام سے بچا اور اپنے فضل کے ذریعہ مجھے تو اپنے ماسوا سے بے نیاز کردے۔

۱۱۵۵ - سنن ترمذی میں حضرت عمران بن حصینؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے والد حصین کو دعا کے لئے دو کلمات سکھائے یعنی:

اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ (۲)

اے اللہ تو مجھے اچھے کام کی توفیق دے اور نفس کے شر سے تو اپنی پناہ دے۔

۱۱۵۶ - سنن ابی داؤد و نسائی میں بسند ضعیف حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کہا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوْءِ الْاَخْلَاقِ"(۳)

اے اللہ تو مجھے پناہ دے آپس کے جھگڑے فساد، منافقت اور برے اخلاق سے۔

---

(۱) ترمذی ۳۵۶۳، وقال الترمذی حدیث حسن، اس کا ذکر پہلے حدیث نمبر ۳۸۳، پہ آچکا ہے)

(۲) سنن ترمذی ۳۴۸۳، وقال الترمذی حدیث حسن

(۳) ابوداؤد: ۱۵۴۶، نسائی: ۵۴۷۱

۱۱۵۷ - سنن ترمذی میں حضرت شہر بن حوشب سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ام سلمہؓ سے عرض کیا اے ام المؤمنین! رسول اللہ ﷺ جب آپ کے پاس ہوتے تو آپ ﷺ کی زیادہ تر دعا کیا ہوا کرتی تھیں، تو ام المومنین نے فرمایا آپ کی زیادہ تر دعائیں ہوتیں:

"يَامُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِيْنِكَ" (۱)

اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔

۱۱۵۸ - سنن ترمذی میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کہا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ عَافِنِیْ فِیْ جَسَدِیْ وَعَافِنِیْ فِیْ بَصَرِیْ، وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنِّیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ" (۲)

اے اللہ تو مجھے عافیت بخش میرے جسم میں اور عافیت بخش میری نگاہ میں، اور اس عافیت کو میرا وارث بنا، تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو حلیم و کریم ہے، اللہ کی ذات پاک ہے، جو عرش عظیم کا رب ہے اور ساری تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کا پالنہار ہے۔

۱۱۵۹ - سنن ترمذی میں حضرت ابو درداءؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: كَانَ مِنْ دُعَاءِ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ" حضرت داود علیہ السلام کی دعاؤں میں سے تھا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ، وَالْعَمَلَ الَّذِیْ يُبَلِّغُنِیْ حُبَّكَ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ

---

(۱) سنن ترمذی ۳۵۲۲، وقال الترمذی حدیث حسن: اس کا ذکر پہلے نمبر: ۲۵۷ پہ آچکا ہے۔

(۲) سنن ترمذی ۳۴۸۰، وقال الترمذی: حدیث حسن غریب

نَفْسِيْ وَاَهْلِيْ وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ" (۱)

اے اللہ بیشک میں سوال کرتا ہوں، تجھ سے تیری محبت کا اور اسکی محبت کا جو تجھ سے محبت کرتا ہے، اور ایسے عمل کا جو مجھے تیری محبت تک پہونچا دے، اے اللہ تو اپنی محبت میرے اندر میری جان، اہل وعیال اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب بنادے۔

۱۱۶۰ - سنن ترمذی میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

دَعْوَةُ ذِي النُّوْنِ اِذْدَعَا رَبَّهٗ وَهُوَ فِيْ بَطْنِ الْحُوْتِ: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ، فَاِنَّهٗ لَمْ يَدْعُ بِهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ فِيْ شَيْئٍ قَطُّ اِلَّا اسْتَجَابَ لَهٗ. (۲)

ذوالنون (یونس علیہ السلام) کی دعا، جبکہ انہوں نے اپنے رب سے اس وقت دعا کی جبکہ وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے: "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ" تھی، اس کے ذریعہ جب بھی کوئی مسلمان کسی چیز کے لئے دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا ضرور قبول فرماتے ہیں۔

۱۱۶۱ - ترمذی وابن ماجہ میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول کونسی دعا افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

(۱) ترمذی ۱۱۵۹، وقال الترمذی: حدیث حسن
(۲) سنن ترمذی ۳۵۰۵، وقال الحاکم، حدیث صحیح الاسناد، والمستدرک ۱/۵۰۵)

سَلْ رَبَّكَ الْعَافِيَةَ وَالْمُعَافَاةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ"

اپنے رب سے دنیاوآخرت میں عافیت اور معافی کا سوال کرو۔

پھر وہ دوسرے دن آیا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول کونسی دُعا افضل ہے تو آپ ﷺ نے اسی طرح بتایا، وہ پھر تیسرے دن آیا اور اسی طرح سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

فَإِذَا أُعْطِيتَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَأُعْطِيتَهَا فِي الْآخِرَةِ فَقَدْ أَفْلَحْتَ"

اگر تمہیں دنیا میں عافیت اور آخرت میں معافی دیدی گئی تو تو کامیاب رہا۔(۱)

۱۱۶۲ - سنن ترمذی میں حضرت عباسؓ بن عبدالمطلبؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے کوئی چیز بتائیں جسے میں اللہ سے مانگوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "سَلُوا اللّٰهَ تَعَالَىٰ الْعَافِيَةَ" اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگیں۔

میں چند دنوں رکا رہا پھر خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے کوئی چیز ایسی چیز بتائیں جسے میں اللہ تعالیٰ سے مانگوں، تو آپ نے فرمایا:

يَا عَبَّاسُ يَا عَمَّ رَسُولِ اللّٰهِ، سَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ"

اے عباس اے رسولِ خدا کے چچا! آپ اللہ سے دنیا و آخرت کی عافیت مانگیں۔(۲)

(۱) سنن ترمذی ۳۵۱۲، ابن ماجہ ۳۸۴۸، وقال الترمذی: حدیث حسن

(۲) سنن ترمذی ۳۵۱۴، وقال الترمذی: حدیث حسن

۱۱۶۳ - ترمذی میں حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بہت سی دعائیں کیں، جسے ہم یاد نہیں کر سکے، ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ نے بہت سی دعائیں کیں، اس میں سے ہم کچھ بھی محفوظ نہیں کر سکے، تو آپ نے فرمایا: "اَلَا اَدُلُّكُمْ مَا يَجْمَعُ ذٰلِكَ كُلَّهٗ" کیا میں تمہیں وہ نہ بتا دوں جو ان سبھوں کو حاوی ہو؟ تم کہو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَئَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صلى الله عليه وسلم، وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ، وَعَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" (۱)

اے اللہ میں تجھ سے ہر وہ خیر و خوبی مانگتا ہوں، جو تیرے نبی محمد ﷺ نے تجھ سے مانگا ہے، اور ہر اس شر سے ہم پناہ مانگتے ہیں جس سے تیرے نبی محمد ﷺ نے پناہ مانگا ہے، تو ہی مددگار ہے، اور تیرے ہی ذمہ پہونچانا ہے (منزل مقصود تک) اور کوئی طاقت قوت اللہ کے سوا میسر نہیں۔

۱۱۶۴ - ترمذی میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اَلِظُّوْا بِيَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِكْرَام" یاذالجلال والاکرام کو مضبوطی سے تھام لو، اور نسائی میں صحابی رسول حضرت ربیعہ بن عامرؓ کی روایت میں بھی اسی طرح ہے۔ (۲)

۱۱۶۵ - سنن ابی داود، ترمذی و ابن ماجہ میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دعا کرتے ہوئے کہتے تھے:

---

(۱) سنن ترمذی ۳۵۲۱، وقال الترمذی حدیث حسن

(۲) دیکھیں: ترمذی ۳۵۲۵ تحفہ ۳۶۰۶، بحوالہ سنن کبری للنسائی، قال الحاکم: صحیح الاسناد المستدرک ۱/۴۹۸۔

رَبِّ اَعِنِّیْ وَلَا تُعِنْ عَلَیَّ وَانْصُرْنِیْ وَلَا تَنْصُرْ عَلَیَّ، وَامْکُرْلِیْ وَلَا تَمْکُرْ عَلَیَّ وَاھْدِنِیْ وَیَسِّرْ ھُدَایَ اِلَیَّ، وَانْصُرْنِیْ عَلٰی مَنْ بَغٰی عَلَیَّ، رَبِّ اجْعَلْنِیْ لَکَ شَاکِراً، لَکَ ذَاکِراً لَکَ رَاھِباً لَکَ مِطْوَاعاً اِلَیْکَ مُخْبِتاً اَوْمُنِیْباً تَقَبَّلْ تَوْبَتِیْ وَاغْسِلْ حَوْبَتِیْ وَاَجِبْ دَعْوَتِیْ وَثَبِّتْ حُجَّتِیْ وَاھْدِ قَلْبِیْ وَسَدِّدْ لِسَانِیْ، وَاسْلُلْ سَخِیْمَةَ قَلْبِیْ" (۱)

اے میرے پروردگار تو میری مدد کر اور میرے خلاف کسی اور کی مدد نہ کر، اور مجھے کامیابی عطا فرما میرے اوپر کسی کو کامیاب نہ فرما، اور میرے حق میں تدبیر فرما، اور میرے اوپر کسی کی تدبیر کارگر نہ فرما، مجھے ہدایت دے اور اسے میرے لئے آسان فرما، اور جو مجھ پر زیادتی کرے اس کے مقابلہ میری مدد فرما، اے میرے پروردگار تو مجھے شکر کرنے والا ذکر کرنے والا، اپنے سے ڈرنے والا اور اپنا فرمانبردار بنا، اور تجھ ہی سے عاجزی کرنے والا بنا، یا یہ کہا کہ رجوع کرنے والا بنا، اے اللہ تو میری توبہ قبول فرما، میرے گناہوں کو دھو دے اور میری دعا قبول فرما، اور میری نجات کی دلیل پر مجھے ثابت قدم رکھ اور میرے دل کو ہدایت پر قائم رکھ اور میری زبان کو درست رکھ اور میرے سینے کے کھوٹ اور کینہ کپٹ کو نکال پھینک۔

۱۱۶۶- ایک دوسری حدیث میں ہے:

(۱) ابوداؤد ۱۵۱۰، ترمذی ۳۵۵۱، ابن ماجہ ۳۸۳۰، وقال الترمذی: حسن صحیح، ترمذی کی روایت میں "اوّاھاً منیباً" ہے۔

مَنْ سَلَّ سَخِيمَتَهُ فِي طَرِيقِ الْمُسْلِمِينَ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ " (۱)

جس نے اپنی گندگی (پیشاب پاخانہ) مسلمانوں کے راستہ میں ڈالا تو اس پر اللہ کی لعنت ہے۔

نـــوٹ: مذکورہ حدیث اگر چہ ضعیف ہے مگر اسی مفہوم کی ایک دوسری حدیث مسلم (۲۶۹) میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے جو اس کے لئے شاہد ہے، اس روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اِتَّقُوْا اللعانين ، قالوا وما اللعّانان يارسول الله ؟ قال : الّذى يتخلى فى طريق الناس أوفى ظلهم"

دولعنت والوں سے بچو، لوگوں نے عرض کیا وہ دولعنت والے کون ہیں؟ اے اللہ کے رسول، تو آپ نے فرمایا : جو لوگوں کے راستوں اور سایہ حاصل کرنے کی جگہوں مین پیشاب و پاخانہ کرے"

الغرض اس شاہد کی وجہ سے اوپر مذکور حدیث کا ضعیف منجبر ہو جاتا ہے اور اس کا مقام حسن درجہ کو پہونچ جاتا ہے۔

پہلی روایت مین سخیمة القلب سے مراد حسد اور کینہ کپٹ ہے اور دوسری روایت میں اس سے مراد پیشاب پاخانہ اور اس جیسی گندگی ہے۔

۱۱۶۷ - مسند امام احمد بن حنبل اور سنن ابن ماجہ میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا کہو :

اَللّٰهُمَّ اِنِّى اَسْئَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّه عَاجِلِه وَاجِلِه مَاعَلِمْتُ مِنْهُ وَمَالَمْ اَعْلَمْ ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّه عَاجِلِه وَاجِلِه،

---

(۱) دیکھیں: المستدرک الحاکم ۱/۱۸۶، مجمع البحرین، للہیثمی ، ۱/۲۰۴، یہ حدیث ضعیف ہے۔

وَمَاعَلِمْتُ مِنْهُ وَمَالَمْ اَعْلَمْ، وَاَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَمَا قَرَّبَ اِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ اَوْعَمَلٍ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ وَمَاقَرَّبَ اِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ اَوْعَمَلٍ، وَاَسْأَلُكَ خَيْرَ مَاسَأَلَكَ بِهٖ عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ مُحَمَّدٌ صلى الله عليه وسلم، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّمَا اسْتَعَاذَكَ مِنْهُ عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ مُحَمَّدٌ صلى الله عليه وسلم، وَاَسْأَلُكَ مَاقَضَيْتَ لِيْ مِنْ اَمْرٍ اَنْ تَجْعَلَ عَاقِبَتَهٗ رَشَدًا"۔(۱)

اے اللہ میں تجھ سے ہر قسم کی خیر جلد آنے والی بھی اور دیر میں آنے والی بھی، جو میں جانتا ہوں وہ بھی اور جو میں نہیں جانتا وہ بھی طلب کرتا ہوں، اور میں تیری پناہ لیتا ہوں ہر قسم کے شر سے جو جلد آنے والا ہو اس سے بھی اور جو دیر سے آنے والا ہو اس سے بھی، اور جو میں جانتا ہوں اس سے بھی اور جو میں نہیں جانتا اس سے بھی، اور میں تجھ سے سوال کرتا ہوں جنت کا اور ہر اس قول یا عمل کا جو مجھے جنت سے قریب تر کردے، اور میں تیری پناہ لیتا ہوں جہنم سے اور ہر اس قول، یا عمل سے جو مجھے جہنم سے قریب تر کردے اور میں تجھ سے وہ تمام بھلائیاں اور خوبیاں مانگتا ہوں جو تجھ سے تیری بندے اور رسول محمد ﷺ نے مانگا ہے، اور میں تیری ہر اس شر سے تیری پناہ لیتا ہوں جس سے تیرے بندے اور رسول محمد ﷺ نے پناہ لی ہے، اور میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ جس امر کا تو میرے حق میں فیصلہ کرے اس کا انجام میرے لئے اچھا کردے۔

(۱) مسند امام احمد بن حنبل ۶/۱۴۷ سنن ابن ماجہ ۳۸۴۶ وقال الحاکم: حدیث صحیح الاسناد، المستدرک ۱/۵۲۲)

۱۱۶۸- مستدرک حاکم میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں میں سے ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّانَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ، وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَالْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ وَالنَّجَاةَ مِنَ النَّارِ"(۱)

اے اللہ ہم تجھ سے تیری رحمت کے قطعی اسباب یعنی اخلاص واعمال، اور تیری مغفرت کے پختہ وسائل طلب کرتے ہیں، اور ہر گناہ سے سلامتی اور ہر نیکی کی دولت مانگتے ہیں، اور جنت تک رسائی اور جہنم کی آگ سے نجات کی درخواست کرتے ہیں۔

۱۱۶۹ - مستدرک حاکم ہی میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے دو یا تین بار کہا، ہائے میرے گناہ ہائے میرے گناہ، تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا کہو:

اَللّٰهُمَّ مَغْفِرَتُكَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِيْ وَرَحْمَتُكَ اَرْجٰى عِنْدِيْ مِنْ عَمَلِيْ"

اے اللہ آپ کی مغفرت میرے گناہوں سے زیادہ وسیع ہے اور تیری رحمت میرے نزدیک میرے عمل سے زیادہ لولگانے کے قابل ہے۔

اس شخص نے جب یہ کلمات کہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "عُدْ" دوبارہ کہو تو اس نے دوبارہ کہا، پھر آپ نے فرمایا: "عُدْ" پھر کہو تو اس نے تیسری بار کہا تو آپ نے فرمایا: "قُمْ فَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ" اٹھ جا اللہ نے تجھے بخش دیا ہے۔(۲)

(۱) مستدرک حاکم ۵۲۵/۱ وقال الحاکم: صحیح علی شرط مسلم

(۱) مستدرک حاکم ۵۴۳/۱ وقال الحاکم: حدیث صحیح الاسناد

۱۱۷۰ - مستدرک حاکم ہی میں حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ لِلّٰهِ مَلَكاً مُوَكَّلاً بِمَنْ يَقُوْلُ : يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ، فَمَنْ قَالَهَا ثَلَاثًا ، قَالَ لَهُ الْمَلَكُ ، اِنَّ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اَقْبَلَ عَلَيْكَ ، فَسَلْ"

اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جو ان لوگوں کے لئے مکلّف و مامور بنایا گیا ہے جو "یا ارحم الراحمین" (اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے) کہتا ہے، جو اسے تین بار کہتا ہے تو وہ فرشتہ اس سے کہتا ہے، ارحم الراحمین تیری طرف متوجہ ہے جو مانگنا ہے مانگ لے۔(۱)

(باب-۱)

آداب دعار

یاد رکھیں کہ تمام فقہا و محدثین اور جماعت سلف و خلف کے جمہور علمار کا اختیار کردہ مذہب ہے کہ دعار کرنا مستحب ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ. (غافر:٦٠)

اور کہتا ہے تمہارا رب مجھ کو پکارو کہ پہونچوں تمہاری پکار کو۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے :

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَّخُفْيَةً" (اعراف:۵۵)

پکارو اپنے رب کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے۔

---

(۱) مستدرک حاکم ۱ر۵۴۴، وقال: اسنادہ ضعیف

اوراس سے متعلق صحیح احادیث شہرت سے زیادہ مشہوراورذکر کئے جانے سے بالاتر ہیں، قریب ہی دعاؤں کے بیان میں اس کا اتنا حصہ میں نے ذکر کردیا ہے کہ حصول مقصد کے لئے وہی کافی ہے، وباللہ التوفیق۔

امام ابو القاسم القشیری رحمہ اللہ اپنی کتاب ''رسالہ'' میں فرماتے ہیں: ''لوگوں کا اختلاف ہے کہ دعاء کرنا افضل ہے یا خاموش رہنا اورراضی برضاء الٰہی رہنا؟ بعض لوگوں کی رائے ہے کہ دعاء کرنا عبادت ہے، جیسا کہ (حدیث نمبر:۱۱۲۷پر) مذکور ہے "**الدعاء هي العبادة**" دعاء عبادت ہے، اور اس لئے بھی کہ دعاء کے ذریعہ اللہ سے اپنی محتاجی کا اظہار ہے۔ دوسری جماعت کی رائے ہے کہ اجراء احکام کے ساتھ خاموش رہنا اور بچارہنا کمال وصف ہے، اور تقدیر الٰہی اوراس کے فیصلہ سے راضی وخاموش رہنا افضل واولیٰ ہے ــــــ ایک جماعت کی رائے یہ بھی ہے کہ انسان زبان سے دعاء کرے اور دل سے تقدیر الٰہی پر راضی رہے تاکہ دونوں باتیں جمع ہوجائیں۔(۱)

امام قشیری آگے فرماتے ہیں: ہمارے لئے یوں کہنا بہتر ہے کہ احوال واوقات مختلف ہوا کرتے ہیں، بعض حالتوں میں دعاء کرنا سکوت سے افضل ہے، اور یہ ادب ہے، اور بعض احوال میں سکوت دعاء سے افضل ہے اور یہ بھی ادب ہے، وقت اور حالات کے مطابق اسے جانا جاسکتا ہے، اگر دل کے اندر دعاء کا داعیہ ہوتو دعاء کرنا افضل ہے، اور اگر خاموشی کا داعیہ اور سکوت میں رغبت ہوتو خاموش رہنا افضل ہے۔

نیز امام قشیری فرماتے ہیں:

''یہ کہنا صحیح ہے کہ جس میں مسلمانوں کا حصہ یا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا حق ہوتو دعاء کرنا افضل

---

(۱) دیکھیں: رسالۂ امام قشیری ۳/۲۲۱

ہے، کیونکہ یہ عبادت ہے اور اگر اس میں اس کے نفس کا حصہ ہے تو سکوت افضل ہے۔(۱)

شرط: اس کی شرط ہے کہ کھانا پینا حلال ہو۔ یحیی بن معاذ الرازی فرماتے ہیں: میں کیسے تجھے پکاروں (دعاء کروں) جبکہ میں گنہگار ہوں اور کیوں کر نہ پکاروں (نہ دعاء کروں) جبکہ آپ کریم ہیں۔

آداب: دعاء کے آداب میں سے حضورِ قلب ہے اور اس کی دلیل انشاء اللہ آگے آئے گی (رسالہ قشیری ۲۲۳/۳)

بعض علماء فرماتے ہیں: دعاء کا مقصد اور اس کی مراد فقر واحتیاج کا اظہار ہے، ورنہ اللہ جو چاہتا کرتا ہے۔

امام غزالی اپنی کتاب الاحیاء (۳۰۴/۱) میں فرماتے ہیں کہ اداب دعاء دس ہیں:

(۱) اوقات شریفہ کے انتظار میں رہنا، جیسے یوم عرفہ، ماہ رمضان، جمعہ کا دن، دوتہائی شب کا آخری حصہ، وقت سحر۔

(۲) اوقات شریفہ کو غنیمت جاننا، مثلاً سجدہ کی حالت، لشکروں سے مڈبھیڑ کے وقت، نزول بارش کے وقت، نماز کی اقامت کے وقت، نماز کے بعد، اور میں کہتا ہوں: رقت قلب کے وقت بھی۔

(۳) قبلہ کا استقبال کرنا اور دونوں ہاتھ اٹھانا اور اختتام پر دونوں ہاتھوں کا چہرے پر پھیرنا۔

(۴) خاموشی اور بلندی کے درمیان آواز کو پست کرنا۔

(۵) قافیہ بندی کا تکلف نہ کرنا اور اس کی تفسیر دعاء میں حد سے تجاوز نہ کرنے سے کی گئی ہے۔ افضل یہ ہے کہ ماثور دعاؤں پر اکتفاء کرے کیونکہ حد سے تجاوز کرنے میں احتیاط اس کی ادائیگی ہر کوئی اچھی طرح نہیں کرپاتا، اس لئے حد سے تجاوز کرنے کا خطرہ ہے،

---

(۱) دیکھیں: رسالہ قشیری ۲۲۲/۳

بعض حضرات کا قول ہے کہ ذلت وافتقار کی زبان میں دعاء کرے، نہ کہ فصاحت وبلاغت والی زبان میں، کہا گیا ہے کہ علماء اور قطب وابدال اپنی دعاؤں میں سات کلمات سے زیادہ نہیں کہتے تھے، اور اس کی شہادت قرآن کی اس آیت سے بھی ملتی ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ بقرہ کے اخیر میں کیا ہے یعنی "ربنا لا تؤاخذنا" الخ اخیر تک (البقرہ ۲۸۶) نیز اللہ تعالیٰ نے کسی بھی مقام پہ اپنے بندوں کی دعاؤں سے متعلق اس سے زیادہ کی اطلاع نہیں دی ہے۔ میں کہتا ہوں: اللہ تعالیٰ کا وہ قول بھی اسی طرح ہے جو سورہ ابراہیم میں مذکور ہے یعنی" اذقال ابراھیم رب اجعل ھذا بلدا آمنا الخ اخیر تک (ابراہیم: ۳۵) اور جس وقت کہا ابراہیم نے اے رب کردے اس شہر کو امن والا" میں کہتا ہوں: جمہور علماء کا اختیار کردہ اور راجح مذہب یہ ہے کہ اس کی کوئی ممانعت نہیں اور سات سے زیادہ کرنا مکروہ نہیں، بلکہ زیادہ سے زیادہ دعاء کرنا مطلق افضل اور مستحب ہے۔

(۶) گریہ وزاری، خشوع وخضوع اور خوف ورجاء سے متصف ہونا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّهُمْ كَانُوْ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ، وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِيْنَ. (الانبیاء: ۹۰)

وہ لوگ دوڑتے تھے بھلائیوں پر اور پکارتے تھے ہم کو توقع سے اور ڈر سے اور تھے ہمارے آگے عاجز۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً" (ﷺ) پکارو اپنے رب کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے۔

(۷) پورے یقین اور دعاء کی قبولیت کے مکمل اعتماد کے ساتھ ساتھ دعاء کرے، اور دل سے

اس کی تصدیق کرے، اس کے دلائل بیشمار اور مشہور ہیں، حضرت سفیان بن عینیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''اپنے بارے میں جو کچھ جانتے ہو اس کی وجہ سے تم میں سے کوئی دعا سے باز نہ رہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں سب سے بدترین مخلوق ابلیس کی بھی دعا قبول کی ہے جب اس نے کہا تھا: اَنْظِرْ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ قَالَ : اِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ'' (اعراف:۱۴) مجھے مہلت دے اس دن تک کہ لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں، فرمایا تجھ کو مہلت دی گئی۔

(۸) پوری کوشش اور مکمل توجہ اور انہماک کے ساتھ گڑگڑا کر دعاء کرنا، اور ہر دعاء کو تین بار دہرانا، اور اس کی مقبولیت میں تذبذب و تردد کا شکار نہ ہونا۔

(۹) دعا کی ابتداء اللہ کے ذکر سے کرنا، میں کہتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد رسول اللہ ﷺ پر صلاۃ وسلام پڑھنا اور اس پر دعاء کو ختم کرنا۔

(۱۰) دسویں بات سب سے اہم اور قبولیت کے لئے اصل الاصول ہے یعنی توبہ کرنا صاحب حق کو اس کا حق ادا کر دینا، اور اللہ کی طرف متوجہ ہو جانا۔

(فصل)

دعاء کے فوائد:

امام غزالی ''الاحیاء'' (۱/۳۲۸) میں فرماتے ہیں: اگر کہا جائے کہ دعاء سے کیا فائدہ جبکہ تقدیر کو رد نہیں کیا جا سکتا؟ تو جان لیں کہ تقدیر میں سے ایک بلاؤں کو دعاؤں کے ذریعہ ٹالنا اور اسے رد کرنا بھی ہے یعنی دعاء رد بلاء اور حصول رحمت کا ذریعہ ہے جس طرح کہ کمان تیر اور نیزوں کو پھینکنے کا ذریعہ، اور پانی زمین سے پودوں کے اگنے کا ذریعہ ہے، تو جس طرح کمان تیر کو پھینکنے کی کوشش کے نتیجہ میں ایک نکل کر باہر جاتا ہے، اسی طرح دعاء اور بلائیں ہیں۔ اور تقدیر کو تسلیم کرنیکی

شرط یہ نہیں کہ ہتھیار اٹھایا ہی نہ جائے (بلکہ اس کے برعکس) اللہ تعالیٰ حکم فرماتے ہیں:
''وَلْيَاخُذُوا حِذْرَهُم وَاَسْلِحَتَهُمْ (النساء:۱۰۲) اور ساتھ لیے لیں اپنا بچاؤ اور ہتھیار'' اور اس میں وہ فوائد بھی ہیں جس کا میں نے اوپر ذکر کیا یعنی حضورِ قلب اور افتقار، اور یہ دونوں عبادت کی معراج اور کمالِ معرفت ہیں، واللہ اعلم۔

(باب-۲)

نیک عمل کے وسیلہ سے دعاء کرنا:

۱۱۷۱ - صحیح بخاری و مسلم میں غار والوں کی حدیث حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا:

اِنْطَلَقَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَتّٰى آوَاهُمُ الْمَبِيْتُ اِلٰى غَارٍ فَدَخَلُوْهُ فَانْحَدَرَتْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ فَسَدَّتْ عَلَيْهِمُ الْغَارَ، فَقَالُوا: اِنَّهُ لَايُنْجِيْكُمْ مِنْ هٰذِهِ الصَّخْرَةُ اِلَّا اَنْ تَدْعُوَاللّٰهَ تَعَالٰى بِصَالِحِ اَعْمَالِكُمْ، قَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ: اَللّٰهُمَّ اِنَّهُ كَانَ لِيْ اَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيْرَانِ، وَكُنْتُ لَااُغْبِقُ قَبْلَهُمَا اَهْلًا وَلَامَالًا''

تم سے پہلے کے لوگوں میں (اُمت سابقہ میں) تین شخص روانہ سفر پر ہوئے، یہاں تک کہ شب گذاری کے لئے انہیں ایک غار کا ٹھکانا لینا پڑا وہ تینوں اس میں داخل ہوگئے تو پہاڑ کا ایک چٹان کھسک کر گر پڑا جس سے غار کا دہانہ ان پر بند ہوگیا، ان لوگوں نے آپس میں کہا اس چٹان سے صرف یہی نجات دے سکتی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے اپنے نیک

عمل کے توسل سے دعار کرو، چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا: اے اللہ

! میرے بوڑھے ضعیف والدین تھے، میں ان سے پہلے اپنے اہل

وعیال اور مال واسباب کو سیراب نہیں کرتا تھا، (دودھ نہیں پلاتا تھا)

پھر پوری طویل حدیث ذکر کی ہے کہ ان میں سے ہر ایک نے اپنے نیک عمل کے حوالہ

سے دعار کرتے ہوئے کہا:

اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتُ قَدْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ اِبتغاء وَجهِكَ فَفَرِّج

عَنَّامَانَحْنُ فِيْهِ"

اے اللہ اگر میں نے ایسا تیری رضا جوئی کے خاطر کیا تو جس مصیبت

میں ہم مبتلا ہیں تو اسے دور فرمادے۔

تو ہر ایک کی دعار پہ اس کا تھوڑا تھوڑا حصہ کھلتا گیا، اور تیسرے شخص کی دعار کے بعد مکمل

طور پر اس کا دہانہ کھل گیا، پھر وہ لوگ نکلے اور چل پڑے۔(۱)

علمار شوافع میں سے قاضی حسین وغیرہ نے نماز استسقار میں اسی جیسی بات کہی ہے کہ جو

کسی سختی ومشکلات میں مبتلا ہو اسے اپنے نیک عمل کے وسیلہ سے دعا کرنی چاہیئے، اور انہوں نے

اس حدیث سے استدلال کیا ہے، کچھ لوگوں نے اس کے اندر کھوٹ ظاہر کیا ہے کہ اس کے اندر کسی

حد تک اللہ تعالیٰ کے مطلق افتقار واحتیاج کا ترک لازم آتا ہے، جبکہ افتقار واحتیاج ہی دعار کا

مطلوب ومقصود ہے۔

مگر نبی کریم ﷺ نے یہ ان حضرات کی تعریف وتوصیف اور مدح سرائی میں بیان کیا

ہے، لہٰذا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے عمل کی توثیق کی ہے، اور ان کے مذکورہ

طریقے کو درست وصحیح قرار دیا ہے۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) صحیح بخاری ومسلم

فصل - سلف صالحین سے منقول بعض دعائیں:

سلف صالحین سے منقول دعاؤں میں سب سے عمدہ وہ ہیں جو امام اوزاعی رحمہ اللہ سے منقول ہیں، وہ فرماتے ہیں:

لوگ نماز استسقاء (طلب بارش کی نماز) کے لئے نکلے تو بلال بن سعد کھڑے ہوئے، حمد وثنا بیان کیا، پھر فرمایا: موجود لوگو کیا تم گناہوں کا اقرار نہیں کرتے؟ لوگوں نے کہا بے شک کرتے ہیں، تو انہوں نے فرمایا: اے اللہ ہم نے سنا ہے کہ آپ فرماتے ہیں: "ما على المحسنين من سبيل (التوبہ: ۹۱) نہیں ہے نیکی والوں پر الزام کی کوئی راہ"۔ اور یقیناً ہم گناہوں کا اقرار کر چکے ہیں، تو کیا تیری مغفرت ہم جیسوں ہی کے لئے نہیں ہے؟ اے اللہ تو ہمیں بخش دے ہم پر رحم فرما، اور ہمیں سیراب کر دے، پھر اپنا دونوں ہاتھ اٹھایا، اور لوگوں نے بھی اٹھایا، پھر (بارش ہوئی) اور لوگ سیراب ہوئے اور اسی مفہوم میں شاعر کا شعر ہے:

إِنَّا الْمُذْنِبُ الْخَطَّاءُ وَالْعَفْوُ وَاسِعٌ وَلَوْ لَمْ يَكُنْ ذَنْبٌ مَا وَقَعَ الْعَفْوُ

میں بہت زیادہ خطاء کرنے والا گنہگار ہوں اور (اللہ کا) عفو و درگذر بہت وسیع ہے اگر گناہ نہ ہوتا تو عفو و درگذر نہیں ہوتا۔

(باب-۳)

دعاء کے لئے ہاتھ اٹھانا اور چہرہ پر پھیرنا

۱۱۷۲ - سنن ترمذی میں حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ لَمْ يَحُطَّهُمَا حَتَّى يَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ " (۱)

(۱) سنن ترمذی ۳۳۸۶، امام ترمذی نے اسے غریب کہا ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے بلوغ المرام میں اسے حدیث حسن قرار دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ جب دعاء میں ہاتھ اٹھاتے تو اس وقت تک نہ گراتے جب تک کے اسے اپنے روئے مبارک پھیر نہ لیتے۔

۱۱۷۳ - سنن ابی داؤد میں حضرت ابن عباسؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اسی جیسی حدیث نقل کی ہے۔(۱) حافظ عبدالحق رحمہ اللہ کا قول کہ امام ترمذی نے پہلی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے غلط ہے، کیونکہ ترمذی کے متعدد نسخوں میں امام ترمذی کا قول: حدیث صحیح نہیں، بلکہ حدیث غریب مذکور ہے۔

(باب-۴)

ایک دعاء کو بار بار دہرانا:

۱۱۷۴ - سنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ:

اِنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلی اللہ علیہ وسلم کَانَ یعجبہ اَنْ یَدْعُو ثَلَاثًا وَیَسْتَغْفِرَ ثَلَاثاً" (۲)

رسول اللہ ﷺ کو دعاء کا تین بار دہرانا اور تین بار استغفار کرنا پسند تھا۔

(باب-۵)

دعاء میں حضور قلب کی تلقین

جیسا کہ شروع کتاب میں (حدیث نمبر ۲۱ پہ) ذکر کیا گیا کہ دعاء کا مقصود حضور قلب ہی ہے، اس کے دلائل بے شمار اور اس کا علم واضح اور ذکر کئے جانے سے مستغنی ہے، پھر بھی ہم اس جگہ صرف ایک حدیث سے برکت حاصل کرنا چاہ رہے ہیں۔

۱۱۷۵ - سنن ترمذی میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(۱) ابوداؤد ۱۴۷۵، یہ حدیث ضعیف ہے۔ (۲) سنن ابی داؤد ۱۵۲۴، اسنادہ حسن

اُدْعُو اللّٰهَ وَاَنْتُمْ مُوْقِنُونَ بِالْاِجَابَةِ، وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَایَسْتَجِیْبُ دُعَاءً مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاهٍ۔ (۱)

اللہ سے تم اس حال میں دعاء کرو کہ اس کی قبولیت کا تمہیں پورا یقین ہو، اور جان لو کہ اللہ غافل و بے پرواہ دل کی دعاء کو قبول نہیں فرماتے۔

(فصل۔) پیٹھ پیچھے دعاء کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِیْنَ جَاؤُا مِنْ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ" (الحشر:۱۰)

اور واسطے ان لوگوں کے جو آئے ان کے بعد کہتے ہیں اے رب بخش ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو جو داخل ہوئے ہم سے پہلے ایمان میں۔

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ" (محمد: ۱۹)

اور معافی مانگ اپنے گناہ کے واسطے اور ایماندار مردوں اور عورتوں کے لئے۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں بتاتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ" (ابراہیم:۴۱)

اے ہمارے رب بخش مجھ کو اور میرے والدین کو اور سب ایمان والوں کو جس دن قائم ہو حساب۔

---

(۱) ترمذی ۳۴۷۹، اسناد ضعیف، ولہ شاہد حسن عند احمد فی مسندہ ۲/۱۷۷

اور حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں بتاتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

رَبِّ اغْفِرْلِی وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ"(نوح: ۲۸)

اے رب معاف کر مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو آئے میرے گھر میں ایماندار اور سب ایمان والے مردوں اور عورتوں کو۔

۱۱۷۶- صحیح مسلم میں حضرت ابو درداءؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا:

مَامِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ یَدْعُوْ لِاَخِیْهِ بِظَهْرِ الْغَیْبِ اِلَّاقَالَ الْمَلَكُ، وَلَكَ بِمِثْلٍ" (۱)

جب بھی کوئی مسلمان بندہ اپنے بھائی کے لئے غائبانہ اس کے پیچھے دعاء کرتا ہے تو ایک خاص فرشتہ کہتا ہے، اور تیرے لئے بھی اسی طرح ہے۔

۱۱۷۶/۱ - صحیح مسلم ہی کی ایک دوسری روایت میں حضرت ابو درداءؓ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کہا کرتے تھے:

دَعْوَةُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لِاَخِیْهِ بِظَهْرِ الْغَیْبِ مُسْتَجَابَةٌ، عِنْدَ رَاْسِهِ مَلَكٌ مُوَكَّلٌ كُلَّمَا دَعَا لِاَخِیْهِ بِخَیْرٍ، قَالَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهِ، آمین، وَلَكَ بِمِثْلٍ" (۲)

اپنے بھائی کے لئے مسلمان شخص کی دعاء اس کے پیٹھ پیچھے قبول کی جاتی ہے، اس کے سر کے پاس ایک مکلّف و مامور فرشتہ ہوتا ہے، وہ جب بھی اپنے بھائی کے لئے خیر کی دعاء کرتا ہے تو وہ مامور فرشتہ اس پر آمین کہتا

(۱) صحیح مسلم ۲۷۳۲ (۲) صحیح مسلم ۲۷۳۳

ہے اور کہتا ہے: تیرے لئے بھی اسی طرح ہے۔

۱۱۷۷ - ابوداؤد و ترمذی میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَسْرَعُ الدُّعَاءِ اِجَابَةً دَعْوَةُ غَائِبٍ لِغَائِبٍ " (۱)

سب سے جلد قبول ہونے والی دعاء کسی غائب کی کسی غائب کے لئے ہے۔

(باب-٦)

حسن سلوک کرنے والوں کے لئے دعاء اور اس کا طریقہ:

اس باب سے متعلق بہت سی باتیں ہیں جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے، اور اس میں سب سے عمدہ بات یہ ہے :

۱۱۷۸ - سنن ترمذی میں حضرت اسامہ بن زیدؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صُنِعَ اِلَيْهِ مَعْرُوْفًا فَقَالَ لِفَاعِلِهٖ جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْراً فَقَدْ اَبْلَغَ فِي الثَّنَاءِ" (۲)

جس کے ساتھ کوئی بھلائی کی جائے، اور وہ بھلائی کرنے والے سے "جزاك الله خيراً" اللہ تجھے اچھا بدلہ دے، کہہ دے تو گویا اس نے شکریہ کا حق ادا کر دیا۔

---

(۱) سنن ابی داود ۱۵۳۵، سنن ترمذی ۱۹۸۰ وقال الترمذی، حدیث ضعیف

(۲) سنن ترمذی ۲۰۳۵، وقال الترمذی حسن صحیح یہ حدیث پہلے نمبر ۸۹۴ پر گذر چکی ہے۔

۱۱۷۹ - حفظ لسان کے باب میں (نمبر ۱۰۸۲) صحیح حدیث کا ذکر آچکا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

مَنْ صَنَعَ اِلَیْکُمْ مَعْرُوْفًا فکافئوهُ، فَاِنْ لَمْ تَجِدُوْا مَاتُكَافِئُوْ مِنْهُ فَادْعُوا لَهُ حَتّٰى تَرَوْا اَنَّكُمْ قَدْ كَافَأْتُمُوْهُ" (۱)

جو تمہارے ساتھ بھلائی کرے اسے بدلہ دو، اگر تم ایسی چیز نہ پاؤ جس کے ذریعہ بدلہ دے سکو تو اس کے لئے دعا کرتے رہو تا آنکہ تمہیں یقین ہو جائے کہ تم نے بدلہ چکا دیا ہے۔

(باب-۷)

اپنی برتری کے باوجود دوسروں سے دعا کی درخواست کرنا:

اس باب کی احادیث اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کا شمار ممکن نہیں، اور ان کی صحت پر تمام محدثین کا اتفاق ہے، اور اس میں سب سے زیادہ قابلِ استدلال یہ حدیث ہے:

۱۱۸۰- ابوداؤد و ترمذی میں حضرت عمر فاروقؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں، میں نے نبی کریم ﷺ سے عمرہ کی اجازت چاہی تو آپ نے مجھے اجازت مرحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا:

لَا تَنْسَانَا يَا اُخَيَّ مِنْ دُعَائِكَ" میرے بھیا دعا میں ہمیں مت بھولنا۔

حضرت عمر فرماتے ہیں آپ نے ایسی بات کہی کہ اگر مجھے ساری دنیا بھی مل جاتی تو مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی جتنی اس بات سے ہوئی، اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"اَشْرِكْنَا يَا اُخَيَّ فِيْ دُعَائِكَ" میرے بھائی ہمیں بھی اپنی دعا میں شریک رکھنا۔

---

(۱) سنن ابی داؤد ۲/ ۱۶۷، نسائی ۵/ ۸۲، عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وھو حدیث صحیح

(باب-۸)

اپنے اوپر یا کسی عزیز پر بددعا کرنے کی ممانعت:

۱۱۸۱- سنن ابی داؤد میں بسند صحیح حضرت جابرؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا تَدْعُوا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ، وَلَا تَدْعُوا عَلٰی اَوْلَادِکُمْ وَلَا تَدْعُوْعَلٰی خَدَمِکُمْ وَلَاتَدْعُوا عَلٰی اَمْوَالِکُمْ، لَا تُوَافِقُوْا مِنَ اللّٰهِ سَاعَةً نِیْلَ فِیْهَا عَطَاءٌ فَیُسْتَجَابَ مِنْکُمْ ۔ (۱)

مت بددعا کرو اپنی جان پر اور مت بددعا کرو اپنی اولاد پر اور مت بددعا کرو اپنے خادموں پر اور مت بددعا کرو اپنے اموال پر، کہ مبادا تم پالو اللہ کی اس ساعت کو جس میں دعائیں قبول ہوتی ہیں (اور مطلوب عطا کیا جاتا ہے) کہ تمہاری کہی ہوئی دعائیں قبول کر لی جائیں گی۔

اما مسلم نے اس حدیث کو اپنی صحیح کے اخیر میں نقل کیا ہے، اور اس کے الفاظ اس طرح ہیں:

لَا تَدْعُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ، وَلَا تَدْعُوا عَلٰی اَوْلَادِکُمْ وَلَا تَدْعُوْا عَلٰی خَدَمِکُمْ وَ لَاتَدْعُوْلٰی اَمْوَالِکُمْ، وَلَاتُوَافِقُوْا مِنَ اللّٰهِ سَاعَةً یُسْاَلُ فِیْهَا عَطَاءٌ فَیَسْتَجِیْبَ لَکُمْ " (۲)

---

(۱) سنن ابی داؤد ۱۵۳۲

(۲) صحیح مسلم ۳۰۰۹

مت بددعاء کرواپنی جان پر، مت بددعاء کرواپنی اولاد پر، مت بددعاء
کرواپنے مال پر، کہ مبادا پالو اللہ تعالیٰ کی اس گھڑی کو جس کے اندر
انعامات کئے جاتے ہیں کہ تمہاری بات اللہ قبول کریگا۔

(باب-۹)

دعاء مسلم کے قبول ہونے کی دلیل:

وَاِذَا سَأَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا
دَعَانِ (البقرہ:۱۸۶)

اور جب تجھ سے پوچھیں میرے بندے مجھ کو سو میں قریب ہوں، قبول
کرتا ہوں مانگنے والی کی دعاء جب مجھ سے دعاء مانگے۔

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :

"ادعونی استجب لکم" (غافر:۶۰) مجھ کو پکارو کہ پہونچوں تمہاری پکار کو۔

۱۱۸۲ - سنن ترمذی میں حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

مَاعَلَى الْاَرْضِ مُسْلِمٌ يَدْعُواللّٰهَ تَعَالٰى بِدَعْوَةٍ اِلَّا اٰتَاهُ اللّٰهُ
اِيَّاهَا، اَوْصَرَفَ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَهَا ، مَالَمْ يَدْعُ بِاِثْمٍ
اَوْقَطِيْعَةِ رَحْمٍ"

نہیں دعاء کرتا روئے زمین پر کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ سے کسی طرح کی
دعاء مگر اللہ اسے ضرور عطا فرما دیتے ہیں، یا اس کی اتنی ہی تکلیف دور کر
دیتے ہیں، اگر وہ کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعاء نہ کرے۔

تو حاضرین کی جماعت میں ایک شخص نے کہا "اذا نکثر" تب تو ہم خوب دعاء کریں

گے، تو آپ ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ اکثر" تو اللہ تعالیٰ اس سے بڑھ کر دیں گے۔(۱)

۱۱۸۱/۱ - امام حاکم نے "المستدرک علی الصحیحین" میں اسے حضرت ابو سعید خدری ؓ سے روایت کیا ہے، اور اس میں یہ اضافہ ہے:

"اَوْ یَدَّخِرُ لَهُ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَهَا"

یا اتنا ہی اجر اس کے لئے ذخیرۂ آخرت بنا دیتے ہیں۔ (۲)

۱۱۸۴ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يُسْتَجَابُ لِاَحَدِكُمْ مَالَمْ يَعْجَلْ فَيَقُوْلُ : قَدْ دَعَوْتُ فَلَمْ يُسْتَجَبْ لِيْ" (۳)

تم میں سے کسی کی بھی دعا قبول کی جاتی ہے، بشرطیکہ جلد بازی نہ کرے، کہے کہ میں نے دعا تو کیا مگر قبول نہ ہوئی۔

کتاب الاستغفار

(استغفار کا بیان)

یہ حصہ اہم ابواب میں سے ایک اور حد درجہ قابلِ اعتناء و توجہ ہے، جس پر ہر کسی کو عمل کرنا اور اس کی پابندی کرنا چاہئے ـــــ میں نے بطور فال نیک اسے مؤخر کیا تھا اور اب اخیر میں اسے ذکر کر رہا ہوں کہ اللہ ہمارا خاتمہ بھی اسی پر کرے، خاتمہ بالخیر اور ہر طرح کی بھلائی کا اپنے لئے، دوست احباب اور تمام مسلمانوں کے لئے ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں، آمین۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

(۱) سنن ترمذی ۳/ ۳۵۷۳، وقال الترمذی: حدیث حسن صحیح
(۲) المستدرک علی الصحیحین ۱/ ۴۹۳
(۳) بخاری ۶۳۴۰، مسلم ۲۷۳۵

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ " (غافر:۵۵)

اور بخشوا اپنا گناہ، اور پاکی بول اپنے رب کی خوبیاں شام کو اور صبح کو۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ" (محمد: ۱۹)

اور معافی مانگ اپنے گناہ کے واسطے اور ایماندار مردوں اور عورتوں کے لئے۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ، إِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا" (النساء:۱۰۶)

اور بخشش مانگ اللہ سے، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِنَ اللّٰهِ ، وَاللّٰهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ، الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ، الصَّابِرِينَ وَالصَّادِقِينَ وَالْقَانِتِينَ وَالْمُنْفِقِينَ وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ" (آل عمران: ۱۵-۱۷)

پرہیز گاروں کے لئے اپنے رب کے ہاں باغ ہیں، جن کے نیچے جاری ہیں نہریں، ہمیشہ رہیں گے ان میں، اور عورتیں ہیں ستھری، اور رضامندی اللہ کی، اور اللہ کی نگاہ میں ہیں بندے، وہ جو کہتے ہیں اے رب ہمارے ہم ایمان لائے ہیں، سو بخش دے ہم کو گناہ ہمارے اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے وہ صبر کرنے والے ہیں، اور خرچ کرنے، اور گناہ بخشوانے والے پچھلی رات میں۔

نیز فرمان باری تعالیٰ ہے :

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۔ (انفال:۳۳)

وہ اللہ ہرگز عذاب نہ کرتا ان پر جب کہ تو رہتا ان میں، اور اللہ ہرگز عذاب نہ کریگا ان پر جب تک وہ معافی مانگتے رہیں گے۔

نیز باری تعالیٰ کا فرمان ہے :

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ، فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُالذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ، وَيُصِرُّوْا عَلٰى مَافَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ" (آل عمران:۱۳۵)

اور وہ لوگ کہ جب کر بیٹھیں کچھ گناہ یا برا کام کریں، اپنے حق میں تو یاد کریں اللہ کو اور بخشش مانگیں اپنے گناہوں کی، اور کون ہے گناہ بخشنے والا سوا اللہ کے اور اَڑتے نہیں اپنے کئے پر اور وہ جانتے ہیں۔

نیز ارشاد خداوندی ہے :

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْءً اَوْيَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا" (النساء:۱۱۰)

اور جو کوئی کرے گناہ یا اپنا برا کرے پھر اللہ سے بخشوائے تو پائے اللہ کو بخشنے والا مہربان۔

نیز باری تعالیٰ فرماتے ہیں :

وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ "(ہود: ۳)

اور یہ کہ گناہ بخشواؤ اپنے رب سے پھر رجوع کرو اس کی طرف۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں بتاتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا" (نوح: ۱۰)

تو میں نے کہا گناہ بخشواؤ اپنے رب سے بے شک وہ ہے بخشنے والا۔

حضرت ہود علیہ السلام کے بارے میں خبر دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَيَاقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ" (ہود: ۵۲)

اور اے قوم گناہ بخشواؤ اپنے رب سے پھر رجوع کرو اسی کی طرف۔

استغفار کی اور بھی بہت سی آیات ہیں جو مشہور و معروف ہیں، جن بعض آیتوں کو میں نے ذکر کیا تنبیہ و تذکیر کے لئے یہی کافی ہیں ——— اور وہ احادیث جو استغفار کے بارے میں وارد ہوئی ہیں، بے شمار و ناقابل ہیں، ان کا شمار ممکن نہیں، البتہ بعض احادیث کی طرف ہم اس جگہ اشارہ کر رہے ہیں۔

۱۱۸۴ - صحیح مسلم میں صحابی رسول حضرت اغر المزنیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّهٗ لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِيْ، وَاِنِّيْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ"

اور میرے دل پر بھی (غفلت کا) پردہ پڑ جاتا ہے، اور (اسی وجہ سے) میں دن میں سو بار توبہ و استغفار کرتا ہوں،

یعنی دینوی مصروفیات اور اُمت کے مصالح میں مشغول رہنے کی وجہ سے میرے اندر بھی غفلت پیدا ہو جاتی ہے، اور اسی وجہ سے میں اس قدر استغفار کرتا ہوں۔(۱)

۱۱۸۵ - صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا:

---

(۱) مسلم ۲۷۰۲

وَاللّٰهِ اِنِّی لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ فِی الْیَوْمِ اَکْثَرَ مِنْ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً "(۱)

اللہ کی قسم میں ہر روز ستر سے زیادہ بار اللہ سے توبہ واستغفار کرتا ہوں۔

۱۱۸۶- صحیح بخاری میں حضرت شداد بن اوسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

(اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ ، وَاَنَا عَلٰی عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَاسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ لَكَ بِذَنْبِیْ، فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهٗ لَایَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ)

مَنْ قَالَهَا بالنهار مُوقناً بها فمات من يومه قبل ان يمسى فهو من اهل الجنة ومن قالها من الليل وهو موقن بها فمات قبل ان يصبح فهو من اهل الجنة " (۲)

"اے اللہ تو ہی میرا رب ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو نے ہی مجھے پیدا کیا اور میں تیرا ہی بندہ ہوں، جتنا مجھ سے ہوسکا میں تیرے وعدہ اور عہد پر قائم ہوں، میں اپنے کیئے کے شر سے تیری پناہ لیتا ہوں، مجھ پر جو تیری نعمتیں ہیں اس کا اقرار کرتا ہوں، اور اپنے گناہوں کا بھی اقرار واعتراف کرتا ہوں، اس لئے تو مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا اور کوئی گناہوں کو نہیں بخش سکتا"——جس نے پورے یقین کے ساتھ دن میں اسے کہہ لیا اور اس دن شام ہونے سے پہلے اس کی وفات ہوگئ

(۱) بخاری ۶۳۰۷

(۱) بخاری ۶۳۰۶، اس کا ذکر پہلے نمبر ۲۱۱، پہ بھی آیا ہے

تو وہ جنتیوں میں سے ہوگا، اور جس نے پورے یقین کے ساتھ رات میں اسے کہہ لیا، اور اسی شب صبح ہونے سے پہلے اس کی وفات ہوگئی تو وہ جنتیوں میں سے ہوگا۔

۱۱۸۷ - سنن ابی داود، ترمذی وابن ماجہ میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کو ایک مجلس میں سو بار کہتے ہوئے شمار کرتے تھے۔

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ" (۱)

۱۱۸۸ - سنن ابی داود وابن ماجہ میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُ مِنْ كُلِّ ضِيْقٍ مُخْرَجاً وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا، وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ" (۲)

جس شخص نے کثرت سے استغفار کرنے کی پابندی والتزام کرلیا، اللہ اس کو ہر تنگی سے رہائی، اور ہر غم اندوہ سے کشائش فرمادیں گے، اور جہاں سے اس کو گمان بھی نہ ہوگا وہاں سے اسے روزی عطاء فرمائیں گے۔

۱۱۸۹- صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا لَذَهَبَ اللّٰهُ بِكُمْ، وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ يُذْنِبُوْنَ فَلْيَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ تَعَالَىٰ فَيَغْفِرُ لَهُمْ" (۳)

---

(۱) ابوداود ۱۵۱۶ ترمذی ۳۴۳۴، ابن ماجہ ۳۸۱۴، وقال الترمذی: حدیث حسن صحیح

(۲) سنن ابی داود ۱۵۱۸، ابن ماجہ ۳۸۱۹، فی اسنادہ جہالۃ

(۳) صحیح مسلم ۲۷۴۹

قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان
ہے اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تمہیں دنیا سے اٹھالے اور تمہاری جگہ ایسے
لوگوں کو پیدا کرے جو گناہ کریں پھر مغفرت طلب کریں، اور اللہ ان
کے گناہ معاف کرے۔

۱۱۹۰ - سنن ابی داوٗد میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تین تین بار دعا کرنا اور تین تین بار استغفار کرنا پسند تھا۔(۱)

۱۱۹۱ - ابوداوٗد و ترمذی میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے آزاد کردہ غلام سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَااَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ، وَاِنْ عَادَ فِي الْيَوْمِ سَبْعِيْنَ مَرَّةً" (۲)
جس نے توبہ و استغفار کیا، وہ گناہ پر اڑا نہیں رہا، اگر چہ دن میں ستر بار
اس سے گناہ پھر اس نے استغفار کا اعادہ ہو۔

۱۱۹۲ - سنن ترمذی میں حضرت انسؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا:

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: يَاابْنَ اٰدَمَ اِنَّكَ مَادَعَوْتَنِىْ
وَرَجَوْتَنِىْ غَفَرْتُ لَكَ مَاكَانَ مِنْكَ وَلَا اُبَالِىْ، يَاابْنَ اٰدَمَ
لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِىْ غَفَرْتُ
لَكَ، يَاابْنَ اٰدَمَ لَوْ

---

(۱) ابوداوٗد ۱۵۲۴، اسناد حسن، اس کا ذکر بھی نمبر: ۱۱۲۴ پر آچکا ہے)

(۲) ابوداوٗد ۱۵۱۴، ترمذی ۳۵۵۹، یہ حدیث ضعیف ہے، وقال الترمذی: لیس اسنادہ بالقوی

اَتَیْتَنِی بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَایَا ثُمَّ اَتَیْتَنِی لَا تُشْرِكُ بِی شَیْئًا لَاَتَیْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً" (۱)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اے اولادِ آدم بے شک تو جب تک مجھ سے دعا مانگتا رہے گا اور مغفرت کی لولگائے رہے گا میں تجھے معاف کرتا رہوں گا، تیرے کتنے ہی گناہ کیوں نہ ہوں، اور بالکل پرواہ نہیں کرونگا، اے اولادِ آدم، اگر تیرے گناہ آسمان کی بلندی کو پہونچ جائیں، پھر تو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں تیرے گناہ بخش دونگا، اے اولادِ آدم اگر تو زمین بھر بھی گناہ میرے پاس لیکر آئے، پھر تو میرے سامنے اس حالت میں پیش ہو کہ تو کسی کو میرا شریک نہ ٹھہراتا ہو تو میں بھی اتنا ہی مغفرت تیرے لئے ضرور لاؤنگا۔

(امام نووی فرماتے ہیں: "عنان" عین کے زبر کے ساتھ ہے بمعنی بادل، اور یہ عنانہ کی جمع اور عنَّ عنًّا سے ماخوذ و مشتق ہے عنّ بمعنی سامنے ظاہر ہونا پیش آنا یعنی آسمان کی طرف نظر اٹھانے سے جو ظاہر ہو، عنان کی نسبت جب آسمان کی طرف کی جائے تو اس سے مراد بلندی ہوتا ہے۔ یعنی آسمان کی بلندی "قراب الارض" قاف کے زیر اور پیش دونوں طرح سے منقول ہے، مگر پیش کے ساتھ قراب کا معنی بھی یہی ہے، جو زبر کے ساتھ ہے صاحب مطالع نے یہی ذکر کیا ہے۔

۱۱۹۳ - سنن ابن ماجہ میں بسند جید حضرت عبداللہ بن بسرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"طُوبٰی لِمَنْ وَجَدَ فِی صَحِیْفَتِهِ اسْتِغْفَاراً کَثِیراً" (۲)

(۱) سنن ترمذی ۳۵۴۰، وقال الترمذی: حدیث حسن

(۲) سنن ابن ماجہ ۳۸۱۸

خوش خبری ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے نامۂ اعمال میں خوب خوب استغفار پائیں۔

۱۱۹۴ - سنن ابی داؤد وترمذی میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: من قال: جس نے (صدق دل سے) کہا:

"أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ" غُفِرَتْ ذُنُوْبُهُ وَإِنْ كَانَ قَدْ فَرَّ مِنَ الزَّحْفِ. (۱)

میں بخشش چاہتا ہوں اللہ سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا اور (زمین وآسمان کو) قائم رکھنے والا ہے اور اسی کے سامنے توبہ کرتا ہوں تو اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں، اگرچہ وہ میدان جہاد ہی سے کیوں نہ بھاگا ہو۔

امام حاکم فرماتے ہیں: (المستدرک ۵۱۱/۱) یہ حدیث بخاری ومسلم کی شرط پہ صحیح ہے، ابوداؤد وترمذی نے اسے بلال بن یسار بن زید عن ابیہ عن جدہ یعنی زید سے روایت کیا ہے، جبکہ حاکم نے اس کی تخریج ابن مسعود سے کی ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ باب وسیع تر ہے مگر اختصار ہی افادیت سے قریب ہے، اس لئے میں اتنے ہی پر اکتفا کرتا ہوں۔

(فصل-) لفظ "استغفر اللہ" کہنے کا حکم:

استغفار ہی سے متعلق ایک عمدہ بات وہ ہے جو ربیع بن خثیمؒ سے منقول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص "أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ" (میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا اور

(۱) سنن ابی داؤد ۱۵۱۷، ترمذی ۳۵۷۷

توبہ کرتا ہوں) نہ کہے، کہ مبادا ایسا نہ ہو کہ اس کا یہ قول جھوٹ اور گناہ ہو جائے، بلکہ "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ کہے" (اے اللہ تو مجھے بخش دے اور میری توبہ قبول فرما) استغفار کے لئے ان کا "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ" کہنا اچھی بات ہے، البتہ "اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ" کو مکروہ قرار دینے اور اسے جھوٹ سے متصف کرنے پر ہم ان سے اتفاق نہیں کر سکتے کیونکہ "اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ" کا مفہوم ہے "ہم اللہ سے مغفرت طلب کرتے ہیں" اور اس میں کوئی جھوٹ نہیں، اور ان کے قول کی تردید کے لئے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بیان کردہ حدیث کافی ہے جو پہلے (حدیث نمبر: ۱۹۹۴ پہ) ذکر کی گئی۔

حضرت فضیل رحمہ اللہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ گناہ سے دست کشی کے بغیر استغفار اور بخشش کی چاہت جھوٹوں کی توبہ ہے، اور اسی طرح کی بات حضرت رابعہ عدویہ بصریہ رضی اللہ عنہا سے بھی منقول ہے کہ ہمارا استغفار بذاتِ خود بکثرت استغفار کا محتاج ہے۔

بعض اعراب (عرب بدوؤں) سے منقول ہے کہ وہ خانہ کعبہ کا پردہ پکڑ کر کہتے تھے کہ اے اللہ گناہوں پر ڈٹے رہنے کے باوجود ہمارا استغفار اور بخشش کی درخواست کرنا بدبختی ہے اور آپ کی عفو و درگذر کی وسعت کے علم کے باوجود استغفار کا ترک کرنا ہماری عاجزی اور کاہلی ہے۔ اے وہ ذات کہ جب وعدہ کرے تو پورا کرے، اور جب وارننگ دے تو عفو و درگذر فرمائے، میرے جرم عظیم کو اپنے عفو عظیم کے اندر داخل فرما دے، اے سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے۔

(باب-۱)

صبح سے رات تک پورے دن خاموش رہنے کی ممانعت:

۱۱۹۵ - سنن ابی داؤد میں بسند حسن حضرت علیؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول

اللہ ﷺ کی زبان سے یہ کلمات محفوظ کیے ہیں:

لَا یُتم بَعْدَ الْاِحتِلَامِ وَلَا صُماتَ یومٍ اِلٰی لیلۃٍ . (۱)

بلوغ کے بعد یتیمی نہیں، اور پورے دن رات تک خاموشی جائز نہیں۔

امام خطابی اپنی کتاب ''معالم السنن'' کے اندر اس حدیث کی تفسیر میں فرماتے ہیں: عہد جاہلیت کے لوگوں کی ایک عبادت خاموشی کا روزہ تھا، ان میں سے کوئی رات دن کا اعتکاف کرتا اور اس میں وہ بالکل خاموش رہتا زبان سے کچھ نہیں بولتا، چنانچہ اسلام میں اس کی ممانعت کر دی گئی اور خیر کی باتیں کرنے کا حکم دیا گیا۔(۲)

۱۱۹۶ - صحیح بخاری میں حضرت قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ قبیلہ احمس کی ایک عورت کے پاس تشریف لے گئے جن کا نام زینب تھا، انہیں دیکھا کہ وہ کچھ نہیں بول رہی، تو آپ نے دریافت کیا کہ اسے کیا ہو گیا ہے کہ یہ کچھ بولتی ہی نہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ اس نے چپ رہنے کی نیت کر رکھی ہے (چپ کا روزہ رکھا ہے) تو حضرت ابوبکرؓ نے اس عورت سے کہا بات کرو کیوں کہ اس طرح کی نیت کر کے خاموش رہنا حلال نہیں، یہ زمانہ جاہلیت کا عمل ہے تو وہ بولنے لگی۔(۳)

(فصل-) وہ احادیث جو مدارِ اسلام ہیں:

یہ وہ آخری بات ہے جسے اس کتاب میں بیان کرنے کا میں نے ارادہ کیا تھا، اب میرا ارادہ ہے کہ بعض ان احادیث کو بھی اس کتاب میں شامل کرلوں جس سے اس کتاب کے محاسن

---

(۱) سنن ابی داؤد ۲۸۷۳، اس کی سند ضعیف ہے، مگر شواہد کی وجہ سے یہ حسن ہے

(۲) دیکھیں: معالم السنن للخطابی ۲۹۶/۳

(۳) صحیح بخاری ۳۸۳۴

میں انشاء اللہ چار چاند لگ جائیگا، یہ وہ احادیث ہیں جن پر دینِ اسلام کا مدار و اساس ہے ——— اس سے متعلق علماء کا حد درجہ اختلاف ہے (کہ وہ کون کونسی احادیث ہیں جنہیں مدارِ اسلام قرار دیا جاسکتا ہے) میں نے ان میں سے جن احادیث کا انتخاب کیا ہے، اس کی تعداد تیس ہے۔

۱۱۹۷ - **پہلی حدیث** : حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات" والی حدیث ہے جس کا ذکر شروع کتاب میں (حدیث نمبر ۲ پر) آچکا ہے۔ (۱)

۱۱۹۸ - **دوسری حدیث** : حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَالَیْسَ مِنْهُ فَھُوَ رَدٌّ۔ (۲)

جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی بات پیدا کی جو اس میں نہیں (جو اس کے منافی ہے) تو وہ مردود و نا قابل قبول ہے۔

۱۱۹۹ - **تیسری حدیث** : حضرت نعمان بن بشیرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا:

اِنَّ الْحَلَالَ بَیِّنٌ وَاِنَّ الْحَرَامَ بَیِّنٌ وَبَیْنَھُمَا اُمُوْرٌ مُشْتَبِهَاتٌ لَا یَعْلَمُھُنَّ کَثِیْرٌ مِنَ النَّاسِ ، فَمَنِ اتَّقَی الشُّبُھَاتِ اِسْتَبْرَأَ لِدِیْنِهٖ وَعِرْضِهٖ ، وَمَنْ وَقَعَ فِی الشُّبُھَاتِ وَقَعَ فِی الْحَرَامِ ، کَالرَّاعِیْ یَرْعٰی حَوْلَ الْحِمٰی یُوْشِكُ اَنْ یَرْتَعَ فِیْهِ ، اَلَا وَاِنَّ لِکُلِّ مَلِكٍ حِمًی ، اَلَا وَاِنَّ حِمَی اللّٰهِ تَعَالٰی

---

(۱) صحیح بخاری ۵۴، بدؤ الوحی مسلم، ۱۹۰۷، فی امارۃ)

(۲) بخاری ۲۶۹۷، مسلم ۱۷۱۸

مَحَارِمُهُ ، اَلَا وَاِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً ، اِذَا صَلُحت صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ ، وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ ، اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ "(۱)

بے شک حلال واضح ہے، اور بیشک حرام واضح ہے (یعنی جس کی حلت و حرمت پر کتاب وسنت یا اجماع امت کی تصریح وتنصیص موجودہ ہے) اوران دونوں کے درمیان بہت سے مشتبہ امور ہیں جس کا اکثر لوگوں کو علم نہیں، تو جو مشتبہ امور سے بچا گویا اس نے اپنے دین اوراپنی آبرو بچائی، اور جوان مشتبہ امور میں پڑ گیا تو وہ یقیناً حرام میں پڑا، جس طرح کہ چرواہا جب باڑھ پر جانور چراتا ہے تو اندیشہ ہوتا کہ وہ اس میں منہ مار لیگا، یادرکھو کہ ہر بادشاہ کا ایک محفوظ دائرہ وزون ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کا محفوظ وممنوع کردہ دائرہ اس کے محرمات ہیں، اور یادرکھو کہ جسم کے اندر ایک لوتھڑا ہے، اگر وہ ٹھیک رہے تو سارا جسم ٹھیک ہے اور اگر اس میں بگاڑ پیدا ہو جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے، اور آگاہ ہو جاؤ کہ وہ لوتھڑا قلب ہے۔

۱۲۰۰ - **چوتھی حدیث** : حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول صادق مصدوق ﷺ نے ہم سے بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ اَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِي بَطْنِ اُمِّهِ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا نُطْفَةً ، ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِثْلَ

(۱) بخاری ۵۲، مسلم ۱۵۹۹

ذٰلِكَ، ثُمَّ يُرْسَلُ الْمَلَكُ فَيَنفُخُ فِيهِ الرُّوحَ، وَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ بِكَتْبِ رِزْقِهِ، وَأَجَلِهِ وَعَمَلِهِ، وَشَقِيٌّ أَمْ سَعِيدٌ فَوَالَّذِي لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ، إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتّٰى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَ بَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا" (۱)

تم میں سے ہر کسی کے تخلیقی مادہ کو بطن مادر میں محفوظ رکھا جاتا ہے چالیس دنوں تک نطفہ (منی) پھر وہ علقہ (خون کا لوتھڑا) ہوتا ہے اسی طرح (چالیس دنوں تک) پھر مضغہ (گوشت کا لوتھڑا) ہوتا ہے اسی طرح (چالیس دنوں تک) پھر فرشتے کو بھیجا جاتا ہے تو وہ اس کے اندر روح پھونکتا ہے، اور اس فرشتے کو چار باتوں کا حکم دیا جاتا ہے، روزی، موت اور عمل کے لکھنے کا اور یہ کہ وہ نیک بخت ہوگا یا بد بخت

اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں تم میں سے کوئی جنتیوں والا عمل کرتا ہے، یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک گز کا فاصلہ ہی رہ جاتا ہے کہ لکھا ہوا اس پر سبقت لے جاتا ہے، پھر وہ جہنمیوں والا ایسا عمل کر بیٹھتا ہے جس سے وہ جہنم میں داخل ہو جاتا ہے اور تم میں سے کوئی جہنمیوں والا عمل کرتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جہنم کے درمیان صرف ایک گز کا فاصلہ ہی رہ جاتا ہے کہ

(۱) بخاری ۳۲۰۸، مسلم ۲۶۴۳

اس کی یہ تقدیراور لکھا ہوا سبقت لے جاتا اور وہ جنتیوں والا ایسا عمل کرلیتا ہے جس سے وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

۱۲۰۱ - **پانچویں حدیث:** حضرت حسن بن علیؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان سے یہ کلمات محفوظ کئے ہیں :

"دَعْ مَایُرِیْبُكَ اِلٰی مَالَا یُرِیْبُكَ"

جو تمہیں شک وشبہ میں ڈالتا ہے اسے چھوڑ کر جو شکوک میں مبتلا نہ کرتا ہو اسے اختیار کر۔

(یعنی جس کی حلت مشکوک ہو اسے ترک کردو اور اسی کو اختیار کرو جو غیر مشکوک ہو۔

۱۲۰۲ - **چھٹی حدیث:** حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُهٗ مَالَا یَعْنِیْهِ" (۱)

کسی بھی شخص کے اسلام کی خوبیوں میں سے ہے اس کا لایعنی باتوں کو ترک کردینا۔

۱۲۳۰ - **ساتویں حدیث:** حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

لَایُوْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْهِ مَایُحِبُّ لِنَفْسِهٖ" (۲)

تم میں سے کوئی مؤمن کامل نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ وہ اپنے (مؤمن) بھائی کے لئے بھی وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

---

(۱) سنن ترمذی ۲۳۱۷، ابن ماجہ ۳۹۷۶، حدیث حسن

(۲) بخاری ۱۳، مسلم ۴۵

۱۲۰۴ - **آٹھویں حدیث** : حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالىٰ طَيِّبٌ لَايَقْبَلُ إِلَّا طَيِّباً ، وَإِنَّ اللّٰهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِيْنَ ، فَقَالَ تَعَالىٰ : يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحاً إِنِّي بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ" (المؤمنون: ۵۱) وَقَالَ تَعَالىٰ : يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُلُوْ مِنْ طَيِّبَاتِ مَارَزَقْنَاكُمْ (البقرہ: ۱۷۲) ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيْلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ يَارَبِّ يَارَبِّ وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ ، وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَغُذِّيَ بِالْحَرَامِ فَأَنّٰى يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ" (۱)

بیشک اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہے اور وہ حلال و پاکیزہ ہی قبول کرتا ہے، اور بیشک اللہ نے ایمان والوں کو وہی حکم دیا ہے جو پیغمبروں کو دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے يَاأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحاً إِنِّي بِمَا تَعْمَلُوْنَ یعنی اے رسولو کھاؤ ستھری چیزیں، اور کام کرو بھلا جو تم کرتے ہو میں جانتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے ایمان والو کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو روزی دی ہم نے تم کو، پھر آپ ﷺ نے اس شخص کا ذکر کیا جو طویل سفر پر ہے، پراگندہ اور گرد آلود ہے، پھر اپنا ہاتھ آسمان کی طرف پھیلاتا ہوا بلند کرتا ہے (اور دعا

(۱) مسلم: ۱۰۱۵

کرتے ہوئے کہتا ہے) اے میرے رب اے میرے پالنہار، حالانکہ اس کا کھانا حرام اس کا پینا حرام اور اس کی غذا حرام ہے تو پھر کیونکر اس کی دعا قبول کی جا سکتی ہے۔

۱۲۰۵ - **نویں حدیث** : موطا امام مالک میں مرسلا اور دار قطنی وغیرہ میں متصلا مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لا ضرر ولا ضرار" نہ نقصان اٹھائے نہ نقصان پہونچائے۔(۱)

نوٹ: دار قطنی نے متعدد طرق سے اسے حضرت عائشہ، عبداللہ عباس، ابوسعید خدری، و ابوہریرہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے روایت کیا، جمہور اہل علم نے اسے قبول کرتے ہوئے اس سے استدلال کیا ہے۔

۱۲۰۶ - **دسویں حدیث** : حضرت تمیم داریؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

الدِّينُ النَّصِيحَةُ ، قُلْنَا لِمَنْ ؟ قَالَ : لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئمة الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ" (۲)

دین نصیحت کا نام ہے (یعنی نصیحت دین اسلام کی بنیاد و اساس ہے) ہم نے عرض کیا، کس کے لئے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی کتاب، اللہ کے رسول، ائمہ مسلمین، اور عام مسلمانوں کے لئے۔

نوٹ : اللہ کے ساتھ نصیحت یہ ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے، اور کتاب اللہ کے ساتھ یہ ہے کہ اس کے کلام اللہ ہونے اور منزل من اللہ ہونے کا ایمان رکھے، اور محکم آیات پر عمل کرے اور متشابہات کو تسلیم کرے، اور رسول کے ساتھ یہ ہے کہ

---

(۱) موطا امام مالک ۲/۷۴۵، سنن دار قطنی ۴/۲۲۷، حدیث حسن

(۲) صحیح مسلم ۵۵

آپ کی تصدیق کرے، اور جو شریعت آپ ﷺ نے لایا ہے اس پر ایمان لائے، ائمہ مسلمین کے ساتھ یہ ہے کہ حق میں ان کی معاونت کرے، اور حق میں ان کی اتباع واطاعت کرے اور عام مسلمانوں کے ساتھ یہ ہے کہ دین ودنیا کی بھلائی کے لئے انہیں وعظ ونصیحت کرے، انہیں اچھائی کا حکم دے اور برائیوں سے روکے۔

۱۲۰۷ - **گیارہویں حدیث:** حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو کہتے سنا:

مَانَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَاجْتَنِبُوْهُ، وَمَا اَمَرْتُكُمْ بِهٖ فَاْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ فَاِنَّمَا اَهْلَكَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَثْرَةُ مَسَائِلِهِمْ، وَاخْتِلَافُهُمْ عَلٰى اَنْبِيَائِهِمْ"(۱)

جس چیز سے میں نے تمہیں روکا ہے اس سے رک جانا اور جس چیز کا حکم دیا ہے اسے حتی الامکان بجالاؤ کیونکہ تم سے پہلے والوں کو ان کی طرف سے انبیاء پر سوالات کے بوچھار کرنے اور ان کا اپنے انبیاء سے اختلاف کرنے نے ہلاک کیا ہے۔

۱۲۰۸ - **بارہویں حدیث:** حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے اللہ کے رسول: مجھے آپ کسی ایسے عمل کی نشاندھی فرمادیں کہ اگر میں وہ عمل کرلوں تو اللہ مجھے چاہنے لگیں اور لوگ مجھ سے محبت کرنے لگیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اِزْهَدْ فِى الدُّنْيَا يُحِبُّكَ اللّٰهُ وَازْهَدْ فِيْمَا عِنْدَ النَّاسِ يُحِبُّكَ النَّاسُ"

---

(۱) بخاری ۷۲۸۸، مسلم ۱۳۳۷

دنیا سے بے رغبت ہوجا اللہ تجھے چاہنے لگیں گے، اور لوگوں کے پاس جو کچھ ہے اس سے بے رغبت ہوجا لوگ تجھ سے محبت کرنے لگیں گے۔(۱)

۱۲۰۹ - تیرھوی حدیث : حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

لَایَحِلُّ دَمُ امْرِیٍٔ مُسْلِمٍ یَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَّا بِاِحْدٰی ثَلَاثٍ ، الثَّیِّبُ الزَّانِیْ وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ ، وَالتَّارِكُ لِدِیْنِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ" (۲)

کسی ایسے شخص کا خون جو (کلمہ شہادت پڑھتا ہو اور) گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں حلال نہیں، مگر صرف تین چیزوں میں سے کسی ایک کی وجہ سے شادی شدہ زنا کار، جان کے بدلے جان، اور مسلمانوں کی جماعت ملت اسلامیہ سے الگ ہوکر دین کو چھوڑ دینے والا مرتد۔

۱۲۱۰- **چودھویں حدیث** : حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَشْهَدُوْا ، اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَیُقِیْمُوا الصَّلَاةَ ، وَیُؤْتُوا الزَّکَاةَ ، فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّیْ دِمَائَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَی اللّٰهِ تَعَالٰی" (۳)

(۱) سنن ابن ماجہ ۴۱۰۲، حدیث حسن
(۲) بخاری ۶۸۷۸، مسلم ۱۶۷۶
(۳) بخاری ۲۵، مسلم ۲۲

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جہاد کروں تا آنکہ وہ گواہی دینے لگیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کریں، زکوۃ ادا کریں، اگرانہوں نے ایسا کرلیا تو انہوں نے اپنا خون اور اپنا مال مجھ سے محفوظ کرلیا، سوائے حق اسلام کے تقاضوں کے، اوران کا حساب وکتاب اللہ کے سپرد ہے۔

نوٹ : کلمہ شہادت اور نماز، روزہ، ودیگر فرائض کی ادائیگی کے بعدوہ دین اسلام میں داخل ہو کر بھائی بھائی بن جائیں گے، ان کی جان ومال مسلمانوں کے حملہ سے محفوظ رہیگی، کوئی مسلمان ان پر حملہ آور نہیں ہوگا، البتہ اسلامی حدود اس پر جاری ہونگے، اور اگرانہوں نے کوئی ایسا جرم کیا جس کی سزا شریعتِ اسلامی میں قتل ہے تو اس کی وجہ سے انہیں قتل کیا جائیگا، مثلاً شادی کے بعد زنا کاری، یا ایمان لانے کے بعد ارتداد، یا کسی مسلمان کو جان بوجھ کرقتل کرنا۔

ان کا حساب اللہ پر ہے کا مفہوم یہ ہے کہ شریعت کے احکام کا نفاذ اور اس کا اجرار ظاہر کے مطابق ہوگا، البتہ باطن کے راز اور بھید کا علم اللہ کے پاس ہے، اگراس کا باطن ظاہر کے خلاف ہے تو دنیا میں ظاہر پر فیصلہ کیا جائے گا، مگر آخرت میں اس کا حساب وکتاب اس کے باطن کے مطابق ہوگا، جس کا علم اللہ کو بخوبی ہے۔

۱۲۱۱ - **پندرہویں حدیث:** حضرت ابن عمر سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ، شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهَ وَاَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ، وَاَقَامِ الصَّلَاةِ، وَاِيْتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ" (۱)

---

(۱) صحیح بخاری ۸، صحیح مسلم ۱۶

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پہ رکھی گئی ہے، اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرنا، زکاۃ ادا کرنا، حج کرنا اور رمضان کا روزہ رکھنا۔

۱۲۱۲ - **سولہویں حدیث** : حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

لَوْ يُعْطَى النَّاسُ بِدَعْوَاهُمْ لَادَّعٰى رِجَالٌ اَمْوَالَ قَوْمٍ وَدِمَائَهُمْ ، لٰكِنَّ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنَ عَلٰى مَنِ اَنْكَرَ“(۱)

اگر لوگوں کو ان کے دعوں کے مطابق دے دیا جائے (یعنی محض دعوی ہی سن کر فیصلہ کردیا جائے) تو لوگ قوم کے مال واسباب اور جان و خون کا دعویٰ کر بیٹھیں مگر مدعی پر ثبوت (پیش کرنا لازم) ہے اور منکر (مدعی علیہ) پر قسم ہے (اگر مدعی ثبوت پیش نہ کر سکے تو مدعی علیہ سے قسم لیکر فیصلہ کیا جائیگا)

۱۲۱۳ - **سترہویں حدیث** : حضرت وابصہ بن سعیدؓ سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے دریافت کرتے ہوئے فرمایا :

جِئْتَ تَسْأَلُ عَنِ الْبِرِّ وَالْإِثْمِ ؟ قَالَ نَعَمْ : فَقَالَ اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ، اَلْبِرُّ مَا اطْمَأَنَّتْ اِلَيْهِ النَّفْسُ وَاطْمَأَنَّ اِلَيْهِ الْقَلْبُ وَالْاِثْمُ مَاحَاكَ فِي النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِي الصَّدْرِ ، وَاِنْ اَفْتَاكَ النَّاسُ وَاَفْتُوكَ“ (۲)

---

(۱) بخاری ۴۵۵۲، مسلم ۱۷۱۱

(۲) مسند امام احمد ۴/۲۲۸، مسند داری ۲/۲۴۶، حدیث حسن

تم نیکی اور برائی (گناہ) کے بارے میں دریافت کرنے آئے ہو؟
وابصہ نے جواب دیا: جی ہاں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے دل سے پوچھو، نیکی وہ ہے جس پر دل مطمئن اور نفس پرسکون ہو اور برائی وہ ہے جو دل میں کھٹکے اور سینے میں خلجان پیدا کرے خواہ ایک آدمی یا کئی لوگ تمہیں فتویٰ دیں اور جواز بتائیں۔

۱۲۱۴ - صحیح مسلم میں حضرت نواس بن سمعانؓ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

اَلبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ، وَالْاِثْمُ مَاحَاكَ فِي نَفْسِكَ وَكَرِهْتَ اَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ. (۱)

نیکی حسن اخلاق کا نام ہے اور برائی (گناہ) وہ ہے جو دل میں کھٹکے اور تمہیں ناگوار ہو کہ لوگ اسے جان جائیں۔

۱۲۱۵ - **اٹھارہویں حدیث:** حضرت شداد بن اوسؓ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْاِحْسَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ فَاِذَا قَتَلْتُمْ فَاَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ وَاِذَا ذَبَحْتُمْ فَاَحْسِنُوا الذِّبْحَةَ وَلْيُحِدَّ اَحَدُكُمْ شَفْرَتَهٗ وَلْيُرِحْ ذَبِيْحَتَهٗ" (۲)

بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں حسن سلوک اور بہتری کو لازم کیا ہے، اس لئے اگر تم قتل کرو (قصاص وغیرہ میں) تو اچھی طرح سے قتل کرو اور اگر

(۱) مسلم ۲۵۵۳
(۲) مسلم ۱۹۵۵

(جانور وغیرہ) ذبح وقربانی کرو تو بہتر طریقہ پر کرو، اور تمہیں چاہئے کہ چھری تیز کرلو اور ذبح کئے جانے والے جانور کو راحت پہونچاؤ۔

۱۲۱۶- **انیسویں حدیث** : حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْراً اَوْ لِيَصْمُتْ ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ " (۱)

جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ خیر و نیکی کی بات کرے یا خاموش رہے اور جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ اپنے پڑوسی کی عزت کرے ، اور جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ مہمان کی تعظیم کرے۔

۱۲۱۷ - **بیسویں حدیث** : حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ آپ مجھے کچھ ہدایات دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا :"لَا تَغْضَبْ" غصہ مت کرو پھر آپ "لَا تَغْضَبْ" غصہ مت کرو کو بار بار دہراتے رہے۔(۲)

۱۲۱۸ - **اکیسویں حدیث** : حضرت ابوثعلبہ خشنیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَ فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَاتُضَيِّعُوهَا ، وَحَدَّ حُدُوداً فَلَا تَعْتَدُوْهَا ، وَحَرَّمَ اَشْيَاءَ فَلَا تَنْتَهِكُوْهَا وَسَكَتَ عَنْ اَشْيَاءٍ رَحْمَةً لَكُمْ غَيْرَ نِسْيَانٍ فَلَا تَبْحَثُوا عَنْهَا . (۳)

---

(۱) بخاری ۶۰۱۸، مسلم ۶۷

(۲) بخاری ۶۱۱۶

(۳) سنن دار قطنی ۴/۱۸۴، واسنادہ حسن

بیشک اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر کیے ہیں تو انہیں ضائع مت کرو، اور کچھ حدود متعین کیے ہیں تو اس سے تجاوز مت کرو، اور کچھ چیزوں کو حرام قرار دیا ہے تو اس کی بے حرمتی مت کرو (یعنی اس کا ارتکاب مت کرو) اور تم پر رحمت وشفقت کرتے ہوئے نہ کہ بھول کر کچھ چیزوں سے سکوت اختیار کیا ہے، لہٰذا اس کے پیچھے مت پڑو (اس کے کھوج میں نہ لگو)

۱۲۱۹ - **بائیسویں حدیث** : حضرت معاذؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت میں داخل کردے اور جہنم سے دور کردے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

لَقَدْ سَأَلْتَ عَنْ عَظِيْمٍ وَإِنَّهُ لَيَسِيْرٌ عَلٰى مَنْ يَسَّرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ تَعْبُدُ اللّٰهَ، لَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا وَتُقِيْمُ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ وَتَحُجُّ الْبَيْتَ، ثُمَّ قَالَ : اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى اَبْوَابِ الْخَيْرِ؟ اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيْئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ ، وَصَلَاةُ الرَّجُلِ فِيْ جَوْفِ اللَّيْلِ ، ثُمَّ تَلَا : تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ حَتّٰى بَلَغَ يَعْمَلُوْنَ (السجدہ : ١٦) ثُمَّ قَالَ : اَلَا اُخْبِرُكَ بِرَأْسِ الْاَمْرِ كُلِّهٖ وَعَمُوْدِهٖ وَذُرْوَةِ سَنَامِهٖ ؟ قُلْتُ بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ : رَاْسُ الْاَمْرِ الْاِسْلَامُ ، وَعَمُوْدُهُ الصَّلَاةُ وَذُرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ، ثُمَّ قَالَ : اَلَا اُخْبِرُكَ بِمَلَاكِ ذٰلِكَ كُلِّهٖ ؟ قُلْتُ بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ، فَاَخَذَ بِلِسَانِهٖ ثُمَّ قَالَ : كُفَّ عَلَيْكَ هٰذَا فَقُلْتُ يَانَبِيَّ

اللّٰهِ ، وَاِنَّا لَمُؤاخَذُوْنَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهِ ؟ فَقَالَ : ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اَوْعَلٰى مَنَاخِرِهِمْ اِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِهِمْ ؟(۱)

تم نے بہت بڑی چیز کے بارے میں سوال کیا، اور اللہ تعالٰی جس پر آسان کردے اس کے لئے بہت آسان ہے، تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کا روزہ رکھو، حج بیت اللہ کرو، پھر آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں خیر کے ابواب کی رہنمائی نہ کردوں؟ روزہ ڈھال ہے، اور صدقہ گناہوں کو اسی طرح مٹادیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھادیتا ہے اور انسان کا اخیر شب میں نماز پڑھنا، پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی تَتَجَا فیٰ جُنُوبِهِمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ سے يَعْمَلُوْن تک" (جدا رہتی ہیں ان کی کروٹیں اپنے سونے کی جگہ سے، پکارتے ہیں اپنے رب کو ڈر سے اور لالچ سے، اور ہمارا دیا ہوا کچھ خرچ کرتے ہیں، سو کسی جی کو معلوم نہیں جو چھپا رکھا ہے، ان کے واسطے آنکھوں کی ٹھنڈک، بدلہ اس کا جو وہ کرتے تھے) پھر آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ان تمام باتوں کی بنیاد اس کا ستون اور اس کی چوٹی کی بلندی کے بارے میں نہ بتادوں؟ میں نے عرض کیا بیشک ضرور، اے اللہ کے رسول، تو آپ نے فرمایا: بنیادی چیز اسلام ہے، اور اس کا ستون نماز ہے، اور اس کی چوٹی کی بلندی جہاد ہے، پھر فرمایا: کیا ان سبھوں کا

---

(۱) سنن ترمذی ۲۶۱۶، وقال الترمذی حدیث حسن صحیح

سرمایہ اور اصل مقصود کی بات نہ بتادوں؟ میں نے کہا بیشک ضرور اے
اللہ کے رسول، تو آپ نے زبان کو پکڑا اور فرمایا اسے قابو میں رکھو، میں
نے عرض کیا، اے اللہ کے نبی ہم جو باتیں کرتے ہیں کیا اس پر بھی
ہماری گرفت ہوگی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا، تیری ماں تجھے کھوئے کیا
لوگوں کو جہنم میں اوندھے منہ یا یہ کہا کہ ناک کے بل زبان کی کھیتی کے
علاوہ بھی کوئی چیز ڈالے گی؟

۱۲۲۰ - **تیئسویں حدیث** : حضرت ابوذر اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُمَا كُنْتَ وَاتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ" (۲)

جہاں کہیں بھی ہو اللہ سے ڈرتے رہو اور برائی کے پیچھے نیکی کرو، یہ نیکی
اس برائی کو مٹا دیگی اور حسن اخلاق سے لوگوں سے ملو۔

۱۲۲۱ - **چوبیسویں حدیث** : حضرت عرباض بن ساریہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ
رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حد درجہ بلیغ وعظ و نصیحت فرمایا جس سے ہمارے دل خوف سے دہل گئے
اور آنکھیں نم ہوگئیں، ہم نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول یہ تو رخصت ہونے والوں جیسی نصیحت
ہے، اس لئے آپ ہمیں کچھ ہدایات و وصیت فرمادیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اُوصِيكُم بِتَقْوَى اللّٰهِ، وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَاِنْ تَأَمَّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبْشِيٌّ ، فَاِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنكُمْ فَسَيَرَىٰ اخْتِلَافًا كَثِيرًا

---

(۲) سنن ترمذی ۱۹۸۷، وقال الترمذی حدیث حسن، بعض معتمد نسخوں میں حسن صحیح ہے

فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، تَمَسَّكُوا بِهَا، وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ. (۱)

میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اللہ سے ڈرتے رہنے کا اور سمع وطاعت کا اگرچہ تمہارے اوپر کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ حاکم ہو جائے، کیونکہ تم میں سے جو زندہ رہے گا (بعد کے زمانہ میں) وہ حد درجہ اختلافات دیکھے گا، تو تمہارے اوپر لازم ہے میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت تم اسے تھام لو اور خوب مضبوطی سے پکڑ لو اور خبردار کہ دین میں کسی نئی پیدا کردہ بات میں پڑو کیونکہ دین میں (خلاف شرع) ہر نئی پیدا کردہ بات بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

۱۲۲۲ - **پچیسویں حدیث:** اصحاب بدریین میں سے حضرت ابو مسعودؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْأُولَى" إِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ" (۲)

سابقہ نبوتوں کے کلام میں سے جسے لوگوں نے پایا ہے، یہ کلام ہے "اگر شرم وحیا نہیں تو جو چاہو کرو"

۱۲۲۳ - **چھبیسویں حدیث:** حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کرتے ہوئے عرض کیا:

---

(۱) سنن ابی دواؤد: ۴۶۰۷، سنن ترمذی ۲۶۷۶، وقال الترمذی: حدیث حسن صحیح۔

(۲) صحیح بخاری ۵۷۶۸

اَرَأَیتَ، اِذَا صَلَّیتُ المَکتُوبَاتِ، وَصُمتُ رَمَضَانَ وَاَحلَلتُ الحَلَالَ وَحَرَّمتُ الحَرَامَ، وَلَم اَزِد عَلٰی ذٰلِكَ شَیئًا اَدخُلُ الجَنَّةَ؟ قَالَ: نَعَم" (۱)

آپ کیا کہتے ہیں؟ اگر میں فرض نماز پڑھتا رہوں، رمضان کا روزہ رکھوں، حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانوں، اور اس سے زیادہ کچھ نہ کروں تو کیا میں جنت میں داخل ہو جاؤں گا، تو آپ ﷺ نے جواب دیا ہاں۔

۱۲۲۴ - ستائیسویں حدیث: حضرت سفیان بن عبد اللہ الثقفیؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول آپ اسلام کے بارے میں کوئی ایسی بات مجھے بتائیں کہ آپ کے علاوہ کسی اور سے مجھے اس کے بارے میں پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

قُل آمَنتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ استَقِم" (۲)

آمنت باللہ (میں نے اللہ پر ایمان لایا) کہو اور اس پر جمے رہو۔

علماء فرماتے ہیں کہ یہ حدیث آپ ﷺ کے جامع کلمات اور ہمہ گیر تعبیرات میں سے ایک ہے اور یہ باری تعالیٰ کے اس کلام کے مطابق ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّ الَّذِینَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ استَقَامُوا، فَلَا خَوفٌ عَلَیهِم وَلَاهُم یَحزَنُونَ

(الاحقاف: ۱۳)

---

(۱) صحیح مسلم ۱۵ سوال کرنے والے صحابی نعمان بن قوقلؓ تھے)

(۲) صحیح مسلم ۳۸، مسلم کی روایت کے الفاظ میں قل امنت باللہ فاستقم"

بے شک جنہوں نے کہا، رب ہمارا اللہ ہے، پھر ثابت قدم رہے تو نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ غمگین ہونگے۔

جمہور علماء کی رائے ہے کہ اس آیت قرآنی اور اس حدیث کا مفہوم ہے کہ اللہ پر ایمان لائے اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری کا التزام کرے۔

۱۲۲۵ - **اٹھائیسویں حدیث:** حضرت عمر بن الخطابؓ کی بیان کردہ مشہور حدیث ہے جس میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کا ایمان، اسلام، احسان، اور قیامت کے بارے میں سوال مذکور ہے، (۲)

(۲) دیکھیں صحیح مسلم ۸، کتاب الایمان، باب بیان الایمان والاسلام والاحسان

۱۲۲۶ - **انتیسویں حدیث:** حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز نبی کریم ﷺ کے پیچھے تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

يَا غُلَامُ إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ ، اِحْفَظِ اللّٰهِ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهِ ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ ، وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّةَ لَوِاجْتَمَعَتْ عَلٰى اَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ وَاِنْ اجْتَمَعُوا عَلٰى اَنْ يَضُرُّوكَ لَمْ يَضُرُّوكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ" (۱)

اے لڑکے میں تمہیں چند کلمات کی تعلیم دے رہا ہوں، تو اللہ کو یاد کر اللہ تجھے یاد رکھے گا، تو اللہ کو یاد کر اسے اپنے سامنے پائیگا، اگر تجھے سوال کرنا ہے تو صرف اللہ ہی سے سوال کر، اگر تجھے مدد مانگنا ہے تو اللہ ہی

(۱) سنن ترمذی ۲۵۱۶، وقال: حدیث حسن صحیح

سے مدد مانگ اور جان لے کہ ساری قوم اگر تمہیں کچھ نفع پہونچانے کے لئے یکجا ہوجائے تو اس کے سوا وہ کچھ نفع نہیں پہونچا سکتی جسے اللہ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے، اور اگر ساری قوم تمہیں کچھ نقصان پہونچانے کے لئے یکجا ہوجائے تو اس کے سوا کچھ نقصان نہیں پہونچا سکتی جسے اللہ نے تیری لئے لکھ دیا ہے قلم اٹھالیا گیا، اور صحیفے خشک ہوچکے ہیں، (یعنی تقدیر کا فیصلہ ہوچکا ہے، اور وہ اٹل ہے، کسی کے چاہنے یا نہ چاہنے سے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی)۔

ترمذی کے علاوہ کی رواتیوں میں یہ اضافہ بھی ہے:

اِحْفَظِ اللّٰہَ تَجِدْهُ اَمَامَكَ ، وَتَعَرَّفْ اِلَى اللّٰهِ فِی الرَّخَاءِ يَعْرِفْكَ فِی الشِّدَّةِ وَاعْلَمْ اَنَّ مَا اَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ، وَمَا اَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ — وفی آخره — وَاعْلَمْ اَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ وَاَنَّ الفَرَجَ مَعَ الْكَرْبِ، وَاَنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرا"(۱)

تو اللہ کو یاد رکھ اسے اپنے سامنے پائے گا، کشائش میں اللہ کے پاس اپنی پہچان بتا، سختی و تنگی میں وہ تمہیں پہچانیگا، اور یاد رکھ کہ اللہ جسے دور کر دے وہ تمہیں لاحق نہیں ہوسکتا، اور جو تمہیں لاحق ہوجائے، اسے کوئی دور نہیں کرسکتا، اور اس روایت کے اخیر میں یہ بھی ہے ـــــ اور جان لو کہ نصرت صبر کے ساتھ اور کشادگی مشقت و تکلیف کے ساتھ ہے، اور بے شک ہر تنگی کے ساتھ فراخی ہے۔

---

(۱) اس کی تخریج عبد بن حمید نے "المنتخب": ۶۳۶ میں بسند ضعیف کیا ہے۔

۱۲۲۷ - **تیسویں حدیث:** اسی آخری حدیث پہ اس کتاب کو میں ختم کرنا چاہ رہا ہوں، اس کی سند چونکہ ظریفانہ ہے اس لئے اسے بھی اس جگہ ذکر کر رہا ہوں، اور اللہ رب کریم سے دست بدعا ہوں کہ وہ خاتمہ بالخیر فرمائے:

اخبرنا شیخنا الحافظ ابو البقاء خالد بن یوسف النابلسی ثم الدمشقی رحمہ اللہ، قال: اخبرنا ابو طالب عبداللہ وابو منصور یونس، وابو القاسم حسین بن ھبة اللہ صصری، وابو یعلی حمزة وابو الطاھر اسماعیل، قالوا: اخبرنا الحافظ ابو القاسم علی بن ابراھیم بن العباس الحسینی خطیب دمشق، قال: اخبرنا ابو عبداللہ محمد بن علی بن یحیٰ بن سلوان، قال: اخبرنا ابو القاسم الفضل بن جعفر، قال: اخبرنا ابوبکر عبدالرحمن بن القاسم بن الفرج الھاشمی، قال: اخبرنا ابو مُسھر قال: اخبرنا سعید بن عبدالعزیز عن ربیعة عن یزید عن ابی ادریس الخولانی عن ابی ذر رضی اللہ عنہ، عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن جبریل علیہ السلام، عن اللہ تبارک وتعالیٰ، انہ قال:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے اور رسول اللہ ﷺ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اور حضرت جبرئیل اللہ جل شانہ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یَاعِبَادِیْ اِنِّیْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰی نَفْسِیْ وَجَعَلْتُهٗ بَیْنَكُمْ مُحَرَّمًا، فَلَا تَظَّالَمُوْا یَاعِبَادِیْ اِنَّكُمُ الَّذِیْنَ تُخْطِئُوْنَ بِاللَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَاَنَا الَّذِیْ اَغْفِرُ الذُّنُوْبَ وَلَا اُبَالِیْ فَاسْتَغْفِرُوْنِیْ اَغْفِرْلَكُمْ، یَاعِبَادِیْ كُلُّكُمْ جَائِعٌ اِلَّا مَنْ اَطْعَمْتُهٗ فَاسْتَطْعِمُوْنِیْ اُطْعِمْكُمْ، یَاعِبَادِیْ كُلُّكُمْ عَارٍ اِلَّا مَنْ كَسَوْتُهٗ فَاسْتَكْسُوْنِیْ اَكْسُكُمْ، یَاعِبَادِیْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰی اَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ لَمْ یَنْقُصْ ذٰلِكَ مِنْ مُلْكِیْ شَیْئًا یَاعِبَادِیْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ

كَانُوا عَلٰى اَتْقٰى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنكُم لَمْ يَزِد ذٰلِكَ فِي مُلْكِي شَيْئًا ، يَاعِبَادِي لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُم وَآخِرَكُم وَاِنْسَكُم وَجِنَّكُم قَامُوا فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ فَسَأَلُونِي فَاَعْطَيْتُ كُلَّ اِنْسَانٍ مِنهُم مَاسَأَلَ لَمْ يَنقُص ذٰلِكَ مِن مُلْكِي شَيْئًا اِلَّا كَمَا يَنقُصُ الْبَحْرُ اَنْ يُغْمَسَ الْـمَخِيطُ فِيهِ غَمْسَةً وَاحِدَةً يَاعِبَادِي اِنَّمَاهِيَ اَعْمَالُكُم اَحفَظُهَا عَلَيكُم فَمَن وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ ، وَمَن وَجَدَ غَيرَ ذٰلِكَ فَلَا يَلُومَنَّ اِلَّا نَفْسَهُ"

اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کررکھا ہے، اور تمہارے درمیان بھی اسے حرام قرار دیا ہے، لہٰذا آپس میں ایک دوسروں پر ظلم مت کرو، اے میرے بندو! تم وہی لوگ ہو جو شب وروز خطائیں کرتے ہیں، اور میں وہی ہوں جو گناہوں کو بخشتا ہوں، اور میں اس کی پرواہ نہیں کرتا اس لئے تم مجھ سے بخشش چاہو، میں تمہیں بخش دونگا، اے میرے بندے تم میں کا ہر کوئی بھوکا ہے سوائے ان لوگوں کے جنہیں میں نے کھلایا، پس تم مجھ سے کھانا مانگو میں تمہیں کھلاؤنگا، میرے بندو! تم میں سے ہر کوئی ننگا ہے سوائے ان لوگوں کے جنہیں میں نے کپڑا پہنایا، لہٰذا تم مجھ سے لباس مانگو میں تمہیں پہناؤنگا، اے میرے بندو! اگر تم میں کا پہلا اور بعد والا انسان اور جنات سب کے سب کسی بدترین گنہ گار دل والے جیسے ہوں تو اس سے میری بادشاہی میں ذرہ برابر کمی نہیں ہوگا، اے میرو! بندے، اگر تم میں کا پہلا اور بعد والا انسان اور جنات سب کا سب کسی پرہیز گار دل والے جیسے ہوں تو اس سے میری بادشاہی میں ذرہ برابر اضافہ نہیں ہوگا، اے میرے بندو! اگر تم میں کا پہلا اور بعد والا انسان اور جنات سب کے سب ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر مجھ سے سوال کریں اور میں ہر سائل کو اس کی طلب عطا کردوں تو اس سے میری ملکیت میں کچھ بھی کمی نہیں آئیگی، سوائے اس قدر جتنا سمندر میں ایک بار سوئی ڈبو کر نکالنے سے سمندر میں ہوتی ہے، اے میرے بندو! یہ تمہارے وہ اعمال ہیں، جنہیں میں تمہارے لئے محفوظ رکھتا ہوں، پس جو خیر پائے وہ اللہ عزوجل کا حمد وثنا بیان کرے اور جو اس کے علاوہ پائے وہ صرف اپنے نفس ہی کی ملامت کرے۔

ابومسہر فرماتے ہیں کہ سعید بن عبدالعزیز فرماتے تھے، کہ ابوادریس جب یہ حدیث بیان کرتے تو اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ جایا کرتے تھے۔ یہ مسلم وغیرہ کی صحیح حدیث ہے اور اس کی سند کے رجال مجھ سے (امام نووی سے) لیکر حضرت ابوذرؓ تک سب کے سب دمشق والے ہیں، اور خود حضرت ابوذرؓ بھی دمشق آگئے تھے۔

اس حدیث کے اندر متعدد فوائد مجتمع ہیں ایک یہ کہ اس کی سند و متن بلندی کے اعلیٰ مقام پہ ہے اور سند میں دمشق والوں کا تسلسل ہے، اللہ ان سے راضی ہو، اور ان میں برکت و رحمت عطا فرمائیں۔ دوسرے یہ کہ اس کے اندر دین کے اصول و فروع، اور لطائف قلوب وغیرہ کے متعدد عظیم الشان اصول و قواعد کا بیان ہے، واللہ اعلم لہ والحمد۔ امام احمد بن حنبلؒ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اہل شام کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی حدیث قابل اعزاز نہیں۔

خاتمۃ الکتاب

اس کتاب میں جن باتوں کو ذکر کرنے کا ارادہ تھا یہ اس کی آخری کڑی ہے، اللہ رب کریم کا بڑا فضل و احسان ہے کہ اس کی توفیق سے اس کے اندر علوم دینیہ کے مختلف گوشوں، اہم امور، لطیف باریکیاں، نئے حقائق و مطالب آیات قرآنی کی بعض تفاسیر اور اس کی مرادیں، صحیح احادیث اور اس کے مقاصد کی وضاحت، علم اسانید کے نکات، فقہ کے دقائق قلوب کے معاملات وغیرہ عمدہ فوائد اس کے اندر جمع ہو گئے، اس پر اللہ ہی کا حمد و ثنا بیان کیا جا سکتا ہے اور اس کی بے شمار نعمتوں پر اسی کی تعریف اور اسی کا شکر بجالایا جا سکتا ہے، اسی کا احسان ہے کہ اس نے اس کی رہنمائی فرمایا، اور اسے جمع کرنے کی توفیق دی اور اسے میرے لئے آسان بنایا اور ہر لحہ میری اعانت فرماتا رہا، اور اس کے اختتام کی منزل تک پہونچا کر مجھ پر احسان فرمایا: تمام تر شکر و امتنان اسی کے لئے ہے اور ہر طرح کا فضل و احسان اور بخشش و عطا، اسی کی طرف سے ہے، اور اسی کے

لئے حمد وثنا ہے۔

مجھے اللہ کی ذات اور اس کے فضل وعنایات سے امید ہے کہ کسی نیک وصالح کی دعا سے ہمیں فائدہ پہونچے گا، اللہ کا قرب حاصل ہوگا اور اس کے اندر مذکور بعض امور خیر سے طالب خیر مسلمانوں کو فائدہ پہونچے گا، اور اپنے رب کی رضا جوئی کے عمل پر گامزن ہونے والوں کے لئے میرا یہ عمل مدد ومعاون بنے گا۔

میں اپنی طرف سے، والدین کی طرف سے، تمام احباب وبرادران اسلام کی طرف سے، اور جس نے بھی میرے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کیا اس کی طرف سے، اور تمام مسلمانوں کی طرف سے اپنا دین، اپنی امانت، آخری عمل، اور اللہ کے ہم پر جس قدر انعامات ہیں، ان تمام کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں، اور اس کی حفاظت وامانت میں دیتا ہوں، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے سوال کرتا ہوں، کہ وہ ہم سبھوں کو رشد وہدایت کے راستوں پر گامزن رکھے، اور زیغ وعناد والوں کے چلن اور ان کے احوال سے ہماری حفاظت فرمائے، اور ہر عمل خیر پر دوام بخشے اور اس میں زیادتی فرمائے۔

اللہ سے گریہ زار ہوں کہ وہ ہمیں ہر قول وفعل میں صحت وراست بازی کی توفیق عطا فرمائے اور اہل عقل وبصیرت کے نقش قدم پر چلائے، بلا وہ شبہ بڑا کرم کرنے والا، وسعت والا اور بڑا داتا ہے۔ ساری توفیق اللہ ہی سے ہے، اسی پر بھروسا کرتا ہوں، اور اسی کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، اللہ ہی ہمارے لئے کافی اور وہی ہمارے لئے بہتر کارساز ہے، ساری طاقت وقوت اور حرکت وسکون اللہ ہی سے ہے جو غلبہ وحکمت والا اور بلندی وعظمت والا ہے۔ اول وآخر، ظاہر وباطن، ہر طرح کی ساری تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کا پالنہار ہے۔

اور پاکیزہ، مکمل اور تمام تر درود وسلام ہو ہمارے آقائے نامدار محمد ﷺ پر جو مخلوق میں سب سے افضل ہیں، اور ہمارا یہ صلاۃ وسلام ہو ان پر جب بھی یاد کرنے والے انہیں یاد کریں، اور

جب بھی ان کے ذکر سے غافل رہنے والے غافل رہیں، ہمارا صلاۃ وسلام ہو ان پر اور تمام انبیاء پر اور ان سبھوں کے آل واولاد اور تمام صالحین پر۔

اس کتاب کا مؤلف: (ابوزکریا محی الدین یحی بن شرف بن مُرِّی بن حسن بن حسین بن حمد النووی) (اللہ اسے معاف کرے،) کہتا ہے کہ میں اس کی تالیف سے ماہ محرم الحرام ۶٦٧ھ میں فارغ ہوا سوائے ان چند حروف وکلمات کے کہ جسے میں نے اس کے اندر بعد میں شامل کیا ہے، اور میں نے تمام مسلمانوں کو اس کی روایت کرنے کی اجازت دی ہے۔

اللہ رب کریم کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ اس کی توفیق ونصرت اور فضل وانعام کے سہارے آج بتاریخ ۲۳ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۴ جون ۲۰۰۱ء شب جمعہ کو بمقام ریاض اس کتاب کو اردو میں منتقل کرکے فارغ ہوا۔ اور بتاریخ ۱۸ جمادی الاخری ۱۴۲۲ھ مطابق ۷ دسمبر ۲۰۰۱ء شب جمعہ کو اس کی تبییض ونظر ثانی کا کام پایہ تکمیل کو پہونچا۔ فللہ الحمد اولا وآخرا، وھو حسبنا ونعم الوکیل وصلی اللہ وسلم علی سیدنا وحبینا محمد سید المرسلین والاولین والآخرین وعلی آلہ وازواجہ وصحبہ واتباعہ الابرار الصالحین اجمعین، آمین۔

العبد الفقیر الی عفوربہ۔

نثار احمد بن محمد حصیر الدین القاسمی.

استاذ: المعھد العالی الاسلامی حیدرآباد

و استاذ جامعہ عائشہ نسواں حیدرآباد

Designed by Mehar Alam